سلسلۂ یوسفیہ

شمارہ (۱)

کلیاتِ

سلطان محمد قلی قطب شاہ

۹۸۸ھ تا ۱۰۲۰ھ

مرتبہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

پروفیسر اردو جامعۂ عثمانیہ

سلسلۂ یوسفیہ
شمارہ (۱)

35

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

گولکنڈہ کے پانچویں تاجدار سلطان محمد قلی قطب شاہ (۹۷۳ھ تا ۱۰۲۰ھ)
کے اردو کلام کا مجموعہ اور حالات و کلام پر تبصرہ

مرتبہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور
ایم اے۔ پی ایچ ڈی (لندن)

سنہ ۱۳۵۹ھ
۱۹۴۰ء

مطبوعہ مکتبۂ ابراہیمیہ مشین پریس
حیدرآباد دکن

طبع اول تعداد جلد صفحات مع تصاویر ایک ہزار ۱۰۶۸
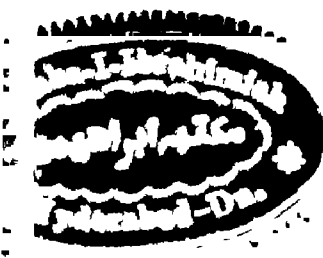
مجلس اشاعتِ دکنی مخطوطات

سرپرست

عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر

۱۔ مولوی سید محمد اعظم صاحب ام اے ۔ بی ایس سی ۔ (کینٹب) پرنسپل سٹی کالج صدر

۲۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب ام اے ۔ پی ایچ ڈی (ریڈر اردو جامعہ عثمانیہ) نائب صدر

۳۔ مولوی مرزا حسین علی خاں صاحب بی اے (آنرز) پروفیسر انگریزی پرووسٹ جامعہ عثمانیہ رکن

۴۔ مولوی عبدالمجید صاحب صدیقی ام اے ۔ ال ال بی ۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ) "

۵۔ مولوی عبدالقادر سروری صاحب ام اے ۔ ال ال بی ۔ (لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ) "

۶۔ مولوی سید محمد صاحب ام اے ۔ (لکچرار اردو سٹی کالج) معتمد

۷۔ مولوی میر سعادت علی صاحب ام اے ۔ شریک معتمد
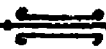
پیش لفظ

اُردو یا ہندستانی کی ابتدائی تاریخ اور اس کے قدیم شعرا و مصنفین کے حالات و مقالات ایک عرصۂ دراز تک بالکل تاریکی میں رہے اور عام طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ ولی اورنگ آبادی جو گیارہویں صدی ہجری کے رُبع آخر میں گزرے ہیں، اس زبان کے سب سے پہلے شاعر تھے بلکہ بعض متاخر تذکرہ نویسوں نے ان کے کلام کو بھی جس میں قدیم زبان کی بہت زیادہ جھلک پائی جاتی تھی، ٹکسال باہر قرار دے کر دلّی کے ان شعرا کو، جنہوں نے ولی کی تقلید میں فارسی کی بجائے اُردو میں شعر کہنا شروع کیا تھا، اُردو کے اولین شعرا قرار دیا ہے۔ لیکن حالیہ تحقیقات نے اس حقیقت کو روز روشن کی طرح ثابت کردیا ہے کہ ولی اورنگ آبادی سے کئی سو برس پہلے اُردو زبان کی بُنیاد پڑ چکی تھی، اور دکن کی قدیم اسلامی سلطنت بہمنیہ کے

آخری زمانے میں اور اس کے بعد اس کی جانشین ریاستوں یعنے قطب شاہی اور عادل شاہی
کے عہد میں اس زبان نے اس قدر ترقی کر لی تھی کہ نہ صرف عام بول چال اور تبادلۂ خیال
کے لیے استعمال کی جاتی تھی بلکہ اس میں نظم ونثر کی متعدد اعلیٰ درجے کی کتابیں بھی لکھی
گئیں خصوصاً قطب شاہی اور عادل شاہی خاندانوں کے علم دوست اور سخن گستر بادشاہوں
کی خاص سرپرستی نے اس کی ترویج و ترقی کی رفتار بہت ہی تیز کردی، اور ان کی
شخصی دلچسپی سے جن میں بعض مثلاً محمد قلی قطبشاہ بانئ شہر حیدرآباد خود اعلیٰ درجے کے
شاعر تھے، اس زمانے میں بہت سے بلند پایہ شعرا و مصنفین پیدا ہوئے۔ ان ریاستوں کی
تباہی کے بعد اُردو زبان کی تیز رفتار ترقی ایک عرصے کے لیے کچھ رُک سی گئی، اور پھر
سرکار دربار میں کچھ مدت کے لیے فارسی کا دور دورہ قائم ہوگیا، لیکن باوجود شاہی سرپرستی
سے محروم ہونے کے اُردو زبان اپنی فطری موزونیت کے سبب برابر بڑھتی اور ترقی
کرتی رہی اور رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں بہت سی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

اگرچہ محققین کی تحقیقاتی مساعی کی بدولت اُردو زبان وادب کی قدامت مُسلم
ہوگئی ہے لیکن ان قدیم شاعروں اور نثر نویسوں کے گراں پایہ ادبی کارنامے جن پر
اس زبان کی تمام تر ترقیوں کی بُنیاد قایم ہے اور جن کے مطالعے سے ہم نہ صرف
اپنے قدما کے افکار وخیالات اور اسالیب بیان سے لُطف اندوز ہو سکتے ہیں بلکہ

اپنی گزشتہ عظمت سے بھی آگاہی حاصل کر سکتے ہیں، اب تک گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوئے تھے، پیوستہ سال سٹی کالج میں دو صد سالہ جشنِ یادگار ولی کے موقع پُر دکنی مخطوطات" کی جو نمائش منعقد کی گئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ کتنے ہی انمول جواہر پارے ایسے ہیں جن کی اشاعت سے نہ صرف اُردو ادب کے ذخیرے میں ایک بیش قیمت اضافہ ہوگا، بلکہ ان سے اُردو ادب کی ابتدائی ترقیوں، اس زبان کی عہد بہ عہد تبدیلیوں اور عہد گزشتہ کی تہذیب و تمدن کے متعلق نہایت کار آمد معلومات حاصل ہونگی۔ نیز اس عہد کی کتابوں کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ ابتدائی اُردو میں عربی اور فارسی کے الفاظ کے ساتھ ہندی کے الفاظ بھی برابر کے شریک تھے جو بعد کو رفتہ رفتہ زبان سے خارج ہوگئے۔ موجودہ زمانے میں بیرونی زبانوں کے غیر ضروری الفاظ اُردو سے خارج کر کے اس کو خالص ہندستانی بنانے کی جو کوشش کی جارہی ہے اس کے مدنظر بھی ان کتابوں کی اشاعت بہت ہی کار آمد ثابت ہوگی۔ ان کے مطالعے سے اہل ذوق یہ معلوم کر سکینگے کہ کس طرح ہندی اور سنسکرت کے الفاظ بھی اُردو کی خراد پر چڑھ کر اُردو یا ہندستانی زبان کا جز بن سکتے ہیں۔

حسن اتفاق سے حیدرآباد کے مشہور علم دوست امیر عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر مدفیوضہ، نے بھی جو جشن یادگار ولی کے صدر نشین تھے اس اہم ضرورت کو محسوس فرمایا

اور اپنے خطبۂ صدارت میں بدیں الفاظ توجہ دلائی :۔

"اس اہم اور دلچسپ کام کو اس تقریب کے ساتھ ختم نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس دو صد سالہ جشن ولی کی یادگار میں کوئی مستقل کام آغاز کیا جائے۔ میرے خیال میں اس سے بڑھ کر کوئی اچھا کام نہیں ہو سکتا کہ ولی کے معاصرین اور ان سے پہلے کے شاعروں اور صاحبانِ تصانیف کی اُردو کتابیں مرتب اور شایع کی جائیں۔ ولی سے پہلے بھی ہمارے ملک میں بڑے بڑے شاعر اور انشا پرداز پیدا ہو چکے ہیں۔ خود طبقۂ فرماں روایان میں محمد قلی قطب شاہ اور علی عادل شاہ بلند پایہ شاعر تھے۔ پھر ان کے دربار کے ملک الشعرا وجہی، غواصی، نصرتی، رستمی وغیرہ ولی سے کم نہ تھے۔ اور چونکہ ولی سے بہت پہلے گزرے ہیں اس لیے ان کے کلام اور بھی زیادہ قابل قدر رہیں۔ بہر حال اس اہم کام کی تکمیل کے لیے ایک جماعت منتخب کر لینی چاہیے۔"

نواب صاحب ممدوح نے قدر شناسی سے یہ بھی فرمایا کہ :۔

"مسرت کا مقام ہے کہ خود ہمارے ملک میں اب ایسے اصحاب موجود ہیں کہ ان قدیم کتابوں کے کلام اور زبان کو سمجھ کر ان کو جدید طریقوں پر مرتب کر کے

شایع کرسکتے ہیں۔ میں بھی اس مبارک اور اہم کام میں اس جماعت کا ہاتھ بٹانے تیار ہوں۔"

چنانچہ نواب صاحب معز کی اس علمی سرپرستی اور اعانت سے حسب ارشاد گرامی راقم کی صدارت میں حسب ذیل اصحاب کی ایک کمیٹی "مجلس اشاعت مخطوطات" کے نام سے قائم کی گئی اور قدیم ادبی جواہرپاروں کا ایک تفصیلی جائزہ لے کر ان کی اشاعت کے ابتدائی مراحل طے کیے گئے۔

(۱) ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب زور ام۔ اے۔ پی ایچ ڈی (ریڈر اُردو جامعہ عثمانیہ) نائب صدر

(۲) مولوی مرزا حسین علی خاں صاحب بی اے (آنرز) (صدر شعبۂ انگریزی جامعہ عثمانیہ) رکن

(۳) مولوی عبدالمجید صاحب صدیقی ام۔ اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ) "

(۴) مولوی عبدالقادر سروری صاحب ام۔ اے ال ال بی۔ (لکچرار اُردو جامعہ عثمانیہ) "

(۵) مولوی سید محمد صاحب ام۔ اے۔ (لکچرار اُردو سٹی کالج)..... معتمد

(۶) مولوی میر سعادت علی صاحب رضوی ام۔ اے۔ .... شریک معتمد

علمی نقطۂ نظر سے قدیم کتابوں کی اشاعت آسان اور ہر شخص کے بس کا کام نہیں۔ جن لوگوں کو اس سے سابقہ پڑا ہے وہ اچھی طرح اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس کام میں کس قدر دشواریاں پیش آتی ہیں۔ مختلف نسخوں کے باہمی مقابلے اور تصحیح کے علاوہ

بعض دفعہ ایک ایک لفظ کے لیے کئی کئی روز چھان بین کرنی پڑتی ہے، اور بظاہر یہ مثل
صادق آتی ہے کہ "کوہ کندن وکاہ برآوردن"۔ نسخے اکثر بدخط اور بعض غلط درغلط
بھی ہوتے ہیں۔ ان تمام مراحل کو صبر وسکون اور محنت و ہمت سے طے کرنے کے بعد کتاب
قابل اشاعت بن سکتی ہے۔ مجلس ہذا کے مستعد اور علم دوست ارکان نے جس محنت
اور توجہ سے اس ہفت خوان ادب کو طے کیا ہے وہ ان کی مساعی کے نتائج سے ظاہر
ہے اور توقع ہے کہ وہ ارباب ذوق کی پسندیدگی حاصل کرینگے۔

ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب نے سلطان محمد قلی قطبشاہ کے نہایت ضخیم
کلیات کی ترتیب کے صبر آزما کام کو اپنے ذمے لینے کے علاوہ مجلس کا مختلف طریقوں سے
جو ہاتھ بٹایا ہے اس کا اعتراف نہایت ضروری ہے۔

یہ پیش لفظ نامکمل رہ جائیگا اگر میں عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کی
فیاضی سے کہیں زیادہ اس ذاتی دلچسپی اور توجہ کا شکریہ ادا نہ کروں جو نواب صاحب
ممدوح نے شروع ہی سے مجلس کے کاروبار میں فرمائی ہے فی الحقیقت نواب صاحب
کے اس انہماک اور سرپرستی کے بغیر یہ مشکل کام انجام نہیں پاسکتا تھا۔

سید محمد اعظم

فہرست

مقدمہ

(صفحات ۱۷ تا ۳۵۲)

پہلا حصہ

نظمیں

(صفحات ۱ تا ۳۲۴)

دوسرا حصہ

غزلیں

(صفحات ۱ تا ۲۹۶)

تیسرا حصہ

دیگر اصناف سخن

(صفحات ۱ تا ۶۴)

فہرست تصاویر

عرضِ مرتب

اس کلیات کی ترتیب کا کام مارچ سنہ ۱۹۳۷ء میں شروع ہوا۔ اور مسلسل تین سال کی کوشش اور انتظار کے بعد آج یہ شایع کئے جانے کے قابل ہوا ہے۔ مرتب کو اپنی بے بضاعتی کے احساس کے علاوہ اس امر کا اعتراف بھی ہے کہ اس صبر آزما کام کے اثنا میں اس کو دوسری کتابوں کی ترتیب و تالیف کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑا۔ چنانچہ گولکنڈے کے افسانوں کے دوسرے مجموعے "گولکنڈے کے ہیرے" کے علاوہ اس نے "روح غالب" اور "مکتوباتِ شاد عظیم آبادی" کا کام بھی اسی اثنا میں شروع اور ختم کیا۔ نیز تاریخ ادب اُردو، ارشاد نامہ، رسائل شاہ برہان، ابراہیم نامہ، اور تاج الحقایق کی ترتیب بھی اسی دوران میں ہوتی رہی۔ اگر یہ سب کام درمیان میں خلل انداز نہ ہوتے تو شاید "کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ" آج سے بہت پیشتر شایع ہو کر منظر عام پر آجاتا۔

یہ عظیم الشان کلیات چھپ کر اہلِ اُردو کے ہاتھوں تک نہ پہنچ سکتا اگر دکن کے روشن خیال امیر نواب میر یوسف علی خاں بہادر سالار جنگ کی ذاتی دلچسپی شاملِ حال نہ ہوتی۔ نواب صاحب نے "سلسلۂ یوسفیہ" قایم کر کے دکنی مخطوطات کی اشاعت کی

جو سرپرستی فرمائی ہے اس کی وجہ سے متعدد دکنی شاعروں اور ادیبوں کی علمی و ادبی یادگاریں تلف ہونے سے بچ گئیں "نام نیک رفتگاں" ضایع نہ کرنے کا یہ جذبہ خود نواب صاحب معظم کے نام اور ان کے "سلسلۂ یوسفیہ" کو اس وقت تک زندہ رکھے گا جب تک کہ خود اردو زبان موجود ہے۔

آخر میں پنڈت ہری ہر شاستری صاحب پروفیسر سنسکرت و برج بھاشا جامعۂ عثمانیہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنھوں نے بہت سے نامانوس اور متروک الفاظ کے سمجھنے میں مرتب کو قابل قدر مدد دی لیکن افسوس ہے کہ بعض لفظ اور ترکیبیں اب تک مرتب کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ اور اس امر کے اعتراف میں مرتب کو اس لیے کوئی ندامت نہیں کہ خود محمد قلی قطب شاہ نے اس بارے میں پیشین گوئی کردی تھی کہ میری کتابوں کی شرح کوئی نہیں لکھ سکے گا۔ چنانچہ اس کی اسی پیشین گوئی کے الفاظ پر اس "عرض" کو ختم کیا جاتا ہے ؎

نہ لکھ سکے گا کِنے شرح مجھ کتاباں کا
(کوئی بھی)
ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز
(شل)

رفعت منزل
جون سنہ ۱۹۴۰ء

سید محی الدین قادری زورؔ

مقدمے کے مآخذ

مقدمہ کلیات محمد قلی قطب شاہ کی ترتیب میں حسب ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

قلمی

۱۔ تاریخ محمد قطب شاہ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر

۲۔ حدائق السلاطین " " "

۳۔ حدیقۃ السلاطین (جلد دوم) " " "

۴۔ ماہ نامہ کتب خانہ " " "

۵۔ تذکرۃ الملوک " انڈیا آفس لندن

۶۔ احوال حیدر آباد " برٹش میوزیم "

۷۔ فتوحات عادل شاہی " " " "

۸۔ قطب مشتری " انڈیا آفس "

۹۔ تاریخ نذر چند لال " ادارۂ ادبیات اُردو

مطبوعہ

۱۱۔ حدیقۃ السلاطین۔ مطبع صدیقی حیدرآباد سنہ ۱۳۵۰ھ
۱۲۔ تاریخ فرشتہ۔ " نولکشور سنہ ۱۸۸۴ء
۱۳۔ برہان ماثر۔ " دہلی سنہ ۱۹۳۶ء
۱۴۔ حدیقۃ العالم۔ " سیدی حیدرآباد سنہ ۱۳۰۹ھ
۱۵۔ گلزار آصفی " محمدی سنہ ۱۳۰۸ھ
۱۶۔ تاریخ ظفرہ " حکیم برہم گورکھپور سنہ ۱۹۲۷ء
۱۷۔ ماثر دکن " جامعہ عثمانیہ سنہ ۱۹۲۴ء
۱۸۔ تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ مطبع مفید عام آگرہ
۱۹۔ تاریخ دربار آصف۔ " افضل المطابع حیدرآباد
۲۰۔ تاریخ قندھار دکن امانت پریس حیدرآباد سنہ ۱۳۲۱ھ
۲۱۔ تاریخ گولکنڈہ۔ مطبع مکتبۂ ابراہیمیہ سنہ ۱۹۳۹ء
۲۲۔ محبوب الزمن۔ " رحمانی سنہ ۱۳۲۹ھ
۲۳۔ بہار و خزان حیدرآباد۔ " مشیر دکن سنہ ۱۹۰۰ء
۲۴۔ کلام الملوک " معین دکن سنہ ۱۳۵۶ھ
۲۵۔ وقائع سیر و سیاست ڈاکٹر برنیئر مطبع گلزار ابراہیم مراداباد سنہ ۱۸۸۹ء
۲۶۔ سیاحت نامہ تھیونو " مفید عام آگرہ سنہ ۱۸۹۶ء
۲۷۔ ہندوستان عہد مغلیہ میں (منوچی) " آریہ اسٹیم پریس لاہور

خطبہ

کلیات محمد قلی قطب شاہ کے مرتب سلطان محمد قطب شاہ ظل اللہ نے اپنے چچا اور پیشرو بادشاہ و شاعر کے متعلق سنہ ۱۰۲۵ء میں جو طویل منظوم دیباچہ لکھ کر کلیات کے آغاز میں درج کیا تھا اس کے چند اشعار تبرک کے طور پر ہم اپنے مقدمے سے پہلے شامل کرتے ہیں۔

عبارت سرلوح

کلیاتِ اشعار فصاحت آثارِ جنت مکانی فردوس آشیانی
مغفرت پناہ عمی عالی حضرت محمد قلی قطب شاہ نور مرقدہٗ
تمام شد در کتاب خانۂ مبارک بخط محی الدین کاتب تاریخ
اوائل شہر رجب المرجب خمس عشرین احدی بعد الف من الہجریہ
فی دار السلطنۃ حیدر آباد حرس اللہ عن الاضداد
کتبہٗ عبد الخالص لمولاہٗ سلطان محمد قطب شاہ بلغہ اللہ تعالیٰ فی امانیہ

مُہر — مہر سلیمان ز حق گشتہ میسر مرا   گشتہ ز نقش نگیں حیدر صفدر مرا
العبد السلطان محمد قطب شاہ

سلطان محمد قطب شاہ

خطبۂ کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

کتا ہوں خواب کنک مین میں ۔۔۔ کہ تا ہوئے روشن کہ یو سب کتے تئیں

محبت شہنشاہ کا دل میں آن ۔۔۔ رتن کا اپس جو تمے کھول کھان

نچھل نرمل ہر یک بچن خاص لیا ۔۔۔ دکھا تس منے دھات اخلاص کا

جتا کچ بیان کرنے سکتا ہوں میں ۔۔۔ شہنشاہ کی اس شفقت کے تئیں

کہ شہزاد پر وو اپنے شہریار ۔۔۔ جو کس دھات دھرتے تھے پیار اپار

سو کچ شرح میں وو نہ آتا اہے ۔۔۔ لکھن کے تو لکھیا نہ جاتا اہے

سو کچ مہر تھے اس کروں لیا بیان ۔۔۔ جو جگ دل اپر ہو رہے یو عیاں

محبت پو شہ کا پچھانے اچھیں ۔۔۔ کہ تا سب شفقت یو جانے اپیں

جو کس دھات شہزاد کوں شاہ وو ۔۔۔ محبت دیا آپ دھرتے تھے سو

لہ ۔ افسوس ہے کہ اس خطبے کے صرف جستہ جستہ اشعار ہی دستیاب ہوئے اگر پورا خطبہ مل جاتا تو کلیات کے متعلق اور تفصیلی معلومات حاصل ہو سکتیں ۔

کہ آرام تھا تل شہنشاہ دل | کہ بن دیکھے شہزاد کوں ٹک تل
وہی دل وہی جیو وہی دم اتھا | وہی ٹیک وہی عیش انند جم اتھا

. . . .

بجد ہو کے ظلِ الٰہی نول | پڑے شعر تا پائیں کر حفظ سکل
اِپس دل میں کر فکر سب ایک رات | کئے خطبہ کہہ مستعد کلیات
جو الحق سنے کوئی اگر یو زباں | تو در حال کہیں مرحبا بے گماں
سو کہ شاعری بیچ شہ دہر کمال | بچن کہہ کے موتیاں من صدف دل
کہے نیں کہیں شعر میں وصف اپس | جو اپ شعر کے فن میں اتیا سرس
جو بھی کوئی اچھے شاعر اس وعادو | تو بن وصف اپس کے نہ رہے سات وو
اگر کم تو پچاس میں بیت چار | کہے باج اپس وصف بیتے سنگار
رہیا جائے نا شاعراں من میں | بن آپے کے صفت شعر کے فن منیں
جو خاصا ہے یو شاعراں کا ہر ٹیک | نہ رہیں بن کہے وصف تنا کتیک
مگر شاہ کہے بیت پچاس ہزار | دھرے وصف اپس سو کہن بہت عار
دتا شعر کہہ بیت میں ٹیک بات | کہے نیں لکھیں آپنے وصف سات
کریوں اچھے نقش ائے اولیا | جو دھرتے اتھے وصف اپس کا سدا

جو مقطع میں ہر یک اپس شعر کے	لئے بن سو حضرت علی نانوں اپے

نہ کرتے تھے ہرگز سو ختم کلام	بغیر ان علی کا لیے بلج نام

کہے وصف شہ کا اگر توں جت	تو بے وصف میں شاہ کے کم دتا

تو اب ختم خطبے کوں ظل الہ

کئے منگ علی ولی تھے پناہ
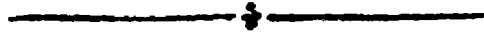
ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری نے لکھا تھا کہ ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں، وید مقدس اور دیوانِ غالب لیکن اگر وہ عرش آشیانی محمد قلی قطب شاہ معانی کی کلیات دیکھ پاتے تو اس قطعیت کے ساتھ دعویٰ کرنے کی جراءت نہ کرتے واقعہ یہ ہے کہ آج سے ٹھیک ساڑھے تین سو سال پیشتر اردو زبان ایک ایسے رفیع المنزلت شاعر کے نغموں سے مالامال ہو رہی تھی جس کا لاثانی کلام بجنوری مرحوم کے نقطۂ نظر سے صحیح معنوں میں الہامی کہا جا سکتا ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کی شاعری اکتسابی نہ تھی۔ قدرت نے اس کو شاعری کا ایک ایسا عجیب وغریب ملکہ عطا کیا تھا کہ شاید ہی دنیا کے معدودے چند شاعر اس

نعمت غیر مترقبہ سے بہرہ ور ہوئے ہوں۔ وہ ایک عظیم الشان سلطنت کا مطلق العنان بادشاہ تھا وہ کوئی پیشہ ور شاعر نہ تھا لیکن اس کا کلام کسی ملک الشعراء کے شعری کارناموں سے بھی کسی طرح کم نہیں، اور پھر وہ صرف اردو ہی کا شاعر نہ تھا۔ فارسی اور تلنگی میں بھی اس نے ہزاروں شعر لکھے۔ وہ مغل اعظم جلال الدین اکبر کا ہم عصر تھا اور اس کا دربار بھی عالموں اور فاضلوں اور صاحب کمالوں سے معمور تھا۔ اس کے عالی شان ایوان امیر و غریب ہر ایک کے لئے کھلے رہتے۔ اس کا نعمت خانہ سو گز سے زیادہ طویل تھا جہاں اس کے دسترخوان پر کبھی دس ہزار آدمی سے کم نہ ہوتے۔ سچ تو یہ ہے کہ شاہوں اور شاہنشاہوں کی تاریخ میں ایسا تاجدار شاید ہی نظر سے گزرے جو عوام کی زندگی سے اس قدر قریب تھا۔ اس نے غریبوں اور محتاجوں کی شنوائی کے لئے ہندوستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ایک عالی شان داد محل کی تعمیر کی جس کے دروازے بازار کے رخ رکھے گئے اور جہاں ہر بیکس و بینوا بغیر چوب داروں اور دربانوں کی مزاحمت کے خود بادشاہ تک پہنچ سکتا۔ اس نے اپنی غریب رعایا کو قتل و خون اور جنگ و جدال سے بچانے کے لئے اپنی بتیس ۳۲ سال کی حکومت کے دوران میں کبھی لڑائی کا اقدام نہیں کیا۔

محمد قلی اعظم کی زندگی کے حالات اور اس کے عہد حکومت کے واقعات سے

دکن کی کوئی تاریخ خالی نہیں۔ اس ہستی کا نام جس نے حیدرآباد جیسا فرخندہ بنیاد شہر بسایا ہو دنیا کی تاریخ کے صفحات سے کبھی محو نہ ہو سکے گا۔ یہ اس صاحب ذوق بادشاہ کی حسن نیت کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے کہ جس شہر کا اس نے سنگ بنیاد رکھا وہ آج تک آباد اور اس میں بسنے والے دل شاد ہیں۔ گزشتہ ساڑھے تین سو سال سے اس شہر کی زیب و زینت روز افزوں ترقی پر ہے۔ حضرت آصفجاہ اول نے اس کو مستحکم کیا اور اس کے اطراف فصیل کی تکمیل کی۔ حضرت آصفجاہ ثانی نے اس کو اورنگ آباد کی جگہ دولت آصفی کا پایۂ تخت قرار دیا۔ عظیم الشان خانوادۂ آصفی کے دوسرے فرماں روا بھی اپنے اپنے زمانہ میں اس کی زیب و زینت میں اضافہ کرتے رہے۔ اور اعہد حضرت سلطان العلوم آصف جاہ سابع میں یہ مسعود و مبارک شہر جنت ارضی کی شکل میں منتقل ہوتا جا رہا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اس خوش قسمت بلدہ کا سنگ بنیاد جس علمی و ادبی فضا میں رکھا گیا تھا وہ کسی زمانہ میں بھی مفقود نہ ہونے پائی اور اب تو حضرت سلطان العلوم کی مسیحا نفسیوں نے اس کے اس امتیاز میں چار چاند لگا دیئے ہیں اور اس طرح عہد حاضر میں محمد قلی قطب شاہ معانی کی یہ پریم نگری صحیح معنوں میں مَدِیْنَۃُ العِلْم بن چکی ہے اور اس کی علمی و ادبی فضا معراج کمال کو پہنچ رہی ہے۔

(محمد قلی کا اردو کلام پچاس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ کوئی صنف سخن ایسی نہیں جس میں اس نے اپنا کمال نہ دکھایا ہو اور نہ کوئی ایسا موضوع ہوگا جس پر اس نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔ قصیدے اور مثنویاں، مرثیے اور رباعیاں، غزلیں اور قطعات غرض ہر صنف سخن کے وافر نمونے محمد قلی اعظم کی کلیات میں موجود ہیں۔ عاشقانہ مضامین عارفانہ نکات، شاہی لوازم، درباری شان و شکوہ، محلات کی رنگینیاں، باغوں کی سرسبزی و شادابی کے ساتھ ساتھ اس عظیم الشان شاعر کے کلام میں غریبوں کی زندگی عوام کے معتقدات، عیدوں اور تہواروں، کھیل کود اور تماشوں، بازاروں اور بیوپاروں، اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے عام رسموں اور رواجوں کی جھلکیں بھی جگہ جگہ نظر سے گزرتی ہیں۔ اس نے ایسے ایسے موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے جن پر عام شاعروں کی نظر تک نہیں پڑتی وہ ایسی پتہ پتہ کی باتیں لکھ جاتا ہے کہ پڑھنے والے حیران رہ جاتے ہیں کہ اس قدر قدیم زمانہ میں ایک بادشاہ کا مشاہدہ اتنا وسیع اور گہرا کیسے ہوسکتا تھا۔ اسی لئے تو محمد قلی عرش آشیانی کا کلام الہامی سمجھا جاسکتا ہے۔ وہ ایسی ایسی خصوصیتوں کا بھی حامل ہے جو گزشتہ تین سو سال سے متروک رہیں اور اب پھر اردو ادب میں رواج پا رہی ہیں۔ نیچرل شاعری کے متعدد بیش بہا نمونے اس خزانہ میں موجود ہیں۔ مستقل موضوعوں پر اس بادشاہ

شاعر نے سیکڑوں دلچسپ اور بلند پایہ نظمیں لکھیں۔ اس کی زبان میں ایسی شیرینی اور حلاوت ہے کہ اصل میں اگر کوئی زبان ہندوستانی کہلائی جاسکتی ہے تو وہ اس شاعر اعظم کی زبان ہے۔ اس میں نہ عربی و فارسی کا عنصر زیادہ ہے اور نہ سنسکرت کا اس کا اسلوب اتنا سادہ، سلیس اور رنگین ہے کہ ہر شخص اس کے کلام کو پڑھ کر محظوظ ہوسکتا ہے۔ اگر چند ایسے لفظ بدل دئے جائیں جو اب اردو میں مستعمل نہیں ہیں یا جن کی شکلیں مرورِ ایام کے ساتھ بدلتی گئی ہیں تو پھر محمد قلی کا کلام باوجود تین سو پچاس برس قبل کی تخلیق ہونے کے مستقبل کی ہندوستانی شاعری کے لئے بہترین نمونہ کا کام دے سکتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عہد حاضر میں ہندوستان کے ارباب سیاست جس مشترک زبان کی تشکیل میں کوشاں ہیں اس کو صدیوں قبل ہی محمد قلی لکھ گیا ہے اور کوئی تعجب نہیں اگر اس بادشاہ شاعر کی بیش بہا کلیات کو مستقبل قریب میں ناگری حروف میں بھی منتقل کرلیا جائے جس طرح ایران میں فردوسی کی زبان اور خصوصیات کا احیا کیا جارہا ہے۔ ہندوستان میں محمد قلی عرش آشیانی کی زبان اور شاعری پھر سے اپنی جگہ حاصل کررہی ہے۔ اگر محمد قلی کے پیدا کردہ رجحانات شعر و سخن اور زبان و ادب کا نہج بعد کے زمانہ میں بھی جاری رہتا تو عہد حاضر میں اردو اور ہندی کا یہ افسوسناک جھگڑا پیدا ہی نہ ہوسکتا اور

یقینی ہے کہ اس مبسوط تاریخ کے لکھنے وقت یعنے آصفی دور کے اوائل میں حیدرآباد میں متعدد ایسی قدیم تاریخیں اور معلومات کے ذریعے موجود تھے جو آج ناپید ہیں۔ کیونکہ **آصف جاہِ اول** اور **آصف جاہِ ثانی** کا زمانہ قطب شاہی عہد سے بالکل قریب تھا۔

ابراہیم قلی قطب شاہ نے بیجا نگر کے قیام کے زمانے میں ہندوؤں سے اچھا خلا ملا پیدا کر لیا تھا اور کوئی تعجب نہیں اگر اس کے محل میں مسلمان بیگمات کے ساتھ ہندو حرم بھی ہو۔ بہرحال ماہ نامہ کی اس روایت کے علاوہ خود محمد قلی کی طرزِ معاشرت اور تلنگی شاعری سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید اس کی ماں بھاگ رتی ہی ہو۔ محمد قلی اپنے خاندان میں پہلا شخص تھا جس نے بالکل ہندوانی طرز کا لباس اختیار کیا اس کے آبا و اجداد محمد قلی، جمشید قلی، اور ابراہیم قلی تینوں کی تصویریں ایرانی اور ترکی لباس میں ملتی ہیں اور محمد قلی کی جتنی تصویریں بھی ملی ہیں سب میں ہندستانی لباس اور اوڑھنی موجود ہے۔

محمد قلی قطب شاہ ۹۷۳ھ میں پیدا ہوا۔ اور اپنے باپ کی وفات کے بعد ۹۸۸ھ میں صرف پندرہ سال کی عمر میں گولکنڈہ کے

تخت و تاج کا مالک بنا۔ ابتدا میں اس کو جنگ و جدل سے سابقہ پڑا کیونکہ
جنگ تالیکوٹ کے بعد دکن کی مسلمان سلطنتیں خود آپس میں دست و گریباں
ہوگئی تھیں اور سلطان ابراہیم اپنی مصلحت کوشیوں کے باوجود آخر عمر تک
لڑائیوں میں مصروف رہا۔ محمد قلی قطب شاہ طبعاً صلح جو اور امن پسند واقع
ہوا تھا۔ اس نے کشور ستانی اور معرکہ آرائی سے زیادہ صلح و آشتی اور بزم آرائی
سے کام لیا ہے۔ اتفاق سے ابراہیم قطب شاہ کے ساتھ علی عادل شاہ
کا بھی اسی زمانہ میں انتقال ہوا تھا جو بڑا جنگجو تھا۔ اور اس کا جانشین ابراہیم
عادل شاہ نورس بھی محمد قلی کی طرح امن پسند اور علم و ادب کا دلدادہ تھا
اس لئے دکن کی طوائف الملوکی رک گئی اور ان دونوں بادشاہوں نے دکن میں
ایک مشترکہ تمدن کی تعمیر اور علوم و فنون کی ترقی میں بے حد حصہ لیا۔

محمد قلی قطب شاہ کے سب سے بڑے کارنامے :۔

۱۔ سلطنت قطب شاہیہ کا استحکام

۲۔ شہر حیدرآباد کی بنا۔ اور

۳۔ اردو زبان و ادب کی سرپرستی۔ ہیں۔

اس کی زندگی کے واقعات اس قابل ہیں کہ ان پر ایک مبسوط کتاب لکھی جائے۔

اور اِن محدود صفحات میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ مختلف تاریخوں سے مواد اخذ کرکے اس بطل عظیم کی شایان شان سوانح حیات درج کی جائے۔ اسلئے ان صفحات میں صرف وہی معلومات پیش کی جائیں گی جو اس کے عظیم الشّان کلیات کے مطالعہ سے حاصل ہوئی ہیں اور جو آئندہ اس کی سوانحعمری لکھنے اور قطب شاہی تاریخ کی تحقیق کرنے والوں کے لئے مفید اور اہم مواد کا کام دیگی۔

یہ اتفاق کی بات ہے کہ سلطان محمد قلی اپنی شاعری کے ذریعہ سے ایسی ایسی معلومات کو محفوظ کر گیا ہے جن کو قلمبند کرنا کسی مورخ کے بس کی بات نہ تھی۔ تاریخیں بالعموم خارجی حالات اور ظاہری واقعات پر زور دیتی ہیں۔ اور خاصکر ہماری فارسی تاریخیں اور تذکرے مطالب و معانی سے زیادہ الفاظ کے شان و شکوہ اور اسلوب کی رنگا رنگی سے مالا مال ہوتے ہیں۔ ہمارے مورخ بادشاہوں کو انسان سمجھکر نہیں دیکھتے۔ وہ زیادہ تر اُن کے شاہانہ جاہ و جلال یا سپہیدانہ کروفر کے قلمبند کرنے میں اپنی ساری قوتیں صرف کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ کسی فرمانروا کے شاہی طمطراق، درباری رعب داب اور زرق برق لباس کے اندر ایک سچ مچ انسان کا دل متحرک ہے جو معمولی انسانوں کی طرح خوشی اور غم سے متاثر ہوتا ہے۔ جس کے سینہ میں سمندر کی

موجوں کی طرح جذبات متلاطم رہتے ہیں، اور جس کی گھریلو اور جذباتی زندگی بھی دوسرے انسانوں کی طرح ضرور قابل مطالعہ ہوتی ہے۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام کے ذریعہ سے اپنی ذات اور اپنے عہد کے متعلق ایسا مواد چھوڑا ہے جو تاریخوں کی تمام نقائص اور کمی کی تلافی کر دیتا ہے۔

ہم آئندہ صفحات میں اس امر کی کوشش کریں گے کہ خود محمد قلی کے کلام کے ذریعہ سے اس کی حیات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔

اور اِن محدود صفحات میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ مختلف تاریخوں سے
مواد اخذ کرکے اس بطل عظیم کی شایان شان سوانح حیات درج کی جائے۔ اسلئے
ان صفحات میں صرف وہی معلومات پیش کی جائیں گی جو اس کے عظیم الشان
کلیات کے مطالعہ سے حاصل ہوئی ہیں اور جو آئندہ اس کی سوانحعمری لکھنے اور
قطب شاہی تاریخ کی تحقیق کرنے والوں کے لئے مفید اور اہم مواد کا کام دیگی۔
یہ اتفاق کی بات ہے کہ سلطان محمد قلی اپنی شاعری کے ذریعہ سے ایسی
ایسی معلومات کو محفوظ کر گیا ہے جن کو قلمبند کرنا کسی مورخ کے بس کی بات
نہ تھی۔ تاریخیں بالعموم خارجی حالات اور ظاہری واقعات پر زور دیتی ہیں۔
اور خاصکر ہماری فارسی تاریخیں اور تذکرے مطالب و معانی سے زیادہ الفاظ
کے شان و شکوہ اور اسلوب کی رنگارنگی سے مالا مال ہوتے ہیں۔ ہمارے
مورخ بادشاہوں کو انسان سمجھکر نہیں دیکھتے۔ وہ زیادہ تر اُن کے شاہانہ
جاہ و جلال یا سپہدانہ کروفر کے قلمبند کرنے میں اپنی ساری قوتیں صرف کردیتے
ہیں۔ لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ کسی فرمانروا کے شاہی طمطراق، درباری رعب داب
اور زرق برق لباس کے اندر ایک سچ مچ انسان کا دل متحرک ہے جو معمولی
انسانوں کی طرح خوشی اور غم سے متاثر ہوتا ہے۔ جس کے سینہ میں سمندر کی

موجوں کی طرح جذبات متلاطم رہتے ہیں، اور جس کی گھریلو اور جذباتی زندگی بھی دوسرے انسانوں کی طرح ضرور قابل مطالعہ ہوتی ہے۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام کے ذریعہ سے اپنی ذات اور اپنے عہد کے متعلق ایسا مواد چھوڑا ہے جو تاریخوں کی تمام نقائص اور کمی کی تلافی کر دیتا ہے۔

ہم آئندہ صفحات میں اس امر کی کوشش کریں گے کہ خود محمد قلی کے کلام کے ذریعہ سے اس کی حیات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔

(۲)

نام اور تخلص

محمد قلی نے اپنے نام اور تخلصوں کو اپنے کلام میں جگہ جگہ اور طرح طرح سے استعمال کیا ہے۔ اُس کو فخر تھا کہ وہ ازل سے محمدؐ کا قلی یا غلام ہے۔ اور اسی غلامی کی وجہ سے وہ دُنیا میں سُرخرو ہوا۔ اسی امتیاز اور فخر کے اظہار سے پورا کلیات بھرا پڑا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دوسرے بادشاہ اپنی سلطنت اور مال و دولت پر فخر کرتے ہیں لیکن میں صرف محمدؐ کے نام اور اُن کا غلام ہونے پر فخر کرتا ہوں۔ کیونکہ محض اسی وجہ سے میں بچپن سے کامیاب ہوں اور آج ایک اقبال مند بادشاہ ہوں۔ اُس کے چند شعر یہ ہیں ؎

بادشاہاں کرتے ہیں اپ مال پر جگ میں بڑائی
منج محمدؐ ناؤں تھے ہی تاج و دولت و خسروانی

اسم محمدؐ تھے اہے جگ میں سو خاقانی منجے
بندہ نبیؐ کا جم اہے ہتی ہے سلطانی منجے

محمدؐ کی غلامی تھے محمد قطب شہ ہے
اسی برکت تھے دایم سب خراج کوں بلا دیتا

نبیؐ کی غلامی میں ہیں قطب شہ
صفت اُس کے ہی ناؤں کی چاروں کھنڈ

محمدؐ کا غلامی منبع خطاب سربلندی ہے

سورج کرناں سوں باندے سایہ بال ہم عید ہم نوروز
کرتا ہے شاہی قطب محمدؐ کے ناؤں تے تو داس ہور بیا ہی محمدؐ کے گھر کا س

اسی طرح کے چند مصرعے یہ ہیں ع

نبیؐ کا ناؤں ہے تیرا محمد قطب شہ ناؤں

محمدؐ ناؤں دل میں رکھ محبت سوں محمدؐ توں

محمد بال پن تے ہے محمدؐ کے غلاماں میں

سدا ہے داس محمد قلی محمدؐ کا

نبیؐ صدقے میں ہوں محمدؐ غلام

تج محمد ناؤں تے سہتا ہے تاج احمدی

اپنے نام پر فخر کرنے اور اس کو باعث برکت سمجھنے کے ساتھ ہی اس کو اس بات کی بھی ہمت ہے کہ وہ ابراہیم (قلی قطب شاہ) کا تیسرا فرزند ہے اور جسطرح ابراہیمؑ کے فرزند اسمٰعیلؑ کی خدائے تعالیٰ نے نگہبانی کی اور قربان ہونے سے بچا لیا اسی طرح اس کو بھی ہر آفت و مصیبت سے بچا لیگا۔ چنانچہ عید قرباں کے موقع پر ایک نظم میں ابراہیمؑ کے فرزند ہونے اور محمدؐ کے ہم نام ہونیکی سعادتوں کو

اس حسن و خوبی سے بیان کیا ہے ؎

توں ابراہیم کا فرزند تجے تج دوستاں سوں مل

جوں اسمٰعیل کوں حق پیار سوں دایم نگہہ واں ہے

جو کوئی تج سات یک چت نیں سو دشمن ہے محمد کا

جو دشمن ہے محمد کا سدا خوار ہور پریشاں ہے

دوسرے شعر کے پہلے مصرعہ میں محمد سے خود یعنی محمد قلی مراد لیا ہے اور دوسرے مصرعے کے محمد سے آنحضرت پیغمبر اسلام۔ یہ محمد قلی کا شاعرانہ کمال ہے۔

اصل نام کے علاوہ سلطان محمد قلی نے اپنے کلام میں اپنے نام کی وہ تمام شکلیں بطور تخلص قلمبند کر دی ہیں جو اس کی زندگی میں اس کے لئے مستعمل ہو سکتی تھیں۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی شخص کو مخاطب کرنے والے مختلف حیثیتوں کے لوگ ہوتے ہیں اور ہر شخص کا طریقۂ تخاطب جداگانہ ہوتا ہے۔ بڑے اور بزرگ ایک طرح سے نام لیتے ہیں۔ برابر کے لوگ دوسری طرح سے پکارتے ہیں اور کم رتبہ کے لوگوں کا مخاطب کرنے کا طریقہ اور ہی ہوتا ہے۔ بے تکلف دوستوں اور معشوقوں کے طریقہ تخاطب کی نسبت تو کچھ لکھا ہی نہیں جا سکتا۔ بہرحال معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے ہر ایک کے طریقۂ تخاطب کا لحاظ رکھا اور جس جس

نام سے مختلف لوگ اس کو پکارتے تھے ان سب ناموں کو اپنے کلام میں تخلص کے طور پر لکھ ڈالا۔ شاید ہی کسی زبان کا کوئی شاعر ہو جس نے اپنے کلام میں اپنے نام یا تخلص کو اس طرح سے استعمال کیا ہے! کلیات محمد قلی میں حسب ذیل ۱۷ تخلص ملتے رہیں:-

۱۔ محمد ۲۔ محمد شاہ ۳۔ محمد قلی ۴۔ محمد قطب ۵۔ قطب
۶۔ قطب زماں ۷۔ قطب شہ ۸۔ محمد قطب شہ ۹۔ محمد قطب شہ غازی
۱۰۔ محمد قطب شہ راجہ ۱۱۔ محمد قطب شہ سلطان ۱۲۔ قطب شہ نواب
۱۳۔ معانی ۱۴۔ قطب معنی ۱۵۔ قطب معنا ۱۶۔ قطب معانی
۱۷۔ ترکمان۔

ان میں سب سے زیادہ معانی، قطب، قطب شہ اور ترکمان استعمال ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمد قلی نے اصل میں اردو شاعری کے لئے معانی، فارسی کے لئے قطب شہ، اور تلنگی کے لئے ترکمان تخلص اختیار کئے تھے۔ کیونکہ اسکے قدیم ترین اردو دیوان میں تقریباً ہر غزل کے مقطع میں معانی تخلص موجود ہے۔ فارسی دیوان چونکہ دستیاب نہیں ہوا اس لئے وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے فارسی شاعری میں کونسا تخلص زیادہ استعمال کیا ہے۔ اسی طرح

تلنگی دیوان بھی دستیاب نہیں ہوا لیکن لفظ ترکمان چونکہ تلنگی ہے جس کے معنیٰ
مسلمان کے ہیں اس لئے یقینی ہے کہ یہ لفظ تلنگی شاعری میں تخلص کے طور پہ
اختیار کیا گیا ہے۔ اگر ماہ نامہ کی روایت صحیح ہے کہ محمد قلی کی ماں بھاگ رتی تھی
تو بہت ممکن ہے کہ یہ تلنگن مہ جبیں اپنے بچہ کو محبت سے ترکمان پکارتی ہو اور
اس بچہ نے بڑا ہو کر اسی عرف کو تخلص قرار دے لیا۔ بہرحال فارسی اور تلنگی کے
تخلص اُس وقت تک تحقیق طلب رہیں گے جب تک کہ سلطان محمد قلی کے
فارسی اور تلنگی دیوان نہ مل جائیں۔

اردو کلام میں محمد قلی نے صرف آٹھ دس جگہوں پر لفظ ترکمان بطور تخلص
استعمال کیا ہے۔ ایک نظم میں اپنے سہرا باندھنے کا ذکر کرتے ہوئے پہلے ایک
شعر میں نام لکھا ہے اور آخری شعر یا مقطع میں تخلص۔ وہ شعر یہ ہیں ؎

محمد قطب شاہ راجہ اپن سر   محمد ناؤں (نام) لے باندیا ہے سہرا
نبی صدقے سدا کہتا ترکماں   کہ منج سر تاج ہے حضرت امیرا

اور ایک نظم میں اسی طرح دونوں تخلص استعمال کئے ہیں ؎

بندا تمارا ترکماں تج داس ہے دونوں جہاں
منگتا سدا امن واماں تمنا تھے (تم سے) قطبا یا علیؑ

میلاد النبی کی ایک نظم میں اپنا پورا لقب اور تخلص ترکماں ساتھ ساتھ استعمال کرتا ہے ؎

کتائے نبی کے جو مولود انداں ہمایوں محمد قطب شہ ترکماں

دوسری مختلف نظموں اور غزلوں کے مقطعے یہ ہیں ؎

نبی صدقے ہے ترکماں واس امام ہو اوُ جگت تیں سوال و جواب

نبیؐ صدقے گنایا ہے ترکماں آج میزوانی علیؑ صدقے سے دو جگ میں بلند اسکے نشانے ہیں

صدقے نبیؐ ترکماں جم راج کرتوں عیشاں

شاہ علی نبیؐ تے منگ تج شہی ولایا

جب نبی صدقے ہوا ہے واس قنبر کا قطب

دو جگت میں ہیں ترکماں عاقبت محمود کا

دوسرے تخلصوں اور خاصکر معانی اور قطب شہ کے متعلق تفصیلی بحث آئندہ ایک عنوان "کلیات کے نسخے" کے تحت درج ہے۔

(۴)

تعلیم و تربیت اور عاشق مزاجی

معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی اپنے دوسرے بھائیوں سے تعلیم میں کم درجہ تھا۔ اس کے بڑے بھائی شاہ عبدالقادر کے متعلق وضاحت سے تو معلوم نہ ہو سکا اتنا ضرور معلوم ہے کہ وہ علم و فضل سے بہرہ ور تھا اور انہی خصوصیات کی وجہ سے بیدر کے مشہور و معزز مشائخ خاندان میں اس کی شادی کی گئی تھی۔ نیز وہ اپنے مذہبی تقدس کی وجہ سے شاہ صاحب کے عرف سے معروف تھا۔

محمد قلی کے دوسرے بھائی حسین قلی کی نسبت مورخین کی رائے ہے کہ:۔

"بہ زیور علم و فضل آراستہ واز علم و حکمت بہرۂ تمام داشت"

اس کے ایک اور بھائی عبدالفتاح کی نسبت مشہور ہے کہ وہ فن قرأت کا بڑا ماہر اور استاد تھا۔ لیکن محمد قلی کے علم و فضل کی تعریف کسی مورخ نے نہیں کی ہے اور چونکہ وہ بادشاہ ہوگیا تھا اس لئے صرف اتنا لکھ کر اس کو دوسروں پر ترجیح دی ہے کہ:۔

"از برادراں بہ جمیع صفات صوری و معنوی ممتاز بود"

مورخوں کا یہ سکوت حق بجانب بھی تھا۔ کیونکہ محمد قلی بچپن ہی سے آزادہ رو اور عاشق مزاج تھا اور بادشاہ ہونے کے بعد بھی بچپن کی طبیعت باقی تھی۔ وہ اپنے کلام میں اپنی طبیعت کے اس انداز کے زبردست ثبوت چھوڑ گیا ہے۔ وہ اپنے اشعار میں صاف صاف اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ میرے استاد مجھے علم و ہنر کی تعلیم دینا چاہتے ہیں حالانکہ میں تو ازل سے عشق کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ اگر میں علم و ہنر سیکھنا بھی چاہوں تو علما مجھے کیا سکھائیں گے؟ میں نے تو اپنے دل میں صرف اپنے معشوق کے نام کے حروف بٹھا لئے ہیں۔ لوگ مجھے اُمّی سمجھتے ہیں۔ میں اِس حد تک خود کو امی کہہ سکتا ہوں کہ تیرے اوصاف منہ زبانی یاد نہیں رہے اور میرا قلم اُن کی وضاحت میں عاجز آ گیا۔ جب میں عشق عاشقی کے مکتب ہی کے ذریعہ سے علم و کمال حاصل کر لینے لگا تو علما بھی کبھی کبھی میری تعریف کرنے لگے۔

علما و فقہا خود حقیقی علم سے ناواقف ہیں وہ خود "ا" کے معنی نہیں جانتے اور مجھ سے کہتے ہیں کہ ب پڑھو۔ علمِ عاشقی میں ا ہی کے معنی سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اور پھر ظاہری علم و فضل سے سوائے غرور و تمکنت کے حاصل ہی

کیا ہوتا ہے۔ عالم لوگ اپنی بغلوں میں کتابیں رکھ کر ان کے بل بوتے پر غرور کرتے ہیں، حالانکہ ہمارے ہر مشام سے عشق عاشقی کی خوشبو مہکتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ علم اور یہ کتب ہر کسی سے نہیں پڑھی جا سکتیں۔ عالموں نے علم عاشقی کی کٹھن راہیں دیکھ کر راہ فرار اختیار کی اور میں نے نہ صرف اس میں کمال پیدا کیا بلکہ جذبۂ عشق میں کتابیں لکھ ڈالیں اور زندۂ جاوید ہو گیا۔ یہ خیالات جن اشعار میں بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں :-

عالم مجھے تعلیم کریں علم و ہنر کا لکھے ہیں ازل تھے ہمنا عشق قرارا

ازل تھے عشق کے پلڑے کے تئیں کئی منج پٹ

فقیہ و زاہداں میانے منجے کئے ہیں سراج

عالم مجے سکھائیں گے کیا آپنا علم وہ نانوں کے حروف ہمن دل میں ہیں کلام

میں اُمی کر گنتے ہیں سب امیاں تو علم میں

موزبانی کا قلم تجہ وصف لکھنا نک بھگیا

میں طفل ہو تمارے مکتب تھے علم بوجھیا تو و لوے عالماں سب شاباشی مجکوں گاہ گاہ

سب فقیہاں مل الف تا یّرک کہتے ہے پڑو

میرے دل کے شہر کوں دایم رکھے معمور توں

کہیں معانی کوں نضو او عاقلاں ساری   ہجے پِرا پے ابجد کے کرتے سر تے یاد (پھرے)

عالم اپنے علم کا کرتے ہیں سب لوگاں میں لاف

تو (تیرے) نین کے جام کا مے پیکے پڑتا او حدیث

کرتے غروری اپنے بغل میں رکھ کتاب   وہ نہہ کا سو باس نکلتا ہے ہم شام

یے علم ہور یے کتب ہور کس سے بوجھیا جائے نا

(اور یہ) عالماں بیچارے دکھ کر اِسکی تک میں ہی بھگیا

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں   قطب شہ نبیؐ صدقے جاوید ہے

اور یہ سچ ہے کہ محمد قلی نے (کہا) عشق عاشقی کے بیان میں دفتر کے دفتر لکھ ڈالے

اور ایسے ایسے مضامین بیان کیے کہ اُن کی شرح کرنا آسان کام نہیں ہے۔

خود اس نے اِسکی بھی پیشین گوئی کر دی تھی کہ ؎

نہ لکھ سکے گا کنے (کوی بھی) شرح منج (میری) کتاباں کا

ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

(۵)

شعروشاعری

عشق عاشقی کی وجہ سے سلطان محمد قلی کو بچپن ہی سے شعروشاعری سے بھی دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔ جس کی خاطر اس نے اردو اور فارسی شعرا کے کلام کا بھی مطالعہ کیا۔ یوں تو کلیات میں اکثر شاعروں کے نام نظر سے گذرتے ہیں لیکن اس کو سب سے زیادہ خواجہ حافظ کے کلام سے لگاؤ تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ خواجہ حافظ کی شاعری اس کی طبیعت کے مناسب تھی۔ اسی لئے وہ دیوانِ حافظؒ کا گویا حافظ تھا۔ غزلیات حافظؒ کے ترجموں کے علاوہ کلیات محمد قلی میں سیکڑوں شعر حافظ ہی کی طرز میں موجود ہیں۔

حافظ کے بعد کلیات محمد قلی میں انوری، خاقانی، نظامی، عنصری، ظہیر، محمود اور فیروز کے نام ملتے ہیں۔ افسوس ہے کہ محمد قلی کے طویل قصیدے اور مثنویاں دستیاب نہیں ہوئیں ورنہ یہ معلوم ہوتا کہ اس پر ایران کے کس

قصیدہ گو شاعر کا رنگ غالب ہے۔ اور مثنویوں میں اُس نے کس کی تقلید کی ہے۔ البتہ ایک قصیدۂ بسنت میں اُس نے اپنے شعر کو خاقانی کا شعر قرار دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید وہ خاقانی کے رنگ کو پسند کرتا تھا وہ کہتا ہے کہ ؎

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے تجکو توں ایں معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

محمود اور فیروز گولکنڈہ ہی کے دو شاعر ہیں جن کا تذکرہ آئندہ آئیگا۔ ان شعرا کے کارناموں کے علاوہ محمد قلی نے فارسی بزمیہ مثنویوں کا بھی اپنے عشق و عاشقی کے سلسلہ میں مطالعہ کیا ہوگا کیونکہ شاہنامہ کے علاوہ وہ اکثر عشقیہ قصوں مثلاً لیلیٰ مجنوں، شیریں خسرو، یوسف زلیخا وغیرہ کا ذکر کرتا ہے اور یہ سب کلام اُس نے علم حاصل کرنے کی خاطر نہیں پڑھا بلکہ اپنی شاعری کے شوق میں۔ اور شاعری کا یہ شوق محض عشق عاشقی کی خاطر تھا۔ کیونکہ وہ جگہ جگہ اس کا ذکر کرتا ہے اور اعتراف کرتا ہے کہ میں نے شعر گوئی میں جو کچھ ترقی کی یا شاعری میں کمال پیدا کیا وہ صرف اپنے معشوق کے حسن و خوبی کی تعریف و توصیف کرنے کے سلسلہ میں حاصل ہوا جبینوں نے مجھے شعر گوئی کی طرف راغب کیا اور چونکہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے زیادہ مہ جبینوں سے

سابقہ پڑتا تھا اس لئے شعر گوئی کے نئے نئے مہیجات اور اسباب پیدا ہوتے جاتے تھے۔ وہ خود کہتا ہے ؎

یاتاں گھریاں نرملیاں واریا جو تیرے ناؤں پر
سو جائے کر آسمان پر ہر اک نچن تارا ہوا

تمہارے وصف کہنے تھے ہوا منج شعر نورانی
او شعراں کوں پڑیا سب شاعراں ہم عید ہم نوروز

ہوا سر تھے غزل کہنے ہوس اس پوتلی خاطر
رتن ہے شعر بوجھو جو ہریاں ہم عید ہم نوروز

لکھیا تج ناؤں دل میں جب ہوا مقصود جیو کاتب
تدھاں تھے شعر میرا سب ہوا ہے گوہرِ رنگیں

شعر معانی ان بندے موتی ہیں جگ میں حسن کے
ہر صدف موتی جھیا اپ وار تیرے نام پر

یہ تو شاعری میں کمال حاصل کرنے کے اسباب تھے۔ اب وہ اپنی عشق عاشقی کا اثر اپنی شاعری پر ظاہر کرتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اس کا درد دل اس کے اشعار میں بھی نمایاں رہتا ہے اگرچہ محبت کا میٹھا میٹھا درد عاشقوں کو اپنی جان سے

زیادہ عزیز ہوتا ہے لیکن بے صبری اور اضطراب بھی تو عشق ہی کی خصوصیتیں ہیں جن کی وجہ سے ہر گھڑی عاشق کے داغہائے سینہ پر نمک پاشی ہوتی رہتی ہے۔ تاہم عاشق کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اپنی زبان سے کوئی سخن تلخ نہ نکلے اسی وجہ سے اس کے کلام میں لوچ اور شیرینی پیدا ہونے لگتی ہے۔ عشقیہ شاعری کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی سادگی اور شیرینی ہی ہے۔ اور یہ دونوں خصوصیتیں محمد قلی کے کلام میں نمایاں ہیں وہ اپنی اس خصوصیت کا ذکر یوں کرتا ہے ؎

معانی کے باتاں تھے (سے) جھڑتا نمک　　جے (جو) چاکھے کہے ہے نمک سوں شکر

معانی کنے بچن تے (سے) پیچھے (آگے) تا بات　　دیسے (دیکھے) سب شعر میں میٹھائی افزول

اے معانی سب کے بولاں دھرتے ہیں شکر ولیکن

بات تیری پھول نمنے (کی طرح) اس نمک شکر خداداد

(۶)

تصوّف و عرفاں اور حافظ کا اثر

عشق عاشقی کے سلسلہ میں سلطان محمد قلی نے جہاں شاعری میں کمال حاصل کیا ساتھ ہی تصوف کا بھی چسکہ پیدا کر لیا۔ اس کی فطری آزادہ روی اور ظاہر پرستی کے تنفر نے اس کو واقعی ایک پختہ کار صوفی مشرب بنا دیا تھا۔ سمجھا جاتا ہے کہ عشق مجازی عشق حقیقی کا زینہ ہے۔ اگر یہ سچ ہی تو ہمارے خیال میں سلطان محمد قلی سب سے زیادہ عشق حقیقی کے مراتب حاصل کرنے کا مستحق تھا، کیونکہ اس کی ساری زندگی عشق مجازی کی رنگ رلیوں اور طے منازل میں گذری۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے بعض شعر واقعی صوفیانہ شاعری کی بہترین مثال کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں، اگرچہ محمد قلی قطب شاہ کی صوفیانہ شاعری بجائے خود ایک جداگانہ مضمون کا موضوع بن سکتی ہے لیکن یہاں اس کے صرف چند ایسے اشعار کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن میں اس نے صاف صاف تصوف کے مضامین باندھے اور

اپنے صوفی صافی ہونے کا ادعا کیا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ میرے عشق مجازی کو دیکھ کر نقاش ازل نے مجھ پر رحم کیا۔ مجھے استاد نے ایک اور ہی تعلیم دی۔ اور میں نے کچھ دیکھ کر زنار باندھا ہے میرے دل میں جو درد ہے اس کو اغیار نہیں سمجھ سکتے۔ میں اپنے عشق حقیقی کو کب تک چھپاؤں جب کہ منصور سا عاشق بھی اس کو چھپا نہ سکا۔ اگرچہ تجھے ہر آنکھ نہیں دیکھ سکتی لیکن دیکھنے والوں کے لئے دنیا تیرے حسن کا ایک عکس نظر آتی ہے۔ اس دنیا کو حکما اپنے علم و فضل و حکمت کے زور سے نہیں سمجھ سکتے اس لئے اس کو سمجھنے کی کوشش کرنے کی بجائے پیا کے نام کا ترانۂ عشق گانا بہتر ہے۔ کیونکہ جو لوگ دنیا کی طرف سے توجہ ہٹا کر راست خدا کا راستہ پکڑتے ہیں وہی خوش قسمت ہیں۔ میں تیری خاطر سب مذہبوں کا بھیس اختیار کر کے دیکھتا ہوں کہ شاید تو کسی طرح میرا ہو جائے۔ کوئی مجھے قبلہ کا سچا راستہ نہیں دکھاتا اس لئے میں چاروں طرف قبلہ سمجھتا ہوں تیرے ہی لئے ہندو اور مسلمان سب کوشاں ہیں اگرچہ تیرا بازار گرم ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ تو کس طریقہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے عشق میں "جیت" حاصل کی ہے تو وہ خام ہے۔ عشق میں کامیابی کا اعلان کرنے کی جگہ

محبت میں پختگی حاصل کرنی چاہئے اور جو اپنے عشق کو کامل کر لیتا ہے وہی غنی ہے اور وہ دنیا میں کسی چیز کا محتاج نہیں رہتا کیونکہ وہ اصل تک پہنچ جاتا ہے۔ قطب شاہ نے نبی کے صدقے میں محبت کی تکمیل کر لی۔ اسکو بیت کی وجہ سے بقا کا پیالہ پینا نصیب ہوا۔ اب اس کو فنا نہیں۔ اس نے عشق مستی کے عالم میں ایسی کتابیں لکھیں جن کی وجہ سے وہ زندۂ جاوید ہو گیا اور یہ کتابیں چونکہ عام عالموں کی کتابوں کی طرح نہیں ہیں اس لئے ان کی شرح کوئی نہیں لکھ سکیگا۔ اس قسم کے مضامین سے اس کا دیوان مملو ہے۔ ہم یہاں صرف چند اشعار جگہ جگہ سے نقل کرتے ہیں ؎

قطب دل کے صحیفے پر اول تیرا لکھیا صورت
کیا منج پر کرم آخر دیا سوں وو اول نقاش

معانی آس تمیں کیا بوجھیں اے میخوار | تماری بزم میں کرتا ہے شمع باتِ مجاز
سکی کا حسن کیتا جذب مولود | اسی تے (سے) مج (مجھے) ہے مجذوباں سوں آنند
معانی کوں تمن غمزیاں تھی نیں (سے ہیں) ہوش | بخل صوفی بندا ہے نار کھو رنج
دیا استاد (تمہارے) منج (مجھے) تعلیم کچھ ہور (اور) | ہمیں کچھ دیکھ کر باندھی ہیں زنار
درد جانے حکیم خوب دانا | ہمار ادرد کیا بوجھیں گے اغیار

عشق کے منارے اوپر جیو و دل سوں ۔ معانی کہے بانگ اللہ اکبر

میں فاش کیوں نا ہوں سکی تجہ عشق تھے دو جگ منے ۔ منصور سا عاشق ہوا اگر سو تیرے دار فاش

دیکھے ہیں کوئی مین پچ توں سب مین تھے ہے چھپیا ۔ تیرے سو نکلے حسن کا دستا ہے سنسار نقش

ذرے سکل جگ بھر رہیں تجہ عشق کے رے گود ہیں ۔ تو نور تھے ذرہ معانی ظاہر ہے انوار سوں

معشوق ہور عاشق ہمیں مل کے دونوں ہیں ۔ نا آدوتن ہمن منے تیرا ہے رنگ بس

دنیا کا حکمت نا بوجھیں ہرگز حکیماں علم سوں ۔ گاو ترانہ عیش کا ہر دم پیا کے نام پر

دنیا کو ہیچ کر جے کوئی خدا کی باٹ پکڑے ہیں ۔ او نو افضل ہیں یا ریاں ہیں ان کا ہے بدل طالع

سب مذہباں کی بھیس لے جاتا ہوا اس سوں میلنے ۔ دل دیتے ہیں ہے منج تو دلدار کپڑے ہور وش

قبلہ کا پنتھ نہ کوئی دکھاؤ یاج ۔ منج کوں چوندھر نمازیہ یک قرار

تجھ دیکھکر بھولے ہیں سب کافر و مسلماں ۔ نا جانوں دیتا کیا ہے اس کا ہے گرم بازار

جہاں توں واں ہوں میں پیارے منجے کیا کام ہے کس سوں ۔ نہ بت خانہ کا منج پروا نہ مسجد کا خبر منجکوں

جنت ہور دوزخ ہور اعراف کچ نیں ہے مرے لیکھے ۔ جدھر توں واں مرا جنت جدھر نیں واں سقر منجکو

جنت کوں ہور دوزخ کوں سو مسجد بت خانہ کیا ۔ کسے نا جانوں ہیں معلوم نیں کوئی تج بغیر منجکوں

معانی عشق جیتا ہوں کر نہ کہہ ۔ جنے عشق جیتا کہے او ہے خام

جنے کامل کیا ہے پیم اپنا ۔ غنی ہے دو جگت میں نیں وو محتاج

نبیؐ صدقے فتا ہا جانے قطبؔ محبت میں بقا پیالہ پیا ہے
عشق کی کتاباں کہیا عشق سوں قطبؔ شہ نبیؐ صدقے جاوید ہے
نہ لکھ سکیگا کئی شرح منج کتاباں کا ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

ان متفرق اشعار کے علاوہ محمد قلی کی متعدد غزلیں بالجملہ صوفیانہ مضامین پر مشتمل ہیں۔ مثال کے طور پر اس کی غزل نمبر ۲۴ (صفحہ ۲۳۷) ملاحظہ کیجا سکتی ہے جس کا مقطع ہے :۔

عشق سوں لے لیا غزل حضرت نبیؐ صدقے قطبؔ صافی کے اوصاف میں کہے صوفی کی مشرب منجے

محمد قلی کے کلام میں تصوف کی چاشنی پیدا ہونے کا ایک اور سبب خواجہ حافظ شیرازی کا مطالعہ اس کی شاعری کی تقلید اور اردو ترجمہ کی کوشش ہے۔ محمد قلی کی شاعری پر سب سے زیادہ حافظ کا رنگ مسلط ہے۔ اس نے سیکڑوں غزلیں اسی رنگ میں لکھیں اور حافظ کی پچاسوں غزلوں کا اردو میں ترجمہ کیا۔ اور یہ ترجمہ نہایت کامیاب سمجھا جا سکتا ہے، جب یہ خیال پیش نظر رہتا ہے کہ اس زمانہ میں اردو کو اتنی وسعت اور پختگی حاصل نہیں ہوی تھی جتنی اب ہے۔ لیکن یہ محمد قلی کی زبردست شاعرانہ قوت اور غیر معمولی موزونی طبع کی دلیل ہے کہ اس نے حافظ کے جملہ مشکل مضامین کو اردو میں

منتقل کر لیا۔ وہ حافظ کا پہلا مترجم ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حافظ کے رنگ کو جس خوبی سے اس نے اپنے کلام میں نبھایا ہے شاید ہی اردو کے کسی اور شاعر کو یہ سعادت نصیب ہوئی ہو۔ آخر میں مثال کے طور پر ہم حافظ کی چار غزلیں اور ان کے ترجمے ایک دوسرے کے مقابل پیش کرتے ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ محمد قلی نے کتنے قدیم زمانہ میں کیسے کامیاب ترجمے کئے تھے۔

حافظ	محمد قلی
بعزم توبہ سحر گفتم استخارہ کنم	منگیا جو توبہ کرتیں صبح استخارہ کروں
بہار توبہ شکن می رسد چہ چارہ کنم	ہنگام توبہ توڑن آیا کیا میں چارہ کروں
سخن درست بگویم نمے توانم دید	درست بات کہتا ہوں جانچ منجہ تے دکھیا
کہ میخورند حریفاں و من نظارہ کنم	شراب پیوں حریفاں وہیں نظارہ کروں
ز روی دوست مرا چوں گل مراد شگفت	سجن کے مکھ تھے کھلے ہیں امید پھول مرے
حوالہ سر دشمن بسنگ خارہ کنم	وندے کے سر کوں پتھر پڑ پچھاڑ پارہ کروں
گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں	شراب خانہ کا منگیں ہوں دیکھ مستی میں
کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم	کہ لاڑ انبر پہ کروں حکم تل پو تارہ کروں

محمد قلی	حافظ
جو منج میں نیں ایں پرہیزگاری کے کاماں	مرا کہ نیست رہ و رسم لقمہ پرہیزی
شرابخور کوں اہانت سوں کیوں اشارہ کروں	چرا مذمت رندِ شراب خوارہ کنم
پھولاں کے تخت پہ بسلاؤ میرے سلطاں کوں	بہ تختِ گل بنشانم تہی چو سلطانی
سنبل سمن کوں گلے ہانس کر سنگارہ کروں	ز سنبل و سمنش ساز طوق و یارہ کنم

(۲)

محمد قلی	حافظ
پھل بن رخ یار خوش نہ دیسے	گل بے رُخِ یار خوش نباشد
بن مدھ کی جھاڑ خوش نہ دیسے	بے بادہ بہار خوش نباشد
گشت چمن و ہوائے کلیاں	طرف چمن و طواف بستاں
بن پیالہ کنار خوش نہ دیسے	بے لالہ عذار خوش نباشد
ناچے و ناسرواب سو حالت	رقصیدن سرو و حالت گل
بن نادھ ہزار خوش نہ دیسے	بے صوتِ ہزار خوش نباشد
مو یار شکر لب و چنپا رنگ	با یارِ شکر لب گل اندام
بن چمن یار خوش نہ دیسے	بے بوس و کنار خوش نباشد

حافظ

(٣)

یوسف گم گشتہ باز آید بہ کنعاں غم مخور
کلبۂ احزاں شود روزی گلستاں غم مخور

اے دل غم دیدہ حالت بہ شود دل بد مکن
ویں سر شوریدہ باز آید بساماں غم مخور

گر بہار عمر باشد باز بر تخت چمن
چتر گل بر سر کشی اے مرغ شب خواں غم مخور

ہاں مشو نومید چوں واقف نۂ از سر غیب
باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور

در بیاباں گرز شوق کعبہ خواہی زد قدم
سرزنش ہا گر کند خار مغیلاں غم مخور

اے دل از سیل فنا بنیاد ہستی بر کند
چوں ترا نوح است کشتیباں ز طوفاں غم مخور

گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید

محمد قلی

یوسف گم سو پھر آگا اب بہ کنعاں غم نہ کھا
گھر ترا امید کا ہوگا گلستاں غم نہ کھا

اے ہیا نیہ دکھ دکھیا سو خوب ہوگا حال تجھ
من کا چنتا ہویگا پھر آ کہ جاناں غم نہ کھا

جم بہار عمر تج ہے پھر کہ آگا باغ میں
چتر پھل کا کھلک رنگیں مرغ خوشخواں غم نہ کھا

ہاں تو نا امید نا ہو کو نہ جانے سر غیب
کیا اچھیگا پردہ او چھل کھیل تیلیاں غم نہ کھا

او جنگل میں شوق سوں اب کعبہ خاطر رکھ قدم
تج اگر بولیں چبھیں کانٹے مغیلاں غم نہ کھا

اے ہیا یو جاں تھی نا ڈر من کا بھاتا ہویگا
تو تجھے ہی نوح کشتی بان طوفاں غم نہ کھا

باٹ تیرا دور اگر ہے عشق نیتھ دکھلائیگا

حافظ

ہیچ راہی نیست کاں را نیست پایاں غم مخور
حال ما در فرقت جاناں و ابرام رقیب
جملہ می داند خدائے حال گرداں غم مخور
حافظا در کنج فقر و خلوت شبہائے تار
تا بود وردت دعا و درس قرآں غم مخور

محمد قلی

شاہِ راہاں توں ہی راہا ہیں رایا غم نہ کھا
حال میرا دوری ناداں ہور کوپ رقیب
سب تو بوجھیا ہی خدا ہو شاہ مرداں غم نہ کھا
قطب شہ اس کنج فکر و خلوت دینی منے
تا اچھے وِرد و دعا و درس قرآں غم نہ کھا

(۴)

(دو نسخے)

حافظ

آنکس کہ بدست جام دارد
سلطانی جم مدام دارد
آبی کہ خضر حیات ازو یافت
در میکدہ جو کہ جام دارد
بر سینۂ ریش دردمنداں
لعلت نمکی تمام دارد

محمد قلی

جے کوکہ ہتیلی جام لیتا
سلطانی جسم مدام لیتا
پانی کہ خضر حیات پایا
مد گھر تھے.... جام لیتا
مو سینۂ داغ درد دوکھوں
رو پیوں نمکی تمام لیتا

محمد قلی

جے کوکہ ہتا میں جام لی ئے
سلطانی جم مُدام کی ئے
پانی کہ خضر حیات پایا
مد گھر تھے تنک سو جام پی ئے
مو سینۂ داغ درد دوکھوں
تج مکھ نمکی تمام دی ئے

حافظ

بیرون ز لب تو ساقیا نیست
در دور کسے کہ کام دارد
نرگس ہمہ شیوہائے مستی
از چشم خوش تو وام دارد
ذکر رخ و زلف تو دلم را
وردیست کہ صبح و شام دارد
در چاہ ذقن چو حافظ ایجاں
حسن تو دو صد غلام دارد

محمد قلی

باہر تو او ہر تھے ساقیا تا
اس دور کنے کہ کام لیتا
لوچن ترے شیوہائے مستی
او دشٹ چنچل تے دام لیتا
ذکر مکھ و زلف تج ہمن دل
پوحن سو صبح و شام لیتا
او چاہ ٹھڈی معانی کی جان
تو حسن دو سو غلام لیتا

محمد قلی

باہر تو او بہ تے ساقیا تا
اس دور منے کوئی کام جی نے
لوچن ترے شیوہائے مستی
او دشٹ چنچل تے وام لی ئے
ذکر مکھ و زلف تج ہمن دل
یو حسن تھے صبح و شام جی ئے
او چاہ تھڈی معانی کی جان
تو حسن دو سو غلام کی ئے

(۷)

کمالِ سُخن اور شاعرانہ تعلّی

موزونیِ طبع، قوتِ مشاہدہ، بلندیِ تخیل، اور مسلسل مشق، وہ خوبیاں ہیں جو کسی شاعر کو عروجِ کمال تک پہنچانے کی ضامن ہوتی ہیں۔ اور خوش قسمتی سے محمد قلی میں یہ سب اور ان سے زیادہ خوبیاں جمع ہو گئی تھیں۔ اس کا دربار بڑے بڑے شاعروں سے معمور تھا۔ اس میں مشاہدہ اور تخیّل کی کمی نہ تھی اور ان سب سے بڑھکر عیش و عشرت کی زندگی نے اس کی شاعری کے پروان چڑھنے میں مدد دی۔ مے و معشوق کے ساتھ نغمہ بھی ضروری ہے اور اسی نغمہ کی خاطر اس نے بہت سی نظمیں اور غزلیں لکھ ڈالیں۔ اس کے اشعار میں اس امر کے صاف صاف اشارے موجود ہیں کہ اس کا کلام اس کے دربار اور حرم سراؤں میں شوق سے گایا جاتا تھا۔ اور اس کے درباری شاعروں اور صاحبِ ذوق امیروں کے علاوہ، رقاصانِ بزم اور مہ جبینانِ حرم بھی اس کو خوش کرنے اور اس کے فیضان سے لطف اندوز ہونے کی خاطر اس کا کلام دست بدست

لکھ لیتے اور گاتے رہتے تھے۔ شاعر اسی کے کلام کا دم بھرتے اور اس کی تقلید میں یا اُسی کی زمینوں میں غزلیں لکھنے کی کوشش کرتے۔ یہ سب امور خود اس کے اشعار سے ظاہر ہوتے ہیں جو آئندہ صفحہ پر پیش کئے جا رہے ہیں۔

ان حالات کے پیش نظر ضروری تھا کہ وہ روز کچھ نہ کچھ کہتا۔ ضرورت ہمیشہ ایجاد کا باعث رہی ہے۔ اور محمد قلی نے اپنے ماحول کو اپنے کلام کا اتنا حاجت مند بنا دیا تھا کہ اس کو ہر روز شعر و سخن سے دلچسپی لینا پڑتا۔ وہ ایک شعر میں کہتا ہے کہ

قطب شہ ہر روز اُسی طرح بے تکلف شعر کہتا ہے جس طرح دریا میں روز موجیں اٹھتی ہیں لیکن نہ تو دریا کی روانی میں فرق آتا ہے اور نہ موجوں کا طوفان کم ہوتا ہے۔ اس کا شعر ہے ؎

صدقے نبیؐ قطب شہ یوں شعر بولے ہر دن
دریا کو روز جوں ہے موجاں کا طلوع

اس روزانہ کی مسلسل مشق نے اگر محمد قلی کو ایک بلند پایہ شاعر بنا دیا تو کون تعجب کی بات ہے۔ یہ تو اردو زبان کی خوش قسمتی تھی کہ محمد قلی جیسا بادشاہ اسکی سرپرستی میں رات اور دن منہمک ہو گیا۔

اس کے کلام میں شیرینی اور سادگی پیدا ہو جانے کا سبب پہلے بیان کیا جا چکا ہے ۔ یہی شیرینی اور سادگی اس کی مقبولیت عامہ کا بہت بڑا باعث تھی ۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ محض بادشاہ ہونے کی وجہ سے اس کے زمانہ کے لوگوں نے اس کے کلام کی غیر معمولی قدر و منزلت کی ۔ اسلوب کی فطری شیرینی کے علاوہ ایک اور سبب اس کی شاعری کی مقبولیت کا خود محمد قلی کی نظر میں موجود تھا اور وہ مذہبی موضوعوں پر شعر لکھنا ہے ۔ عشق عاشقی کے بعض نہایت عریاں مضامین کے ساتھ صوفیانہ مسائل کی ترجمانی اور خاص کر نبیؐ و آلِ نبیؐ کی مدحت و منقبت میں محمد قلی نے جو کمال حاصل کیا ہے وہ اردو شاعروں میں اسی کے لئے مخصوص ہے ۔ حیرت ہوتی ہے کہ وہ کس طرح ہر رنگ میں اعلیٰ درجہ کی شاعری کر سکتا تھا ۔ اس کی معاملہ بندی دیکھنے کے بعد یہ خیال تک نہیں پیدا ہوتا کہ ایسا رند مشرب اور بے باک آزادہ رو شاعر بیسیوں پاک مذہبی نظمیں بھی لکھ سکے گا اور بزرگوں کی مدح سرائی کے وقت اتنا محتاط اور جوش عقیدت سے لبریز ہو جائے گا ۔ اس خوبی کی وجہ سے بھی اس کی شاعری کو غیر معمولی مقبولیت اور وسعت حاصل ہو گئی اور خود اس کو بھی اس اہمیت کا احساس ہے ؎

قطب شہ شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست (تب ہی) سدا تو مدح نبیؐ و علیؑ کی کہتا ہے

شعر تیرا معانی صدقے نبی — کہ لینے ہاتے ہات کانے پلات

صدقے نبی قطب زماں عیسیٰ نمن بولے بچن — چونا دھر تجھے جیون بدا عالم اپر چھایا یو بعث

نبی صدقے کہا ہے قطب سبعث کا غزل روشن

کہ اکی تازگی ہور روشنی تجھے ہے جہاں روشن

شاعراں پڑتے معانی شعر لکیا — شعر حضرت مدح پر پڑتا ہوں

محمد صدقے قطبا کی غزل سوری کی پوری سن

سکیاں ستیاں ہویاں یو جو ترا باپی غیوراں کے

سبھی راگاں محمد قطب شہ کوں جم سہائے تجے — نبی دولت شعر میرا شکر تمنے جگانی ہے

محمد قلی بھی اکثر باکمالوں کی طرح اپنے کمال کی قدر و منزلت چاہتا ہے لیکن وہ خود بادشاہ تھا اور دوسرے باکمالوں کی قدر و منزلت کرتا تھا اسلئے وہ اپنی قدر و منزلت میں زر و جواہر کی جگہ سچی تعریف و تنقید مانگتا ہے۔ وہ اپنے کلام کے سچے خریداروں کا خواہشمند ہے اور کہتا ہے کہ دو گھڑے موتیوں سے میرا ایک دُر دانہ زیادہ قیمتی ہے۔ اس کی قدر و قیمت معمولی شاعر اور سخن فہم نہیں کر سکتے۔ اگرچہ وہ ایک بڑا بادشاہ تھا لیکن شاعر بھی بہت بڑا تھا اس لئے بادشاہت اس کو شاعرانہ فخر و تعلی سے محروم نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے اپنی

نزاکت بیانی، جدت آفرینی، جودتِ طبع، اور استادی و صاحب کمالی کا اکثر شعروں میں دعویٰ کیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا دعویٰ بہت کچھ حق بجانب بھی تھا۔ اس قبیل کے چند شعر یہ ہیں ؎

رتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں مول اس — لیکر آووں جو بکھرا ہوے اس کا شہر حیدر میں

معانی کے پرکھنے پر ہنساں کیا کام کرتے ہیں — نکو لیاؤ و گھڑوں موتی جو یک ورسانہ ہے یا عش

شعر میرا در و گوہر ہے معانی سب میں — شعر حافظ کے سراو پر اہے تاج پرویز

نبی صدقے قطب کو ندیا بچن اچھے ثریا سے — فلک پر یو غزل سن سن کے ہووے مشتری بیہوش

باتاں کی یہ نزاکت ہن شاعراں نہ بوجھیں — دیتا خدا قطب کوں گفتار کا متاع

قطب شہ نبی صدقے آپی کیا ہے — نوا طرح جگ میں بچن کوں مرصع

نبی صدقے قطب کے شعر کی بحراں میں سب بازی

اگرچہ شاعراں باندے ہیں شعراں لے بحوراں میں

کرتے ہیں دعوے شعر کے سب اپنی طبع سوں — بخشیا فصیح شعر معانی کے تیں خدا

یہ واقعہ ہے کہ محمد قلی قطب شاہ نے اُردو شاعری کو بالکل نئی طرح سے مرصع کر دیا ہے اس سے قبل زیادہ تر مذہبی نظمیں لکھی جاتی تھیں۔ اُس نے ہر قسم کے موضوعوں پر پوری قدرت کے ساتھ طبع آزمائی کی اور اردو شاعروں کے لئے

نئے نئے میدان عمل پیدا کر گیا۔ ابھی ایک شعر میں اس نے اپنے اشعار کو حافظ کے اشعار پر ترجیح دی ہے لیکن وہ اس پر قانع نہیں ہے۔ وہ آگے بڑھ کر عام دعویٰ استادی کرتا ہے اور خود کو نہ صرف اپنے زمانہ کے شاعروں کا استاد بلکہ خاقانی و نظامی کا بھی استاد سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

قطبِ زماں سب شاعراں کا شعر میں شاگرد ہے
صدقے نبی باندیا کمر جیوں لشکریاں میں لشکری

خاقانی و نظامی کا قطب شہ ہے شاگرد[1]
جس طرح

شہنامے کی کہانیاں سر تھے سناتی مجکوں

ایک قصیدے میں اس نے خود کو اپنے زمانہ کا انوری قرار دیا ہے اور پھرے مجھے
مختلف جگہوں پر اپنے زمانہ کا شاعر یعنے شاعرِ دوراں لکھا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کا سچا شاعر تھا۔ کیونکہ اس نے اپنے عہد کی جیتنی صحیح اور کامل ترجمانی کی ہے اس دور کے کسی شاعر نے نہیں کی۔

---

[1] شاگرد کے لفظی معنی شاہ کے گرد رہنے والے۔ اس لفظ سے استاد کا مفہوم لیا جاتا تھا۔

(۸)

عیش و عشرت کی فراوانی

سلاطین قطب شاہیہ میں محمد قلی قطب شاہ ہی ایک ایسا بادشاہ ہے
جس کا زمانہ زیادہ سے زیادہ امن و امان اور راحت و آرام سے گذرا۔ اور
جس نے اپنی تمام زندگی عیش و عشرت اور بہجت و کامرانی میں گذار دی
مغل مورخوں نے قطب شاہیوں کے آخری یادگار ابو الحسن تانا شاہ کو بدنام
کرنے اور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی فتوحات کو حق بجانب ثابت
کرنے کے لئے تانا شاہ کو بڑا عیاش اور رند بدمست مشہور کر رکھا ہے۔ لیکن
حقیقت یہ ہے کہ سلطان محمد قلی کو عیاشی کے جو موقعے حاصل ہوئے تانا شاہ کو
ان کا عشرِ عشیر بھی نصیب نہ ہو سکتا تھا۔

محمد قلی نے بچپن سے محل کے ناز و نعم میں پرورش پائی اور اگر وہ بھاگ متی
والا قصہ صحیح ہے (جس کی رو سے بھاگ متی کی خاطر اس نے زبردست طغیانی

کے باوجود رود موسیٰ میں اپنا گھوڑا ڈال دیا اور بعد کو اس جرأت کی پاداش میں محل سرا میں نظر بند کر دیا گیا اور وہاں ملک ملک کی حسین دوشیزاؤں کو اس کے ساتھ چھوڑ دیا گیا تاکہ اس کا دل بہلائیں اور رقاصہ چھلم کا خیال اس کے دل سے دور کر دیں) تو ظاہر ہے کہ عنفوان شباب کے ساتھ ہی وہ مہ جبینوں کے ماحول میں رہنے لگا جن میں سے ہر ایک اس پر جان و دل فدا کرنے تیار تھی۔

اس حسین و رنگین ماحول کے ثبوت خود محمد قلی کے کلام سے بھی دستیاب ہوتے ہیں۔ ہر تقریب میں اس کے اطراف خوبرویوں کا جمگھٹا رہتا اور رمضان اور محرم کے مہینوں کے سوا اس کی زندگی کے بہت کم لمحے ایسے ہوں گے جب شاہد و شراب و نغمہ اس سے دور رہتے ہوں۔ اتنا ضرور ہے کہ رمضان اور محرم میں وہ شراب قطعاً ترک کر دیتا تھا اور عیش و عشرت چھوڑ کر ایسا زاہد مرتاض اور متقی و پرہیزگار بن جاتا تھا کہ اس کے رند شاہد باز ہونے پر شایدشبہ ہونے لگتا۔ یہ اس کی طبیعت کا استقلال اور تربیت کی خوبی تھی۔

بھاگ متی کے متعلق تفصیل سے آئندہ لکھا جائے گا لیکن اس کے علاوہ سلطان محمد قلی کی بیسیوں اور معشوقائیں تھیں جن میں سے حسب ذیل کے نام یا عرف اس کے کلیات میں بار بار دستیاب ہوتے ہیں:—

(۱) ننھی (۲) ساونلی (۳) کونلی (۴) پیاری (۵) گوری (۶) چھبیلی (۷) لالا (۸) لالن (۹) موہن (۱۰) محبوب (۱۱) بلقیس زمانی (۱۲) حاتم (۱۳) ہندی چھوری (۱۴) پدمنی (۱۵) سندر (۱۶) سجن (۱۷) رنگیلی (۱۸) مشتری (۱۹) حیدر محل ۔

ان بیسیوں مہ جبینوں میں بارہ ایسی ہیں جو خاص طور پر اس کی منظور نظر تھیں۔ کیونکہ محمد قلی بارہ اماموں کی رعایت سے ہر چیز میں بارہ کے عدد کا لحاظ رکھتا تھا چنانچہ جب اس نے حیدر آباد کے جانب جنوب کی خوش منظر پہاڑی پر (جہاں اب قصر فلک نما واقع ہے) ایک عالی شان قصر "محل کوہ طور" کی تعمیر کی تو اس میں انہی دوازدہ ائمہ معصومین کی رعایت سے بارہ برج بنائے تھے چنانچہ اس محل سے متعلق اس نے ایک نظم بھی لکھی ہے جس میں ان برجوں کا ذکر اس طرح کرتا ہے :۔

"چونکہ ان بارہ برجوں پر بارہ اماموں کی نظر عنایت ہے اسی لئے ان پر ایمان کی تجلی جھلکتی رہتی ہے۔"

اس کا شعر ہے ؎

بارہ بروج پر ہے بارہ امام دِٹھی نظر — تو اس اُپر جھلکتا ایمان کا اُجالا

بارہ پیاریوں کی تخصیص کے متعلق بھی اس کے کلام سے مستند شہادت ملتی ہے۔

شہر حیدرآباد کی تعمیر کے وقت محمد قلی نے کئی عالیشان قصر تعمیر کیے تھے اور خاص کر اپنے لئے ایک رفیع الشان محل بنوایا تھا جس کا نام خداداد محل رکھا تھا۔ اس محل کی آرائش و زیبائش کے متعلق اس کی ایک نظم اسکے کلیات میں موجود ہے (دیکھو صفحہ ۲۱۱) اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اس محل میں آکر رہا تو اپنے ساتھ صرف اُن بارہ پیاریوں کو لے آیا تھا جو اس وقت اُس کی منظورِ نظر تھیں۔ اس نظم کا ایک شعر ہے ؎

نبیؐ صدقے بارا اماماں کرم تھے ۔۔۔ کرو عیش جم بارہ پیاریاں سوں پیارے

اسی طرح عید میلاد النبی کی ایک نظم (دیکھو صفحہ ۳۹) میں بھی اس نے ان بارہ مہ جبینوں کا پھر بارہ اماموں ہی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

مبارک منج اچھو یو عید ہور مولودِ پیغمبرؐ ۔۔۔ ملے ہیں قطب سوں بارہ اماماں ہور نگاراں خوش

ان بارہ پیاریوں میں سے چند کی خصوصیتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے ننھی قابلِ ذکر ہے۔ اس کی تعریف میں محمد قلی نے کئی نظمیں لکھی ہیں اور اکثر نظموں اور غزلوں میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:—

ننھی کی جیسی حسین تو آسمانوں میں بھی نہیں۔ سرو اس کے قد کے مقابل
کبھی نہیں آسکتا۔ اس نے مدن پھول کے رنگ کی ساڑی باندھی ہے جس کے
کنارے عجیب وغریب موتی ٹنکے ہوئے ہیں۔ اس کی یاد کی مستی قطب شہ
کو چڑھی ہوئی ہے اور وہ اس کو ریجھانے کی خاطر دو تارے پر عجیب تان
بجاتا ہے۔

ایک دوسری نظم میں کہتا ہے :۔

اے سکھیو! میں ننھی کے پریم میں موتی بکھیر رہا ہوں، تم سمیٹ کر ان کو
خوشی سے گوندھو۔ ننھی میرے ساتھ عشق کا داؤ کھیلتی ہے اور اپنے
چاند سے چہرے پر نئی بہار دکھاتی ہے۔ اے ننھی میں تیرے جسم کی خوشبو
کا ذکر کروں یا تیرے راز کی کہانی بیان کروں۔ کیونکہ تیری خوشبو کی
مہکاٹ عاشق کی روح کو مہکا دیتی ہے، خوشبو تیرے جسم سے اسی طرح مہکتی
ہے جیسے سانت کی بارش سے مہکتی ہو، تیری آنکھوں کی چمک میں کاجل
بہت سہانا نظر آتا ہے اور یہ تو اس لئے لگاتی ہے کہ رقیبوں کے منتر
تجھ پر کام نہ کریں۔

ایک نظم میں ننھی کے ہنستے کھیلتے اور ڈولتے ہوئے پیالہ پلانے کا ذکر کیا ہے۔ معلوم

ہوتا ہے کہ وہ بڑی ہنس مکھ ظریف اور حاضر جواب تھی۔ وہ شراب کی صراحی ہاتھ میں لینے یا قطب شہ کو پیالہ بھر بھر کر دینے کو پسند نہیں کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ قطب شاہ زیادہ شراب نہ پیئے اس لئے طرح طرح سے ٹالتی رہتی تھی۔ اس کا ذکر سالگرہ کی ایک نظم میں بھی کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۵۰) یہ تو بعد کے اوصاف تھے ابتدا میں ننھی کی کیا حالت تھی اور بادشاہ نے اس کو ننھی کا لقب کیوں دیا تھا۔ اس کا علم اُن دو نظموں سے ہوتا ہے جو صفحات ۲۲۸ تا ۲۳۱ میں درج ہیں جنمیں وہ کہتا ہے کہ :—

اے نازک ننھی تو ابھی محبت سے ناواقف ہے۔ تیری آنکھیں کاجل کی وجہ سے چمکتی ہیں لیکن تو نہیں جانتی کہ یہ کیا جادو جگا رہی ہیں تیرا دل عشق و عاشقی کی طرف بھی مائل نہیں، نہ تو شیشہ و پیالہ میں شراب بھرتی ہے اور نہ میری عرض مانتی ہے۔ لیکن مجھے تجھ سے آس ہے۔ اگرچہ تو دل لگانے کے طریقوں سے ناواقف ہے لیکن میرا معشوق تو ہے۔ تجھے اپنے بچپن کے کھیلوں کا مول نہیں معلوم نہ یہ جانتی ہے کہ تیرے ہونٹوں میں آبِ حیات ہے۔ اس لئے تو منہ سے صاف صاف بات نہیں کرتی سچ تو یہ ہے کہ تجھے ابھی اپنی قیمت معلوم نہیں۔ تجھے چاہیئے کہ قطب زماں کو

جانے، محبت کی باتوں کو پہچانے اور عشق کی سیوا کرے تو کب تک
اِسی طرح اپنے کو کھینچتی رہے گی۔
ایک اور نظم میں محمد قلی نے ننھی کے متعلق لکھا ہے کہ :۔

جب چمن میں ننھی محوِ خرام ہوتی ہے تو شرم کے مارے آنچل ڈال لیتی
ہے۔ معلوم نہیں کہ اس ننھی ڈالی پر ابھی سے شباب کے پھل کیوں لگ
گئے! جب وہ غصہ یا ناز سے خط سرمہ کے اشارہ سے بات کرتی ہے اور
اس کے ہونٹ عرق آلود ہو جاتے ہیں تو دل چاہتا ہے کہ اس کو گلِ دیکھو ل
میری محبت کے نونہالوں میں سے ایک کو اچھے پھل رتن لگے ہیں۔ اے
خدا وہ میرے باغ کا ایک سرو ہے اس کی حفاظت کر۔ اس کی بہشتی خوشبو
سے جگ کے تمام پھول کھلتے ہیں۔ اس کی خوشبو ختا اور ختن بھی نہیں
پا سکتے اے ننھی تیرے چہرے سے سب خوبرویوں کو روشنی ملی۔ تیرے چہرے
کو زیور و جواہر کی کیا ضرورت! جب تو چاندنی میں نکلتی ہے تو چاند چھپ
جاتا ہے اور تارے آسمان پر سے تجھ پر نثار ہونے کے لئے آتے ہیں۔
میں نہیں جانتا کہ تو کیسے نور سے پیدا ہوئی ہے۔ سب پرند تیری چکاچوند
روشنی کے لئے اپنا اپنا وطن چھوڑ آئے ہیں۔ تو غصہ سے کیوں میری طرف

بھوں کی کمان چڑھا کر دیکھتی ہے۔ تجھے تو چاہیئے کہ ناز و غمزے کے ساتھ مجھے اپنے ہونٹوں کا بوسہ دے۔

کلیات میں تنھی کے بعد سانولی کا ذکر زیادہ ملتا ہے۔ اس کے متعلق محمد قلی نے لکھا ہے کہ :-

میری سانولی من کی پیاری نظر آتی ہے کیونکہ وہ رنگ روپ میں بالکل کونلی عورت ہے۔ سب سہیلیوں میں اس کا قد ایسا بالا ہے کہ معلوم ہوتا ہے سرو کو اس پر سے نثار کر دیا گیا ہے۔ جب وہ سکھیوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلتی ہے تو اس کے چہرہ کی روشنی میں چاند ذلیل و خوار نظر آتا ہے۔ کویل اسکے بولوں کے مقابلے میں ہاری ہوئی نظر آتی ہے۔ اس کی اچھی چال سب کے دل کو بھاتی ہے اور وہ اپنی ساتھیوں میں ایک نادر پھول نظر آتی ہے۔ اگرچہ سکھیوں نے اپنے چہرہ کو طرح طرح سے غازہ لگایا اور اپنے جسم کو رنگین بنایا لیکن اس کے قدرتی رنگ کی بات کسی عورت میں نہیں آتی۔

دوسری نظم میں لکھا ہے :-

سانولی پیاری نے اپنے سبز رنگ میں نزاکت دکھا کر ہمارے دل کو موہ لیا

اس کے ہونٹوں پر پان کی رنگیلی دھڑی ایسی سہانی معلوم ہوتی ہے کہ
دنیا کی تمام رنگیلیاں اس پر ریجھ جاتی ہیں۔ جب وہ ہنستی ہے تو اس کے
کنول جیسے منہ سے موتی جھڑتے ہیں اور ان موتیوں سے عالم چمکنے لگتا ہے۔
تیسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔۔۔

جب سے اے سانولی تجھ پر نظر ہے ہوش و حواس گم ہیں اور بےخبر
ہوگیا ہوں۔ جب تو اپنی شوخ آنکھوں سے ناز و غمزہ کرتی ہے تو میرا
رواں رواں اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔ جب تو ناز سے ہنستی ہے تو تیرے
دانتوں کی چمک چاند کی طرح جھلکتی ہے۔ تیرا سرو جیسا قد جب محو خرام ہوتا
ہے تو تیرے بالوں کا لمبا جوڑا چنور کا کام کرنے لگتا ہے۔ جب تو لباس
پہن کر صحن میں نکل آتی ہے تو تیرے چمکدار کپڑوں سے آسمان روشن
ہو جاتا ہے۔ جب تو موتی کے رنگ کی نیم تنی پہنتی ہے تو مجھے ایک بہشتی حور
نظر آتی ہے۔ قطب شہ تیری نزاکت سے ناواقف نہیں۔

سانولی کے بعد محمد قلی کونلی کی تعریف میں رطب اللساں ہے وہ لکھتا ہے :۔
کونلی اپنے ہاتھ میں پیالہ لے کر کھڑی ہے اور اتنی دبلی پتلی ہے کہ

ہوا سے ہل رہی ہے۔ وہ بالوں میں پھول جماتی ہے اور چوٹی میں دونا و
بالا باندھتی ہے اپنے کونلائے ہوئے چہرہ پر وہ اپنی بھوؤں کو اس طرح
چڑھاتی ہے کہ نورانی معلوم ہونے لگتی ہے۔ اگرچہ بظاہر شرم وناز سے
کھنچی کھچاتی کھڑی ہے لیکن آنچل کے اندر سے اپنی آنکھوں کی چنچل پتلیوں
کو نچا رہی ہے۔ اس کے جسم کے رنگ سے نورتن کو روشنی ملی ہے۔ اور
اس کے گلے میں چاند سورج کے حمائل بنا کر ڈالے گئے ہیں۔

دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :-

اے کونلی تیرا قد دیکھ کر چمن کے سرو اشارے کرنے لگتے ہیں تیرا
قد باغ فردوس کے لئے بھی باعث زینت ہے۔ میں نے اپنی پلکوں کو
تکیے بنا کر رکھا ہے تاکہ اے ہندی پتلی تو میری آنکھ میں آکر آرام کرے
تیرے دونوں ہونٹ ایسے رنگیلے ہیں کہ یاقوت نے ان سے رنگ مانگا
اور عقیقوں نے یمن میں ان سے بھیک لی۔ تیری باریک کمر کے عشق میں
میں بال کی طرح باریک ہو گیا ہوں۔ یہ اتنی باریک ہے کہ پیراہن کا کوئی تار
اتنا باریک نہ ہو گا۔ دکھن کی اس کونلی سکھی کو دیکھ کر میری جتنی کالی اور گوری
سہیلیاں تھیں، میں اُن سب کو بھول گیا۔

تیسری نظم میں لکھتا ہے کہ:۔

اے اچھی پیاری جب تو نظر بازی کرنے کے لئے آنکھ سے آنکھ ملا کر کھڑی ہوتی ہے تو میرے لئے نظر ٹکانا دشوار ہوجاتا ہے۔ تو کندنی رنگ کی ایک پتلی ہے۔ جس کا روپ کونلا ہے۔ تیری گلابی آنکھوں میں سمندر موجیں مارتا رہتا ہے۔ اور تیرے سورج سے گالوں میں دانت نورتن کی طرح جڑے ہوئے ہیں، تو بالے بال رنگا رنگ اور چنچل ہے۔ خوبرویوں پر راج کرنا تجھے سجتا ہے، اے گلابی آنکھ والی سہیلی تو میرے دل کی پیاری ہے۔

ایک اور نظم میں لکھتا ہے کہ:۔

یہ شگفتہ چنچل پھر میرے یہاں سبز آنچل اوڑھے اور پھولوں کی کلغی لگائی ہوئی آئی۔ اس کی الھڑ چال سے شراب کا خمار اور آنکھوں میں رنگ کے ڈورے نظر آرہے ہیں۔ اس حسین کی محبت اور اس کے پاؤں کی جھنکار دل کے لئے امید، تن کے لئے عیش اور کان کے لئے ذوق کا باعث ہے۔ وہ گالی دیتی ہے اور دکھ سے کاری ہوکر گھات کرتی اور لاکھ خوشامد اور لوچ سے دروازے میں میرے آڑے آتی ہے۔ یہ سب میں ہوشیار عورت ہے، کیونکہ بھید کو جانتی، عشق کو پہچانتی اور

اپنے گھر میں تخت پر بیٹھتی ہے۔

پیاری بھی محمد قلی کی نہایت چہیتی تھی لیکن وہ اپنے حسن و نزاکت پر اتنی مغرور تھی کہ ہمیشہ محمد قلی کو ترساتی اور ستاتی رہتی تھی اور وہ ہمیشہ اس کو منانے کی فکر میں رہتا چنانچہ کہتا ہے کہ :-

اے سکیو تم آج جاکر پیاری کو سمجھا منا کر لے آؤ کیونکہ تمام عشوہ طرازوں کا تاج اسی کے سر سجتا ہے۔ اس سے کہو کہ قطب شہ نے اپنے مکان کو بہت ہی زیبائش و آرائش سے سنوارا ہے لیکن تیرے بغیر گذارنا مشکل ہے اگر تجھے عشق ستاتا ہے تو آ اور دیوانہ بنا لے کیونکہ یہاں تیرا ہی راج ہے۔ تیرا لباسِ حسن ایسا عجیب ہے کہ اس کے ساتھ یہ عشوے تجھے زیب دیتے ہیں۔ تو اپنے روپ کی وجہ سے شاہِ خوباں ہے اس لئے سب تجھے خراجِ عشق ادا کرتے ہیں۔ جس وقت میں تیرے چہرہ کا نور دیکھتا ہوں تو وہ ایک لمحہ میرے لئے سو برس کی عشرت کے برابر ہے۔

دوسری نظم میں کہتا ہے :-

اے پیاری تو مجھ سے غرور نہ کر۔ جب یہ جوانی چلی جائے گی تو خمیدہ

ہو جائے گی۔ یقین جان کہ یہ بات دنیا میں مشہور ہے کہ ٹوٹے ہوئے موتی کا مول کم ہو جاتا ہے۔ جوانی اور جوبن اسی لئے ہے کہ اپنے سائیں کیلئے باعث عیش ہو۔ تو اپنے دل میں سائیں کی محبت قائم رکھ کیونکہ تیری ہی وجہ سے اس کا عیش ہے۔ جب تو عشوہ و ناز کے ساتھ نکھار کر کے آتی ہے تو تیرے چہرے پر پسینہ کی بوندیں اسی طرح بھلی معلوم ہوتی ہیں جس طرح پھول پر شبنم۔ تو اپنی شراب حسن سے سکیوں کو فیض یاب کرتی ہے اور تمام خوبرویوں میں اپنا علم سرفرازی بلند رکھتی ہے۔

دوسری نظم میں یوں لکھا ہے:۔

اے پیاری تیرے بچھڑنے کی وجہ سے مجھے راتوں کو نیند نہیں آتی تجھے قدرت نے ایسا اچھا گھڑا ہے کہ تیرے بغیر مجھے ایک گھڑی بھی محبت نہیں بھاتی۔ جو دل سے تیرا عاشق ہے اس کو رات اور دن کچھ بھی سجھائی نہیں دیتا۔ تیری یاد کچھ اس طرح لگی ہوئی ہے کہ پھر کچھ بھی یاد نہیں آتا۔ تیرے بیمار محبت کا علاج لقمان بھی نہیں کر سکتا۔ جب تک تو اپنے ہونٹوں کا شربت نہ چکائے گی تیرے عاشق کو کیونکر صحت ہوگی؟ یہ سچ ہے کہ تیرے ساتھ ایک رات رہنا میرے لئے سو راتوں کے برابر ہے۔ تو ہی کہہ جب تو

مجھے اپنے سیج پر نہ بلائے تو میں پھر کس کے سیج پر رہوں۔ تیری اس وقت کی آگ میں میرا دل موم کی بتی کی طرح پگھل رہا ہے۔ لیکن تو مصری کی طرح سخت اور گھٹ ہے اور خود کو ذرا بھی نہیں پگھلاتی۔

تیری رفتار، تیری گفتار، تیرے تیور طرح طرح کے ہیں۔ تو جو کچھ برا بھلا کہنا چاہتی ہے کہہ لے لیکن مجھے ناامید نہ کر۔ تجھ کو خدا نے اتنی قدرت دی ہے کہ تو قطب شاہ کو سنبھالے سکتی ہے۔

ایک اور نظم میں لکھتا ہے :-

اے پیاری تیرا بول مجھے مارے ڈالتا ہے۔ تیری ہر بات مجھے کٹاری نظر آتی ہے۔ تیری چوٹی ناگ کی طرح ہے، جس کا زہر کڑوا ہوتا ہے۔ تو کھیلتے وقت اپنی اس ناگ جیسی چوٹی کی وجہ سے سچ مچ سنپیرا معلوم ہوتی ہے۔ میں بھنورے کی طرح تیرے اطراف پھر پھر کر تیری خوشبو لیتا ہوں کیونکہ اس خوشبو میں نرگس کی طرح خمار نہیں ہے۔ تیرے جسم سے صندل اور مشک کی خوشبو نکلتی رہتی ہے۔ تو کانچ کی چوڑیاں پہنی ہوئی ہے اور ہاتھ میں اچھری باندھی ہے۔ ٹھیکری اور کانچ میں وہ ہندوی گنوار کیا فرق کر سکتی ہے (پھر بگڑ کر لکھتا ہے) تیرے بول میں نمک اور تیرے ہونٹوں میں

رس نہیں ہے۔ تیری چولی کسی ہوئی نہیں ہے اور تیری چوٹی اندھیرا ہے۔

محمد قلی کی بارہ پیاریوں میں ایک گوری بھی ہے۔ اس کی نسبت ایک نظم میں لکھتا ہے :—

گوری کا چہرہ حسن کی وجہ سے اس قدر سہانا معلوم ہوتا ہے کہ اس چاند سے چہرہ سے شرما کر خود چاند نقاب پوش ہوجاتا ہے۔ وہ سرو جیسا قد نہیں بلکہ ایک کندنی درخت ہے جس سے سورج جیسی روشنی نکلتی ہے۔ اے گوری تو رنگ اور رس کے باغ کی کلی ہے اس لئے تیرے چہرہ سے زندگانی کا پانی ٹپکتا ہے۔ تیرے رسیلے ہونٹوں میں شراب بھری ہے۔ یہ عاشقوں کے دل کو جلا کر کباب بنا دیتے ہیں۔

ان کو میں زلفیں کہوں یا تازہ سنبل جو تیرے پھول جیسے چہرہ پر اس طرح بکھرتی ہیں جیسے چاند پر ابر۔

تیری مستانہ چال سے ہاتھی شرماتے ہیں کیونکہ ان میں یہ ناز اور شوخی نہیں۔ اے قطب نبیؐ کے صدقے میں تجھے گوری ملی ہے تو اس کے گلے میں باہیں ڈال اور اس کے ساتھ شراب پی۔

دوسری نظم میں کہتا ہے :-

گوری عشق کی ایک رنگیلی پتلی ہے جو تمام خوبرویوں میں چھبیلی نظر آتی ہے۔ تجھے پدمنیوں کے چہروں کی بزم آرائیاں زیب دیتی ہیں۔ کیونکہ تو چاند جیسی صورت رکھنے والیوں میں سب سے زیادہ رسیلی ہے سولہ[16] سنگار صرف تیرے جسم کی سج دھج کو دیکھ کر بنائے گئے ہیں کیونکہ تمام مہ جبینوں میں تو ہی سب سے زیادہ حسین ہے۔ تیرے سر پر نور کا جلوہ برستا ہے۔ تیری جیسی سندر سہیلی اور کوئی نظر نہیں آئی۔ نبی کے صدقے میں قطب شاہ سے ایسی پیاری حسن کا پراوا پہن کر آ ملی۔

تیسری نظم میں کہتا ہے :-

اے عشق کی پتلی تو میرے دل میں کھڑی ہوئی ہے۔ اور عشق کی وجہ سے تجھے تو پر لگ گئے ہیں۔ اس پتلی کو عشق و محبت پر ناز کرنا زیب دیتا ہے۔ وہ عشق بازی کے لئے کمر باندھ کر تیار اور جوبن کے پیالے اپنے ہاتھ میں لے کر کھڑی ہوئی ہے۔ اے پریم کی سہیلیو بتاؤ کہ پریم کے باغ میں یہ پیاری سجتی ہے کہ نہیں اے گوری تیرے جسم پر سرتا قدم پھول ہی پھول ہیں۔ تو اپنی پرستش کرانے کے لئے کھڑی ہے۔ تو مجھے عشق کی صحبتوں میں

پیالہ پلا۔ مجھ پر تیرے عشق کی بھٹی کی مستی چڑھی ہوئی ہے۔ نبیؐ کے صدقے میں
مجھے ایسی گوری ملی ہے کہ سورج اور مشتری جس کے عکس ہیں۔
اسی طرح بارہ پیاریوں میں سے ہر ایک پر کئی کئی نظمیں لکھی ہیں جو کلیات
کے صفحات ۲۲۴ تا ۲۶۴ پر درج ہیں اور ان خاص پیاریوں کے علاوہ اور
دوسری پیاریوں پر بھی اس کی نظمیں موجود ہیں جو کلیات کے صفحات
۲۶۵ تا ۲۸۱ پر شائع ہوئی ہیں۔

ان سب پیاریوں کی نظموں کے خاکے یا خلاصے پیش کرنا موجب طوالت ہے اس لئے ہم یہاں اس کی صرف خاص خاص پیاریوں کے سراپا اسی کی نظموں سے اخذ کر کے نہایت مجمل الفاظ میں پیش کر دیتے ہیں:—

۱۔ ننھی | بالا قد۔ چاند سا روشن چہرہ۔ چمکدار آنکھیں۔ جسم میں ایک خاص خوشبو۔ ابتدا میں نہایت شرمیلی اور سیدھی سادھی لڑکی تھی جو بہت جلد عنفوانِ شباب کو پہنچ گئی۔ ملنے اور بات کرنے سے جھجکتی تھی شراب سے نفرت کرتی تھی اور شراب کی صراحی اور پیالہ ہاتھ میں لینے اور پینے پلانے سے ہمیشہ بچتی تھی۔ آنکھوں میں کاجل لگاتی اور خطِ سرمہ کھینچتی تھی۔ بدن پھول کے رنگ کی ساری باندھتی جس کے کنارے عجیب وغریب موتی

ٹنکے ہوتے۔ وہ بعد کو بڑی ہنس مکھ ظریف اور حاضر جواب ہو گئی تھی۔

۲۔ساؤنلی بلند و بالا قد۔ دلفریب ساونلا سلونا رنگ جس کی وجہ سے وہ بہت نازک اور کونلی معلوم ہوتی تھی۔ خوش آواز۔ خوش خرام۔ موتی کی طرح دانت۔ شوخ آنکھیں۔ زرق برق لباس پہننے والی۔ موتی کے رنگ کی نیم تنی زیب بر کرتی۔

۳۔کونلی ایسی دبلی پتلی کہ ہوا سے ہلنے والی۔ جسم کو شرم و ناز سے اتنا چرائے رکھتی کہ کمر کے ہونے نہ ہونے کا شبہ ہوتا۔ دکنی جبیں کندنی رنگ۔ گلابی آنکھیں جو رنگین ڈوروں کی وجہ سے ہمیشہ خماری نظر آتیں چڑھی ہوئی بھویں، یاقوت اور عقیق یمن کو شرمانے والے ہونٹ۔ چمکدار رخسار نورتن جیسے دانت۔ سرتاپا رنگا رنگ اور چنچل۔ سبز آنچل اوڑھتی۔ بالوں کو پھولوں سے سجاتی۔ بہت ہی ہوشیار۔

۴۔پیاری ہمیشہ روٹھنے اور بگڑنے والی۔ بہت ہی خوبصورت اور اپنے حسن پر بہت مغرور۔ روشن چہرہ۔ جب بن سنور کر نکلتی تو چہرہ پر پسینہ کی بوندیں ایسی بھلی لگتیں جیسے پھول پر شبنم۔ تندمزاج اور تلخ گفتگو کرنے والی۔ ناگ کی طرح سیاہ بل کھائی ہوئی لانبی چوٹی۔ خوشبودار

جسم۔ کانچ کی چوڑیاں پہنتی اور ہاتھ میں اچھری باندھتی۔ بیحد عشوہ طراز۔

۵۔ گوری | چاند سا چمکتا چہرہ۔ روشن پیشانی۔ پراگندہ زلفیں۔ رسیلے ہونٹ۔ مستانہ چال۔ اُبھرا ہوا سینہ۔ تیلی جیسا خوبصورت اور پھولوں کی طرح نرم و نازک اور شگفتہ جسم۔

۶۔ چھبیلی | رخسار پر تل۔ ژولیدہ زلفیں۔ شکاری آنکھیں۔ خط سُرمہ کھنچا ہوا۔

۷۔ لالا | ہونٹوں میں آب حیات۔ گلابی پھولوں کی طرح دانت۔ سرپستاں سے جوانی ٹپکتی ہوئی۔ مست کرنے والی چال ہنسی سے رات کو دن بنانے والی۔ عشق و محبت کی پیاسی۔ غمزدہ فراق۔

۸۔ لالن | نقل جیسے ہونٹ۔ ہنس جیسی چال۔ پھول کی کلی سے نازک۔ کم عمر اور ناداں۔

۹۔ موہن | جادو سے بھری ہوئی آنکھیں۔ عشوہ طراز اور گن والی چہرہ پر عیش وصال کی کیفیت نمایاں۔ آنکھیں رات کی خماری سے متوالی۔ سہانی سبز ساری جس پر شفق رنگ کی کناری لگی ہوئی۔ محبت میں دیوانی۔

۱۰۔ محبوب | گلاب کے پھول ایسے گال۔ باریک کمر۔ زریں پٹکہ کسی ہوئی
یوسف سے زیادہ حسین۔

۱۱۔ مشتری |
۱۲۔ حیدر محل | ان دونوں کا تذکرہ آئندہ تفصیل سے آئے گا۔

ان پیاریوں کے علاوہ محمد قلی نے متعدد نظمیں ایسی بھی لکھی ہیں جو اُس کی عیش و عشرت کی ترجمان ہیں اور عشق عاشقی کی زندگی کی دلچسپ داستانوں کا کام دیتی ہیں۔ ان نظموں میں بعض بہت عریاں ہیں جن میں اُس نے وصال کے پُر کیف مرقعے پیش کئے ہیں۔ اور بعض نظمیں اُس کی جوانی کی راتوں اور مرادوں کے دنوں کے تفصیلی اور دلچسپ نظام العمل ہیں۔ حسن و عشق کے راز و نیاز کا شاید ہی کوئی موضوع ہو جو چھوٹ گیا ہو۔ شباب کی رنگا رنگیوں اور جذبات کی جولانیوں کے اظہار میں اس کا قلم غیر معمولی قدرت رکھتا تھا۔ اور یہ قدرت تخیلی یا فرضی عشق عاشقی سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ محمد قلی صحیح معنوں میں اِس میدان کا مرد تھا۔ اُس کے رفیع الشان محل نہ تھے بلکہ اصل میں بین قومی حسن و نغمہ کی وسیع اور آراستہ و پیراستہ نمایش گاہیں تھیں۔ ان میں کئی ملکوں اور کئی مذہبوں اور ہر وضع و قطع کی نازنینیں آزادی اور بے تکلفی کے ساتھ اپنے حسن و جمال کی

آرائش وزیبائش میں مصروف ومنہمک، اورعشق وستی کی عجیب وغریب کیفیتوں اور جوانی ورعنائی کے بے پناہ جذبات کے مظاہرے کرتی رہتی تھیں۔

بھاگ متی (حیدر محل) محمد قلی قطب شاہ کی مشہور محبوبہ

(۹)

بھاگ متی یا حیدر محل

تعجب ہے کہ قطب شاہی تاریخوں کے علاوہ کلیات محمد قلی سے بھاگ متی کے واقعہ کے متعلق کوئی تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے اشعار میں اپنے متعدد محبوبوں کے نام لئے ہیں اور ان میں سے بعض کی تعریف و توصیف میں کئی کئی نظمیں بھی لکھی ہیں لیکن بھاگ متی کا نام کہیں نظر سے نہیں گذرتا۔ بعض شعروں سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ :-

"قطب شاہ اپنے اس بخت پر نازاں ہے کہ اس کا معشوق اس کی محفل میں رقاص بنا جس کے شکرانہ میں وہ اس کے طاق ابرو میں سجدہ کرنا چاہتا ہے"

ایک اور شعر میں لکھا ہے :-

"قطب شاہ کو ایک ایسا بے بہا دُر مل گیا جو اپنے رقص میں کامل الفن ہے"

ایک اور جگہ لکھا ہے کہ :-

"نبیؐ کے صدقے میں اے معشوق میں اس شہر میں رہتا ہوں جو تیری

محبت میں آباد ہوا ہے اور جس کے مقابلہ میں مجھے کوئی شہر پسند نہیں آتا۔"

بھاگ کا لفظ اُس نے کئی اشعار میں استعمال کیا ہے لیکن اس کے معنی حصہ یا قسمت کے ہیں، اور اکثر جگہ یہ لفظ اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے ٹھیک بیٹھتا ہے اس لئے یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ بھاگ متی ہی کیلئے ہوگا۔ اس سلسلہ میں محمد قلی کے حسب ذیل شعر قابل ذکر ہیں :۔

ٹیلا سو تج پشانی ات بھاگ کی نشانی   کن موتی ہے نورانی زہرا و مشتری کا

نبی صدقے تج نہنہ شہر ہیں ہے قطب   نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ

بھواں کے طاق ہیں سجدا کروں میں   ہوئے سائیں مری محفل ہیں رقاص

قطب شہ پائیا ہے بہا دُر   ہوی اپ تاج تھے کامل ہیں رقاص

شب برات کے موضوع پر سلطان محمد قلی نے متعدد نظمیں لکھی ہیں جن میں ایک نظم بھاگ متی سے متعلق معلوم ہوتی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ :۔

شب برات کی سُہانی تقریب میں میری محبوبہ ایک اور بار میرے گھر آرہی ہے۔ اور اپنے زرق برق کپڑوں کی وجہ سے اپنے ساتھ آسمان کے چاند اور سورج سے زیادہ روشنی والے لاکھوں چاند اور سورج لے آرہی ہے جس کی وجہ سے کیا تعجب کہ زمین آسمان پر طعنہ زنی کرے کیونکہ میری پیاری نے

زمین کو صاف و شفاف آسمان کی طرح چمکا دیا ہے۔ اور میری سکھیوں کو اپنے چمن اور سکھ کے لیے
جن جن چیزوں کی آرزو تھی ان سب کو اس نے ان کی خواہش کے مطابق مہیا کر دیا ہے۔
دنیا سال بھر سے اس کے درشن کی مشتاق تھی اس لئے اس نے اپنا دیدار دکھا کر میری دنیا کو اپنا دیوانہ بنالیا۔
اس نے پھول جیسے جسم کو عروسی خوشبویوں سے خوب مہکا لیا ہے تاکہ پیں لطف کے ساتھ اس سے بغلگیر ہو کر ملا۔
اے قطب شاہ نبی کے صدقے میں بھاگ متی سے مل کر تو اپنے متوکے یا ہوس کے مطابق وصال کا مزہ
اڑا کیونکہ وہ خود کو قطب شاہ کی داسی سمجھ کر خوب سج سجا کر آئی ہے۔"

بھاگ متی کے ساتھ عشق عاشقی کا تذکرہ سب سے پہلے خود محمد قلی قطب شاہ ہی کی زندگی میں تاریخ فرشتہ اور قطب مشتری دو کتابوں میں لکھا گیا۔ قطب مشتری کے مصنف نے تو اس واقعہ کو استعارہ کے پیرایہ میں بیان کیا لیکن مورخ فرشتہ نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ:۔

"وآں قطب فلک اجلال دراوائل پادشاہی بر فاحشہ بھاگ متی عاشق شدہ ہزار سوار ملازم او گردانیدہ تا بطریق امرائے کبار بہ دربار آمد و شدمی نمودہ باشد۔ و در آں ایام چوں از زبونی آب و ہوائے گولکنڈہ خلائق متنفر و براندہ بودند قطب شاہ در چہار کروہے بلدہ مذکور شہرے .... ساختہ موسوم بہ بھاگ نگر گردانیدہ۔ و در آخر از آں نام پشیمان گشتہ موسوم بہ حیدرآباد ساختہ لیکن درمیان خلائق مشہور بہ بھاگ نگر است نہ حیدرآباد۔"
(صفحہ ۱۷۳)

محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد گولکنڈہ میں جو تاریخیں لکھی گئیں ان میں بھاگ متی کا حال درج نہیں ہے۔ البتہ بعد کی تاریخوں مثلاً حدیقۃ العالم، تاریخ قطب شاہی (قادر خاں) اور گلزار آصفی میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ موخرالذکر تاریخ میں ابراہیم قطب شاہ کے بیان میں لکھا ہے:

"پل دریائے موسی بسبب تعشق شہزادہ مرزا محمد قلی کہ بر حسن جانفزائے بھاگ متی طوایف میلے کلی داشت تیار گردید۔ حقیقت آں این کہ شہزادہ مذکور بر طبق عادت معہود کہ مواصلت خفیہ لذت بسیار میدہد ہموارہ بوقت شب از قلعہ محمد نگر بخانۂ طوایف مذکورہ در موضع چچلم کہ آبادی بلدہ حیدرآباد بر زمین ہموں موضع واقع است آمد و شدمی داشت۔ روزے موسم باراں موافق معمول خود بوقت شب قصد نمودہ چوں بر سر دریائے موسی رسید دید کہ طغیانی آب از حد زیادہ است کہ فیل نہ دستی کوہ پیکر نمی تواند قدم اندرونش گذارد فوراً

درجذبۂ عشق و محبت اسپ سواری خود را بے اندیشہ در تلاطم تموج آب انداخت و بنزور حفظ حقیقی بسلامت برآمد۔" (صفحات ۱۴ و ۱۵)۔

یہ واقعہ حیدرآباد میں زبان زد خاص و عام ہے اور راقم الحروف نے اس تاریخی واقعہ کو افسانے کی شکل میں پیش کر کے "چچلم کی رقاصہ" کے عنوان کے تحت کتاب سیر گولکنڈہ میں شامل کیا ہے۔[1]

گلزار آصفی سے تقریباً پچاس سال قبل حیدرآباد میں ایک اور تاریخ حدیقۃ العالم لکھی گئی تھی اس میں بھی بھاگ متی کا ذکر موجود ہے کہ:۔

"بادشاہ در آں ایام بزمانہ بھاگ متی نام تعلق خاطر داشت۔ چنانچہ ہزار سوار ملازم او گردانید تا ہمچو امرائے کبار بدربار آمد و شد می نمودہ باشد۔ لہذا نخست آں شہر حیدرآباد را بہ بھاگ نگر موسوم ساخت و منتظر سریر سلطنت خود گردانید۔ و بعد چندے کہ بھاگ متی ازیں جہاں درگذشت تنبہ شدہ تبدیل آں نام بحیدرآباد نمود۔" (صفحہ ۲۱۵)

ان شہادتوں کے مقابلے میں ماہ نامہ کی یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدرآباد کا نام اپنی ماں بھاگیہ رتی کے نام پر بھاگ نگر رکھا تھا۔ کیونکہ ماہ نامے سے تقریباً دو سو سال قبل فرشتہ نے اور پھر ماہ نامہ کی کم و بیش معاصر تاریخوں (حدیقۃ العالم، تاریخ قطب شاہی زفاو رخاں) اور گلزار آصفی میں بھی بھاگ متی محبوبۂ محمد قلی کے نام پر اس شہر کا موسوم ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ اس محبوبہ بھاگ متی کے علاوہ محمد قلی کی ماں کے نام بھاگیہ رتی میں بھی لفظ بھاگ شامل ہو۔

[1] بھاگ متی کا ذکر مولوی سید علی اصغر صاحب۔ بلگرامی نے بھی اپنی کتاب مآثر دکن صفحات ۲، ۵، ۹ اور ۱۰۶ پر کیا ہے

غرض اس طرح دو ناموں کے لحاظ سے اس شہر کا نام بھاگ نگر کہہ دیا گیا ہوگا اگرچہ یہ بات یقینی نہیں ہے کہ محمد قلی کی ماں کا نام بھاگیہ رتی تھا بھی یا نہیں۔

بہر حال موجودہ معلومات کی بنا پر اتنا یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ محمد قلی عنفوان شباب ہی میں (یعنی ۱۴ سال کی عمر میں) بھاگ متی پر عاشق ہوا اور اس کی خاطر طغیانی رود موسی میں اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ جب اس خطرناک جرأت کی خبر اس کے باپ ابراہیم قطب شاہ کو ہوئی تو اس نے ندی پر پل بنوا دیا۔ اس کے کچھ دن بعد ہی ابراہیم کا انتقال ہو گیا اور محمد قلی نے تخت نشین ہوتے ہی اپنی محبوبہ کے اعزاز و اکرام میں اضافہ کی خاطر ہزار سوار اس کے یہاں متعین کر دیئے جو ہر وقت اس کے جلوس میں رہتے اور وہ اسی شان و شوکت کے ساتھ موضع چچلم سے گولکنڈہ آیا کرتی تھی اور خود محمد قلی بھی اس کے یہاں جایا کرتا۔ اسی اثناء میں اس نے اپنی محبوبہ کے گاؤں کو ایک عظیم الشان شہر میں تبدیل کرنے کی ٹھانی اور جب یہ شہر بن گیا تو اسی کے نام پر اس کا نام بھاگ نگر رکھا۔

حیدرآباد میں خود دولت خانۂ عالی اور دیگر محلات کے بن جانے کے ساتھ ہی محمد قلی نے بھاگ متی کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ اور شادی کے بعد مشتری اور بعد کو حیدر محل کا خطاب دیا۔ اور اس کے لئے ایک خاص محل بھی بنوا دیا جس کا نام حیدر محل یا حیدر منڈوہ رکھا گیا۔ پھر اس خطاب کی مناسبت سے بھاگ نگر کا نام بھی حیدرآباد میں تبدیل کر دیا گیا۔ بعض مورخین کا یہ خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ محمد قلی نے بھاگ متی کے انتقال کے بعد پشیمان ہو کر

شہر کا نام بدل دیا۔ کیونکہ اس نے خود اپنی نظموں میں اپنی محبوبہ حیدر محل کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ خطاب بھاگ متی ہی کو دیا جا سکتا تھا جو آخر وقت تک جملہ مورخین کے قول کے مطابق اس کی چہیتی محبوبہ تھی۔ اتنا ضرور ہے کہ حیدر محل کا خطاب دینے کے بعد محمد قلی نے اس امر کی کوشش کی تھی کہ بھاگ متی اور بھاگ نگر کا نام لوگوں کے ذہن سے محو ہو جائے اور حیدر محل اور حیدر آباد رائج ہو جائیں چنانچہ جب وجہی نے بھاگ متی سے عشق عاشقی کا قصہ لکھا تو اس میں بھی اس نام کو چھپائے رکھا اور خود محمد قلی نے بھی اپنے کلیات میں اس نام کے بجائے جگہ جگہ حیدر محل کا نام لکھا ہے۔ ورنہ لازمی تھا کہ جب وجہی مشتری کے سامنے محمد قلی کی معشوقاؤں کا تذکرہ کراتا ہے تو بھاگ متی کا بھی ضرور ذکر کرتا لیکن اس نے تو خود بھاگ متی ہی کو مشتری کے نام سے ظاہر کیا ہے۔ اور اس مشتری یا بھاگ متی کے متعلق محمد قلی نے اپنے کلیات میں دو نظمیں اور مختلف جگہوں پر اشعار لکھے ہیں۔

یہ نظمیں کلیات کے صفحہ ۲۶۲ تا ۲۶۴ پر درج ہیں۔ ایک نظم میں وہ مشتری کو اپنی آنکھ کی پتلی کہتا ہے اور اس کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے کہ:۔۔

سب کو تیرے جوبن سے عشق ہے۔ تیرے ہونٹ کوثر کا پیالہ پلاتے ہیں، ان پر محبت کا نشان ہے اور ان کے چومنے سے نبات شرماجاتی ہے ہوشیار سے ہوشیار عورتوں میں تو ہوشیار ہے اسی لئے میں تجھے مناکر اپنے دل میں بٹھاتا ہوں وغیرہ"

ایک دوسری نظم میں وہ کہتا ہے:۔۔

اے قطب شاہ تو اپنے معشوق کی سلامتی کے لئے دعا کر کیونکہ اس کے جینے سے

تمام دنیا پر تیری فرمانروائی ہے۔ زندگی اسی کا نام ہے کہ جسم میں دل ہو۔ اور ہمارا دل
ہمارا معشوق ہے جس میں عشق کی مستی ہے جس کی وجہ سے وہ ہمارے دل میں مرصع سے جگہ
پائے ہوئے ہے جہاں اس کا نور سورج کی شعاعوں سے زیادہ خوشنما اور روشن ہے۔ زحل نے
بہت سے دشمنوں کے طالعوں کو مٹا دیا ہے اور مشتری کے طالع کی وجہ سے ہمارے طالع کو
بقا حاصل ہے۔ اس لئے اے خدا قطب شاہ کے اس تارے کو اپنی عنایت سے سرافراز رکھ۔"

ان نظموں کے علاوہ محمد قلی نے مختلف جگہوں پر حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے کہ :-

اے قطب شاہ تو شادی و خوشی کر کہ تیرا رشتہ اس کے رشتہ سے بندھا ہوا ہے اور
مشتری تیرے لیے باعث برکت ثابت ہو رہی ہے۔

تو ثانی سلیمان ہے اور فتح و فیروزی تیرے ہی لئے ہے۔ اور تو نے اپنا منظور نظر بنا کر
مشتری کو بھی شرف یاب کر دیا۔

اس کے شعر ہیں ؎

شادی و خوشی کر کہ اے مشتری نیم راس — رشتہ ترا اس رشتہ سوں ہے بند معانی
مشتری پایا شرف تیری نظر منظور تجے — توں سلیمان ثانی و تجے برج فیروزی و فتح

بعض شعروں میں وہ مشتری کو اپنی بزم میں رقص کناں ظاہر کرتا ہے جس سے یقین
ہو جاتا ہے کہ یہ بھاگ متی ہی کا پہلا خطاب تھا۔

ع کرے مشتری رقص مجہ بزم میں نت — ع زہرہ و مشتری سوں پاتر نبھار چاؤ
ندی روما ولی موتیاں کی آرتی بھر کر — سو زہرہ مشتری کے ہت پلا ڈ لا لے آج

اسی طرح حیدر محل یا حیدر پیاری کے متعلق بھی اس کے کلیات میں تین نظمیں اور مختلف

اشعار دستیاب ہوتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حیدر محل فن موسیقی کی ماہر تھی اور محمد قلی کی خاص معشوقہ۔ وہ ایک نظم میں کہتا ہے کہ :۔

حیدر محل محبت سے نبات گھولتی اور روز بروز عیش و عشرت کے ساتھ عشق کے طبل بجاتی ہے۔ اس کے سرو جیسے قد پر نورتن کا جلوہ نظر آتا ہے اور سب معشوقائیں اس کو دیکھ کر شرماتی ہیں۔ وہ اپنی پیشانی پر عشق کا ٹیکا (قشقہ) لگاتی ہے اور چاروں طرف نورتن کے تار بجتے ہیں وہ عشق کی چادر اوڑھ کر بیر بہوٹی کی طرح سرخ نظر آتی ہے۔ اے قطب شہ تو شکر کر کہ حیدر کی غلامی کی وجہ سے نبی کو یہ نعمتیں ملی جس کی وجہ سے تیرے سر پر تاج سجا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۵۰)

ایک دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

نبی کے صدقے میں حیدر پیاری ملی ہے جس نے اپنے مختلف انداز سے میرے دل کو اپنے دل سے باندھ لیا ہے۔ وہ عشق کے پراسرار راگ گاتی ہے، اس کے بال میں کنول کی تازگی اور آفتاب کی چمک ہے وہ اپنی بھوؤں میں کاجل لگاتی ہے۔ جسم میں نارنجی رنگ کی تنگ چولی پہنتی ہے۔ اور آنکھوں کے خط سرمہ کے ذریعے سے میرے دل پر حملہ کرتی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۵۰)

ایک دوسری نظم میں جو نامکمل دستیاب ہوئی ہے لکھا ہے کہ :۔

حیدر محل محبت و عشق کا جلوہ گائے اور یزدانی نغمہ بجائے۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں جوے کے لئے کنگن پہن رکھا ہے، وہ اپنی آنکھوں کی پتلیوں کو تیلیوں کی طرح نچائے وغیرہ (دیکھو صفحہ ۲۵۰)

محمد قلی نے اس حیدر محل یا حیدر پیاری کے لئے ایک محل بھی بنا دیا تھا جس کا نام حیدر محل یا حیدر منڈوہ رکھا تھا اس کا ذکر آیندہ کیا جائے گا۔ اس نظم میں لکھتا ہے :۔

حیدر محل میں حیدر پیاری کا جلوہ گاؤ اور اس خوشی میں زمین آسمان اور عرش پر فتح و نصرت کے طبل بجاؤ۔ اے ساقی سیم ساق میری بزم میں صراحی لے آ۔ اور پیالے کی

روشنی میں مجھے اپنے سائیں کی صورت دکھا۔ (یہ قاعدہ ہے کہ جلوہ کے وقت
آئینہ میں دولھا کو دلہن کی صورت دکھاتے ہیں)۔ ورسورج کے طبق سے لے کر نقل و
شراب اپنے رخساروں میں رکھ لو اور پیاری کی محبت کے ہار پیارے کے گلے میں ڈالو۔
اس نیک ساعت میں سینوں پر پستانیں زیب دیتی ہیں۔ دودھ اور مصری سے
آبحیات کے ان گھڑوں کو بھر دو۔

اس جلوے کے وقت بادشاہ اتنا اچھا نظر آتا ہے کہ پدمنیاں اور چتنیاں
سب شاہ کے روپ کی دیوانی ہوگئی ہیں۔ اے سکھیو ان کے ہاتھ سے قول کا بیڑا اٹھا کر
شہ کو کھلاؤ۔ نبیؐ کے صدقے میں آج قطب شاہ کو جلوے میں بیٹھنا نصیب ہوا ہے
اس لئے حوروں اور پریوں کو چاہئے کہ شہ پر سے خود کو واریں۔" (صفحہ ۲۱۷)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظم حیدر محل کے ساتھ شادی کرنے کی تقریب میں لکھی گئی ہے۔ اور
بھاگ متی کو نکاح کے وقت ہی حیدر محل کا خطاب دیا گیا تھا۔ اور بعد کو اسی کے خطاب
کے لحاظ سے بھاگ نگر کا نام حیدرآباد میں تبدیل کر دیا گیا۔

بھاگ متی نے محمد قلی کی زندگی میں ۱۰۲۰ھ سے قبل چالیس بیالیس سال ہی کی
عمر میں وفات پائی۔ کیونکہ تاریخ فرشتہ اور قطب مشتری دونوں کی تصنیف کے وقت اس کا
انتقال ہو چکا تھا۔ اس کے زمانۂ وفات کا یہ اندازہ اس وجہ سے صحیح نکلتا ہے کہ

بعض مورخوں نے شہر کے نام کی تبدیلی کو بھاگ متی کی وفات سے لازم و ملزوم قرار دے کر بتایا ہے کہ تعمیر کے سترہ سال بعد اس کا نام حیدرآباد رکھا گیا۔[1] گویا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ۱۰۱۶ھ کے لگ بھگ گولکنڈہ کی یہ مشہور مہ جبیں اپنے عاشق جانباز کو داغ مفارقت دے گئی۔

---

[1] تاریخ قطب شاہی مولفہ قادر خاں بیدری ۱۲۴۹ھ میں لکھا ہے:۔

"بعد ہفدہ سال بہ حیدرآباد موسوم گردید" (صفحہ ۱۶)

(۱۰)

مذہبی میلان اور مخالفتیں

کلام کے مطالعہ سے محمد قلی قطب شاہ کے مذہبی شغف اور دینداری کے متعلق جو تفصیلی معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ نہایت بیش بہا اور مفید ہیں۔ نہ صرف اس لئے کہ اُس نے مذہبی معاملات میں ایک اجتہادی شان پیدا کر لی تھی بلکہ اسکے معتقدات کی پختگی اور اہل بیت نبیؐ و ائمہ معصومینؑ کے ساتھ دلی اور مستحکم ارادت کی وجہ سے اس کو بعض دفعہ مشکلات اور بغاوتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ اور یہ وہ واقعات ہیں جن کے متعلق تاریخوں سے زیادہ علم حاصل نہیں ہوتا۔ محمد قلی کی امن و امان اور عیش و عشرت کی زندگی میں اگر کہیں کوئی خلل نظر آتا ہے تو وہ انہی مذہبی اعتقادات کے اختلاف کا اندیشہ ہے جو کبھی کبھی اس کو سخت پریشان کر دیا کرتا تھا۔ لیکن اس میں اُس نے ہمیشہ کامیابی حاصل کی۔ اور ہر کامیابی کے وقت وہ خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ وہ ہر موقع پر فتح و نصرت کی طویل اور بلند آہنگ نظمیں لکھتا اور اپنے ہم شہریوں کو مبارکباد اور مخالفوں کو بددعا یا

دشنام دیتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیجاپور یا احمدنگر سے مقابلہ کرتے وقت اس کو اتنی تشویش اور فکر نہ ہوتی تھی جتنی اپنے عقاید کے خلاف آواز بلند کرنیوالوں اور بغاوت کی دھمکی دینے والوں سے ہوتی تھی۔ محمد قلی اپنی اس فکر و تشویش میں حق بجانب بھی تھا کیونکہ ہمسایہ سلطنتوں کے ساتھ جب اس کو مقابلہ کرنا پڑتا تو یہ اس کی ذات کا کوئی سوال نہ ہوتا۔ ایسی صورت میں فتح و شکست کا اثر سلطنت پر پڑتا اور شکست کے موقع پر زیادہ سے زیادہ اس کا ایک قطعۂ ملک غنیم کے قبضہ میں چلا جاتا۔ لیکن جب خود اس کی رعایا کا ایک حصہ مذہبی اختلاف کی بنا پر اس کے خلاف ہو جاتا اور اس کے بھائیوں میں سے کسی کو تخت نشین کرنے کی سازش کرتا تو خود اس کی بادشاہت بلکہ زندگی خطرے میں پڑ جاتی تھی۔

تاریخ کے مطالعہ سے ہم کو صرف اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اس کے خلاف دو وقت خاص اہتمام کے ساتھ علمِ بغاوت بلند کیا گیا۔ لیکن نہ معلوم ایسی اور کتنی دفعہ ناکام کوششیں کی گئیں جو تاریخ میں درج ہونے کے قابل نہ تھیں۔ جن دو باغیانہ کوششوں کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے اُن میں سے ایک وہ ہے جو سنہ۱۰۰۰ھ میں اس کے بڑے بھائی عبدالقادر عرف شاہ صاحب کے نام سے کی گئی۔ اور غالباً دعویٰ کیا گیا کہ بڑا بھائی زندہ ہوتے ہوئے چھوٹے کو

تخت نشین کرنا انصاف کے خلاف ہے اور دوسری باغیانہ سازش محمد قلی کے حقیقی بھائی خدا بندہ کی بغاوت[1] ہے جو سنہ ۱۰۰۱ھ کا واقعہ ہے۔ ان دونوں بغاوتوں کے تفصیلی حالات تاریخوں میں درج نہیں۔ اتنا ضرور معلوم ہے کہ بیرکے مشائخین اور گولکنڈہ کے بعض عمایدین نے محمد قلی قطب شاہ کے مقابلہ میں ایک دعویدار سلطنت کو کھڑا کر دیا جو سمجھا جاتا تھا کہ اُس کا بڑا بھائی عبدالقادر عرف شاہ صاحب تھا جو اپنے باپ کی زندگی میں سنہ ۹۷۴ھ میں مورد عتاب ہوا تھا اور باغیانہ مقابلہ میں جان بچا کر فرار ہو گیا تھا۔ قطب شاہی تاریخیں لکھتی ہیں کہ وہ لڑائی ہی میں مارا گیا۔ لیکن محمد قلی کی اُس دلی تشویش سے جو کلیات کے بعض اشعار سے ظاہر ہوتی ہے شبہ ہوتا ہے کہ شاید محمد قلی بھی اپنے اس رقیب کو زندہ ہی سمجھتا تھا اور اس لئے اُسے ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا۔ اور یہ خطرہ اس وجہ سے اہمیت رکھتا تھا کہ شاید وہ ڈرتا رہتا تھا کہ کہیں دکن کے طاقتور سنی امرا اس کے شیعہ ہونے کی وجہ سے اس کے خلاف متحد کوشش نہ کریں۔ جس طرح اس سے قبل یوسف عادل شاہ کے خلاف کی گئی تھی۔ چنانچہ جس خطرہ کو وہ محسوس کرتا تھا وہ واقعہ بن کر اس کے سامنے پیش بھی ہوا۔ یعنی جب اُس کے بڑے بھائی شاہ عبدالقادر کے نام سے

[1] اس بغاوت میں شاہ راجو صاحب اور اُن کے اکثر معتقدین مثلاً عبدالکریم حوالدار، انور خاں، فتح الملک حوالدار، داؤد حسن علی وغیرہ نے حصہ لیا۔ لیکن محمد قلی نے جملہ اہل سازش کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ شاہ راجو صاحب تو ہاتھ نہ آسکے لیکن خدا بندہ معہ زن و فرزند اسیر ہو کر تمام فوائد دنیوی سے محروم ہو گیا۔

علم بغاوت بلند کیا گیا تو ملک و بیرون ملک کے اکثر امرا و عمائدین و مشائخین کو اس نے دعویدار سلطنت سے ہمدردی پیدا ہو گئی۔ یہ سمجھ میں نہ آیا کہ سنی امرا و مشائخین مثلاً خداوند خاں حبشی، خیرات خاں پسر دلاور خاں، اور شاہ نعمت اللہ کے اہل خاندان محمد قلی سے کیوں ناراض ہو گئے تھے۔ تاریخ سے اس بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں البتہ کلیات محمد قلی سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی شیعیت پر بہت زور دیتا تھا اور ساتھ ہی بعض جگہ سنیوں کو خارجی کے نام سے یاد کر کے برا بھلا بھی کہتا تھا[1]۔ لیکن یہ سب و شتم ان کی بغاوت کی وجہ سے ظہور پذیر ہوا ہو گا۔ سنیوں کی مخالفت کے آغاز کی جو وجہ سمجھ میں آسکتی ہے وہ یہی ہے کہ محمد قلی تخت نشین ہونے کے ساتھ ہی اپنی شیعیت پر فخر و مباہات کرنے کے ساتھ شیعہ عقاید کی ترویج و اشاعت پر زور دینے لگا ہو گا۔ اور یہ چیز گولکنڈہ کے لئے نئی تھی۔ کیونکہ محمد قلی سے قبل کے حکمران ابراہیم قلی، جمشید قلی، اور سلطان قلی، تینوں میں سے کسی نے اس امر پر زور نہیں دیا تھا[2]۔ اور خاص کر

---

[1] اس بارے میں دیکھو حصۂ قصائد اور خاصکر قصیدۂ میلاد نبی صفحہ ۱۱ تا ۱۳ اور قصیدہ بسنت صفحہ ۳۶۔

[2] قطب شاہی تاریخوں میں جہاں یوم عزا کا ذکر ہے ماہ محرم کے جملہ رسوم و لوازم کے آغاز کا سہرا سلطان محمد قلی ہی کے سر باندھا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیقۃ السلاطین میں ذکر ماتم و تعزیہ داشتن کے سلسلہ میں "خصوصاً از زمان خاقان جنت بارگاہ محمد قلی قطب شاہ طاب ثراہ" لکھا ہے۔

ابراہیم قلی نے تو ایک ایسی بین قومی فضا پیدا کر دی تھی کہ کسی کو شکایت کی گنجائش ہی باقی نہ رہی تھی۔ اس دیرینہ خاموش فضا کو شاید محمد قلی کے مذہبی جوش نے متحرک کر دیا تھا جس کی وجہ سے سوئے ہوئے فتنے جاگ اُٹھے۔

شبہ ہوتا ہے کہ محمد قلی بھی بچپن سے شیعہ عقائد کا پیرو نہیں تھا۔ اور جیسا کہ ہم نے ابھی کہا کہ اس کے باپ ابراہیم قلی کو کسی خاص عقیدے سے دلچسپی ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ چونکہ اس نے محض اپنی ذاتی مقبولیت اور ہندو اور مسلمان دوستوں کی مدد کے بادشاہت حاصل کی تھی اسلئے وہ عمر بھر وسیع المشرب رہا۔ سنیوں، شیعوں اور ہندوؤں سب کو برابر کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اور اس کی بیگمات میں بھی ہر مذہب کی عورتیں شامل تھیں۔ چنانچہ ماہ نامہ کی روایت کے مطابق محمد قلی کی ماں بھاگ رتی ایک ہندو عورت تھی۔ اسی طرح شاہ عبدالقادر کی ماں گلبرگہ کی مشائخ زادی تھی۔ یہ ابراہیم کی وسیع المشربی ہی کا ثبوت ہے کہ اس نے اپنے ایک لڑکے کا نام عبدالقادر رکھا اور اپنی لڑکیاں سنی عمائدین اور مشائخین مثلاً حسین شاہ ولی، شاہ قطب الدین وغیرہ کو بیاہ دیں۔ ان حالات کے پیش نظر یہ امر ممکن ہے کہ محمد قلی بھی بچپن میں شیعہ عقیدہ نہ رکھتا ہو اور اس شبہ میں اس وجہ سے بھی تقویت پیدا ہوتی ہے کہ اُس نے اپنے کلام میں بعض ایسے شعر چھوڑے ہیں جو اس قیاس کو یقین کی طرف مائل کرتے ہیں

وہ عیدِ مولودِ علیؓ سے متعلق ایک نظم میں حضرت علیؓ کی ولادت اور اس کی خصوصیتوں کے ذکر کے سلسلہ میں صاف صاف لکھتا ہے:—

میں نے اپنا دین چھوڑ کر اس دین کا راستہ پکڑا ہے ورنہ میں اب تک ایک ہندو ہوتا۔ چونکہ میں نے آپ (حضرت علیؓ) سے میل پیدا کر لیا ہے اس لئے خوشی و خرمی کی طرف میلان ہے۔ (پھر رقیبوں سے کہتا ہے کہ) اے رقیبو تم اپنی برائی اپنی حد تک ہی رکھو کیونکہ خدا نے قطب شاہ کو نیک خصلت عطا کر دی ہے۔ اس کے شعر ہیں ؎

تولد ہوئے آج کے دن امامؑ　　دیسے جیوں نوا چندا بروئے فرخ

میں اپ دین چھوڑ پکڑیا اس دین کا مارگ　　نیا تے اجھوں ہو کو ہندوئے فرخ

ہمن میل باندے تمن میل سیتی　　اسی تھے ہمن میل ہے سوئے فرخ

رقیباں برائی تمن تم اچھونت　　دیا حق معانی کے تئیں خوئے فرخ

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ:—

اے قطب شاہ تجھ پر ہزاروں رحمتیں ہوں کہ تو نے حیدر کرارؓ کا دامن پکڑا ہے اور اس وجہ سے تجھے دونوں عالم میں سرفرازی ہے۔

ہزاراں رحمت ہے تجھ پر جو حیدر کا دھریا دامن　　قطب شہ دو جگت میں سروری ہے تجھ وہ سرور تھے
تجھے اُس

ایک اور شعر میں لکھتا ہے کہ :—

قطب شاہ نے علیؑ کا دامن پکڑ لیا ہے کیونکہ وہ ہر جگہ کے ہیبت اور
چھڑانے والے ہیں ؎

نبی صدقے قطب شہ نے علیؑ کا پکڑیا ہے دامن — کہ او منجکوں چھڑاون ہار ہو سب ٹھار رہبر ہے

ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ :—

میں ایک جان اور ایک دل کے ساتھ حیدر پر ایمان لایا ہوں

یک من یک جیت سوں دل ہور جیو میرا — حیدرؑ سوں صدق لایا صلوات بر محمدؐ

بارہ امام پنجتن کا جھرجم ہما ہو — منج سیس چھاؤں چھایا صلوات بر محمدؐ

اور ایک جگہ اس نے جو ذکر کیا ہے کہ اگر میں اس راستہ پر نہ پڑتا تو اب تک ہندو ہوتا اس سے یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ وہ پہلے ہندو تھا۔ ممکن ہے کہ ہندو ماں کے بطن سے ہونے کی وجہ سے وہ ایسا کہتا ہو یا شاید سنی ہونے کو وہ ہندو ہونے کے برابر سمجھتا ہو۔[1] اکثر شعروں میں اس نے خود کو ابتدا سے مسلمان ظاہر کیا ہے۔ عید غدیر کی ایک نظم میں وہ کہتا ہے کہ :—

اگرچہ میں ازل سے مسلمان اور غلامِ مصطفےٰ ہوں یعنی میرا نام محمد قلی

[1] ایک آدھ شعر میں اس نے سنی کے ساتھ کافر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۱ قصائد)۔

یا غلامِ محمد ہے لیکن میں اب آپ کا بندہ ہو گیا ہوں اس لئے اے امیرؔ آپ میرا ہاتھ پکڑیں۔

اس کا شعر ہے ؎

از ازل تھے ہی غلامِ مصطفےٰ اقطب زماں   مج غلام کمتریں کو دست پکڑو یا امیرؔ

اس امر کا امکان ہے کہ ابتدا میں اس کو شیعہ عقائد کی نشر و اشاعت کرتا دیکھ کر سنی امراء و علماء نے اس کو اہل سنت کے عقائد کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی ہو اور اس کا میلان نہ پا کر اس کو مخالفت کا ڈر بھی بتایا ہو چنانچہ وہ عید غدیری کی نظم میں ایک جگہ کہتا ہے ؎

رکھ مجھے حضرت کے صدقے یا الٰہی امن میں   ہور رکھ ایماں درست دو جگ میں مج و منجہ نصیر

ساتھ ہی اپنے امامیہ ہونے کے اعلان، ترک مذہب نہ کرنے کی طرف اشارہ اور سنیوں کی دشمنی کا ذکر بھی کر دیتا ہے۔ اس کے چند شعر ہیں ؎

ہے محمد قطب شہ بارہ اماماں کا غلام   میں جو عاجز داس تیرا یا علی منج دستگیر

منجے پائے ہیں کھن پن کھوتے اس چاہ زنخداں میں   کریں کیوں ترک اپے مذہب ازل تھی پایا ہوں ملت

ہمن میں شیعہ کر کرتے خوارج دشمنی سب لوں   علی ابن ابی طالب ان کوں ماروہت ضرب

یہاں یہ امر واضح رہے کہ دکن میں خارجیوں کے وجود کا کبھی پتہ نہیں چلتا۔

اس لئے محمد قلی کے کلیات میں جہاں خارجی کا ذکر ہے وہاں غالباً سنی ہی مراد ہے چنانچہ بعض شعروں میں اُس نے دونوں لفظ اس طرح استعمال کئے ہیں کہ ان کے مخاطب ایک ہی سمجھے جا سکتے ہیں ۔ مثلاً ؎

سنی کافر کے تبخانے ٹوٹے ہیں اس گھڑی سب   سو معجز تجھے (سے) خوارج کوں ہے ہیبت گر پڑی کا

محمد قلی نے اپنے کلام میں بار بار اس امر پر زور دیا ہے کہ (دوسرے بھائیوں کی موجودگی میں) اس کو جو بادشاہت نصیب ہوی وہ محض شیعہ ہونے کی وجہ (سے) اُس کے اس قسم کے چند اشعار یہ ہیں ؎

پایا ہوں اماماں کی دعا تاج شہانی   مج تاج میں ہے نور الٰہی جھلکارا

حق کی نظر تھے قطبا تیرا بڑا ہے رتبا   صدقے (میرے) نبی علی ہے تج باعث ہور (اور) بانی

بارہ امام پنجتن کا مہر جسم ہوا ہو   مج سیس چھایا نو چھایا (تیرا) صلوات بر محمد

سدا بارہ اماماں میرے نگہ دار ہیں   ہوا ہوں ان کی غلامی تھی قطب راج دھیراج (میرے سر پر)

قطب شہ ہے تج غلاماں میں غلام کمترین   دیو میرا ہت (ہاتھ) پکڑ جلوا مشکل شاہاں بیتیں

اماماں (تیرے) میا ہے محمد قطب پر   نبی ہور علی کی دیا سوں (سب) سہایا

خدا قطب شہ کوں شہنشاہ کر کر   سو سارے جگت میں دوا ہی پھرایا

محمد قطب شہ کے سارے دندیاں کوں (دشمنوں کو)   سو نابود کر کر جگت تھے (سے) گنوایا

پایا ہوں ملک کوٹ ان پیارتی میں ... منج کوں ہے مدحیدر کرار معاذ

محمد بال پن تھے ہے محمدؐ کے غلاماں میں ... تو جیتا داؤ میں نپچھاں سوں سارے سنیاں سیتیں

نبی کا ناؤں ہے تیرا محمد قطب شہ ناڈر ... قصہ موسیٰ و فرعون شعیہ کن ہے رہبر کیا

نبی صدقے قطب جم کاج کرتا ہے کہ پنجتن کے ... سکل شاہاں کا سو سرتاج ہو مشہور دستا ہے
نظر آتا

نبی ہور آل کے صدقے علی کا داس ہے قطبا

تو جگ میں پایا رتبہ سو جم خاقان سکندر کا

جب نبی صدقے ہوا ہے داس قنبر کا قطب ... دو جگت میں ہیں ترکما عاقبت محمود کا

اس آخری شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شاید پہلے قنبر کا غلام نہیں تھا جب سے غلام قنبر ہوا ہے اس کی عاقبت محمود ہو گئی۔ اور اسی طرح وہ کہتا ہے کہ جو کوئی عید میلاد علیؑ کرتا ہے اس کے طالع مسعود ہیں ع جن کرے یہ عید ہے وہ طالع مسعود کا

ایک اور شعر ہے ؎

صدقے نبی کے قطب شہ جم جم کرو مولود تم ... حیدرؑ کی برکت تھے مدا سب جگ اُپر فرماں کرو

غرض نہ صرف حکومت کو بلکہ زندگی اور دولت اور عروج ہر چیز کو وہ حضرت علیؑ اور پنجتن اور بارہ اماموں پر عقیدت رکھنے اور ان کی نظر عنایت کا ثمرہ سمجھتا ہے ؎

دعائے اماماں تھے منج راج قایم ... خدا زندگانی کا پانی پلایا

حسینی علم (گولکنڈہ)

سب سے پہلا علم جس پر محمدؐ قلی قطب شاہ کا نام اور تاریخ درج ہے

قطب شہ کوں مبارک کر دیا موں پنجتن دائم حیات ہور بخت دولت سو خوبی سے بلاتے ہیں

آخر میں ایک شعر اور درج کر دیا جاتا ہے جس میں وہ شیعیت کو جو اں کرنے کی طرف ایک اور دفعہ اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ :-

اسی وجہ سے میری عیش کی انگوٹھی میں چاند اور سورج کو نگینہ کی طرح جڑ دیا گیا ہے ؎

قطب پنجتن کی غلامی قبولیا تو انگشتری میں چند سور ہائے

محمد قلی نے اپنے شیعہ عقائد کی تبلیغ ۱۰۰۰ھ میں عمل کی جب کہ اس نے گولکنڈہ میں پہلی دفعہ دوازدہ ائمہ معصومین کے نام کا علم استاد کیا یہ شاندار تاریخی علم آج تک موجود اور حسینی علم کے نام سے مشہور ہے اور ہر سال محرم میں گولکنڈہ ولے قدیم عاشورخانہ میں استاد کیا جاتا ہے اس علم پر و بشر المومنین نصر من اللہ فتح قریب کے نیچے غلام علی محمد قلی قطب شاہ اور سنہ الف منقوش ہے ۔ اور اس درمیانی طغرے کے اطراف پندرہ تختیوں میں پنجتن اور دوازدہ ائمہ کے اسماء منقوش ہیں ۔

شیعہ عقاید کے قبول لنے یا ان پر زور دینے کی وجہ سے اسکو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان میں سب سے اہم اس کے مخالفوں کی لگائی ہوئی آگ کو بجھانا اور

اپنے رقیبانِ سلطنت کے فتنہ کو کچل دینا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے دیوان کو اسی واقعہ کے اظہار سے شروع کرتا ہے۔ پہلی ہی غزل اس کی ان سیاسی پریشانیوں کا آئینہ ہے جسمیں وہ خدا سے توقع رکھتا ہے کہ :—

وہی مجھے کامیاب کرے گا اور میرے مرادوں کے جاموں کو بھر دیگا خوارج کی لگائی ہوئی آگ کو اپنے قہر کے پانی سے بجھائے گا، مجھکو ابراہیم کی طرح اس آگ میں بھی سکھ اور آرام بخشے گا اور جس دل میں علیؑ اور آلِ علی کی محبت نہیں اُسے خونِ جگر پلائے گا۔ اے قطب شاہ تو زمانہ کی مخالفت کا غم نہ کھا، خدا تجھے کامیاب کرے گا اور ہر پستی میں سے تجھکو بلند کرے گا۔ اے قطب شاہ تو رقیبوں کے دکھ دینے سے غم نہ کھا خدا تیرے سارے رقیبوں کے گلے میں پھانسی ڈال دے گا۔

اسکی غزل کے چند شعر ہیں ؎

ولا منگ خدا کن کہ خدا کام دویگا	تمن من کے مراداں کے بھرے جام دویگا
خوارج کی اگن قہر کے پانی سو بوجھاگا	براہیم نمن مجکوں سکھ آرام دویگا
جے دل میں محبت علی و آل علی ناہ	اُسے خون جگر دار وئے ناکام دویگا
نہ کھا غم توں زمانے کا ترا کام خدا سوں	ہر اک پستی منے تجکوں بلند نام دویگا

رقیباں کے دکھوں سیتے قطب شہ توں کر غم　　خدا مارے رقیباں کے گلے دام دو یگا

ان دشمنوں کے خطرے کا اظہار اس نے اپنے اکثر اشعار میں کیا ہے۔ جب وہ آسمان پر نیا چاند دیکھتا ہے تو اس کو خنجر کی تشبیہہ سجھائی دیتی ہے اور اس کے دل کا خطرہ فوراً اس شعر میں ظاہر ہوتا ہے ؎

نبی صدقے قطب کے دشمناں کوں کاٹنے گھنس جوں　　نوا چند کابلی خنجر پکڑ کر رت میں آیا ہے

یعنی قطب شاہ کے دشمنوں کو گھانس کی طرح کاٹنے کے لئے نیا چاند کابلی خنجر ہاتھ میں لے کر آیا ہے۔

ایک نظم میں جناب امیرؑ سے خوارج کے اس فتنے اور بغاوت کے خلاف مدد مانگتا ہے ؎

کھا نشتراں دل رگ منے جلتے خوارج اگ منے　　منجکوں سوں دو نوں جگ منے تج بن نہیں کوئی یا علی

اپ پیا سے اپنے ابھم مجھے غم تھے سو کر بے غم مجھے　　توں ہے مدد ہر دم منجے تج بن نہیں کوئی یا علی

وہ اس قدر راسخ العقیدہ تھا کہ اسکو یقین تھا کہ دشمن اگر میرے ساتھ دشمنی پر اتر آئینگے تو حضرت علی کی تلوار ان کے گھر بار کو تباہ کر دے گی وہ کہتا ہے ؎

دشمن ار منج پر کرے گا دشمنی کی جیب نظر
مرتضیٰ کے کھرگ تھے گھر بار اس ہوگا تباہ

معلوم ہوتا ہے کہ دشمنوں پر اس نے ماہ گرما میں فتح حاصل کی تھی اور جب گرمی کے ختم پر برسات کا آغاز ہوا اور مرگ لگا تو وہ معمول کے مطابق اس سال بھی برسات کا استقبال ایک نظم سے کرتا ہے، لیکن اس دفعہ اسکو دونی خوشی تھی ایک تو آمد بہار کی اور دوسرے دشمنوں پر فتحیابی کی۔ چنانچہ وہ اس نظم میں اپنی اس خوشی کا اظہار یوں کرتا ہے کہ :-

آج پھر مرگ، سلطانی ستارہ بن کر آیا ہے۔ اور سب درخت پھر سے سرسبز ہو کر سروں پر لال تاج رکھنے لگے۔ اس موقعہ پر لعل کے چہرے پر بھی لال رنگ زیب دینے لگا کیونکہ اس رنگ سے سورج شرما کر ہر رات منہ چھپا لیتا ہے۔

اے قطب شاہ تیرے چہرہ پر بادشاہانہ کروفر جھلک رہا ہے اس وجہ سے ترکستان کے بادشاہ بھی تجھے خراج دیں تو کیا تعجب۔ تیری تلوار سے آج تیغ رستم بھی پست ہے۔ تو تمام رستموں میں شجاعت و بہادری کا چراغ نظر آتا ہے۔ تیری تلوار کی چمک بجلی ہو کر آسمان پر چمکے تو عجب نہیں۔ کیونکہ اُسکے کڑکنے کی آواز سے سب دشمنوں پر تیرا راج قائم ہے۔

اے محمد قطب شاہ تو اپنی دعاؤں سے نا امید سا ہونے لگا تھا لیکن
اب تیری دعا بامدعا ثابت ہوئی ہے اور تو محمد کی طرح اب کامیاب
حکومت کر۔

اس نظم کے چند شعر یہ ہیں ؎

مرگ سلطانی ستارہ جگ میں آیا پھر کر آج — رکھ (درخت) سکل سر سبز ہو کر سر تھے کھلے لعل تاج

لال رنگ کھلیا ہے مکھ پر لال کے لعل بدخش — تو سورج اس رنگ تھی ہرات جاوے لاج لاج

تیرے مکھ پر خسروی فر منور دیپتا — تو ہی ترکستاں کے شاہاں دیوتے تجکوں خراج

تج کھڑگ تھے تیغ رستم پست ہے عالم منے — رستماں میں تجکوں گنتے ہیں شجاعت کا سراج

وو کھڑگ جھلکا زبجلی ہو کے جھمکے کھن منے — کڑکا کڑکا اپر کڑکیا ہے سب ہی دشمن کوں براج

اے قطب شہ توں دعا تھے ہو رہیا تھا نا امید — تج دعا بامدعا ہے کر محمد نمنے (مانند) راج

اسی طرح کی ایک اور نظم میں لکھتا ہے کہ:—

اب کے بارش انند اور اطمینان سے آئی ہے کیونکہ دشمن پامال ہو چکے ہیں اور
عزیز خوشحال ہیں۔ آسمان کے کنارے یہ شفق کا رنگ نہیں ہے بلکہ دشمنوں کے مارے
جانیکی وجہ سے ان کا خون اچھل کر جا لگا ہے۔ آسمان پر یہ گرج کی آواز نہیں ہے بلکہ
ہاتھی مست ہو کر چنگھاڑ رہا ہے کہ بادشاہ کے رہے سہے دشمنوں کو بھی پامال کروں۔

انکی مدافعت کی مجھے ضرورت نہیں کیونکہ وہ خود اب ساتویں پاتال کے نیچے جا چھپے ہیں
یہ قوس قزح نہیں ہے بلکہ مجھے سلطنت دینے اور دشمنوں کو مارنے کیلئے کمان تانی
گئی ہے۔ چونکہ بادشاہ نے سب دشمنوں پر فتح پائی ہے اسلئے زہرہ خوشی سے نغمہ زن ہے
اے قطب شاہ اب تو کوئی غم نہ کر کیونکہ علیؑ اور ان کی آل ہمیشہ تیری حفاظت کرتی رہیگی
جس نظم میں یہ خیالات ظاہر کئے گئے ہیں وہ حسب ذیل ہے ؎

انداں سیتے بھی آیا مرگ سال — دنداں پامال عزیزاں ہو کے خوشحال
کنارے آسماں کے نیں شفق رنگ — دنداں مارے گئے اچھلیا رگت لال
فلک میں گڑگڑا آتا مست ہو بست — کہ شہ کے دُرجناں کو کرنے پامال
ان کے وصتے تیں کچھ نیں مجے کام — کہ آپی سب چھپے اس ہپت پاتال
کماں قوسِ قزح دینے ملک کوں — دنداں مارن کوں لا محو رہے تس بحال
ظفر شہ پائے کر سب دُرجناں پر — خوشی سوں گاوے زہرہ فتح بر مال
نبیؐ صدقے نکو کر غم توں قطبا — علیؑ ہور آل دایم تیرے رکھوال

یوں تو کلیات محمد قلی میں متعدد نظمیں اور بیسیوں شعر ایسے ملتے ہیں جنمیں
فتح و نصرت کی خوشی کے دمامے بجائے گئے ہیں لیکن یہاں انہی اشعار اور نظموں کا ذکر کیا
گیا جو اس موقع سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھتی ہیں۔

(۱۰)

بھاگ نگر یا حیدرآباد اور اُسکی زیبائش و آرائش

شہر حیدرآباد کی تعمیر و تزئین سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ایک زندہ جاوید کارنامہ ہے لیکن تعجب ہے کہ جس طرح بھاگ متی کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوتیں بھاگ نگر یا حیدرآباد کی بنا کے متعلق بھی محمد قلی کے موجودہ کلام سے بہت کم علم حاصل ہوتا ہے۔ خاص کر بھاگ نگر کا تو محمد قلی قطب شاہ نے کہیں نام[1] ہی نہیں لیا۔ البتہ ایک جگہ "شہر حیدر" کا ذکر کیا ہے گویا حیدرآباد کا۔ وہ کہتا ہے کہ قطب کے اشعار

---

[1] سلطان محمد قلی کے علاوہ قطب شاہی تاریخوں میں بھی بھاگ نگر کا نام نہیں ملتا۔ البتہ اُس دور کی دوسری تاریخوں میں حیدرآباد کو بھاگ نگر بھی لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو قطب شاہیوں نے کوشش کی کہ اس شہر کا نام حیدرآباد مشہور ہو جائے۔ لیکن بیجاپوری اور مغل تاریخوں نے اس نام کو مٹنے نہ دیا۔

بے بہا ہیں۔ کسی شہر میں ان کا مول نہ ہوگا، اس لئے اگر فروخت کی توقع ہو تو حیدرآباد میں لے آؤں ؎

رتن قطبا کے ہیں مول نہیں کس شہر میں اس لے کر آؤں جو بکھرا ہوے اس کا شہر حیدر میں

یہ شہر حیدر یا حیدرآباد سلطنت قطب شاہیہ کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے لحاظ سے دسویں صدی ہجری کے اواخر میں خود بخود آباد ہونے لگا تھا۔ کیونکہ اس سلطنت کے پایہ تخت گولکنڈہ میں مزید آبادی کی گنجائش نہ رہی تھی اور سب سے پہلے وہاں کے امرانے اس قلعہ کے اطراف و جوانب میں اپنے لئے باغ اور شبستان تعمیر کرنے شروع کر دئے تھے۔ خاص کر قلعہ کے جانبِ مشرق موسیٰ ندی کے کنارے کنارے یہ آبادی بڑھنے لگی یہاں تک کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے ۱۰۰۰ھ میں سرکاری طور پر ایک عالیشان شہر کا سنگ بنیاد رکھا۔ اگرچہ حیدرآباد جیسے وسیع شہر کی زد میں کئی قصبے اور گاؤں آگئے ہوں[1] گے لیکن جس جگہ اب چار منار واقع ہے وہاں وہ موضع چچلم واقع تھا جس میں

---

[1] شہر حیدرآباد کی وسعت اور شادابی کا اندازہ تاریخ ظفرہ کے حسب ذیل بیان سے ہو سکتا ہے:۔

کثرت خلائق و وفور بدائع مواضع و فراوانی باغ و بساتین بدرجہ انجامید کہ ساحتِ کوہ و دشت سمت تضائق پذیرفت۔ چنانچہ از دارالسلطنت حیدرآباد تا

بعض تاریخوں کے بیان اور مشہور روایتوں کے مطابق بھاگ متی رہا کرتی تھی۔

اس موقعہ پر یہ امر واضح کر دینا ضروری ہے کہ ماہ نامہ کے مصنف نے بھاگ متی کے قصہ کو غلط بتا کر یہ لکھا ہے کہ اصل میں محمد قلی قطب شاہ کی والدہ کا نام بھاگ رتی تھا اور اُس نے اسی کے نام پر شہر بھاگ نگر آباد کیا۔ اس اختلافِ روایت کا تصفیہ اُسی وقت ہو سکے گا جب چند اور قطب شاہی تاریخیں دستیاب ہوں گی اور محمد قلی کا مکمل کلام مل جائے گا۔ بحالت موجودہ اتنا تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ماں ہو یا محبوب، بھاگ رتی ہو یا بھاگ متی، محمد قلی نے اپنی محبت کی یادگار کے طور پر بھاگ نگر کو بسایا تھا۔ اُس نے سب سے پہلے شہر کے وسط میں چار منار کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہ عمارت ۱۸۹ فیٹ بلند ہے۔ اور اس کے اوپر ایک مسجد اور مسجد کے ساتھ ایک حوض بنایا گیا تھا جس میں تالاب جل پلی سے پانی پہنچایا گیا۔ اوپر کا یہ حوض اس وقت باقی نہیں ہے لیکن یہ ۱۱۸۵ھ تک موجود تھا۔ چنانچہ تاریخ ظفرہ میں لکھا ہے کہ :۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قصبہ نرکھوڑہ ابراہیم پٹن و بھونگیر و پٹن جیرو کہ در چہار جہت واقع است و مساحت بقدر دہ فرسنگ است مجموعۂ فضائے دشت و صحرا باغ و بستان شدہ و کثرت احداثِ مساجد و بقاع و سرائے دلکش و نزاہت ریاض، فردوس را غیرت افزائے سپہر اخضر گردید (ص۱۰)۔

حوضے است در غایت لطافت و صفا۔ آب نہر تا لاب جلیلی در آں ریزد" (ص۱۱)

اُس بالائی حوض کے علاوہ نیچے بھی ایک گول حوض بنایا گیا جس میں ایک بہت بڑا فوارہ پتھر میں تیار کیا گیا جس میں دو ہاتھی اور دو شرزے (جو پتھر کے تراشے گئے تھے) ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ایک دوسرے پر پانی پھینکتے تھے[۱]۔ یہ فوارہ مغل قبضہ کے بعد بت پرستی کی علامت سمجھ کر توڑ دیا گیا اور ان ہاتھیوں اور شرزوں کے شکستہ پتھر عہدِ آصفجاہ ثانی تک چارمنار کے قریب (جہاں اب پولس کا ٹھانہ ہے) پڑے ہوئے تھے۔

چارمنار کی تعمیر میں ایک روایت کی رو سے تین لاکھ اور دوسری کے مطابق دو لاکھ باون ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ **یاحافظ** سے اسکی تاریخ نکلتی ہے۔

چارمنار کے ساتھ ہی شہر میں چار بازار ترتیب دئے گئے جن میں چودہ ہزار دکانیں بنائی گئیں۔ گلزار آصفی میں لکھا ہے کہ :۔

"امر فرمود کہ دست بدست بنائے شہر مشتمل بر چہار بازار و بر سرِ ہر بازار طاق و رواق با چہار دہ ہزار دکاکین و ایوان و سائبان و دوازدہ ہزار محلہ متساوی الاضلاع باحداث در آرند" (ص۱۹)

---

[۱] گلزار آصفیہ صفحہ ۲۱۔
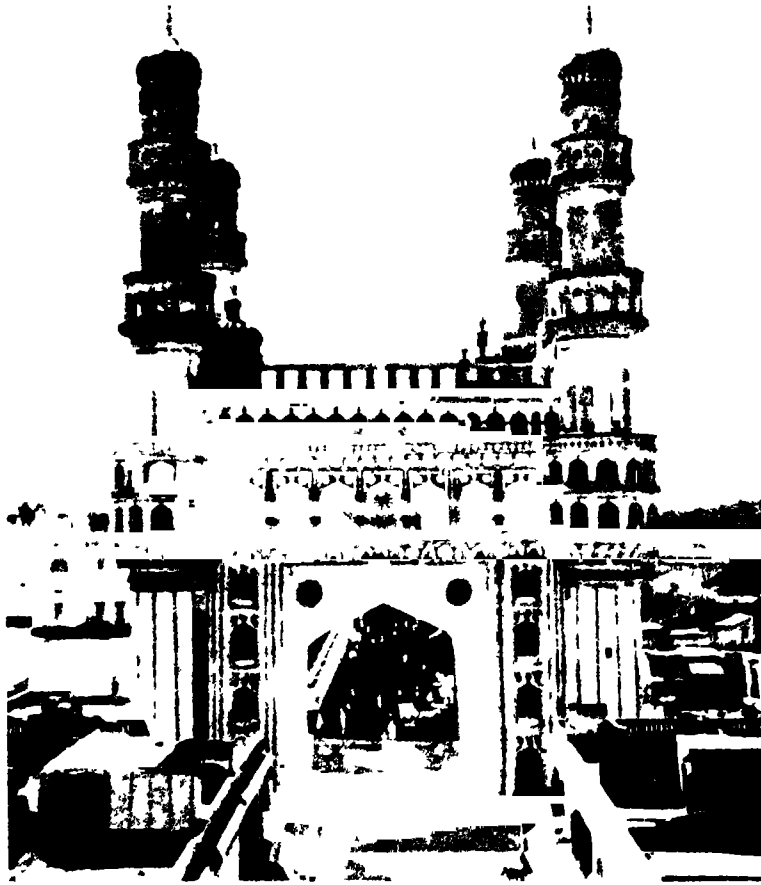
چار مینار۔ جسکو محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدرآباد کے ساتھ تعمیر کیا تھا

ایک ایسے عظیم الشان شہر کی تعمیر جس ولولہ اور بے تابانہ شوق سے ہوئی اور اس کی جلد سے جلد تکمیل و آبادی کے لئے جو کوششیں کی گئیں اس کا اندازہ خود محمد قلی کے کلام سے ہوتا ہے چنانچہ وہ ایک جگہ مناجات میں خدائے تعالٰی سے جہاں بہت سی باتوں کی التجا کرتا ہے اپنے شہر کی معموری کے لئے بھی دعا کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اپنے آباد کئے ہوئے شہر سے کتنی نسبت تھی اور وہ اسکی آبادی اور آرائش و زیبائش کے لئے کتنا بے چین تھا۔ وہ کہتا ہے کہ :-

اے خدا تو میرے شہر کو لوگوں سے اسی طرح معمور کر دے جس طرح

تو نے سمندر میں مچھلیاں بھر دی ہیں۔

بڑی اچھی مناجات لکھی ہے جس کے چند شعر ہیں ؎

مناجات میرا تو سن یا سمیع | منجے خوش توں رکھ رات دن یا سمیع
مرے دوستاں کوں تو نت دے جنت | مرے دشمناں کوں اگن یا سمیع
اباد ان کر ملک میرا سو توں | بسا سو توں دیار ان یا سمیع
سکل تخت پر میرا یوں تخت کر | انگوٹھی پہ جوں ہے نگین یا سمیع
مرا شہر لوگاں سوں معمور کر | رکھیا جوں توں دریا میں مچھلی یا سمیع
مرادات کا جم ترنگ سار قطب | اسے سارہت دے عنین یا سمیع

عید میلاد النبی کے سلسلہ میں محمد قلی نے کئی نظمیں لکھی ہیں جن میں سے ایک میں وہ بازاروں، محلوں اور قصروں کی زیبائش و آرائش کا ذکر کرتا ہے وہ کہتا ہے ؎

سنوارے جگت سب جنت جو جڑت سوں نگارے سو بازار قصراں محلاں

بازار اور محلے جس شوق سے تعمیر کئے گئے اس کا ذکر تو گذر چکا ہے اب قصروں کی تعمیر کے سلسلہ میں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ سب سے پہلے چار منار کے جانب شمال مغرب دولت خانۂ عالی بنایا گیا جس کے جلو خانہ میں چاروں طرف چار بلند کمانیں کھڑی کی گئیں اور وسط جلو خانہ میں ایک ہشت پہلو حوض، تاکہ فوجیوں اور ان کے جانوروں کو ہر وقت کافی پانی میسر آسکے۔ اس جلو خانہ کے مغرب کی طرف محلاتِ شاہی کی بنیاد رکھی گئی۔ چنانچہ اس طرف کی کمان دروازۂ دولت خانہ یا دروازۂ شیرِ علی کہلاتی تھی۔ اس کمان میں ۶۰ فیٹ بلند اور ۶ فیٹ چوڑے یشب کی طرح سیاہ و مصفا دو سنگ خارا کھڑا کرکے اور انکے اوپر ۳۶ فیٹ کا ایک اور پتھر رکھ کر بابِ عالی کی چوکھٹ بنائی گئی۔ اس چوکھٹ میں صندل، ہاتھی دانت، اور سونے کا ایک دروازہ لگایا گیا۔ اس دروازے سے اندر داخل ہوتے تو ایک وسیع فضا میں کئی قصر نظر آتے۔ یہاں جنوب کی طرف دفتر خانۂ شاہی اور مغرب کی طرف جامدار خانہ

اور کارخانہائے عامرہ وغیرہ بنائے گئے ۔ اس وسیع فضا میں جانب شمال ایک دوسرا دروازہ لگایا گیا تھا جس میں داخل ہونے کے بعد ایک اور وسیع میدان ملتا جس کے چاروں طرف لشکریوں، حوالداروں، شب نویسوں اور سلحداروں کے لئے بڑے بڑے ہال یا ایوان بنے ہوئے تھے ۔

ان سے گذرنے کے بعد چندن محل تھا جو ایک "عمارتِ رفیع و دلکشا" تھی۔ اس محل میں بھی چند سلحدار نوبت بہ نوبت جمع رہتے ۔ چندن محل کے آگے گلگن محل تھا جو نہایت وسیع تھا اور اس میں خاص ترک، عرب اور دکنی سلحدار حاضر رہتے اس کے بعد صدر صفہ تھا جس میں مقرب و معتبر ملازمانِ قدیم ہی ٹھہر سکتے تھے ۔ صدر صفہ کے بعد سجن محل تھا جو نہایت خوبصورت اور عالیشان عمارتوں پر مشتمل تھا جن میں اعیان و فضلا مقام کرتے تھے ۔ اس محل کے جانبِ مشرق تین سو فیٹ طویل ایک ہال تھا جس میں رات اور دن مطبخ شاہی سے ہر قسم کے کھانے پک کر آتے اور تقریباً دس ہزار مجلسی، سادات، علما، فضلا، اور امرا ہر روز اس شاہی دسترخوان پر کھانا کھاتے ۔

یہ تو دولت خانۂ عالی کی بیرونی عمارتیں ہوئیں ۔ اصل شاہی قیام گاہ خداداد محل تھا جس کے متعلق محمد قلی کی ایک نظم دستیاب ہوئی ہے اس لئے بعد کو اس کا

ذکر کیا جائے گا۔ دولت خانۂ عالی کی عمارتوں کے علاوہ محمد قلی نے ایک داد محل بھی بنایا تھا جو انہی محلات کی پشت پر یعنی مغرب اور جنوب کی طرف بنایا گیا تھا اور قلعہ گولکنڈہ سے جو سڑک چار منار کو آتی ہے اس کی طرف اس کا رخ رکھا گیا تھا۔ حیدرآباد کے موجودہ محلہ چوک و شاہ گنج و محبوب گنج کی جگہ قطب شاہی دور میں ایک وسیع میدان تھا جس کے درمیان ایک عالیشان حوض ۱۸۰ فیٹ طویل اور ۱۲۰ فیٹ عریض بنایا گیا تھا اور اس میدان کے اطراف بازار بنائے گئے تھے۔

داد محل کا رخ اسی میدان اور بازاروں کی طرف رکھا گیا چنانچہ اُس کے وسیع ایوانوں کے دروازے اِسی طرف کھول دیئے گئے تھے تاکہ مظلوموں اور آفت رسیدوں کو بلا روک ٹوک بادشاہ کی نظروں کے سامنے پہنچنے میں سہولت ہو۔ اور وہ اعیان و اکابر و دربانانِ شاہی کے توسط کے بغیر راست سلطان محمد قلی کی بارگاہ میں پہنچکر اپنا دکھڑا بیان کر سکیں اور بادشاہ اکثر اِسی کے بیرونی جھروکے میں بیٹھا رہتا تھا۔

داد محل چار منزلہ تھا اور اس طرح بنایا گیا تھا کہ سامنے سے چار جدا جدا محل نظر آتے تھے۔

داد محل کے سامنے جو تالاب نما حوض بنایا گیا تھا اس کی تعریف میں اُس

زمانہ کے سیاح اور مورخین خاص طور پر رطب اللساں ہیں۔ چنانچہ قزوینی استرابادی اُسی زمانہ میں حیدرآباد آیا تھا اور وہ اپنی تاریخ فتوحات عادل شاہی میں نورسپور کی تعریف کے سلسلہ میں دوسرے شہروں کی عجائبات کا بھی تذکرہ کرتا ہے اور حیدرآباد کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ:۔

"دریاچہ کہ در برابر دولتمحل قرار دادہ اند بنوعے کہ فیلے از طلا ساختہ اند چنانچہ آب از خرطوم فیل مثل فوارہ لاینقطع در دریاچہ می ریزد کہ بر ہوا ساختہ اند نوعے کہ طاقہا زدہ اند کہ حوضے بدیں بزرگی راکہ زیر او خالی ست و محل مرور مردم است پرداختہ اند۔ در اں عمارات و مواضع، اکثر بکار آب را وقت بسیار بکار رفتہ" (نسخہ برٹش میوزیم ورق ۲۱۷)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حوض سطح زمین سے کافی بلندی پر بنایا گیا تھا اور اس کے نیچے بلند کمانیں بنادی گئی تھیں جن میں سے لوگ گذرتے تھے۔

یہ محل زوال سلطنت تک باقی تھا اور مغلوں کے قبضہ کے بعد توڑ دیا گیا چنانچہ لچھمی نارائن شفیق نے اپنی کتاب احوال حیدرآباد میں (جو ۱۲۱۴ھ کی تالیف ہے) جہاں اس روایت کو نقل کر دیا ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب کی نظر جب داد محل پر پڑی تو اس کی زبان سے نکلا:۔

"ایں بلند بلند چیست" ؟

نعمت خاں عالی نے عرض کیا :۔ "داد محل است"

اورنگ زیب نے کہا :۔ "آرے شداد محل است"

داد محل کے توڑنے کا بھی واقعہ ان الفاظ میں درج کیا ہے :۔

ہرگاہ داد محل را شکستند، در عرصۂ سی سال بشکست رسید ..... اکثر عمارات عمدۂ شہر تباہ شد و ہنوز تہ خانہ ہائے آں بعضے جا قایم "۔

غرض محمد قلی قطب شاہ کے بنائے ہوئے جن محلوں کا اب تک ذکر کیا گیا وہ سرکاری محل تھے۔ لیکن اُس نے کئی ایسے محل بھی بنائے تھے جو خود اس کی خانگی ضرورتوں اور ذوق کی تکمیل کی خاطر وجود میں آئے تھے۔ انہی میں "ندی محل" بھی شامل تھا جو موسیٰ ندی کے کنارے پانی کا نظارہ کرنے اور خانگی تفریح کی خاطر بنایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ "محل کوہ طور" بھی ایک خانگی محل تھا جس کا ذکر آگے آئیگا۔

افسوس ہے کہ محمد قلی قطب شاہ کے طویل قصیدے، مثنویاں اور ترجیع بند دستیاب نہ ہو سکے ورنہ اس موضوع کے تحت ہم اور کچھ لکھہ سکتے۔ کیونکہ اس نے اپنے محلوں، باغوں، اور دیگر عمارتوں پر تفصیل سے قصیدے اور مثنویاں لکھی ہیں۔ اس وقت اس کے کلام سے جو مواد ہمیں مل سکا ہے وہ صرف چھہ سات محلوں

(یعنے خداداد محل، سجن محل، اعلیٰ محل، حیدر محل، نَحل کوہ طور، قطب مندر، اور حناں محل) اور ایک باغِ محمد شاہی کی تعمیر و آرایش سے متعلق ہے۔ لیکن ان میں بھی صرف تین کے متعلق اُس نے تفصیل سے لکھا ہے اور باقی کی نسبت بہت ہی کم لکھا ہے۔ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ سجن محل، اعلیٰ محل، حیدر محل، حناں محل اور قطب مندر پانچوں اسکی رہائش گاہیں تھیں۔ اور غالباً ان میں سے اکثر (سوائے قطب مندر کے) ایک ایک بیگم کے لئے مخصوص تھے۔ البتہ قطب مندر ایک ایسا مقام تھا جہاں خود بادشاہ رہتا تھا اور جہاں بڑی بڑی محفلیں اور تقریبیں انجام پاتی تھیں۔ لیکن یہ محفلیں اور بزم آرائیاں بھی زنانہ ہوا کرتی تھیں۔ مردوں کی محفلوں اور دربار آرائی کیلئے جو مقام مقرر تھے وہ دوسرے ہی تھے جن کا ذکر گذر چکا ہے اور جن پر کوئی نظم افسوس ہے اس وقت تک دستیاب نہ ہو سکی۔

خداداد محل اور محل کوہ طور کی زیبائش و آرائش کے بارے میں محمد قلی کے کلام سے نہایت مستند اور مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ باغِ محمد شاہی پر جو قصیدہ محمد قلی نے لکھا تھا وہ بھی نامکمل دستیاب ہوا ہے۔ اسی طرح اور باغوں اور محلوں پر بھی اُس نے لکھا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کا مکمل کلیات کتب خانہ آصفیہ میں اس وقت موجود نہیں ہے۔

خداداد محل محمد قلی کے کلام میں سب سے پہلے نظم خداداد محل قابل ذکر ہے۔ یہ حیدرآباد کا سب سے بڑا اور عظیم الشان آٹھ منزلہ محل تھا۔ اس محل کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں:—

معماران نادرہ کار متصل بہ عمارت "داد محل" طرح منزل عالی افگندہ در اندک زمانے سقف عالیش از ایوان کیوان گذرانیدہ بذروۂ لامکاں رسانیدند۔ از زیر تا بالا ہفت طبقہ...... مشتمل بر قصرہائے مقرنس و غرفہائے عالی حسن زینت پذیرفت مجموع ایں طبقات بہ "خداداد محل" موسوم گردید۔ .... ہریک ازیں طبقات را بایں وجہ موسوم ساختند طبقہ ہفتم کہ پہلو از عرش می زد بخطاب الٰہی محل مشرف گردید۔ طبقۂ ششم بہ لقب محمدی محل ..... طبقہ پنجم بہ حیدر محل...... طبقات چہارم و سیوم...... یعنے حسنی محل و حسینی محل..... طبقہ دوم جعفری محل و طبقۂ اول موسوی محل نامزد شد۔ چوں ایں قصر عالی اتمام یافت شاہ کامگار با دل شاد جشن شاہانہ آراستہ ارکان دولت و خاص و عام سلطنت را از احسان و انعام سرفراز گردانید۔ در آں مجلس میرک معین سبزواری حاجب نظام شاہ کہ در سخنوری دست رسا داشت تاریخ تازہ بعرض رسانیدہ صلۂ گراں مایہ

یافت۔ رباعی تاریخ ؎

این قصر کہ ہست رشک فرمائے بہشت — ایام بآب زندگانیش سرشت

تاریخ مرتب شدنش کلک قضا — برلوح بقا بنائے جاں بخش نوشت

(تاریخ ظفرہ ص۶)

مشہور قطب شاہی تاریخ حدیقۃ السلاطین میں لکھا ہے کہ :۔

"قصر ہائے الٰہی محل و محمدی محل وحید محل و نوابع و لواحق آں کہ بہشت طبقہ خاقان جنت مکان سلطان محمد قلی قطب شاہ ساختہ بودند وچند لک ہون خرچ آں شدہ بود و مثل آں قصر ہا برروے زمیں بنا نہ شدہ۔" (مطبوعہ ص۲۲)

اس عجیب و غریب محل کے متعلق خود اس کے بانی نے جو لکھا ہے اس سے زیادہ معتبر و مستند کسی مورخ کا بیان نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ کلیات محمد قلی قطب شاہ میں جو نظم خداداد محل کے متعلق موجود ہے اس میں قطب شاہ لکھتا ہے کہ :۔

محمدؐ نے خداداد محل کو سنوارا اور اس میں جنت سے حسینوں کو لاکر رکھا تاکہ محل کی آرائش ہو۔ اس محل کی بلندی آسمان جیسی ہے جس کی وجہ سے سورج چاند اور تاروں کی رونق بڑھ گئی ہے۔ روئے زمین پر ایسا محل کسی نے نہ دیکھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس کو بھی قدسیوں نے زمین پر

لاکر رکھ دیا ہے۔ اسکی آٹھ منزلیں آٹھوں بہشتوں کی طرح ہیں جن میں آب حیات کے چشمے بہتے رہتے ہیں۔ یہ محل اتنا ہوادار ہے کہ اسکی آٹھوں منزلوں میں دم عیسیٰ جیسی ہوائیں چلتی رہتی ہیں تاکہ دنیا کو زندگی بخشیں۔ اس محل میں جو نازنینیں رہتی ہیں اُن کے رُخسار لعل بدخشاں کی برابری کرتے ہیں اور وہ سورج اور چاند جیسے پیالوں میں آب حیات بھر کر پلاتی ہیں۔ ان کے چہرے یمن ہیں تو ان کے ہونٹ عقیقِ یمن۔ اور ان کا مکھڑا سہیلِ یمن کی طرح روشنی پھیلاتا ہے۔

یہ ساری خوبرویاں جنت کی حوریں ہیں کیونکہ ہوا سے زیادہ نازک اور پانی سے زیادہ پتلی (لطیف) ہیں۔

جب یہ نغمہ زن ہوتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے زہرہ زمین پر گانے بجانے کے لئے اتر آئی ہے۔ جب یہ نازنینیں ہاتھوں اور آنکھوں سے ارت دکھاتی ہیں تو فرشتے ان کا نظارہ کرنے کے لئے آسمان کی کھڑکیاں کھول کر جھانکنے لگتے ہیں۔

یہ چھبیلیاں آسمانی[1] دوپٹے یا ساڑیاں باندھتی ہیں جن کے کنارے

---

[1] آسمانی رنگ قطب شاہیوں کا شاہی رنگ تھا اور محمد قلی اپنے کلام میں اس کا خاص طور پر کئی جگہ ذکر کرتا ہے۔

سورج کی کرنوں کی طرح جھلمل کرتے رہتے ہیں۔ ان کی بھویں آسمانی کمان کا کام کرکے رقیبوں کے دلوں کو ہدف بنا کر گھائل کرتی ہیں۔

اے قطب شاہ نبیؐ کے صدقے میں اور بارہ اماموں کے کرم سے تم اس محل میں اپنی بارہ پیاریوں کے ساتھ ہمیشہ عیش کرتے رہو۔"

اس نظم سے ایک چیز نئی یہ معلوم ہوتی ہے کہ خداداد محل آٹھ منزلہ تھا نہ کہ سات منزلہ جیسا کہ تاریخوں میں لکھا ہے۔ البتہ یہ نہ معلوم ہوسکا کہ آٹھویں محل کا نام کیا تھا؟ ایک چیز اور قابل ذکر ہے وہ ہر ایک منزل کا نہایت ہوادار اور کافی بلند ہونا۔ اس خصوصیت پر محمد قلی نے بہت زور دیا ہے اور تاریخیں ساکت ہیں۔

افسوس ہے کہ ایسا عجیب و غریب محل محمد قلی کے جانشین سلطان محمد کے عہد میں عین اُس روز جل گیا جب کہ سلطان محمد کے یہاں اس کی دوسری بیوی (جو ابراہیم عادل شاہ کی دختر تھی) کے بطن سے شاہزادہ ابراہیم مرزا پیدا ہوا تھا۔ اسکے متعلق مورخ لکھتا ہے کہ:۔

"شعلہائے آں بفلک اثیر رسید و مدت چند روز کہ می سوخت احدے را میسر نبود کہ ہزار قدم و دو ہزار قدم راہ بحوالی آں گذار نماید و ایں قضیہ از قضایائے عجیبۂ غریبۂ روزگار بود۔" (حدیقۃ السلاطین ص۲۲)

خداداد محل کے ساتھ نہ معلوم فنون لطیفہ کے کیا کیا خزانے جل گئے کیونکہ اسکی ہر منزل بجائے خود کسی نہ کسی آرٹ کی نمایش گاہ تھی۔ ایک میں کتب خانہ تھا ایک میں مصوروں اور نقاشوں کے کمالات جمع تھے اور ایک میں جلد سازوں اور کاغذ کو صاف اور مزین کرنے والوں کی نشست تھی۔ یہی وجہ ہے کہ محمد قلی کے عہد اور اُس سے قبل کی اردو کتابیں بھی ہمیں دستیاب نہیں ہو رہی ہیں۔ بعد کو اس نقصان عظیم کی تلافی کرنے کی کوشش کی گئی چنانچہ اس محل کی جگہ پر سلطان محمد نے بجائے ہشت منزلہ عمارت کے صرف چہار منزلہ عمارت بنادی۔ لیکن یہ قصر بھی زوال گولکنڈہ کے بعد تباہ و تاراج ہو گیا۔ اور آج خداداد محل کا نام و نشان بھی حیدرآباد میں باقی نہیں۔

محل کوہ طور یہ بھی حیدرآباد کے عظیم الشان محلوں میں سے تھا اور اُسی جگہ بنایا گیا تھا جہاں اب قصرِ فلک نما واقع ہے جو جدید حیدرآباد کا سب سے بہتر محل سمجھا جاتا ہے۔ محلِ کوہ طور سہ منزلہ تھا۔ اس محل کے متعلق تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے:۔

در جانبِ جنوب کوہے مانند کوہ طور پر فیض و سرور بود خسروزماں
فرمود کہ برآں کوہ والاشکوہ عمارتے شاہانہ ترتیب دادہ اطراف وجوانب
آں انہار و آبشار و حوضہائے فوارہ دار و اسمار بے شمار تیار سازند۔
ہنرمندانِ ماہر بموجب اشارہ ہمین اہتمام شہریار جہاں باتمام رسانیدند۔

نشیمنِ کوہ بریں و گلگشتِ آں سرزمیں بفرِ قدوم و جلوسِ خسروِ نوآئیں بغایت
مطبوع و شیریں می نمود۔ اکثر مجالس شربِ مدام مدام در آں مکان می بود

(تاریخ ظفرہ ص۱)

اس محل کے متعلق سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد کی تاریخ حدیقۃ السلاطین
میں ذرا تفصیل سے لکھا ہے کہ :—

جانبِ جنوب متصل بدروازۂ دار السلطنت کوہے واقع ست کہ پنداری
خلقت اورا از روزِ ازل باجزاے عشرت و سرور نمودہ اند۔ و احجار و طینِ
اورا بزلال خرمی و شادی مخمر و منجمد ساختہ اند، ہموارہ فیوضاتِ نامتناہی
از ہبوطِ انوارِ الٰہی برفرازِ آں کوہ نازل، و غایتِ فرح و نہایتِ شادمانی از
سیرِ آں نزہت گاہ خاقانِ جہاں را حاصل، و سلطانِ علیین بارگاہ محمد قلی
قطب شاہ طاب ثراہ بربالائے آں کوہ عمارت و قصرے بغایت رفیع، مشتمل
برسہ طبقہ و ایوانہائے وسیع، و شاہ نشینہا، و غرفہا بہ تکلفاتِ گوناگوں تصرفات
موزوں ساختہ اند۔ و پیش آں قصر فلک منظر طاقہائے بلند ساختہ فضائے
وسیع محاذی آں از آہک و سنگ ترتیب دادہ اند و بر زیر آں حوضے
بطول پنجاہ گز و عرض سی گز بستہ اند و در اندرون آں قصر و ایوان ہا

وشاہ نشینہا حوضہا ساختہ بجرہائے ثقیل آب را از نشیبِ آں کوہ بفراز بردہ جمیع حوضہارا از آب مملو ساختہ فوارہائے بلند را ازاں زُلال کوثر مثال جوشندہ، وچوں ابرِ مطیر در فضائے ہوا سطحِ آب بارندہ گردانیدہ اند در دامنہ کوہ فلک شکوہ شمائہ بروج عمارات دیگر کہ تجملات سلطنت واثاثہ ہائے شاہی دراں گنجد جا بجا بنا نمودہ اند وآں جبل پر صفا و نور را مسمٰی بہ کوہ طور گردانیدہ اند۔ (ص۵۵)

مطلب یہ کہ کوہ طور بہت پرفضا جگہ تھی۔ وہاں کی سرسبزی و شادابی کو دیکھکر محمد قلی قطب شاہ نے وہاں ایک سہ منزلہ محل بنوایا جس کے ایوان وسیع، اور شاہ نشیں اور کمرے نہایت پرتکلف تھے۔ اس محل کے سامنے اونچی اونچی کمانیں بنا کر سامنے کے صحن کو پتھر اور چونے سے ترتیب دیا۔ اس کے نیچے ایک بہت بڑا حوض ۱۵۰ فیٹ لانبا اور ۹۰ فیٹ چوڑا بنایا گیا۔ اس محل میں اور اس کے جملہ ایوانوں اور شاہ نشینوں میں ہر جگہ حوض اور فوارے بنائے گئے۔ اور نیچے سے پانی اوپر اس طرح پہنچایا گیا کہ تمام فوارے بادل کی طرح فضا میں پانی برساتے رہتے تھے۔ پہاڑ کے دامن میں بھی برجوں کی طرح عمارتیں بنائی گئیں تاکہ دوسری شاہی ضرورتوں کے کام آئیں۔

تاریخ محمد قطب شاہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس محل کے شاہ نشیں کا طول ۹۰ فٹ

اور عرض ۶۰ فیٹ تھا۔ اور اس کا حوض ۱۳۵ فیٹ لانبا اور ۹۰ فیٹ چوڑا تھا

اور اس کی عمارت میں چار ایوان تھے۔ (نسخہ نواب سالار جنگ بحوالہ صفحہ ۲۶۹)

محمد قلی قطب شاہ نے جو نظم محل کوہ طور کی لکھی ہے اس میں اس نے حسب ذیل

باتیں بیان کی ہیں :-

چونکہ کوہ طور پر ہمیشہ خدائے تعالیٰ کی تجلی نظر آتی ہے اسلئے خلق

خدا اس کو دیکھنے آتی ہے اور اسکی روشنی سرمہ بنکر لوگوں کی آنکھوں

کو روشن کرتی ہے۔

اس طور کا منظر بہشت بہشت کے مانند ہے۔ آسمان کی روشنی

اس کے نور کے تلے چھپ جاتی ہے۔

اس محل کو دیکھ کر سب لوگ اپنی بھوک پیاس بھول جاتے ہیں

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پر شاہ مرداں کی تجلی جھلک رہی ہے۔

اس کے بارہ برجوں پر بارہ اماموں کی نظر عنایت ہے اسی وجہ سے

اس محل پر ایمان کی روشنی چمکتی رہتی ہے۔

اس محل کا ہر ایک کنگورا اتنا بلند ہے کہ اس پر چڑھنے سے اسطرح

تمام عالم نظر آتا ہے جس طرح جام جہاں نما سے نظر آتا تھا۔ اس کے ہر

منارے پر شاہِ کنعاں کا حسن جھلکتا رہتا ہے۔

یہ محل اپنی بلندی اور روشنی کی وجہ سے ساتویں آسمان کا قطب تارا معلوم ہوتا ہے۔ اور تختِ سلیمان اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے جو فرامین نکلتے ہیں وہ اُجالے کی طرح تمام عالم میں جاری ہوجاتے ہیں۔

اس محل کا صحن آئینہ سکندر ہے جس میں ایران و توران کی روشنی بھی منعکس نظر آتی ہے۔

اس محل کے اطراف جو میدان ہے وہ اتنا نورانی اور بارونق ہے کہ اس کے مقابلہ میں چاند اور سورج بھی خود کو بے رونق سمجھ کر اسکو دیکھنے کے لئے روزانہ بیتاب ہوکر آتے ہیں۔

ساتوں اقلیموں میں اس محل کی نظیر نہیں۔ اس کی روشنی کے آگے سورج کا اجالا تارے کی روشنی نظر آتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت سے چاند اور سورج کو لیکر اس محل کی بنیاد میں رکھ دیا گیا ہے اسی لئے یہ روشنی کی ایک کان نظر آتا ہے جسکی روشنی جواہرات کی تمام کانوں میں بھی جھلکتی رہتی ہے۔

اس محل کے کنگورے اتنے بلند ہیں کہ عرش کے قدم سے جا لگے ہیں

اسی لئے اس جگہ کا اجالا تمام دنیا کے لئے قبلہ گاہ بن گیا ہے۔

اس محل کے ہر شہ نشیں میں اور ہر برج پر بادشاہ کے حکم سے ہر روز

مہ جبینوں کی مجلس آرائیوں کی وجہ سے روشنی چمکتی رہتی ہے۔

اے قطب شاہ نبی کے صدقے میں تو اس محل میں آرام و اطمینان سے

زندگی بسر کر کیونکہ اس میں شیر یزداں کی تجلی بھی جھلکتی رہتی ہے۔

اس نظم سے ظاہر ہوتا ہے کہ محل کوہ طور اصل میں ایک شبستان کا کام دیتا تھا۔ جہاں بادشاہ اپنی پیاریوں کو لے کر اپنی زندگی عیش و نشاط کے ساتھ بسر کرنے جاتا تھا۔ ایسی اچھی تفریح کا مقام شاید پوری سلطنت میں کوئی نہ تھا۔ کیونکہ وہاں سے نہ صرف شہر حیدر آباد اور گولکنڈہ کی آبادی نظر آتی تھی بلکہ اطراف و اکناف کے باغوں اور محلوں کی اور رات کے وقت پورے پایہ تخت کی روشنی پیش نظر ہو جاتی تھی۔ اس مقام کی ان خصوصیتوں کی طرف قطب شاہی مورخ نظام الدین احمد نے بھی خاص طور پر توجہ کی ہے اور اس کی حسب ذیل فارسی عبارت محمد قلی قطب شاہ کی اردو نظم کا بعینہٖ ترجمہ ہے۔ کیا تعجب ہے کہ یہ عبارت لکھتے وقت مورخ کے پیش نظر بانیٔ محل کی اصل نظم بھی ہو! مورخ لکھتا ہے:—

"بر بالائے آں کوہ و عمارتِ فلک شکوہ، برآمدہ جہاں بین و خرم سواد

عمارات وخضرتِ بساتین و باغات چند انکہ حس بصر مشاہدہ نماید از اطراف بنظر در آوردہ از غایتِ فرح و نشاطِ عیش و عشرتِ انبساط فزمودند وماہرویانِ زہرہ جبیں و شاہدانِ حورالعین بہ اطراف اورنگ شہریار خسرو آئیں حلقہ زدہ بخدمت قیام نمودند۔ وصراحی ہائے راح ارغوانی چوں آفتاب نورانی بر فراز آں کوہ تجلی نمود۔ وجامہا چوں بدر منیر از آب آتش انگیز لبریز شد۔ صلائے نوشا نوش بہ محبوبان بادہ نوش در دادند" (ص۵)

یہ محل اور اس کے باغ کی سرسبزی و شادابی سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں بھی اسی طرح بہار پر تھی اور وہ اسی طرح استعمال ہوتا تھا۔ چنانچہ سلطان عبداللہ نے ۱۰۳۷ھ کے موسم برسات میں وہاں ایک مہینہ تک قیام کیا اور اپنے نانا محمد قلی کی سنت کو (بقول حدیقۃ السلاطین" دراں عشرت سرا روز و شب بہ عیش و عشرت و طرب اشتغال نمودند") پورا کیا۔

قطب شاہی سلطنت کے خاتمہ کے بعد یہ محل بھی ختم ہو گیا اور اسی کے کھنڈروں پر بعد کو قصر فلک نما بنایا گیا۔ نواب شمس الامرا کا قصرِ جہاں نما بھی محلِ کوہ طور ہی کے احاطہ میں تھا۔ اور امراکی فرودگاہ کے کام آتا تھا۔ ان ہی

کھنڈروں پر جہاں نما بھی آباد ہوا ہے۔

خداداد محل اور محلِ کوہِ طور کے بعد سجن محل کا ذکر ملتا ہے۔ یہ ان نو عدد محلات میں سے ایک تھا جو شہر کے وسط میں تعمیر کئے گئے تھے اور جنہیں دولت خانۂ عالی کہتے تھے اور جنکی تعمیر اور خصوصیتوں کی تفصیل کا بیان اوپر گذر چکا ہے۔

سجن محل کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں کہ :—

"درگاہِ ہفتم سجن محل است۔ عمارتِ عالی مقدار باصفا کہ بہ رشکِ فردوسِ بریں بروئے زمین تزئین یافتہ جمعے از اعیان و فضلا در آں مکان مقام دارند۔" (تاریخ ظفرہ ص۱۲۱)

اسی سجن محل سے متصل جانب مشرق ۲۰۰ فیٹ لانبا وہ مشہور و معروف بال تھا جہاں صبح و شام مطبخ شاہی سے ہر قسم کے کھانے پک کر آتے اور دس ہزار اشخاص (جن میں زیادہ تر سادات، علما، فضلا، امرا اور مجلسی شریک تھے) ہر وقت شاہی دسترخوان سے بہرہ مند ہوتے۔

سجن محل کے متعلق محمد قلی نے جو نظم لکھی ہے اس میں محل سے زیادہ اس نازنین کا تذکرہ کیا ہے جو اس محل میں اس کے دل پر قابض ہو گئی تھی۔ اس نظم کے مطالعہ سے مورخوں کی وہ توضیح مشتبہ ثابت ہوتی ہے کہ اس محل میں اعیان و

فصلاً ٹھہرا کر نئے ۔ یہ محل اصل میں شاہی زنانہ محل تھا جیسا کہ خود نام سے بھی ظاہر ہے ۔ مزید ثبوت خود یہ نظم ہے جس میں بادشاہ لکھتا ہے کہ :۔

میری پیاری سجن محل میں بن سنور کر ناز و غمزہ کے ساتھ آئی ۔ اور میری جانِ جاں بن کر اس نے مجھے زندگی کا پیالا پلایا ۔ اس کا اثر میرے سر میں پھر سے چڑھ گیا ہے ۔ کیونکہ پھر اس نے اپنی خماری آنکھوں کی بھٹی ناز سے چڑھائی ہے ۔

اس نے اپنے بالوں میں چاند اور سورج اور تاروں کی طرح پھول گوندھے ہیں ۔ ان پھولوں اور ان بالوں سے مجھے ایک دوسرا آسمان نظر آنے لگا ۔

بھوؤں میں گرہ ڈالکر مجھ سے کہتی ہے کہ پیالا پیو اور اپنے ہونٹوں کے نُقل کے ساتھ مجھ کو ملائی کھلاتی ہے ۔

اپنے گلابی گالوں پر اُس نے پھولوں کا طرہ گوندھ کر لگایا ہے ، اپنے گلے میں نورتن کے ہار ڈالے ہیں اور اپنے آنچل کی چمک میں ہزاروں بجلیوں کا منظر پیدا کر دیا ہے ۔

سجن محل اُس وقت لٹ گیا جب سلطان عبداللہ کے عہد میں مغلوں نے حیدرآباد پر اچانک

حملہ کیا اور بادشاہ کو یکایک محلات چھوڑ کر قلعہ گولکنڈہ میں پناہ لینی پڑی اور حملہ آور رونے حیدر آباد کے شاہی محلات کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

اعلیٰ محل اور حیدر محل[1] کی نظموں میں بھی بجائے محل کی زیب و زینت اور خصوصیات کا بیان کرنے کے اعلیٰ بکی اور حیدر پیاری کی تعریف کے گن گائے ہیں اسی طرح قطب مندر کی نظم میں بھی زیادہ تر اپنے محبوبوں کی تعریف اور اپنی محفلوں کی رونق کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "اس کے محلوں میں ہر جگہ آئینے لگے ہوئے تھے اور موتیوں کا فرش رہتا تھا۔ اور اس کی بیگمات راتوں کو چاند کی طرح چمکتیں اور باتوں باتوں میں شراب کے پیالے پی جاتیں۔ ان کی آنکھوں کی ضیا آسمان تک پہنچ جاتی اور یہ آنکھیں باغ فردوس کو قطب مندر کے مقابلہ میں ہیچ دیکھ کر ہنسنے لگتیں۔ جواہرات ان کے نورتن جیسے جسموں پر رہکر خوشیاں مناتے" اور اسی طرح کے مضامین مسلسل کئی اشعار میں باندھتا چلا گیا ہے۔

یہ تو محلات شاہی سے متعلق نظموں کا ذکر تھا۔ ان محلات کے علاوہ عید قرباں کی ایک نظم میں ایک اور محل کا ذکر کیا ہے اور وہ حنا محل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس محل میں بھی وہ ایک عرصہ تک فروکش رہا تھا۔ اور بقر عید کی محفل اسی میں سجائی

---

[1] حیدر محل کا نام حیدر منڈوہ بھی تھا اور یہ بھی سیر تماشا او تفریح کیلئے کام آتا تھا (گلزار آصفیہ ص۲۰) یہ خداداد محل کا پانچواں طبقہ "حیدری محل" نہیں بلکہ ایک بالکل دوسرا محل تھا۔

تھی۔ وہ عید قرباں کی نظم کے آخر میں کہتا ہے :۔

اے قطب شاہ تو نے نبی کے صدقے میں حناں محل میں عشرت کو

پکڑ کر بسا دیا ہے۔

اس کا شعر ہے ؎

صدقے نبیؐ کے قطبا حنّاں محل بنائے   عشرت پکڑ بسایا صلوات بر محمدؐ

حناں محل اصل میں حنا محل ہے۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ بادشاہ نے لفظ حنا کو تشدید کے ساتھ حنّا کیوں استعمال کیا ہے۔ یہ محل اس جگہ بنایا گیا جہاں اب سرکاری زنانہ دواخانہ یا زچگی خانہ واقع ہے۔ یہ اصل میں محمد قلی کے سپہ سالار ملک امین الملک کا باغ تھا اور اسی لئے امین باغ کے نام سے کئی سو سال سے مشہور ہے۔ اور اب بھی بعض پرانے لوگ اس کو امین باغ ہی کہتے ہیں۔ ملک امین الملک کا باغ ندی کے کنارے سے لیکر خداداد محل اور دولت خانۂ عالی تک پھیلا ہوا تھا۔ غالباً ملک امین الملک کے انتقال کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ اس باغ میں ایک حنا محل بنایا جائے چنانچہ ایک مہینہ کے اندر ایک مکمل عمارت تیار کر دی گئی۔ اس کے متعلق لکھا ہے :۔

معماران در مدت یک ماہ قصر مکمل "حنا محل" را در حسن تقطیع بغایت وسیع اساس نہادہ غیرت افزائے فردوس بریں و رشک پیرائے

نگار خانۂ چیں ساختند۔

قطعہ

زاں رفیع آمد چو قصر چرخ ایں عالیمقام ۔۔۔ کز علو قدر بانی بازمی گوید بنا
از ہوائے او صبا بوے گرفتہ میدہد ۔۔۔ خاک ایں ایراز مہ بوے جوانی ازحنا
اہل دولت را فضائے دلکشائے او بود ۔۔۔ در لطافت ہمچو جنت لغرو روح افزا (تاریخ ظفرہ ۱۰۰۹ھ)

نوٹ۔ بعض تاریخوں میں محمد قلی کے ایک جناں محل کا بھی ذکر ہے۔ معلوم نہیں کہ محمد قلی نے نظم جناں محل
خدا محل سے متعلق لکھی تھی یا جناں محل سے متعلق یا یہ کسی اور محل سے متعلق ہے جس کا ذکر تاریخوں میں درج نہیں۔

محلات شاہی کے بعد ہمیں کلیات محمد قلی میں باغ محمد شاہی سے متعلق ایک نظم ملتی ہے جس کے مطالعہ سے اس زمانہ کے باغوں، درختوں، پھلوں اور پھولوں کے متعلق دلچسپ علم حاصل ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ نظم بھی مکمل نہیں معلوم ہوتی ورنہ آج سے ساڑھے تین سو سال قبل کے دکنی باغوں کی تفصیل عہد حاضر کے صاحبانِ ذوق کی چمن بندیوں میں مفید ثابت ہوتی۔

محمد قلی قطب شاہ کا ذوق کتنا پختہ تھا کہ اس نے کشادہ بازاروں، نفیس حماموں اور عالیشان محلوں کے ساتھ حیدرآباد کے شایان شان باغ بھی تعمیر کئے تھے۔ اس کی اس نظم سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ اس زمانہ میں

باغوں کے اطراف چار دیواری ہوتی تھی جو زیادہ بلند نہ ہوتی۔ کیونکہ اس پر سے
تمام درخت اور ان کے پھل اور پھول نظر آتے تھے۔ چار دیواری کے ساتھ ساتھ
سڑک بنائی جاتی جہاں سے باغ کے مناظر دکھائی دیتے تھے' اور جس پر اس کے پھولوں
کی خوشبو مہکتی رہتی۔ پھولوں میں اُس نے چنپا کلی کا خاص کر ذکر کیا ہے۔ اور
پھلوں میں انگور' انار' کھجور' سپیاری' ناریل' جامن' اور محمد پھل کا۔ محمد پھل سے
مراد غالباً بادام ہے کیونکہ اس سے آنکھوں کو تشبیہہ دی ہے۔ تعجب ہے کہ محمد قلی نے
آم اور جام (امرود) کا ذکر نہیں کیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آم ہی کو محمد پھل کہا ہو۔ انگور
اور کھجور عہد حاضر کے حیدرآبادی باغوں میں کم نظر آتے ہیں۔

باغ محمد شاہی کا محل وقوع تاریخوں سے اُس جگہ معلوم ہوتا ہے جہاں اب
میر عالم کی بارہ دری' نئے پل کا دروازہ' یوسف گنج اور چھپنہ واقع ہے۔ یعنی دلی دروازہ
کے جانب مغرب تو ملک امین الملک کا باغ تھا اور جانب مشرق باغ محمد شاہی۔
یہ باغ ندی سے لیکر بلدیہ اور دار الشفا کی عمارت' پرانی حویلی' اور دیوان ڈیوڑھی
تک پھیلا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دار الشفائے شاہی اور ندی کے درمیان کوئی
عمارت نہ تھی بلکہ باغ ہی باغ تھا کہ مریضوں کو کھلی اور صاف ہوا ملے۔ اس باغ
میں ایک طرف کو ایک محل بھی بنایا گیا تھا۔ یہ محل غالباً اُسی جگہ واقع ہوگا جہاں

اب نواب میر عالم کی مشہور و معروف بارہ دری کھڑی ہے۔ اس باغ کے متعلق تاریخ ظفرہ میں لکھا ہے :۔

"باغ و بستاں در اطراف آں قصر ہویداست۔ رشک افزائے خلد بریں و میوہ ہایش چوں عناقد پروین۔ مثنوی

خاکش از نیکوئی عبیر سرشت — میوہ ہایش چوں میوہ ہائے بہشت

تاک انگور کج نہادہ کلاہ — دیدہ در حکم خود سفید و سیاہ

شاخ نارنج و برگ تازہ ترنج — نخلبندے کشادہ بر سر گنج

شاہ جم جاہ اکثر اوقات دریں باغ فردوس صفات با پری چہرگان دل ربا و اسیران ماہ لقا نہال طرب در چمن لہو لعب نشاندہ جرعۂ شادکامی بر عالم فانی می افشاند۔"

باغ محمد شاہی پر جو نظم لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ آپ کے مطالعہ سے واضح ہوگا محمد قلی کس پایہ کا شاعر تھا، اور وہ درختوں، پھولوں اور پھلوں پر کیسی نظم لکھ سکتا تھا :۔

محمد قلی کا یہ تمام چمن محمدؐ کے نام سے سرسبز و شاداب ہو رہا ہے۔ اسی وجہ سے اپنے طوبیٰ جیسے درختوں کی وجہ سے یہ چمن جنت کی طرح سہانا

معلوم ہوتا ہے۔

جس طرح فانوس کے اندر سے چراغوں کی روشنی خوبصورت نظر آتی ہے اسی طرح دیواروں کے پیچھے سے میووں اور پھولوں کے جسم نظر آرہے ہیں۔

پھول لگانے کے لئے اس چمن کی ہوا دمِ عیسیٰ کا کام کرتی ہے اور سرسبز نہالوں کی خبر مشاطہ کی طرح لوگوں تک پہنچاتی ہے تاکہ لوگ آکر ان کی بہار دیکھیں۔

سڑک سے جب میں باغ کو دیکھتا ہوں تو خوشی سے میرے دل کی کلی کھل جاتی ہے اور اس کی خوشبو سے دنیا مہکنے لگتی ہے۔

چمن میں پھولوں کو کھلتا ہوا دیکھ کر سکھیوں کا منہ یاد آتا ہے اور محمد پھل کی طرح اُن کی آنکھیں زیب دیتی ہیں۔

چنبیا کی کلی ناک کی طرح نظر آرہی تھی جس کی دُو پتیاں دُو پہلوؤں کی طرح ہیں اور اس جگہ بھنورے کو تل کی طرح دیکھ کر سب کا دل حیران ہوگیا۔

لاکھوں انگوروں کے خوشے ثریا اور سنبلہ کی طرح دکھائی دیتے ہیں

==

اور اس انگور کے منڈوے کی تازگی کے سامنے آسمان پرانا نظر آتا ہے۔

اناروں میں دانے ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں جیسے یاقوت پتلیوں میں۔ اور کھجوروں کے خوشے مرجان کے بتجوں کی طرح نظر آتے ہیں اور سپیاروں کے لال خوشے دن اور رات کیطرح سیاہ و سفید نظر آتے ہیں۔

ناریل کے پھل زمرد کے مرتبانوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور اسکے تاج کو اہل دکن پیالہ کہتے ہیں۔

جامن کے پھل بن میں سالم نیلم کی طرح نظر آتے ہیں اور اس کو اس لئے رکھا ہے کہ دوسرے میووں کو نظر نہ لگے۔

اس باغ کی تعریف و توصیف کے لئے سوسن نے بھی دس باتیں کھولی ہیں اور دکن اپنی سب سندریوں اور حسینوں کی وجہ سے کھلی ہوئی نرگس کی طرح بارونق ہو گیا ہے۔

چمن کا شہرہ سن کر بلبل سب آپس میں خوشی سے الاپ رہے ہیں اور ان کی آواز سن کر جنت کی حوریں رقص کر رہی ہیں۔ جس کو دیکھکر درخت مست ہو رہے ہیں اور اپنے پتوں جیسے ہاتھوں سے تالیاں بجا رہے ہیں۔ ڈالیاں پھولوں کی شراب جیسی خوشبو سے مست ہو کر ڈول رہی ہیں۔

شاید یہ شبنم کی شراب ہے یا کسی کے ہونٹوں کے عرق کا پیالہ۔ یہ بھی
اچھا ہے اور وہ بھی اچھی بشرطیکہ محبوب تیرے ساتھ ملکر پینے کا موقع ملے۔"

باغ محمد شاہی کے ذکر کے ساتھ ہی اس واقعہ کا اظہار بھی ضروری ہے کہ سلطان
محمد قلی قطب شاہ کو سرسبزی و شادابی سے خاص دلچسپی تھی۔ وہ برسات اور پانی کا
دیوانہ تھا۔ جہاں جہاں پانی مل سکتا تھا وہاں اس نے محل، باغ، اور عمارتیں بنادیں
اور جہاں پانی نہیں پہنچ سکتا تھا وہاں تک پانی لانے کی جرثقیل وغیرہ کے ذریعہ سے
ایسی ایسی ترکیبیں کیں کہ آج عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ ایسے قدیم زمانہ میں یہ کیونکر
ممکن تھا۔

چارمنار اور کوہ طور جیسی بلندیوں پر حوض بناکر ان میں پانی پہنچانے کا
تذکرہ گذر چکا ہے۔ اس کے علاوہ داد محل، دولت خانۂ عالی اور محل کوہ طور کے
عجیب و غریب حوضوں اور فواروں کے احوال بھی درج ہو چکے ہیں۔ اسیطرح
بہتے ہوئے پانی سے لطف اٹھانے کیلئے اس نے موسی ندی کے کنارے ایک ندی محل
بھی بنایا تھا جس کی تعریف میں مورخین رطب اللساں ہیں[1]۔ شاہی محلات کے
علاوہ محمد قلی نے عوام کے لئے بھی بازاروں میں پانی کی نہریں دوڑا دی تھیں اور
یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ شاہ جہان آباد اور نہر چاندنی چوک کی تعمیر میں

[1] تاریخ ظفرہ ص۱۵ و ص۱۶ - اور تاریخ قطب شاہی نسخہ سالار جنگ بہادر ص۲۵۲

ابھی نصف صدی سے زیادہ زمانہ باقی تھا۔

حیدرآباد کے اکثر بازاروں میں دونوں طرف پانی کی نہریں بہتی رہتی تھیں[1] اوران کے کنارے سایہ دار درخت لگائے گئے تھے۔ ایک مغربی سیاح ولیم میتھولڈ لکھتا ہے کہ:۔

"شہر حیدرآباد اپنی خوشگوار آب و ہوا اور پانی کی بہتات کی بدولت ہندوستان کا بہترین شہر ہے" (گولکنڈے کے تعلقات ص۹)

عہد اورنگ زیب کے مورخ خافی خاں نے لکھا ہے کہ:۔

"خوبیہائے آں شہر، لطافت و آب و ہوائے آں سرزمین، وحسن ہائے نمکین آں سبز فام، و سیر حاصلی آں مرزبوم، اگر پردازم از سررشتہ سخن بازمی مانم" منتخب اللباب جلد دوم ص۳۶۸۔

اسی طرح شہنشاہ اورنگ زیب کے خاص مورخ محمد ساقی نے بھی جو فتح گولکنڈہ کے وقت ہمرکاب تھا حیدرآباد کی اس خصوصیت کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

"رطوبت ہوا، وعذوبت روانی چشمہا، شادابی سبزہ، بہ مرتبہ کہ

---

[1] حدیقۃ العالم مقالہ اول ص۲۱۵ مطبوعہ مطبع سیدی حیدرآباد دکن۔

پنداری گل و سبزۂ ایں سرزمین را آب و رنگِ زمرد و لعل است۔" (ماثرِ عالمگیری[32])

افسوس ہے کہ محمد قلی کے بنائے ہوئے محل آج حیدرآباد میں باقی نہیں ہیں لیکن جو محل قلعہ گولکنڈہ میں اب تک شکستہ و بوسیدہ حالت میں موجود ہیں ان کے دیکھنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ چھ چھ سات سات منزلہ عمارتوں میں بھی اوپر تک پانی پہنچانے کے انتظامات موجود تھے اور بعض محلوں کی چھتوں پر اب تک حوض موجود ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام قطب شاہی سلاطین پانی کے بے حد دلدادہ تھے اور ان میں بھی محمد قلی کو تو خاص طور پر اس سے دلچسپی تھی۔ جس کا مزید ثبوت اس عنوان کے تحت ملے گا جو محمد قلی کی مصروفیتوں اور آغازِ باراں سے متعلق آئندہ صفحات میں درج ہے۔

حوضوں اور نہروں کے علاوہ محمد قلی نے متعدد حمام، مسجدیں، عاشور خانے، لنگر خانے، مدرسے، مہمان خانے، کارواں سرائیں، اور دواخانے بھی بنائے تھے۔ جن میں سے چند حماموں، اکثر مسجدوں اور عاشور خانوں، متعدد کارواں سراؤں اور شاہی دارالشفا کی عمارتیں یا اُن کے آثار اب تک باقی ہیں۔ اور اس شکستہ حالت میں بھی ظاہر کرتے ہیں کہ محمد قلی کس اعلیٰ ذوق اور شان و شوکت کا بادشاہ تھا۔ وہ نزاکتوں سے زیادہ شکوہ اور بڑائی کا دلدادہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ

دارالشفا - حیدرآباد کا قدیم ترین دواخانہ جو محمد قلی قطب شاہ نے
شہر حیدرآباد کی آبادی اور تعمیر کے عہد میں بنا تھا -

حیدرآباد اور گولکنڈہ کی اکثر عمارتیں جسامت، مضبوطی، اور بلندی کی وجہ سے ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ لیکن اس مضبوطی اور بلندی کے ساتھ ساتھ خوبصورتی اور لطافت کا بھی خاص طور پر خیال رکھا گیا تھا۔ چنانچہ ابوالقاسم فرشتہ جس نے اکبر اعظم کے بنائے ہوئے آگرہ، لاہور اور فتح پور سیکری جیسے عظیم الشان مغلیہ شہروں میں بود و باش کی تھی حیدرآباد کے متعلق لکھتا ہے :-

"شہرے کہ در تمامی ہندوستان شرقاً و غرباً شمالاً و جنوباً مثل آں در لطافت و صفا ہرگز یافت نمی شود" (تاریخ فرشتہ مقالہ سوم ص۱۷۲)

موسیو ٹیورنیر فرانس کا رہنے والا تھا جس کا پایہ تخت پیرس قدیم زمانہ ہی سے عروس البلاد سمجھا جاتا ہے۔ یہ جب حیدرآباد آتا ہے تو اپنے سیاحت نامہ میں لکھتا ہے کہ :-

"شہر نہایت سلیقہ سے بنایا گیا ہے اور اس میں بڑے بڑے راستے ہیں...... چار پانچ کاروان سرائیں موجود ہیں جو دو منزلہ ہیں......" (جلد اول ص۱۲۳)

آخر میں حدیقۃ العالم کا ایک بیان نقل کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جس کے مطالعہ سے سلطان محمد قلی کے ذوق تعمیر اور شہر حیدرآباد کی ابتدائی حالت کا اندازہ

عیدوں اور تہواروں کی ترویج

سلطان محمد قلی قطب شاہ کو خدا نے قلب و دماغ کی نہایت اعلیٰ قوتیں ودیعت کی تھیں وہ نہ صرف ایک بہت بڑا بادشاہ تھا بلکہ ایک زبردست صناعِ تعمیر کار اور شاعر بھی تھا۔ ساتھ ہی ایک بلند مرتبہ مصلحِ قوم، مجتہد، قدر، جنید، رعایا پرور اور فیاض و رحمدل بھی تھا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں کسی کو سزائے موت نہیں دی۔ اس کے دسترخوان پر کسی وقت ایک ہزار سے کم آدمی نہ ہوتے اور اس کے دسترخوان کی طرح اس کے دربار اور دادمحل کے دروازے بھی ہر وقت ہر کس و ناکس کے لئے کھلے رہتے۔ مشہور مورخ ابوالقاسم فرشتہ نے اگر دوسرے بادشاہوں کے مقابلہ میں اس کو حلیم الروف لکھا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس میں خدا نے ایسی ایسی عجیب و غریب اور متضاد و مختلف خصوصیتیں یکجا کر دی تھیں کہ تاریخ میں ایسی مستجمع الصفات شخصیت بہت کم نظر سے گذرتی ہے۔

ہو سکتا ہے :۔

"در ہر بازارے چند چہار سو کہ بہ ہندی چوراہا گویند متساوی الاضلاع وسوائے آں بازارہائے دیگر۔ ...... دکاکین چہار دہ ہزار گفتہ اند در پیش ہر دکان ایوانے، وماورائے ایں از محلہ ہا، وحمام ہا، وخانقاہ، و مدرسہ ومسجد ولنگر و مہمان خانہا۔ دو دو از دہ ہزار مکان بر لوح مہارت کشیدند۔ ...... مجموع عمارات کوچہ وبازار وغیرہ را از سنگ و آہک بہ تکلف ہر چہ تمام تر بر آوردند۔ ومنازل بادشاہی بہ نوعے ساختند کہ مسافرانِ اقالیم سبعہ نظیرِ آں در ہیچ ملک نشان نمی دہند۔"

(مقالہ اول ص۲۱۵)

ابھی ہم نے اس کے عظیم الشان شہر حیدرآباد کی تعمیر و آرائش و زیبائش کے متعلق لکھا ہے اور اب ہم اس کی تنظیمی قابلیت اور ثقافتی ذوق کے متعلق چند معلومات فراہم کریں گے۔ یہ ہم کو معلوم ہے کہ اس کے عہد میں کبھی کبھی کچھ لڑائیاں اور بغاوتیں ہوئیں لیکن اس نے اپنی طبعی صلح پسندی کی وجہ سے ان کو بڑھنے نہ دیا اور کشورکشائی کے مقابلہ میں صلح و آشتی کو ترجیح دی اور آخر کار ایسے کام کئے کہ رعایا کے دلوں کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اسی سلسلہ میں اس نے متعدد عیدوں اور تہواروں کو رائج کیا تاکہ اس کا ملک عمرانی اور سماجی نقطہ نظر سے بھی ایک خاص سطح پر پہنچ جائے۔ اور اہل ملک کو سال بھر میں مختلف مواقع ایسے حاصل ہو سکیں جن میں وہ دل کھول کر اپنے انسانی جذبات کا اظہار کر سکیں۔ ایسے مواقع یوں تو سال میں کئی دفعہ آتے ہوں گے۔ لیکن محمد قلی کے کلیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بارہ چودہ ایسی اہم تقریبیں مقرر کر دی تھیں جو خاص اہتمام سے منائی جاتیں۔ اور عوام کے علاوہ خود بادشاہ بھی ان میں ذاتی دلچسپی لیتا۔ یہ تقریبیں حسب ذیل ہیں:-

۱۔ محرم ۲۔ عید میلادنبیؐ ۳۔ عید بعثت نبیؐ ۴۔ عید سوری ۵۔ عید مولودعلی ۶۔ عید غدیر ۷۔ شب برات ۸۔ عید رمضاں ۹۔ بقرعید ۱۰۔ نوروز ۱۱۔ بسنت ۱۲۔ سالگرہ بادشاہ ۱۳۔ مرگ سال (آغاز برسات) ۱۴۔ شب معراج۔

ان میں چار ایسی تھیں جو بین قومی سمجھی جاتیں اور جن میں ہندو اور مسلمان سب شریک ہوتے، یعنے :۔ ۱۔ سالگرہ بادشاہ ۲۔ آمد برسات ۳۔ نوروز اور ۴۔ محرم۔

محرم کی نسبت خود محمد قلی کے موجودہ کلام سے کچھ زیادہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اُس کے صرف چند ہی مرثیے ملے ہیں۔ حالانکہ اُس نے بیسیوں مرثیے لکھے تھے جو اس کے مکمل دیوان (کتب خانہ آصفیہ) میں موجود تھے۔ اور جملہ تاریخوں میں یہ امر وضاحت کے ساتھ درج ہے کہ حیدر آباد میں محرم کی تقریبوں کا آغاز سلطان محمد قلی قطب شاہ ہی نے کیا تھا۔ تعزیہ داری اور مجلسیں اسی کی قایم کی ہوئی ہیں جو آج تک جاری ہیں۔ حیدر آباد میں سب سے پہلا علم اُس کا بٹھایا ہوا ہے جو اب تک موجود ہے اور جس کا ذکر گذر چکا ہے۔

محرم کے مراسم کو محمد قلی نے اس خوبی سے رائج کیا کہ شیعوں کے علاوہ سنیوں اور ہندوؤں نے بھی ان ایام کو خاص اہتمام سے منانا شروع کیا اور خاص کر محرم کے ابتدائی دس بارہ روز تک تو ایسی مصروفیتیں رائج ہو گئیں جن میں سلطنت قطب شاہیہ کا ہر متنفس (خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو) حصہ لیتا تھا۔

اس کے متعلق مورخین لکھتے ہیں کہ :۔

"قطب شاہی سلطنت کا قدیم طریقہ ہے اور خاص کر محمد قلی قطب شاہ کے

زمانہ سے یہ رواج ہے کہ محرم کا چاند دیکھتے ہی خود بادشاہ بھی اورنگ زرنگار سے اتر جاتے اور لباس شاہی کو جامۂ عزا سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ اور تمام ممالک محروسہ میں حکم نافذ ہے کہ کہیں کوس، نقارہ، طبل یا دمامہ نہ بجے، اور گانے بجانے والے بھی اپنے آلات کو غلافوں میں رکھ دیتے ہیں شاہی اور عام باورچی خانوں میں گوشت کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ تاڑی سیندھی بھنگ اور دیگر نشہ آور چیزوں کی دکانیں بند کر دی جاتی ہیں نہ قصاب لوگ گوشت بیچتے ہیں اور نہ تنبولی پان۔ اسی طرح شہر کے حماموں میں حجام بھی اپنا کام بند کر دیتے ہیں۔" "واحکام مذکور بر جمیع مسلم وکافر طبقات انام دریں ایام غم انجام در ممالک محروسہ جاری می دارند" (حدیقۃ السلاطین قطب شاہی ص ۴۲)

ایام محرم میں محمد قلی قطب شاہ کی دریا دلی میں اور اضافہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:—

بارہ اماموں کے لنگر میں ۶۰ ہزار ہون مجاوروں اور خادموں کے وظیفوں اور دیگر امور میں صرف ہوتے۔ اور محرم کے بعد بارہ ہزار ہون اور خرچ کیا جاتا جو زر عاشوری کہلاتا۔ اس کے علاوہ نجف اشرف، کربلائے معلیٰ اور دیگر مقامات کو ہر سال ایک لاکھ ہون تقسیم کے لئے

بادشاہی عاشور خانہ جسکی دیواروں پر محمدؐ قلی قطب شاہ نے کارکاشی
کا نہایت نفیس کام کرایا ہے۔

روانہ کئے جاتے۔ (تاریخ ظفرہ ص۲۱)

عزاداری کو شایانِ شان طریقہ پر منانے کے لئے محمد قلی نے محل کے عاشور خانے کے علاوہ ۱۰۰۰ھ میں ایک بادشاہی عاشور خانہ بھی تعمیر کرایا جس میں ساٹھ ہزار روپیہ صرف ہوئے[1]۔ یہ عمارت بارہ گز (یعنے ۳۶ فیٹ) بلند رکھی گئی اور اب تک موجود ہے اس میں چودہ معصوموں کے نام کے ۱۴ علم استادہ کئے گئے۔ ان علموں کو استادان نادر اور ہنر مندان ماہر نے اپنے اپنے کارناموں کے طور پر بنایا ہے اور چودہ گز کے زربفتی تھان جن میں شاہی شعر بافوں نے قرآنی آیتیں اور ادعیہ ماثورہ نہایت کمال کے ساتھ بُن دی ہیں، اِن علموں کو پہنائے جاتے ہیں اور عاشور خانہ کے صحن میں طاقچوں کی دس صفیں ایک دوسرے کی متوازی بنا دی گئی ہیں اور ہر صف میں تقریباً ایک ہزار طاقچے ہیں تاکہ اتنے ہی چراغ روشن ہوں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ پہلی شب میں پہلی صف روشن کی جاتی ہے، اور دوسری میں پہلی اور دوسری۔ اسی طرح دسویں کی رات کو پوری دس صفیں روشن ہو جاتی ہیں اور دس ہزار چراغوں کی روشنی سے عاشور خانہ بقعۂ نور بن جاتا ہے۔ ان کے علاوہ بڑے بڑے چراغدان بھی "بصورت اشجار پُر شاخ" بنائے گئے جن میں سے ہر ایک میں ایک سو بیس ۱۲۰ شمعوں اور چراغوں کی روشنی کا انتظام

---

[1] تاریخ گلزار آصفی ص۲۵۔

کیا گیا اور ان پیتلی جھاڑوں کو عاشور خانہ کے دالانوں کے برابر رکھا جاتا ہے۔ اور خود ایوان میں اور حوض کے اطراف قدِ آدم سے بھی بلند کافوری شمعیں ہر رات روشن کی جاتی ہیں۔[1]

عاشور خانہ میں سیاہ پوش عزاداروں کا صبح و شام اژدہام رہتا تھا۔ خوش آواز ذاکر اور خوش خواں نغمہ پرداز دلسوز مرثیے اور غم اندوز اشعار اس درد و اثر سے پڑھتے رہتے کہ سننے والوں پر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی۔ عصر کے وقت خود بادشاہ بنفشئی رنگ کا لباس پہن کر آہستہ رفتار سواری میں یا سیاہ مخمل کے سنگاسن میں بیٹھکر جملہ سیاہ پوش مقربوں، مجلسیوں، امیروں اور وزیروں کے ساتھ الاوہ میں آتا اور دو خوش آواز ذاکر شاہی سنگاسن کے دونوں طرف خود بادشاہ کے مصنفہ مرثیے پڑھتے ہوئے آتے۔ جب بادشاہ عاشور خانہ کے دروازہ میں داخل ہوتا تو سواری سے اتر کر برہنہ پا آتا اور اپنے ہاتھ سے علموں پر پھول چڑھاتا اور شام کے وقت تمام کافوری شمعوں اور ایوان کے برابر کے چراغوں کو بھی اپنے ہاتھ ہی سے روشن کرتا۔ اس وقت مرثیہ خوانی ہوتی رہتی اور ائمہ معصومین کی مدحیں پڑھی جاتیں۔ چراغ روشن کرنے کے بعد ایک فصیح و بلیغ خطیب کھڑے ہو کر شہدائے کربلا کی ارواح کے لئے باآوازِ بلند

---

[1] حدیقۃ السلاطین ص ۴۳۔

فاتحہ پڑھتا۔ جس کے بعد بادشاہ دولت خانۂ عالی کی طرف واپس ہو جاتا اور وہاں کے عاشور خانہ میں امرا و وزرا کے ساتھ آدھی رات تک ماتم و مرثیہ خوانی میں بسر کرتا۔ یہاں کندوری جو بغیر گوشت کے قسم قسم کے تکلفات سے تیار کی جاتی اور شربت اور تنگ مک وغیرہ کی تقسیم عمل میں آتی۔ (حدیقہ ص۴۴)

یہ اوقات حدیقۃ السلاطین میں در اصل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے متعلق درج ہیں لیکن اس بیان کی ابتدا میں صاف صاف لکھدیا ہے کہ یہ دستور محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ سے جاری ہے۔ اس لئے سلطان محمد قلی بھی کم و بیش اسی طرح عمل کرتا ہوگا۔ کیونکہ سلطان عبداللہ کے متعلق جملہ تاریخوں میں یہی لکھا ہے کہ وہ اپنے باپ سے زیادہ اپنے نانا محمد قلی کی پیروی کرتا تھا اور کوئی تعجب نہیں کہ محرم کے جملہ مراسم میں اس نے اپنے نانا ہی کی پیروی کی ہو۔

اس تفصیل سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ خود بادشاہ کے مرثیے بھی ایام محرم میں پڑھے جاتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ سلطان محمد قلی نے بیسیوں مرثیے لکھے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کے جملہ مرثیے دستیاب نہ ہو سکے۔ لیکن جو ملے ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محرم کے آغاز کے ساتھ ہی مرثیہ نگاری شروع کر دیتا تھا۔ چنانچہ دیوان کے پہلے مرثیہ میں لکھتا ہے :-

محرم کے مہینے میں اماموں کا غم پھر سے آیا ہے جس کی وجہ سے زمین اور
آسمان میں دوبارہ رنج و الم کا دور دورہ ہو گیا۔

زمین پر اس ستم و بلا کی وجہ سے اتنا شور و غوغا پیدا ہوا اور دلوں میں
اتنا دکھ بھر گیا کہ سانس اندر جانے کے بعد باہر نکلتے ڈرتی ہے۔

سورج اماموں کے غم میں جل جل کر آگ کا شعلہ بن گیا ہے اور پونم کے
چاند نے اس غم میں خود کو کوئلے کی طرح جلا دیا ہے۔

اے مسلمانو اپنے آنسوؤں سے ندیاں بہاؤ کیونکہ اماموں پر ستم اور
بلا پھر سے آئی ہے۔

اے مسلمانو تم کبھی محرم کا نام نہ لینا کیونکہ اس مہینہ نے قیامت
بن کر علم قیامت کو بلند کیا ہے۔

حوروں کو جنت میں کوئی دکھ درد نہ تھا لیکن حسینؑ کا غم کرنے کیلئے
وہ دوسرا جنم لیتی ہیں۔

یہ مرثیہ ناقص الآخر ہے۔ لیکن اس کے ابتدائی اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ گذشتہ
محرم میں بھی کوئی مرثیہ لکھ چکا ہے۔ دیوان کا مندرجہ دوسرا مرثیہ ناقص الاول
دستیاب ہوا ہے۔ اس میں محمد قلی لکھتا ہے :-

بی بی فاطمہؓ حسینؓ کے لئے لہو روتی ہیں اور اس لہو کی سرخی ساتوں آسمانوں پر شفق بن کر چھا گئی ہے۔

اے مسلمانو اماموں پر جو دکھ ہوا ہے اس کا حال نہ پوچھو کیونکہ ہر ایک امام پر طرح طرح کے دکھ اور ظلم ہوئے ہیں۔

افسوس کہ دنیا میں ان پر کیسا ظلم ہوا! اور یہ سب ظلم و بلا صرف فاطمہؓ کی خاطر!

اے محرم تو گیارہ مہینوں کی طرح کیوں نہیں ہے! سب مہینوں میں خوشیاں کرتے ہیں لیکن تو آ کر دلوں میں دکھ بسا دیتا ہے۔

اے محرم تو نے اماموں کی ایسی میہمانی کی کہ کربلا کے جنگل میں اُن کے لئے تمام بلاؤں کو جمع کر دیا۔ مسلمانوں کے لئے اس مصیبت سے بڑھکر کوئی نہیں کیونکہ اس میں آنسوؤں کے لہو سے پیالے بھر کر پینا پڑتا ہے۔

بد بخت شامی کافروں نے امام سے قول طلب کیا اور خود بے ایمان تھے اس لئے خدا نے ان کے لئے دوزخ بنائی ہے۔

اس مہینے میں مومنین حسنؑ کے زہر کی وجہ سے ہرے لباس پہنتے ہیں جنکی چھاؤں آسمان پر رنگ بھر دیتی ہے۔

اے خدا تو اماموں کی حرمت میں قطب شاہ کو بخش دے کیونکہ انکی مدح کا

حلقۂ غلامی اُس کے کانوں میں زیب دیتا ہے۔

اگرچہ فرشتے امام کی مدد کرنے آئے تھے مگر انھوں نے قبول نہ کی بوجہ
ان کا ماتم کرنے والوں کی آہ سے ہر روز جلتا رہتا ہے اور چاند اس شرم
کے مارے گُل کر اپنا سر نیچے جھکا لیتا ہے۔

یزیدیوں کے ظلم کا قصہ کوئی بیان نہیں کر سکتا کیونکہ شیطان نے
بچپن سے انہی کے یہاں جاکر تعلیم پائی ہے۔ یزید اور شمر جیسے کام شیطان
بھی نہ کر سکیگا۔ اس شخص پر ہزاروں لعنتیں جسکے ایسا لڑکا پیدا ہوا"۔

تیسرا مرثیہ ناقص الاول ہے۔ نہ معلوم کس طرح ابتدا کی تھی؟ اس میں لکھا
ہے کہ:۔

ظالموں نے اپنے ظلم کی وجہ سے بارہ اماموں کو اتنا دکھ دیا کہ فاطمہ کا ہرا
اس لہو سے دھل گیا۔ یتیم پیاس پیاس پکارتے ہوئے مل کر روتے رہے
اور اس دکھ درد کے آنسوؤں نے ان کے حلق کو سکھا دیا۔

زندگی کو تو ایک چراغ سمجھ جو اس غم کی وجہ سے جل رہا ہو۔ اسی غم میں
پریاں اور حوریں بھی اپنی آنکھوں سے لہو کے آنسو ٹپکاتی ہیں۔

اماموں کا قصہ بیان کرنے کی زبان میں بھی طاقت نہیں کیونکہ شہیدوں کے

غم کی وجہ سے درد وغم کے بادل تمام عالم پر چھائے ہوئے ہیں۔

اے خدا تو ان ظالموں سے باز پرس کر اور ہماری آہ و فریاد کو سُن کیونکہ انھوں نے بن باپ دادا کے یتیموں پر جفا اور ستم توڑا ہے۔

اے مسلمانو اگر تم اپنے ایمان کے دعوے کرتے ہو تو دم بدم روتے جاؤ کیونکہ یہی دوزخ کی آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

اے خدا اماموں کی وجہ سے قطب شاہ کو تو شفا دے کیونکہ شہیدوں کی دوستی کی وجہ سے تمام بادشاہوں میں اسکی تعریف ہوتی ہے۔"

اس مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک محرم میں بادشاہ کی طبیعت ناساز تھی۔ اس ناسازی مزاج کا اس نے دوسری نظموں میں بھی ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکثر بیمار رہا کرتا تھا۔ اسکی تصویر سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دوسرے قطب شاہوں کے مقابلہ میں نحیف تھا۔ اس موضوع پر آئندہ بحث کی جائے گی۔

چوتھے مرثیے میں محمد قلی لکھتا ہے:—

اے ماتمیو آؤ ہم سب مل کر اس غم میں لہو روئیں اور واامامؑ یا امام کے ورد میں اپنے دل کھو دیں۔ آہ ہمارے درد سے دریا کو بھی جوش آتا ہے اور ماتمیوں کے لہو کی بوندوں سے سب آگ بجھ جاتی ہے۔

سب دکھوں کی حد ہوتی ہے لیکن اس دکھ کی کوئی حد نہیں کیونکہ فرزند
فاطمہؑ کے بغیر اس دنیا میں کہیں نور نہیں ہے۔ فاطمہؑ کے دکھ میں عرش و کرسی
بھی غم کے آنسو روتے ہیں اور ساتوں آسمانوں اور زمینوں میں آگ بھڑک
اٹھتی ہے۔ مصطفٰیؐ کے باغ کے پھولوں کو پانی نہ دیکر سکھا دیا گیا اور مصطفٰیؐ
و مرتضیٰؑ و فاطمہؑ کے دل کو دکھایا۔

تمام پیغمبروں نے اس غم میں نیل کے کپڑے پہن لئے ہیں۔ کیونکہ جس طرح
نبیوں میں مصطفٰیؐ ہیں، اماموں میں حسینؑ ہیں جنھوں نے کفر کو توڑ کر اسلام
کو رائج کیا۔"

یہ مرثیہ بھی ناقص الآخر ہے۔ محمد قلی کا ایک اور مرثیہ خاص کر قابل ذکر ہے
یہ نہایت طویل اور مکمل ہے اور اس میں اُس نے نوحہ کے طرز میں اس امر کو ثابت
کیا ہے کہ تمام دنیا اماموں کا غم کرتی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ :۔

دو جگ کے اماموں کے غم میں سب کے دل آہ و زاری کرتے ہیں اور
سب کے جسموں کا رواں رواں جلتا ہے۔ ساتوں آسمان، آٹھوں جنتیں،
ساتوں سمندر، اور ساتوں اقلیمیں ایک سے بڑھکر ایک اس غم سے متاثر ہیں۔
کعبہ نے بھی اس غم میں سیاہ پوشی اختیار کر لی ہے اور ظلمات بھی اسی

دکھ میں سیاہ و تاریک ہے۔

لوح و قلم، عرش و کرسی، قدسی اور غلمان سب اسی غم میں ہیں۔ اور بادل

اور بجلی بھی ساری رات اسی لئے پکارتے اور روتے چلاتے رہتے ہیں۔

آسمان کا چھجا جل گیا اور خورشید کو آگ لگ گئی۔ چاند پر بھی جلنے

کی وجہ سے سیاہ دھبہ پڑ گیا۔ پرندوں نے اپنے سب پر جھڑا دیے اور گھر بار

چھوڑ کر نکل گئے، اور سمندر روتے روتے بھر پور ہو گئے۔

پھول اس دکھ میں سوکھ گئے اور بلبلیں خاموش ہیں، اور حسین کوئل

اسی غم میں بن بن پکارتی پھرتی ہے۔ اے انسانو دیکھو کہ پرندوں نے

غم کے مارے دانہ چگنا چھوڑ دیا ہے۔ تمام دنیا نے ماتم کی ایک دوکان

کھول دی ہے۔ دونوں جگ خراب و خستہ ہو گئے، حیوان رنج و غم میں

کباب بن گئے، اور سمندروں نے سراب بن کر موج زنی ترک کر دی۔

اس غم کی آگ سے دنیا بن کی طرح جل رہی ہے اور آسمان اور زمین

جل رہے ہیں، اور بہشت میں فرشتے بے اختیار ہو کر تڑپ رہے ہیں۔

اس کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی خصوصیات و مناقب تفصیل سے بیان کیے

ہیں اور آخر میں اپنے لئے دعا کی ہے۔ یہ مرثیہ نہایت اہم اور سب سے بہتر ہے۔

علوئے تخیل اور خوبی اسلوب کے لحاظ سے محمد قلی قطب شاہ کی بہترین نظموں میں سمجھا جا سکتا ہے ۔ محمد قلی کے ایک فارسی مرثیے کے چھ بند اور ایک فارسی نوحہ بھی موجود ہے[1]

ان تمام مرثیوں کے مضامین اس لئے پیش کر دئے گئے کہ یہ اُردو زبان کے پہلے مرثیئے ہیں اور ان میں محمد قلی کے وہ خیالات ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئے ہیں جن کو اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے ملک میں رائج کر دیا اور نہ صرف اپنے ہم خیالوں بلکہ تمام اہل ملک کو محرم کی تعظیم و تکریم اور شہدائے کرام کے غم والم میں حصہ لینے کی طرف راغب کر دیا۔

محمد قلی نے ان مرثیوں اور تعزیہ داری کے علاوہ محرم میں ایسی دلچسپ تقریبیں بھی رائج کیں کہ تمام اہل ملک اُن میں حصہ لینے لگے ۔ مثلاً روشنی، کپڑوں، کھانوں، بیلوں وغیرہ کی عام تقسیم اور چھٹی محرم کو داد محل کے سامنے کا عظیم الشان منظر (جو رفتہ رفتہ ایک میلے کی شکل میں منتقل ہو گیا) ایسی چیزیں تھیں جنہوں نے محرم کو سلطنت قطب شاہی کا ایک ناقابل فراموش عنصر بنا دیا ۔ چنانچہ جملہ سیاح اس کا تذکرہ کرتے ہیں ۔

اس سلسلہ میں قطب شاہی تاریخ حدیقۃ السلاطین سے داد محل کے سامنے کے عظیم الشان منظر کی نسبت کچھ معلومات بھی لکھ دی جاتی ہیں ۔

"چھٹی محرم کو الاوہ بیرون دولت خانہ کے علم (جن کا اہتمام کوتوال کے ذمہ رہتا ہے)

---

[1] یہ فارسی ترکیب بند اور نوحہ کلام الملوک میں شائع ہوا ہے (دیکھو صفحات ۵۴ تا ۵۵)۔

میدان[1] دلکشا ئے وسیع الفضائے دادمحل میں لاتے ہیں۔ اور اس میدان کے اطراف و اکناف کے بازاروں اور راستوں میں چراغاں کئے جاتے ہیں اور تابوت اور کتب وں یعنی تعزیوں کو بہترین زیب و زینت اور قسم قسم کی نقاشی اور تکلفات سے آراستہ کرکے اور ان کے اندر اور باہر بہت سی شمعیں روشن کرکے لے آتے ہیں۔ اور لکڑی سے بڑے بڑے درخت اور عظیم الشان ہیکلیں بنا کر اُن میں بھی روشنی کرتے ہیں۔ فانوسوں مشعلوں اور چراغوں کا ایک انبوہ علموں کے سامنے چلا آتا ہے۔ اور کثیر تعداد میں عربی اور عجمی لوگ اور شیعیان و محبانِ ائمہ مطہر ہاتوں میں شمعیں لئے ہوئے دونوں طرف اور ان کے درمیان ذاکران و مداحان مرثئے اور مدح پڑھتے ہوئے دادمحل کے میدان میں آتے ہیں۔ دادمحل کے نیچے دو طرفہ چراغ روشن رہتے ہیں اور علم درمیان میں جن کے اطراف تمام سیاہ پوش عزاداران و ذاکران وغیرہ کھڑے ہوتے ہیں۔

دادمحل کی چوتھی منزل پر سے جب بادشاہ اس "چراغ زار" پر نظر ڈالتا ہے جو ماتمیوں کے پُرداغ سینے کے مشابہ ہے تو عزاداروں کے شور و شیون سے اس پر بھی رقت طاری ہو جاتی ہے اور وہ سیاہ پوشانِ دلفگار کے لئے اپنے یہاں سے نا زیزہ کے خوان روانہ کرتا ہے۔ اور کو توال تمام مجمع کے ساتھ بادشاہ اور سلطنت کی بقا کے لئے دعا کرتا ہے۔

---

[1] اس جگہ اب چوک کی مسجد، گھڑی، محبوب مارکٹ اور عزاخانہ عامرہ واقع ہے۔

اسی طرح ایام عاشورہ کے ختم تک شہر کے جملہ محلوں کے علم اس میدان میں آتے رہتے ہیں۔

ساتویں محرم کی صبح میں بادشاہ ندی محل میں برآمد ہوتا ہے، شاہ نشین میں کھڑا رہتا ہے اور ایران اور ہندوستان کے حاجب طلب کئے جاتے ہیں۔ اور جملہ مجلسی، امیر وزیر، مقرب اور ہر طبقہ کے ملازمین سیہ پوش ہو کر حاضر ہوتے ہیں اور اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس وقت تمام شہر و مضافات کے علم طلب کئے جاتے ہیں اور علموں کے ساتھ شہر کی تمام مخلوق دروازۂ بارہ امام میں سے داخل ہوتی ہے۔ ہندو اور مسلمان سب کو داخلہ کا بارِ عام دیا جاتا ہے اور یہ مجمع ندی محل کی فضا میں روزِ محشر کا انبوہ نظر آتا ہے۔ علموں کو ترتیب کے ساتھ بادشاہ کے سامنے سے لیجاتے ہیں اور اس وقت سامعین کا ماتم اور شور و شیون اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ عرشِ اعظم تک پہنچتا ہے۔ اسوقت علموں، تابوتوں، گنبدوں اور تعزیوں کو دیکھ کر میدانِ کربلا میں اہل بیت کی گرفتاری اور پریشانی کا منظر دیکھنے والوں کی آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور وہ بے اختیار رونے لگتے ہیں۔ بادشاہ بھی متاثر ہوتا ہے اس کی طرف سے ہر علم کو ایک ابریشمی ڈھٹی باندھی جاتی ہے اور خادموں کو ایک خریطۂ زر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ظہر کے وقت تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

نویں محرم کی رات میں دولت خانۂ عالیہ کے اندرونی الاوہ کے علموں کو میدان دربار خسروی (یعنے چار کمان کے میدان) میں لے آتے ہیں۔ اس رات بادشاہ پھول

چڑھانے اور علموں کو آراستہ کرنے کے بعد خاصہ کی کافوری شمعیں حملہ مجلیوں مقربوں اور حجاب عظیم الشان کو اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتا ہے اور شاہی سپہ سالار کے ہاتھ سے کل سلحداروں اور عساکر میں تقسیم عمل میں آتی ہے۔ سر محل شاہی کے ہاتھ میں شمشیر خاصہ دیجاتی ہے اور تمام مجلسی سردار اعیان واکابر اور دولت خانہ شاہی کے جملہ چھوٹے بڑے ملازم ہاتھوں میں شمعیں لئے ہوئے نکلتے ہیں اور دروازۂ الاوہ میں سے میدان دربار چار کمان) میں بے شمار مشعلوں، چراغوں اور فانوسوں کے ساتھ علموں کو لے آتے ہیں۔ میدان کے ایوانوں کے سامنے چالیس پینتالیس فٹ بلند ہاتھی شیر اور درخت سرو وغیرہ کی عجیب دلپذیر شکلیں بنا کر روشن کی جاتی ہیں اور اس میدان کی چاروں کمانوں پر سر سے پاؤں تک طاقوں، محرابوں اور طرح طرح کے درختوں کے نقشے اتار کر ان میں روشنی کیجاتی ہے۔ اور تمام میدان میں بھی لکڑیاں باندھکر چراغ لگائے جاتے ہیں۔

محل کی اس چوڑی دیوار پر جس کے برابر سے علموں کو میدان میں لیجاتے ہیں بادشاہ تقریباً پانسو قدم علموں کے ساتھ جاتا ہے اور آخر کار اس کمان پر جو چار مینار کے مقابل (اب بھی موجود) ہے پہنچ جاتا ہے۔ وہاں سے تمام میدان اور دوسری کمانوں کا منظر سرتاپا چراغاں نظر آتا ہے۔ اور بے حد و حساب مخلوق خدا جس میں شریف و وضیع چھوٹے بڑے، عورت مرد سب ہی شامل ہوتے ہیں اس وسیع میدان میں جمع ہو کر اس چراغاں

اور آتشی گلستاں کا تماشا دیکھتے ہیں۔

علموں کو بیچ میدان میں لانے کے ساتھ ہی ذاکر اور مداح حلقوں میں تقسیم ہو کر ذکر و مدح پڑھتے ہیں اور دو گھنٹے کے بعد بادشاہ اُسی کمان اور دیوار پر سے چلتا ہوا علموں کے ساتھ واپس ہوتا ہے اور سب لوگ دعا و فاتحہ کے بعد واپس ہو جاتے ہیں۔

دسویں کی صبح کو بادشاہ پورا سیاہ پوش اور پا برہنہ ہو جاتا اور جب اس کے سیاہ پوش امیر، مقرب، وزیر، ملازم اور خاص غلام زاری و شیون کرتے اور مرثیے پڑھتے ہوے علموں کے آگے الاوہ حضور کی طرف آتے ہیں تو بادشاہ بھی ماتم کرتا ہوا ایوانِ الاوہ کے قریب کی مسجد میں پہنچتا ہے۔ وہاں "قصۂ شہادت اور گرفتاری حرمِ محترم" سنتا ہے جس سے دل خوناب اور آنکھیں سیلاب بن جاتی ہیں۔ ذاکر کے بعد خطیب نہایت فصاحت کے ساتھ باآوازِ بلند شہدا کے لئے فاتحہ اور شاہ کے لئے دعا پڑھتا ہے، اور بادشاہ دولت خانہ کو مراجعت کرتا ہے جہاں زیارت حضرتِ سید الشہدا اور روزِ عزا کی نماز پڑھ کر خاص و عام کو کندوری تقسیم کرتا اور حکم دیتا ہے کہ دو سو یتیم سید زادوں کو پیش کریں، جن کو نفیس لباس اور رقم دی جاتی ہے[1]۔

اگرچہ یہ تمام تفصیل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے اوقاتِ محرم کی ہے لیکن ان کا آغاز محمد قلی ہی نے کیا تھا اور یہی باتیں کم و بیش اُس کی تمام زندگی میں جاری رہیں۔

---

[1] حدیقۃ السلاطین صفحات ۱۴۹ تا ۵۰ ۔

ہم کو یہ معلوم ہے کہ سلطان عبداللہ اپنے نانا کے قدم بقدم چلتا تھا اسی لئے اس نے وہ تمام باتیں دوبارہ رائج کردیں جو اس کے باپ کے زمانہ میں موقوف ہو گئی تھیں یہی وجہ تھی کہ مورخوں اور شاعروں نے اس کو " محمد قلی کا سچا جانشین اور نمونہ " ثابت کیا ہے۔ چنانچہ غواصی نے اپنی مشہور کتاب طوطی نامہ میں سلطان عبداللہ سے مخاطب ہو کر لکھا ہے کہ تیرے حالات وواقعات دیکھ کر لوگ کہتے ہیں کہ پھر دنیا میں محمد قلی آ گیا ہے۔ اس کے شعر یہ ہیں ؎

مہاراج سلطان عبداللہ ناؤں ۔۔۔ ثریا کے تارک پہ اس کا ہے پاؤں
شرافت میں گرد اس کے نعلین کا ۔۔۔ ہے سُرمہ چندر سور کے نین کا
دیکھت زور ور طالع اس راج کے ۔۔۔ صفا وار روشن ولاں آج کے
کہیں یوں بحق علی ولی ۔۔۔ کہ پھر جگ میں آیا محمد قلی
سچیں آج اے خسرو نیک نام ۔۔۔ ہیں اس کچ آثار تجہ میں تمام

. . . .

ڈوبے تھے ہنر مند سو پھر کے ۔۔۔ نکل آئے تج دور میں تیر کے
دیا جیو پھر راگ ہور رنگ کوں ۔۔۔ کیا دور سینیاں پو کے زنگ کوں

(طوطی نامہ مطبوعہ صفحہ ۶ تا ۹)

عید میلاد نبیؐ ایام عزا کی طرح سلطان محمد نے محمد قلی کے انتقال کے بعد عید میلاد نبی کی دھوم دھام اور نمایشوں کو بھی ختم کر دیا تھا اور اس کے اخراجات میں جتنی رقم صرف ہوتی تھی وہ علما و فضلا و صلحا و اتقیا میں تقسیم کر دی جاتی تھی اس کے متعلق حدیقۃ السلاطین میں لکھا ہے کہ :-

"در زمان سلطنت خاقان جنت مکان علیین بارگاہ سلطان محمد قطب شاہ ......میزبانی و سور مولود حضرت سید اولادِ آدم..... موقوف و متروک بود و خلایق از ایں عیش و عشرت مہجور و محروم بودند و وجہ (ایں کہ) اخراجات آں را بہ علما و فضلا و صلحا و اتقیا قسمت می نمودند"[۱]

اور جب سلطان عبداللہ تخت نشیں ہوا تو اس نے فرمان دیا کہ :-

"تہیۂ جشن و سور و میزبانی و استعداد آئین بندی مولود برگزیدہ حضرت ...... چناں کہ در سنوات سابق بود باز واید و لواحق...... و تکلفاتِ دیگر اضعافاً مضاعفۃً بکنند"[۲]

اس کے بعد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی قطب شاہ عید میلاد نبی کی بزم آرائی اور آئین بندی فضائے دلکشائے میدانِ داد محل میں کیا کرتا تھا۔ یہ میدان محل کے جانب جنوب نہایت وسیع مربع مستطیل تھا۔ اس کے تینوں طرف جواہر و نفائس کی

۱و۲۔ حدیقۃ السلاطین ص۵۰۔

دوکانیں تھیں۔ اور اس کے مشرقی اور مغربی پہلوؤں میں دو رفیع چہار منزلہ عمارتیں ایک دوسرے کے مقابل بنائی گئی تھیں جن میں سے ایک چاوڑی تھا نہ اور دوسری کوتوال خانہ کہلاتی تھی۔ ان دونوں کے آگے نہایت بلند منڈوے یا دالان بنائے گئے تھے اور ہر ایک میں خاص نشیمن یا نشست گاہیں بھی ترتیب دی گئی تھیں۔ ان دونوں عمارتوں کو نیچے سے اوپر تک اور میدان کے اطراف کی دوکانوں کو بھی بڑے تکلف سے سجایا جاتا تھا اور میدان کے بیچ میں دادمحل کے عین سامنے چالیس ستونوں اور چار سو طنابوں کا ایک خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اس کا وسطی حصہ مخمل و اطلس سے اور اطراف کا زردوزی نقش و نگار سے مزین ہوتا تھا۔

عید میلاد النبی کی آمد سے بہت قبل ہی صناع ہنرمند اور استادان صنعت و حرفت ان دونوں عمارتوں کے سامنے اپنے عجیب و غریب کمالات کی پیش کشی میں مشغول ہوجاتے اور آخر کار جب روز مولود یعنی ربیع الاول کی سترھویں تاریخ[1] آجاتی تو کوسوں، دماموں، نقاروں، نفیریوں اور قرناؤں کی آوازوں سے میدان دادمحل گونج اٹھتا۔ تمام شہر اور اطراف کے لوگ اس میدان میں جمع ہوتے اور صنعت و حرفت کے کرشموں کا تماشا دیکھتے۔ اور ان دو دلکشا قصروں کی تصویروں کی سیر کرتے۔ ان

---

[1] محمد قلی قطب شاہ نے ۱۷ ربیع الاول کو صحیح ترین تاریخ پیدائش آنحضرت صلعم قرار دیا تھا۔

دونوں قصروں کی دیواروں پر تصویریں آتاری گئی تھیں۔ درمیان میں خود قطب شاہ کے دربار کی تصویر تھی جس میں مقربانِ سریر، نزدیکانِ تخت، مجلسیانِ عظام، بزرگانِ رفیع اور امرا و وزرا کو اپنی اپنی جگہ بتایا گیا تھا۔ اس کی دائیں طرف خسرو ایران کے دربار اور بائیں طرف شہنشاہ مغلیہ کے دربار کی تصویریں بھی اسی اہتمام سے بنائی گئی تھیں۔ ان عظیم الشان تصویروں کے علاوہ مذہبی اور تاریخی واقعات کو بھی بذریعہ رنگ کاری پیش کیا گیا تھا۔[1] ان تصویروں کی خصوصیتیں اور مناظر کی تفصیل حدیقۃ السلاطین میں درج ہے اور اگرچہ یہ تاریخ سلطان عبداللہ کے عہد میں لکھی گئی لیکن جشن میلاد نبیؐ کے احیا کا تذکرہ ۱۰۳۶ھ کے واقعات کے ساتھ درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصویریں سلطان محمد قلی ہی کی بنوائی ہوئی تھیں کیونکہ اس وقت سلطان عبداللہ کی عمر صرف ۱۵ سال کی تھی اور اس کو تخت نشیں ہوئے صرف دو سال ہوئے تھے۔ اور یہ عرصہ ایسی عظیم الشان تصویروں کی تیاری کے لئے ناکافی تھا۔ اس کے علاوہ سلطان محمد جیسے زاہد تو اس کی

---

[1] حیدرآباد کی یہی تصویریں تھیں جن کی تقلید میں بعد کو سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے اپنے قصر دریا دولت باغ کی دیواروں کو تصویروں سے آراستہ کیا تھا۔ اور اب مہاراجہ میسور اپنے محل کو مصور کر کے ٹیپو سلطان کی تقلید کر رہے ہیں۔

توقع ہی نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ محلوں کی دیواروں پر تصویریں اتروائے گا۔ اسلئے یہ تصویریں سلطان محمد قلی ہی کی بنوائی ہوئی ہوں گی۔ البتہ سلطان عبداللہ نے اس میں ضرور اضافہ کیا ہوگا جس طرح بادشاہی عاشور خانہ کے نقش و نگار میں اضافہ کیا تھا جس کے ثبوت اب تک موجود ہیں۔

اس قصر صور کی چھت پر بھی طرح طرح کے نقوش بنائے گئے تھے جن میں فرشتوں کی صورتیں اور طبقہ ہائے نور کی دلفریبیاں قابل ذکر ہیں۔ اس قصر کے ستونوں کو طلائی اور لاجوردی نقاشی سے مرصع کیا گیا تھا اور خود عمارت میں جگہ جگہ تمام روئے زمین کے بادشاہوں کی محفلوں اور مجلسوں کو ان ہی کے خاص لباسوں اور مخصوص رسم و رواج کے مطابق سجایا گیا تھا۔ اور قطب شاہی بادشاہ کی سواری کے نقشے بھی بنائے گئے تھے جن میں بادشاہ کہیں ہاتھی پر اور کہیں عربی گھوڑے پر اپنے خیل و حشم و لشکر و خدام کے ساتھ جاتا دکھائی دیتا تھا۔

ایک جگہ شکار گاہ کا منظر تھا۔ شیروں، ببروں، چرندوں، پرندوں، اور سوار اور پیادہ شکاریوں اور دوڑتے ہوئے اور گرتے ہوئے شکار کی تصویریں بھی کھینچی گئی تھیں۔ غرض یہ عجیب و غریب تصویریں نقوش اجنٹہ سے کم قابل قدر نہ تھیں اور بہترین صناعی کا نمونہ تھیں۔ ہم یہاں باقی ماندہ تصویروں کی فہرست بھی

اصل قطب شاہی تاریخ سے نقل کر دیتے ہیں :—

۱۔ مجلس سلیمان و مجمع دیوان و آدمیان و وحوش و طیور۔

۲۔ معراج حضرت نبی جلیل و صعود براق و جبرئیل و افواج ملایک۔

۳۔ مجلس زلیخا، زنانِ مصر و طشت و آفتابہ در دستِ یوسف و بریدن زنان ترنج با کف دست۔

۴۔ شیریں با زنان در میان آب و ربیدن خسرو پرویز واو را در میان آب دیدن۔

۵۔ مجنون در صحرا و ہامون و الفت او با آہوان مطبوع موزون و آمدن لیلیٰ بدیدن او۔

۶۔ جنگ رستم با دیو سفید در غار و با اشکبوس در معرکۂ کارزار۔

اس کے بعد مورخ لکھتا ہے کہ :—

"و امثال ذالک بے حد و نہایت در ایں دو عمارات تصویر نمودہ اند و ہیاکلی عظمیہ و صور جسیمہ فیل و شیر و آدم و اسپ و چندیں صور مختلفہ الہئیات در ہر ضلع از اضلاع آں ابداع و اختراع نمودہ اند۔" (ص۵۲)

عید مولود نبیؐ میں عوام ان تمام تصویروں کو دیکھنے جمع ہوتے تھے۔ اِن مصور و منقوش

قصروں کے سامنے میدان میں اس تقریب سعید کے لئے جو خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا اسکے وسط میں ایک شامیانہ باندھا جاتا جس میں تخت شاہی رکھا جاتا تھا جو تمام و کمال سونے کا تھا اور قیمتی جواہر سے مرصع۔ اس کے اطراف شاہی تجمل و لوازم کے مناسب زیب و زینت کی جاتی اور اس طرح مذکورۂ بالا دونوں مصور و منقوش عمارتوں کے ایوانوں میں بھی صفۂ بادشاہی آراستہ کئے جاتے اور گانے اور ناچنے والیاں اطراف سلطنت سے جمع ہوکر اپنا اپنا کمال فن دکھاتیں۔ ان دونوں ایوانوں اور خیمہ کے صفہ ہائے شاہی کے سامنے کوئی ایک ہزار رقاصائیں اور حسینان نغمہ طراز اپنے اپنے گانوں اور ناچ سے مجلس عشرت و انبساط کو گرم کرتی رہتیں۔ ان صاحبان حسن و جمال کے علاوہ تمام ملک کے دوسرے صاحبان کمال مثلاً بازیگر، رسیاں باز، لعبت باز، حقہ باز، مقلد، اہل ہزل، مسخرے اور شب باز وغیرہ اس موقع پر حیدرآباد میں جمع ہو جاتے تھے اور میدان وسیع الفضا و دلکشائے داد محل میں اپنے اپنے کرتب دکھاتے رہتے۔ جن کے حیرت انگیز کرشموں کو دیکھنے کے لئے شہر کی تمام مخلوق رات اور دن اس میدان میں جمع رہتی۔ حیدرآباد میں رنگ اور ناچ کے جو جلسے عہد سلطان العلوم آصف جاہ سابع کے آغاز تک محرم میں ہوا کرتے تھے وہ دراصل عہد قطب شاہی کے ان ہی عید میلاد نبی کے

جلسوں اور رنگ رلیوں کی یادگار رہے۔

میدانِ دلکشائے وادمحل کے علاوہ عید میلاد النبی کی خوشی میں میدان عالم پناہ کے دروازۂ شیر علی (یعنی میدانِ چار کمان) میں بھی آسمان کی طرح بلند اطلسی خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اور چبوترہ پر مسند ترتیب دے کر بڑے بڑے عہدہ دار بیٹھے رہتے اور یہاں بھی رقص و سرود کی محفلیں سجائی جاتیں۔

اسی طرح محل خاص، ہشت محل، چہار صفہ، لعل محل، گگن محل، چندن محل، صدر صفہ، اور سخن محل وغیرہ میں بھی ڈیرے اور شامیانے لگائے جاتے۔ پر تکلف مسندیں بچھائی جاتیں۔ اور ہر جگہ بڑے بڑے صلحدار اور حوالدار مجلس آرائیاں کرتے۔ ان تمام خیموں، محلوں اور صفوں میں زعفران، صندل اور مشک وغیرہ کو طلائی و نقروی بادیوں میں بھر کر ہر روز ایک ایک طبق پان خاصہ کے ساتھ تقسیم کرتے۔ جو ہر محل میں سو ہزار سے زیادہ صرف ہوتے۔ ساتھ ہی ہر روز قسم قسم کے کھانوں کے دستر خوان بچھائے جاتے اور تمام خاص و عام کو شاہی کندوری سے فیض یاب ہونے کا موقع ملتا۔

یہ تو بیرونی محلات اور خیموں کی مجلس آرائیاں تھیں۔ خاص شاہی محل میں مخصوص اور منتخب و مہ جمال رقاصائیں اور" استادان خوانندہ و سازندۂ ملک ایران و ہندوستان" ہی بار پا سکتے تھے۔

اس ماہ جشن و میزبانی کے آخر میں بادشاہ کی سواری نکلتی تھی تاکہ دونوں میدانوں اور عمارتوں کی آئین بندی اور آرائش و زیبائش کی سیر کی جائے۔ اس موقع کے لئے مخصوص فیلبان پانچ گز کے خاص شاہی ہاتھی کو زعفران اور صندل سے دھو کر طلائی زنجیروں، موتیوں کی جھول، مرصع کلغی، اور دوسرے زیوروں سے آراستہ کرکے لے آتے تھے عصر کے وقت بادشاہ اس ہاتھی پر سوار ہوکر میدان کی طرف نکلتا اور جملہ ارکان دولت مقربانِ تخت، سردارانِ عالی شان، وزیرانِ رفیع مکان، حوالہ دار، سلحدار، لشکری اور ہر طبقہ کے بے شمار ملازمین اس شاہی ہاتھی کے اطراف پیادہ چلتے۔ اندرونی و بیرونی محلوں کی طوائفیں اور سب گانے بجانے والے ایک خاص سرخ لباس پہنکر جو اس تقریب میں بادشاہ کی طرف سے ان تمام کو عطا کیا جاتا تھا شاہی ہاتھی کے آگے آگے رقص کرتے اور گاتے ہوئے نکلتے تھے۔

اس سواری کی دھوم دھام اور بادشاہ کو دیکھنے کے لئے تمام شہر و اطراف کی مخلوق جمع ہوجاتی اور بازاروں، دوکانوں، مکانوں، اور چھتوں پر سوائے انسانی سروں کے اور کچھ نظر نہ آتا۔ خاص کر میدان میں ایک عظیم الشان مجمع رہتا۔ جب ان لوگوں کی نگاہیں بادشاہ پر پڑتیں تو وہ بے ساختہ دعائیں دینے لگتے اور تعریف کرتے۔ اسطرح میدان چارکمان سے نکلکر یہ سواری چارمنار سے ہوتی ہوئی دادمحل کے میدانِ دلکشا میں

پہنچتی تھی جہاں چاوڑی تھانہ و کوتوال خانہ کے پاس تھوڑی دیر کے لئے شاہی تھی ٹھیرایا جاتا۔ اس وقت عہدہ دار زر و جواہر کے طبق بادشاہ پر سے نثار کرتے اور نذر گزرانتے تھے۔ میدان کے اطراف و اکناف کے سوداگر اور تجار بھی (جو اس موقعہ پر اپنی اپنی حیثیت کے شایان شان اپنی دوکانوں کو آراستہ و پیراستہ کرتے تھے) بادشاہ کی بارگاہ میں اچھے اچھے تمغے پیش کر کے تشریف و انعام سے سرفراز ہوتے تھے۔

اس تقریب کی آخری رات میں میدان وادمحل ایک تناول خانۂ عام کی صورت میں منتقل کر دیا جاتا تھا اور گروہ در گروہ لوگ ان دسترخوانوں پر کھانا کھاتے تھے۔ اس وقت میدان میں چاروں طرف چراغاں کئے جاتے اور دولت خانۂ شاہی کے اندر اور باہر بے حد آتشبازی جلائی جاتی۔ غرض صبح تک کھانے، گانے، بجانے اور تماشہ کرنے کا سلسلہ جاری رہتا۔ میلادِ نبیؐ کی خوشی کا یہ جشن بارہ روز تک دن اور رات جاری رہتا تھا اور اس میں تینتیس ہزار ہون خرچ ہوتے تھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو حدیقۃ السلاطینِ قطب شاہی صفحات ۴۹ تا ۵۶)۔

یہ تو تاریخوں کا بیان تھا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ خود سلطان محمد قلی ان کے بارے میں کیا معلومات چھوڑ گیا ہے۔ اس کے کلام میں چھ نظمیں ایسی ملی ہیں جو اس عید کے موقعہ پر لکھی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ ایک عالیشان قصیدہ بھی اسی تقریب سے

متعلق موجود ہے۔ اس طرح گویا سات سال کی عید میلاد کے متعلق اس کے خیالات معلوم ہوسکتے ہیں۔ اس عید کی تقریب میں اس نے ہر سال ایک نہ ایک نظم ضرور لکھی اس طرح جملہ تینتیس[۳] نظمیں لکھی ہوں گی۔ افسوس ہے کہ بقیہ نظمیں دستیاب نہ ہوسکیں۔ جو نظمیں ملی ہیں ان کے خلاصے یہاں درج کئے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ وہ خود اس عید کو کیا سمجھتا تھا اور اس میں کس طرح مصروف رہتا تھا۔ عید میلاد النبی کی ایک نظم میں وہ لکھتا ہے :۔

"آنحضرتؐ کی ولادت کی خوشی میں عرش و کرسی کو سنوارا جاتا ہے اور فرشتے ساتوں جنتوں کو ستاروں سے سجاتے ہیں۔ عرش پر عشرت کے طبل بجنے لگتے ہیں اور تمام دنیا والے اپنی اپنی مرادیں پانے کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ دنیا خوشی کے مارے اپنے پیرہن میں نہیں سماتی۔ اور تینوں جگ اپنا تن من آنحضرتؐ پر سے نثار کرتے ہیں۔ چونکہ محمد قلی قطب شاہ نہایت اہتمام سے مولود کراتا ہے اس لئے لوگ صف در صف جمع ہو کر اس کی عمر و دولت کی ترقی کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اور فرشتے اور جن بھی صدق دل سے دعا کرنے کے علاوہ اعتراف کرتے ہیں کہ ایسا بادشاہ دین اور دنیا میں بھی نہیں ہے۔ اسی خلوص کی وجہ سے بادشاہ نے اپنا نام دونوں دنیاؤں میں

بلند کر لیا ہے۔ اور حوریں نور کے طبق لے کر بادشاہ پر نثار کرتی ہیں۔ چونکہ
نبیؐ کے صدقے میں محمد قلی قطب شاہ نے آج دعوت کی ہے اس لئے علیؑ کے
صدقے میں اس کے تارے دونوں عالموں میں بلند ہیں۔"

ثابت ہوا کہ وہ وسیع پیمانہ پر دعوتِ عام کرتا تھا اور لوگ صف در صف جمع ہو کر
اس کے لئے دعائیں مانگتے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب ہر روز دسترخوان پر ہزار آدمی سے کم
نہ ہوتے تو اس دعوتِ عام میں کتنے لوگ جمع ہوتے ہوں گے اس لئے اس کو فرشتوں اور
جنوں کے شریک ہونے کا بھی خیال پیدا ہوا ہوگا۔ بادشاہ ایک دوسری نظم میں
حسب ذیل خیالات کا اظہار کرتا ہے :-

"ہر گھڑی خوشی اور رونق ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا پر
چاروں طرف سے خوشی و خرمی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ روشنی سے
تمام ملک جگمگانے لگتا ہے اور ہر طرف شادی و خوشی کا غل سنائی دیتا ہے
چونکہ آج گنہگاروں کے بخشانے والے کی پیدائش کا دن ہے اس لئے
فقیر و بادشاہ سب مل کر اپنی بخشایش کی دعا کرتے ہیں۔
لوگ دوسری عیدوں میں بھی خوشیاں مناتے ہیں لیکن اس عید کی
خوشی کے برابر کوئی خوشی نہیں۔"

خود بادشاہ اس عید کی دعوت کے اہتمام کا یوں ذکر کرتا ہے کہ :-

"جب ہمایوں محمد قطب شاہ ترکمان عید مولود نبیؐ مناتا ہے تو تمام زمین جنت کی طرح سجائی جاتی ہے۔ بازار، قصر اور محل سب دلہن بن جاتے ہیں اور خوبصورت عورتیں بن سنور کر حوروں کی طرح ہر طرف سے جمع ہونے لگتی ہیں۔ شاہ کی نازنینیں شراب محبت کی متوالی ہو کر لاکھوں عشوہ و انداز کے ساتھ شامیانے کے نیچے ہوا کی طرح سبک رفتار چلی آتی ہیں۔ ان کے جوبن سونے کے ایسے گڑوے دکھائی دیتے ہیں جن کو دیکھ کر لوگ حیران ہو جائیں۔ ان ہنس مکھ سہیلیوں کی چال ڈھال اور بات چیت پر ہنسیں اور کوئلیں اپنے دلوں کو بطور تحفہ پیش کر دیں تو کوئی تعجب نہیں۔

جب بادشاہ اس تقریب میلاد میں آسمان کی طرح سرائی چتر کے نیچے بیٹھتا ہے تو اس کے آگے بڑے بڑے مدبرین وقت اور ہیرے اور لال جڑے چتر والے ملوک زمیں بوس ہوتے ہیں۔ جب بادشاہ ان ملوکوں کے ساتھ مجلس آرائی کرتے ہیں تو راستہ کے دونوں طرف ہندو راجا ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ جب حوض خانے میں لعل بدخشاں کے رنگ کی شراب بھری جاتی ہے تو اس کی روشنی سے جام اور شیشے بھی رخشاں نظر آتے ہیں۔ عجب نہیں جو

شراب کا نام سُن کر آسمان کا جی بھی للچائے اور ستوں کو مے پیتا دیکھ کر
وہ بھی پیالے پینے لگے۔
شاہ کی اس بزم کا تماشا دیکھنے کے لئے آسمان سے لاکھوں فرشتے
خوشی خوشی چلے آئیں اور شہ کے عیش و عشرت کو دیکھ کر کہیں "اے
قطب شاہ تمہارے دن اور رات اسی طرح چین سے گذریں اور نبیؐ کی
مہربانی سے قیامت تک تم نبیؐ کے لاکھوں مولود کرواؤ"
معلوم ہوتا ہے کہ دعوتِ عام کے علاوہ دربار عام بھی کیا جاتا تھا جس میں دوسر
ملکوں کے نمائندے اور کبھی کبھی بیجاپور اور احمد نگر کے سلاطین اور اطراف کے ہندو راجا
بھی شریک ہوتے تھے جس طرح گولکنڈہ کا شاہی رنگ آسمانی تھا بیجاپور کا سبز اور
احمد نگر کا سرخ تھا۔ اس نظم میں محمد قلی نے تینوں سلطنتوں کے شاہی رنگوں کا ذکر
کر دیا ہے۔ ایک اور نظم کے آغاز میں وہ اس امر کی طرف بھی اشارہ کر دیتا ہے کہ وہ
ہر سال عید مناتا اور اس سے متعلق نظمیں لکھتا ہے۔ اس کا بیان ہے :-
"اب کے پھر حضرت نبیؐ کی عید ولادت اپنے ساتھ عیش اور آنند لے
آئی ہے۔ اس یوم مسعود کی وجہ سے تمام عالم میں پھر عیش و عشرت کا دور
دورہ ہو گیا۔ گھر گھر میں تیاری اور اس کاج کے لئے زیبائش و آرائش

ہو رہی ہے، آج کے دن کے لئے بہت ہی سجاوٹ کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا
پر چاروں طرف عیش و آرام بادل بن کر چھا گیا ہے۔ اس تقریب میں
خود خوشی و مسرت خوش ہیں، عیش متوالا ہو گیا ہے اور عشرت بھی
آنند کے الاپ سن کر ناچنے لگی ہے۔

ہم جس طرح کا آرام و راحت چاہتے تھے پروردگار نے ہم کو اس سے
لاکھ درجہ بڑھ کر مسرت و عیش عنایت کیا۔

چمن کے تمام درخت آج کی خوشی میں ہمارے شریک ہو کر مستی سے
جھول رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس عید کی خوشی نے ان کو لالوں
کے پیالے بھر بھر کر ہوا کی شراب پلا دی ہے۔

میرے من کی مرادیں اور مقصود کے غنچے عید مولود نبیؐ کی وجہ سے
کھل کر پھول بن گئے ہیں۔ کیونکہ اس عید کی مسرت نے امیدوں کی برسات
کی جھڑی لگا دی ہے۔

ہماری قسمتوں کے بنانے والے نے جس روز ہر ایک کا حصہ تقسیم
کیا اسی دن سے اے قطب شاہ تمہاری قسمت میں یہ عیش اور انند بھی آ گیا۔

دوسری عیدیں

محرم اور عید میلادالنبی کے متعلق تاریخوں سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں ویسی کوئی معلومات دوسری عیدوں کے بارے میں نہیں ملتیں۔ ان کے متعلق ہماری واقفیت کا واحد ذریعہ محمد قلی قطب شاہ کا کلام ہی ہے جس میں اتفاق سے بعض بے حد دلچسپ اور ضروری معلومات محفوظ ہو گئی ہیں۔ یوں تو محمد قلی نے کئی عیدوں پر نظمیں لکھی ہیں لیکن ان تقریبوں میں اس نے حسب ذیل چار پر خاص کر زور دیا ہے۔

۱۔ عید بعثت نبیؐ ۲۔ عید میلاد علیؑ ۳۔ عید غدیر ۴۔ شب برات

اب ہم خود بادشاہ ہی کے بیان سے ان عیدوں کے متعلق معلومات قلمبند کرتے ہیں۔

عید بعثت نبیؐ اس موضوع پر پانچ نظمیں کلیات میں موجود ہیں۔ ان سب کا خلاصہ خود محمد قلی ہی کی زبان میں درج ہے:۔

اے موالیو خوشیاں کرو کہ عید بعثت رسول آئی ہے اور اپنے ساتھ طرح طرح کے عیش و آرام لے آئی ہے۔

پہلی عید شب برات، دوسری عید رمضان، تیسری عید قرباں اور عید غدیر
مولا علی جس کا رتبہ شاہوں میں عالی ہے خاص اہتمام سے محبت رسول کی عید
بھی مناتا ہے اور خوان خلیل کا احسان اپنے عہد میں، کھا کر دنیا و دین کو
اُجالیتا ہے۔

اس عید کے زمانہ میں ایسی خوشی منائی جاتی ہے کہ غم کا نشان کہیں
ڈھونڈھنے پر بھی نہیں ملتا کیونکہ آج ہی کے دن سے دین اور ایمان آشکار
ہوئے اور اسی دن کے فیض نے تمام امت کے دل و جان کو روشن کر دیا۔
عید بعثت کی خوشی حوریں بھی مناتی ہیں جس کی وجہ سے جنت کی
خوشبو تمام عالم کو مہکا دیتی ہے۔

عالم میں خدا کا نور پھیل جاتا ہے اور اس کی رحمت کی چھاؤں چھا جاتی
ہے کیونکہ اسی وقت جبرئیل خدا کے یہاں سے اس کے حبیب کے پاس وحی
لائے تھے اور بڑی خوشی سے کہا تھا کہ اے بھائی خوشی سے ہونٹ کھولو اور دو
حرف بولو کیونکہ یہ بعثت کا دن ہے اور خدا نے تم کو سب نبیوں میں سرفرازی
بخشی۔ تم تمام انبیاء کے خاتم ہو، اس نے اقرأ پڑھو۔ عرش نے تمہارے
پانچ گوہروں (پنجتن) کی وجہ سے روشنی پائی۔ اور اب فرشتوں کو تمہارے

سوا کسی اور نبی پر درود پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

جب حضرتؐ تختِ پیغمبری پر جلوہ گر ہوئے تو نو آسمان شمس والضحیٰ کے قدم چومنے لگے۔ فرشتوں نے خوشی کا چتر سر پر تان لیا اور دنیا خوشی و خرمی سے باغِ فردوس کے ہم سر ہو گئی۔ اسی لئے شاہ اور گدا انسان اور فرشتہ سب کا دل آج خورسند رہتا ہے۔ اس تقریب میں عالم منور ہو گیا اور کائنات آئینہ کی طرح روشن ہو گئی اور تمام ستارے چاند اور سورج کی طرح چمکنے لگے۔

بعثت مصطفیٰ کے دن خوشیوں کی عید ہوتی ہے اور آنحضرتؐ کے صدقے میں تمام شیعہ گھر گھر عیش و عشرت مناتے ہیں کیوں کہ اسی روز جبرئیل نے جناب پیغمبر سے یہ بھی کہا کہ " روز ازل سے مرتضیٰ علی کو تمہارا نائب بنا دیا گیا ہے تاکہ ان کی ذوالفقار سے کافروں کو مار کر ان سے خراج لیا جائے۔ جبرئیل تمہاری پوری صفت نہیں بیان کر سکتا اور اس طرح اس سے خدمت میں چوک ہو گئی اور اسی لئے وہ سب خدمتگاروں سے زیادہ شرمندہ ہے۔

جو شخص بعثت نبیؐ کی عید یکسوئی اور صدق دل سے مناتا ہے اس کے دل پر طٰہٰ کا بیان روشن ہو جاتا ہے۔ جب قطب شاہ بعثت رسول کی یہ خوشی مناتا ہے تو اس تقریب میں یکساں خوشی و خرمی کے لاکھوں تمو دکھائی دیتے ہیں۔

عید میلاد علیؑ اس موضوع پر جو نظمیں کلیات اردو میں موجود ہیں چونکہ شاعر کو حضرت علیؑ سے خاص عقیدت تھی اس لئے ان نظموں میں بڑے خلوص اور جوش کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ :-

مصطفےٰ اور مرتضےٰ دونوں کی پیدائش کا دن ایک ہی سا ہے۔ اسلئے یہ عید منانا طالع مسعود ہونے کی دلیل سمجھا جاتا ہے کیوں کہ جس دن یہ ابر رحمت عالم پر فیض بار ہوا وہ روز شیعوں کے لئے روز نو روز تھا۔ چونکہ بطن کعبہ میں پیدا ہوئے اس لئے کعبہ کو دنیا میں شرف حاصل ہوا۔ اور اس لئے مومنوں کو اس روز دل و سر سے اس طرف سجدہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ ظہور کی عید کا دن ہے۔ کعبہ میں پیدائش کا شرف کسی نبی کو بھی حاصل نہیں ہوا۔ آپ کی پیدائش کے بعد جب آں حضرتؐ آپ کو دیکھنے آئے تو آپ کی والدہ حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ بچہ نادانی سے آپ پر ہاتھ مار رہا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ نہیں مجھ پر نہیں۔ اگر یہ ہاتھ ماریں گے تو کافر شاہوں پہ ماریں گے۔ ان کی پیدائش سے میرا دین قوت پا گیا اور اب مجھے کفار کے کاموں سے کوئی ڈر باقی نہیں رہا۔ اس ولادت کی وجہ سے خدا کا عرش زیادہ جھلکنے لگا۔ اور آسمان و زمین میں چاند سورج سے زیادہ روشنی پھیل گئی

دنیا جنت سے زیادہ آراستہ ہوگئی۔ اور ساتوں آسمانوں سے نور کی بارش ہونے لگی۔ حضرت علیؑ کی پیدائش کیا ہوئی کہ باری تعالیٰ کا نور عرش سے کعبہ میں اتر آیا اور اس دن ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس کا طواف کرنے کے لئے جمع ہوگئے۔

اس روز سے مومنوں کے دلوں نے اسی طرح تجلی پائی جس طرح صبح صادق آفتاب سے روشنی پاتی ہے اس خوشی کے دن ہر طرف خوشی کی آوازیں بلند ہوں۔ اس روز خوشیاں میری مہمان رہیں۔ ملہار کی خوشبو پھیلے۔ لوگ خوشی سے رنگ ڈالیں۔ اور مولود علی زور زور سے لحن داؤدی کے ساتھ گائیں تاکہ اس گانے کی آواز تار امنڈل کی گرج کی طرح ساتوں آسمانوں میں گونج اٹھے۔

عیدِ غدیر اس موضوع پر آٹھ نظمیں موجود ہیں جن میں شاعر لکھتا ہے کہ:۔

اس کو خلافتِ علی کا دن سمجھا جاتا ہے کیونکہ رسول نے خود ہی جناب امیرؑ کو اپنی خلافت دے کر ان کی شرافت کا تذکرہ کیا۔ اس روز فرشتوں نے مل کر اونٹ کے زینوں کے ساتھ آسمان کے منبر کو بھی سنوارا کیونکہ پیغمبرؐ کو منبر پر چڑھ کر داد فصاحت دینی تھی۔ چنانچہ دو جگ کے شاہ نے مرتضیٰ کو

من کنت مولا کہا اور نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ آپ کے رتبہ کو ظاہر کیا۔ اس خوشی میں فرشتے نکل کانے اور عرش منڈال بناتے ہیں کیونکہ شاہ نے اپنا فیض عطا بت کرکے حضرت علیؑ کو سب میں افضل کیا۔

حق نے نبی سے کہا کہ علی کی یاد ناد علی کے ذریعے سے کرو کہ علی میری قدرت کا بے بہا مظہر ہے۔ قطب زماں نبیؐ کے صدقے سے علی کی منقبت لکھا کرتا ہے کیونکہ دنیا و دین میں یہی اس کی سعادت کی نشانی ہے۔

عید غدیر شیعوں کے لئے عید کبیر ہے اور خوارج کے لئے باعث غم۔ اس کو مل کر خوشیاں منانی چاہئیں۔ اس خوشی کے آگے دوسری تمام خوشیاں چھوٹی نظر آتی ہیں۔ تمام مومن شاہانی کسوت زیب تن کرتے ہیں۔ اس عید میں ایک عالم کی میزبانی کی جاتی۔ مطرب گاتے اور محفل میں عبیر لائی جاتی۔ سب مومن اس عید میں بھائی بن کے ملتے پڑتے۔ اور تمام عیدوں کی خوشی اس ایک عید میں بھرپور نظر آتی۔ اس عید کے طبل ساتوں جنتوں میں بجتے۔ اور چاند سورج اسی لئے جگ کو روشنی

پہنچاتے ہیں۔ بس عید کے دنوں کے سوا کوئی دن دعا کے قابل نہیں۔ اسلئے دعا کرتا ہے کہ الٰہی مجھ کو امن میں رکھ اور میرا ایمان درست رکھ اور دونوں عالم میں میری مدد کر۔

ایک نظم میں لکھتے ہے :-

نبیؐ نے خلافت دے کر کہا کہ میرے بعد سید ہیں جو تمام مومنوں اور مسلمانوں کے لئے دونو عالم میں رہبر ہیں۔

آج علی کے لئے خدا نے اپنی عنایت سے خلافت بھیجی جس کا اعلان عرش و کرسی اور نو آسمانوں کے منبر سے کیا گیا۔

علی کفر کے توڑنے والے تھے اس لئے دین کی بنیاد ٹک گئی۔ اگر محمدؐ دین کے گھر ہیں تو علی اس گھر کے نگہبان ہیں۔

سب اولیا ایک دل سے آپ کے معتقد ہو کر کہتے ہیں کہ ہم سبھوں کے سر پر ولایتِ علی کا چھتر سایہ بان ہے۔

اس طرح جملہ آٹھ نظموں میں حضرت علی کی منقبت اور ان کی فضیلت کو قلمبند کیا ہے۔

شب برات یہ ان موضوعوں میں سے ہے جن پر محمد قلی قطب شاہ نے دل کھول کر اپنی طبیعت کی جولانی دکھائی ہے۔ چنانچہ کلیات میں

اس کے متعلق دس نہایت دلچسپ اور اہم نظمیں موجود ہیں۔ محمد قلی کو پانی اور سبزہ کی طرح روشنی سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔ وہ ہر اُس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا جس میں اُسے جشن چراغاں سے لطف اندوزی نصیب ہو سکتی تھی اور شب برات میں تو وہ جی کھول کر چراغوں آتش بازیوں اور شاہانہ رنگ رلیوں میں منہمک ہو جاتا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ :-

جہاں شب برات آئی کہ خوشی و خرمی کی روشنی تمام دنیا میں پھیل گئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شب برات اپنے ساتھ خوشیوں اور عشرتوں ایسی برکتیں لے کر آتی ہے کہ ان کی روشنی سے تمام عالم جگمگانے لگتا ہے۔ چونکہ محمد قلی پر ائمہ معصومین کی نظر عنایت ہے اس لئے وہ نبیؐ اور علیؑ کے کرم کی وجہ سے پھلتا پھولتا رہتا ہے۔ اور خود عیش و عشرت اس کی بارگاہ میں خوشی کے مارے ٹھمیاں بجانے لگتے ہیں۔ اسی وجہ سے خدا قطب شاہ کو شاہنشاہی کا رتبہ دے کر اس کی دہائی یا اس کی آقائی کا اعلان تمام کائنات میں پھراتا ہے۔ اور اس کے دشمنوں کو دنیا سے نیست و نابود کر کے مفقود کر دیتا ہے۔

دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :-

شب برات کی وجہ سے تمام راتوں کو شرف حاصل ہوا اور سب راتوں میں شب برات ہی کو شرف حاصل ہے۔ کثرتِ چراغاں کی وجہ سے رات ایسی منور ہو گئی کہ معلوم ہوتا ہے جیسے سورج طلوع ہوئے دن نکل آیا ہے۔ زمین نے ان چراغوں کا عکس جب آسمان پر پڑا تو وہ بھی آئینہ کی طرح جھلکنے لگا۔ آتش بازی اور چراغوں کی وجہ سے دنیا ایسی روشن ہو جاتی ہے کہ اس اُجالے کو دیکھ کر آفتاب شرما گیا اور اسی شرم کے مارے رات کو کبھی اپنا مُنہ نہیں دکھاتا۔

شب برات میں جو مہتاب چھوڑے جاتے ہیں تو ان کی تابانی ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے ظلمات میں آبِ خضر۔ گلشن میں جب پھولباز یا پھولجھڑی جاتی ہیں تو زمین پر سورج چاند اور تارے اُتر آتے ہیں اور ان کی روشنی کی جھلک آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ خدائے تعالیٰ نے قطب شاہ کو ایسی تجلی بخشی کہ اس نے رات کو دن سے زیادہ روشن کر کے چمکا دیا۔

تیسری نظم میں کہتا ہے :—

شب برات کی مبارک رات اپنے ساتھ اپنے روزی خوار روپیا لازموں یعنی خوشی عیش انند اور عشرت کو براتی بنا کر لے آئی ہے۔

محمد نے جنگ اُحد میں علیؑ کو ساتھ لے کر کامیابی حاصل کی یونہی ہوا

کے چلنے سے تاریکی کی فوجیں بھاگ گئیں۔

اس رات میں معشوقوں کے دہن پستے، آنکھیں شگوفے کی طرح تنی ہیں،

اور ہونٹ ٹکڑوں کی مصری کی طرح نازک نظر آتے ہیں۔ اوران کے

چہرہ پر پسینہ کی بوندیں خشخش کی طرح باریک نظر آتی ہیں۔

سہیلیوں کی کاجل لگی ہوئی آنکھیں سیاہ بادا موں کی طرح، ٹھوڑی

سیب کی طرح اور دانت چارولیوں کی طرح نظر آتے ہیں۔

اسی طرح پوری نظم میں سہیلیوں کے حسن اور لباس کی تعریف کی ہے۔ ان کا آتشبازی

چھوڑنا اور اس کی جھلک سے ان کے جسم پر زیوروں کا جگمگا اٹھنا نہایت تفصیل سے

بیان کیا ہے۔

چوتھی نظم کا تذکرہ بھاگ متی کے ذکر میں کیا جا چکا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ

شب برات کی تقریب میں دربار اور ڈیوڑھی کی خاص خاص طوائفیں بڑے اہتمام

کے ساتھ سج دھج کر کے اور شاہی طمطراق کے ساتھ اپنے اپنے مکانوں سے آتی تھیں۔

بھاگ متی کی نسبت تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ وہ جب دربار کو آتی تو اس کے ایک ہزار

سوار اس کی جلو میں رہتے۔ جب اس کی معمولی آمد اس شان سے ہوتی تھی تو شب برات

کی تقریب میں وہ جو کچھ اہتمام کرتی کم تھا۔ اسی لئے بادشاہ نے اس موضوع پر ایک خاص نظم لکھدی ہے جس میں اس امر پر زور دیا ہے کہ:۔

"وہ اپنے ساتھ آسمان کے مہرو ماہ سے زیادہ روشنی رکھنے والے لاکھوں چاند سورج اپنے ساتھ لاتی ہے۔ کیا تعجب کہ زمین آسمان پر لاف زنی کرنے لگے کیونکہ وہ زمین کو صاف و شفاف آسمان کی طرح جھلکا دیتی ہے"۔

پانچویں نظم میں محمد قلی لکھتا ہے کہ:۔

شب برات پھر سے مبارک سلامت کی خبر لے آئی ہے۔ کیونکہ اس رات میرے بخت کا طالع سورج کی طرح جھلکنے لگتا ہے۔

میری سکی کے چہرہ کی روشنی کے سامنے اس عید کا اُجالا شرمانے لگتا ہے۔ اس عید میں سُکھ اور انند کا فوارہ سر نو مجھ پر چتر کی طرح چھاجاتا ہے۔

دنیا دلہن بن کر انند کرنے والی دوشیزاؤں کے ہاتھ سے مئے عشرت پلواتی ہے اور زہرہ الحان کے ساتھ بادشاہ کے لئے نغمہ گانے لگتی ہے۔

شب برات کے عیش کی آمد نے اپنے حسن کی ایسی جھلکاریں دکھائیں کہ دنیا کے دل میں پھر سے زندگی کا نور پیدا ہونے لگا۔

شاہ کی سب پیاریاں عید کا سنگار کرتی ہیں تاکہ بادشاہ کو ایک کا سنگار دوسرے سے زیادہ پسند آئے۔

آنند کے بھیدوں اور جادوؤں کی وجہ سے پیاری (ایک خاص سہیلی) میرے دل میں کھیلنے لگتی ہے کیونکہ وہ اپنے جوبن کے چمن میں خوشبو مہکا لیتی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو ہمیشہ لاکھوں عیدیں دیکھنی نصیب ہوں کیوں کہ عیسیٰ کی دعا اس کے لئے گلِ مسرت کی خوشبو لائی ہے۔

چھٹی نظم میں بادشاہ نے اپنی ایک سہیلی پیاری کے آتش بازی کھیلنے کا ذکر کیا ہے اس سلسلہ میں شب برات کی آتش بازیوں کے بہت سے نام بھی ہمارے لئے محفوظ کر دیئے ہیں۔ کہتا ہے :—

شب برات نے کوہِ طور کے نور کو اب تمام عالم میں پھیلا دیا ہے اور خضر نے اپنے ہاتھ سے مجھ کو آب حیات پلا دیا۔

شب برات اپنے ساتھ ساتھ خوشی کی براتیں لے آئی ہے۔ اور قطب شاہ ان براتوں کو لے کر رات اور دن انند کے ساتھ گزارتا ہے

پیاری کا سرو قد ہوائی کی طرح (بلندی کی طرف مائل) اور اس کے

ناک کی پھلواری پھل باڑی کی طرح ہے۔ پیشانی پر مہتاب کی طرح ٹیکہ
لگائی ہے اور ہونٹوں پر سورج جیسی چمک دمک نظر آتی ہے۔

اس کے رات جیسے سیاہ بالوں میں کیوڑا بھنورے کی طرح نظر آتا ہے۔
تالوں اور پتاتوں کی آوازوں سے آسمان کے اندر میں خلل پڑتا ہے۔
اس کی چوٹی کا پھندنا طاؤس کی طرح ناچ رہا ہے۔ ہوائی کو
اپنا حاجب بنا کر وہ اپنی درائی (مالکی) کا اعلان کرتی ہے۔
اُس کے بالوں کے جوڑے میں پھولوں کی جو لڑیاں ہیں وہ
ٹوکریوں کے جھیلے کی طرح ہیں۔ . . . . .
اے قطب شاہ تجھ کو نبی کے صدقے میں بڑی اچھی پیاری ملی ہے۔

ساتویں نظم کی ردیف ہی لفظ روشن ہے جس کی وجہ سے تمام نظم شب
برات کی روشنی سے جگمگا رہی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس عید سے قبل
بادشاہ کو کسی جنگ میں کامیابی نصیب ہوئی تھی جس کی طرف مقطع میں اشارہ
کرتا ہے کہ :-

دشمنوں کے سینے پھانکوں کی طرح کیوں نہ پھوٹیں اور تڑخیں جبکہ
خدا نے قطب شاہ کو ایک روشن فتح اور کامرانی عطا کی ہے۔

آٹھویں نظم طویل ہے اور اس موضوع کی اچھی نظموں میں شمار ہوتی ہے اس میں محمد قلی لکھتا ہے کہ :-

شب برات نے آکر تمام عالم اس طرح روشن کر دیا ہے جس طرح نور موسیٰ کی وجہ سے وادیٔ ایمن روشن ہو گئی تھی۔

آب رخسار کی جھلکیں دکھا کر عاشقوں کی آنکھوں کو [illegible] سے معمور گلشن بنا دیا ہے۔ چونکہ اس رات کو زلف خوباں کے ساتھ نسبت ہے اس لئے جس طرح معشوقوں کے جسم پر زیبائش و آرائش کی وجہ سے نور جھلکنے لگتا ہے۔ اسی طرح اس رات کو بھی نورانی لباس زیب دیتا ہے

اس عید کی لطف اندوزی کی ہوس کا دنیا کو خبط ہے کیونکہ اس کی محبت کی ہواؤں کے جھونکے تن اور من کو شگفتہ کر دیتے ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں اے قطب شاہ تو لاکھ سال خوش و خرم زندہ رہ کیونکہ تیری ہی وجہ سے اس عید میں شمع عیش روشن رہتی ہے۔

محمد قلی کی "شبرات" سے متعلق نویں نظم شاعرانہ کمال کا بہترین نمونہ ہے۔ یہ نظم نہایت مرصع ہے اور اس میں ایسی اعلیٰ پائے کی تشبیہیں استعمال کی گئی ہیں اس کو اردو شاعری کے شہ پاروں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ نثر میں اس کی

تمام خوبیوں کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ تاہم قوت تخیل کا کچھ نہ کچھ پتہ چل سکتا ہے
وہ کہتا ہے :۔

میری ماہ رویوں نے اپنے چہروں کی روشنی سے شب برات کو
روشن کر دیا ہے۔ ان میں سے کوئی سورج نظر آتی ہے، کوئی چاند اور
کوئی تارہ۔

ہر طرف سے ہر ایک نازنین نورتن کا لباس پہن کر آئی ہے تاکہ
بادشاہ کے ساتھ چمن میں نکلے۔ شرابِ عشق پینے سے اُن کے جسم چھلکنے
لگے ہیں۔ وہ اپنے نوجوان چہروں کے آب و رنگ اور آفتاب جیسی
جھلک سے مہتاب کو بے تاب بنا کر پگلا رہی ہیں۔

نازنیں اس انداز سے محو خرام ہے کہ اس کی زلفوں کے لہرانے
کی وجہ سے خوشبو آسمان تک پہنچی ہے اور سارا آسمان مہک گیا ہے
جس کی وجہ سے فرشتے فریفتہ ہو کر لاکھوں کی تعداد میں اتر آئے ہیں۔

ایک سے ایک کے پستان زیادہ خوبصورت ہیں جن پر سیاہ
بادلوں کی لٹیں ایسی نظر آتی ہیں جیسے پہاڑیوں پر کالے کالے بادل
چڑھائی کرنے آئے ہوں۔

نازنیں کے رخسار مہتاب اور پھولوں کے ہار پھول جھڑیاں نظر آتے ہیں۔ اس لیے دونوں بہو حاجیوں کی طرح ایک دوسرے پر حملہ کر رہے ہیں۔

علی جیو کے یہاں سے یہ حکم لے آئے ہیں کہ یہ جہان امن و امال کے ساتھ ہمیشہ قطب زماں کے حکم کے تلے رہے۔

شب برات کی نظموں کے سلسلہ میں آخری نظم آتش بازی کی بہت سی اصطلاحوں کی آئینہ دار ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ ان میں سے اکثر اصطلاحیں اب بھی رائج ہیں۔ اس نظم کے چند شعر ذیل میں درج ہیں جن میں اصطلاحوں کے نیچے خط کھینچا گیا ہے:—

ہوایاں سو کے، بنگڑیاں چکراں جو گھمریاں بازیاں سوا تیچ بن کری ہے
نین مستی کے گلریزاں سو بھر کر نلی طاوس ٹپک چومن کری ہے
پھلی ناسک جھکنے تمے ہے شب رات دھرت کوں آج نس جوں کمن کری ہے
لڑیاں موتیاں کیاں تج ہنسنے کیاں جھیلاں تو جھیلاں تمے جگت درپن کری ہے

مذہبی عیدوں کے بیان کے آخر میں عید رمضان اور عید اضحیٰ کا کچھ ذکر بھی

ضروری ہے۔ کیونکہ اسلامی دنیا میں یہی عیدیں بہت اہم سمجھی جاتی ہیں۔

عید رمضان اس عید کی چہل پہل اور سرکاری و درباری مصروفیتوں کے متعلق تاریخوں سے کوئی معلومات حاصل نہیں ہوئیں لیکن محمد قلی قطب شاہ کی نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں رمضان کا چاند دکھائی دیتا تمام قطب شاہی سلطنت میں لہو و لعب ختم ہو جاتے۔ شراب کی دکانیں اور سیندھی خانے بند کر دئے جاتے۔ رمضان مبارک کے احترام کا یہاں تک خیال تھا کہ خود محلات شاہی میں بھی شراب اور عیش و عشرت موقوف رہتی۔

محمد قلی قطب شاہ خود روزہ رکھتا تھا اور اس کی تقلید میں تمام بیگمات و محلات شاہی بھی صوم و صلوٰۃ کی پابند ہو جاتیں۔ رمضان کے تیس دن گزر جانے کے بعد جب شوال کا چاند آسمان پر نظر آتا تو خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا۔ عیش و عشرت کے شادیانے بجنے لگتے۔ مصری، پستے، بادام، دودھ اور کھجور خاص اہتمام سے منگوائے جاتے اور شیر خرما اور سیویوں سے ایک دوسرے کی ضیافت کی جاتی۔

ہر عید کے وقت بادشاہ اردو میں ایک نظم بھی لکھا کرتا تھا۔ چنانچہ اس وقت عید رمضان کے متعلق سلطان محمد قلی کی گیارہ نظمیں موجود ہیں۔ جن میں سے چند کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

پہلی نظم میں وہ کہتا ہے کہ :—

اے ساقی لوگ کہتے ہیں کہ آج آسمان پر چاند دکھائی دیا اور تاریخ نے نور کے ورق پر لکھ دیا کہ انگور کی کنواری بیٹی شراب وصل مجھے ملنا چاہئے۔ ایک مہینہ سے میرا دل اس کا منتظر تھا اب انہیں چل لے نے چاند کا پیالہ حاصل ہوا ہے۔

اس موقع پر ساقی کنول کے پیالے میں گلال بھر کر چاروں طرف پھر رہا ہے تاکہ گلرخوں کے گالوں کو لال لال کردے۔ اور ہلکیوں سے پوچھے کہ خود تمہارے ہونٹوں میں تو مصری شیرخرما اور پینے موجود ہیں پھر تم روزے کیوں رکھتی ہو۔

اے محتسب آج تو یہ نہ کہہ کہ مے پینا شرع میں منع ہے۔ اے ساقی اپنے نمکین ہونٹوں کے بوسے دے اور شراب کو حلال بنا دے۔

ایک دوسری نظم میں لکھتا ہے :—

چاند نے عین عید کی آمد کی بشارت دی اور بھوں بن کر ساقی کو اشارہ کیا کہ شراب پلائی جائے۔

ہونٹوں کے شراب خانے کو قفل پڑا ہوا تھا اس کو آنکھوں کے خطِ تیر کی

کو بخی سے کھول کر عمارتِ دل کی حالت دکھا دی۔ (یعنے ہونٹوں سے
رسے دیکر دل کے جذبات کو ظاہر کیا)

شراب کی چھیلی جو ایک ماہ سے چھپی ہوئی تھی اس نگار کو عید نے
آکر اور مشاطہ بن کر آج دکھادیا۔

مجھے چاہیئے کہ اب اطمینان سے پیرِ مغاں کی سیوا کروں، کیوں کہ
اس نے مے خانے کی اجازت دے دی۔

محمد نبیؐ کے فیض سے آج عید نے آکر محمد قطب کو مجلس کی صدارت
عطا کی۔

تیسری نظم کا خلاصہ ہے :۔

عید کی رات جلوہ گر ہوئی اور روزوں کے دن گزر گئے۔ اس لئے
اے ساقی نئے چاند جیسے ساغروں میں شراب بھر۔

میں بہت دن سے صوم وصلوٰۃ کی پابندی کی وجہ سے زہد ریائی
کا مرتکب ہو کر بدنام ہو رہا تھا اس لئے اب تو محبت کے پیالے پلا کر
مجھے نیک نام کر۔

(ماہِ رمضان کی وجہ سے) صراحی مست ہو کر سرکشی کرنے لگی تھی

لیکن اب پھر جام کی طرف جھک جھک کر سلام کرنے لگی ہے۔

ان تیس دنوں کا خمار توڑنے کے لئے اے ساقی تو مجھے دم دم شراب دے
بلکہ دم بہ دم پیالے بھر بھر کر دیتا جا۔

نبی کے صدقے میں قطب شاہ کو نے طہور پلی اور ... کے صدقے میں کوثر
سے بھرا ہوا ساغر مل گیا۔

دوسری نظموں سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے روز خوشی کے دمامے اور طبل بجائے
جاتے ہیں۔ لوگ باغ کے پھولوں کی طرح شگفتہ ہو جاتے ہیں اور متوالوں کی طرح ایک دوسرے
سے ملتے ہیں۔ سب لوگ رنگین لباس پہنتے ہیں اور سیویوں اور شیر خرمات کے ... پیالے پیتے اور پلاتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ آج سے ساڑھے تین سو سال قبل بھی رمضان کی عید میں
شیر خرما اور سیویوں کا دستور تھا۔ ایک نظم میں تو رمضان کی عید کو سیوی کی عید لکھا ہے
چنانچہ کہتا ہے ؎

عید سیوی لیا ئیا خوشیاں انند اس انند اس کریں خوباں انند

شیر خرما بادام اور پستوں وغیرہ کا ذکر ان اشعار میں ملتا ہے:؎

نابات شیر خرما پستے شکر ادھر ادھر کیوں رتنے رکھتی سکیا کر کر سوال ساقی

خرم خوشیاں سوں شیوے کی سویاں بھر پری   ساقی پلا پیالہ کہ آیا ہلالِ عید

تج خندہ کا شکر دے منجے شیر خرمے میں   شربت پلا ادھر ستے کھلیا گلالِ عید

شیر خرما، قند، بداماں، پستے جیواں ملا کر
صنعت سوں کیتا [illegible] لب لال [illegible] کر

عیدِ قرباں

عیدِ رمضان کی طرح اس عید سے متعلق بھی تاریخوں میں کوئی معلومات درج نہیں ہیں۔ لیکن محمد قلی نے اپنے کلام میں اس عید کی مصروفیتوں کو بھی زندۂ جاوید بنا دیا ہے۔ اس موضوع پر اس کی گیارہ نظمیں ہمیں دستیاب ہوئی ہیں۔ جن میں سے ۲ دو تو نہایت اعلیٰ پایہ کے قصیدے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ایک قصیدہ میں تو اس نے اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے کہ شاید "مورخ میری اس مجلسِ عید کی تاریخ نہ لکھے پھر قصہ خواں اس شاندار عید کے قصے کیوں کر بیان کرے گا۔"

عید قرباں کی نظموں میں حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل کے واقعات کی تلمیحوں، حج کے لئے سفر کعبہ کی واجبیت اور حج اکبر کی فضیلت کے اظہار کے ساتھ ساتھ اپنی مجلس آرائیوں کا ذکر بھی خوبی سے کیا ہے اور عید میں عام طور پر اس زمانہ میں جو عیدی

تقسیم کی جاتی تھی اُس کی طرف کئی جگہ اشارہ کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب سے چند سال قبل تک حیدر آباد میں بچوں کے لئے عیدی لانے کا جو طریقہ رائج تھا وہ محمد قلی کے عہد میں عام طور پر موجود تھا۔ اس عید کی تقریب میں بھی محمد قلی مجلس آرائی کرتا تھا اور پھولوں اور خوشبوؤں سے اس کی محفل مہکنے لگتی تھی۔ تمام ملک میں عام طور پر لوگ دعوتیں مناتے، سیخوں کے کباب کھلائے جاتے، باورچی خانوں میں آگ ہمیشہ روشن رہتی اور راستوں پر ہر طرف عزیز و اقارب کے لئے حصوں کے خوان جاتے دکھائی دیتے۔ دسترخوانوں پر جنت کی نعمتیں چن دی جاتیں جن کو دیکھ کر ترلوک بھی حیران رہ جاتے۔ لوگ توؤں پر کباب تلتے تلتے آفتاب کو بھی ایک توا سمجھنے لگتے۔ عید بقر کی پہلی نظم میں وہ لکھتا ہے :—

میرے لئے خوشیوں کے ساتھ بقر عید کی خبر بھی آئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ بقر عید میری خوشیوں پر سے قربان ہونے کے لئے آ رہی ہے۔

پھول میری مجلس سے رنگ پا کر سہانے دکھائی دیتے ہیں کیوں کہ اس محفل میں ساقی اپنی آنکھوں کے پیالوں سے شراب پلا کر مجھے رجھاتا ہے۔

سہیلیاں جامۂ محبت کی رنگینیوں سے خود کو سنوارتی ہیں کیوں کہ بقر عید کی آمد آمد سے تمام دنیا میں طبل عشرت بجنے لگتے ہیں۔

میری تی کی ماتی سکھیوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلنا مجھے زیب دیتا ہے۔
اور دنیا اس عشق کو دیکھ کر اچنبھے میں رہ جاتی ہے۔
چونکہ مجھے آنند اور خوشی کے راگ اور رنگ زیب دیتے ہیں اس لئے عید کی
منی میرے قدموں پر اپنا سر رکھ کر میرے دل کو راضی کر لیتی ہے۔
نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو ہمیشہ عید ستانہ زیب دیتی ہے کیونکہ
میرے سر پر ہمیشہ چتر شاہی سہانا نظر آتا ہے۔

اسی طرح جملہ نظموں میں عید کی تیاریوں خوشیوں اور رنگ رلیوں کی طرف شاعرانہ انداز میں اشارے کئے گئے ہیں۔ اور قربانی کے لحاظ سے دشمنوں اور مخالفوں کے بادشاہ پر سے قربان ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔

پانچویں نظم ذرا طویل بھی ہے اور اہم بھی۔ اس میں بادشاہ نے اپنے شاہانہ جاہ وجلال، فاتحانہ سطوت و اقبال اور عید کے کر و فر کو بڑے کمال سے ظاہر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے :۔

اے بادشاہ بقر عید آئی ہے تاکہ دشمن تجھ پر سے قربان کر دئے جائیں
زمین خوش دل، آسمان خوش حال اور تمام جگ شاداں و خنداں ہے۔
چونکہ تو ابراہیم کا تیسرا فرزند ہے اس لئے حضرت اسمٰعیل کی طرح

حق تعالیٰ تیری اور تیرے دوستوں کی اپنی مہربانی سے ہمیشہ نگہبانی کرتا ہے

تو علیؑ کا شیر ہے اس لئے تیرے رعب، جلال اور ہیبت کی وجہ سے

آسمان کے شیر (اسد) کو مریخ تجھ پر سے قربان کر دیتا ہے۔

خدا نے تمام ہندوستان کو عیدی کے طور پر تجھے دے دیا ہے اس لئے

تیرے ملک میں قیامت تک روز بروز آبادی بڑھتی رہے گی۔

جو کوئی تیرا موافق نہیں وہ محمد (محمد قلی) کا دشمن ہے اور جو محمد کا دشمن

ہوتا ہے وہ ہمیشہ خوار اور پریشان رہتا ہے۔

تو موسیٰ کی طرح ہے، تیری تلوار عصائے موسیٰ کا کام دیتی ہے اور تیرا

چہرہ ید بیضا کی طرح روشن ہے۔ تو عیسیٰ کی طرح ہے، سورج تیرا گھوڑا ہے

اور آسمان تیری جولانگاہ ہے۔

تیری بزم میں داؤد کی طرح ہمیشہ نغمے سنائی دیتے ہیں اور خوشیوں پر

خوشیاں نصیب ہوتی ہیں۔

خدا نے تمام پریوں، دیووں، اور وحوش و طیور کے علاوہ انسان اور

جن اور چاروں عنصروں کو بھی تیرے حکم کے تلے کر دیا ہے کیوں کہ تو سچ مچ

سلیمان ہے۔

اگر تیری تلوار کا عکس دشمن پر پڑ جائے تو اس کے جسم کا خون جم کر عقیق اور لعل و مرجان بن جائے۔

جو کوئی تیرا دعا گو ہے اس کے لئے تمام دنیا دعا کرتی ہے اور جو کوئی تیرا ثنا خواں ہے تمام عالم اس کی ثنا کرتا ہے۔

اے قطب شاہ نبیؐ کے صدقے میں کچھ اس طرح گھر گھر خوشی اور جگہ جگہ اطمینان ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا تیرے گھر میں بقرعید لاکھ سال کیلئے مہمان بن کر آئی ہے۔

غرض بقرعید کی تمام نظمیں اور دونوں قصیدے بھی نہایت دلچسپ ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ اس یک گونہ خشک موضوع پر بھی محمد قلی نے کس خوبی سے طویل نظمیں لکھی ہیں۔

نوروزاوربسنت

یہ بات پہلے بھی بیان کی جاچکی ہے کہ محمد قلی قطب شاہ نے حیدرآباد میں ایک بین قومی فضا کی ترویج میں بڑا حصہ لیا تھا اور ملک کے جملہ طبقوں کا دل موہ لینے کے سلسلے میں تو وہ اپنے باپ سلطان ابراہیم سے زیادہ کامیاب رہا ہے۔ اس کا لباس، وضع قطع اور معاشرت بالکل ہندستانی تھی۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر ابراہیم کے بعد محمد قلی جیسا حکمران تخت نشیں نہ ہوتا تو گولکنڈہ کا بین قومی تمدن اس انتہائی عروج کو نہ پہنچ سکتا جس کی وجہ سے سرزمین دکن اب تک مشہور ہے۔

اس بین قومی تمدن کے پیدا کرنے کے لئے محمد قلی نے مذکورہ خالص اسلامی عیدوں کے علاوہ اور بھی تقریبیں زور وشور سے رائج کیں جن میں نوروز۔ بسنت اور آمدِ برسات کی تقریبوں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ موخرالذکر کا تذکرہ آئندہ ایک علٰحدہ عنوان کے تحت کیا جائے گا، یہاں صرف نوروز اور بسنت کی مصروفیتوں کی نسبت کچھ باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

افسوس ہے کہ ان دونوں موضوعوں کے بارے میں تاریخوں سے کوئی مدد نہیں

ملتی۔ ان کے متعلق ہماری معلومات کا واحد ذریعہ کلیات محمد قلی قطب شاہ ہے۔

نوروز عید نوروز کے موضوع پر محمد قلی کی تین نظمیں اور دو اعلیٰ پایے کے قصیدے دستیاب ہوئے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ اِس روز وہ کسی مذہبی عید سے کم خوشی نہیں مناتا تھا۔

ان نظموں میں شاعر نے علمِ نجوم کی اصطلاحوں کا دل کھول کر استعمال کیا ہے۔ اور برج حمل میں آفتاب کی تحویل سے متعلق شاعرانہ انداز میں خیال آرائی کی ہے۔ سمجھایہ جاتا ہے کہ جب آفتاب بارہ برجوں کی گردش کرتا ہوا خط استوا پر آجائے تو ایک پورا سال ختم ہوتا ہے اور جس روز آفتاب یا زمین کا ایک دور ختم ہو کر نیا دور شروع ہوتا ہے اس کو نَوْرُوز کہتے ہیں اور اس دن دوسرے تمام سیارے جن جن مقامات پر ہوں ان کے لحاظ سے آنے والے پورے سال کے حالات کے متعلق، پیش قیاسی کی جاتی ہے۔ گولکنڈہ کے ماہرانِ علم نجوم ہر نوروز کی خاصیتوں اور اس کے اثرات کے متعلق دربار میں تفصیل سے معلومات پیش کرتے تھے، جن کی بنا پر نوروز کے ساتھ ہی یہ سمجھا جاتا تھا کہ دنیا ایک نئی کروٹ بدل رہی ہے اور یہاں کی ہر چیز اب تروتازہ اور نئی ہو جائے گی۔ آفتاب کے برجِ حمل میں داخل ہونے کے وقت کو نہایت مسعود سمجھ کر اوراد و وظائف پڑھے جاتے اور دعائیں کی جاتیں۔ ان سب باتوں کو محمد قلی نے اپنی

نظموں میں پیش کیا ہے۔

چنانچہ پہلی نظم کے چند شعروں کا خلاصہ یہ ہے:۔

نورانی نوروز نور کے جلوؤں کے ساتھ آیا اور حمل اس کے شایان شان لوازم سے آراستہ ہوگیا۔ تمام عالم میں نور جھلک رہا ہے اور سارا چمن چاند کی طرح جگ مگ کر رہا ہے۔ ہر طرف ہر قسم کی چیزوں کی ہوا بندھی ہوئی ہے۔ اور ہزاروں ہرے بن لہلہا رہے ہیں۔ بادشاہ کی سہیلیاں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چمن میں صف در صف اٹھلاتی جا رہی ہیں گویا عقد ثریا جیسے ستارے اتر آئے ہیں جس طرح آفتاب اور برج حمل کی قربت سے نئے نئے اثرات پیدا ہوتے ہیں اسی طرح قطب شاہ اور قدرت خدا کی قربت نے قاف تا قاف قطب شاہ کا حکم جاری کر دیا ہے۔

اس نظم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے دوسرے شعر کے اکثر لفظ حرف ج سے، تیسرے کے م سے، چوتھے کے ک سے، پانچویں کے د (ہائے ہوز) سے، چھٹے کے س سے، اور ساتویں کے ق سے شروع ہوتے ہیں مثلاً ؎

۳) مدھر مدستی میا سوں منوہر — مدن من کی مجلس میں مجھتر منڈایا ..... م

۵) ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جنس کا　　ہوس سو ہرے بن ہزاروں ہلایا ......ہ

۷) قرب سوں قطب شاہ قدرت خداسوں　　قضا قوس تھے قاف تا قاف پایا ...... ق

دوسری نظم ذرا طویل ہے اور طویل بحر میں لکھی گئی ہے ۔ اس میں نوروز کی وجہ سے دنیا پر جو سرسبزی، تر و تازگی، اور رونق پیدا ہو گئی ہے اس کا نہایت خوبی اور تفصیل سے تذکرہ کیا ہے ۔ مثلاً کہتا ہے کہ :۔

نئے نو رنگ کے نوروز نے نہ صرف کلی کلی کو کھلا دیا ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حسین عورتوں کے جوبن بھی پھر سے بہار پر آ گئے ہیں ۔ پھولوں کے خوش رنگ پیالوں کو شبنم سے دھو کر ان میں گلابی شراب بھر کر سبز رنگ نہالوں جیسی حسینوں کے ہاتھ سے پلا رہا ہے ۔

چمن میں بلبلیں جگہ جگہ ایسی دکھائی دے رہی ہیں جیسے حسینوں کی آنکھوں میں تلیں ۔ پھولوں کے گچھوں میں کالے کالے بھونرے ایسے نظر آتے ہیں جیسے کالی کوئلیں ہری ہری ڈالیوں میں اڑتی پھر رہی ہوں ....

تیسری نظم میں بھی اسی طرح کے مضامین باندھے ہیں ۔ اور کہتا ہے اس سال پھر نوروز خوشیوں کی بشارت لے کر آ رہا ہے کیونکہ اب کے برج حمل میں اس کا

شرفِ عزم بھی ظاہر کر رہا ہے ۔ اس کی وجہ سے میرے دل کے چمن میں امیدوں کے
پھول کھل گئے ہیں ۔ وغیرہ

نوروز کے موضوع پر محمد قلی قطب شاہ کے قصیدے نہایت اعلیٰ پایہ ہیں ۔
اور یہ دونوں قصیدے اس کی انتہائی خوشی اور مسرت کے ترجمان ہیں کیونکہ یہ دونوں
ایک ایسے موقع پر لکھے گئے ہیں جب نوروز اور عید رمضان ایک ہی روز یا قریب
قریب آئے تھے ۔ دونوں قصیدے چونکہ ایک ہی موضوع پر ہیں اس لئے یہ کہنا مشکل ہے
کہ آیا ایک ہی وقت میں یہ قصیدے لکھے گئے تھے یا دو دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا تھا کہ
نوروز اور عید رمضان مل کر آئے تھے ۔ پہلا قصیدہ ستّتیس اشعار پر مشتمل ہے ۔ اور
اس میں صاف طور پر عید رمضان اور نوروز کے ساتھ ساتھ آنے کا ذکر درج ہے ۔
اس کے چند اشعار کا خلاصہ یہ ہے :۔

اے بادشاہ نوروز عید کے روز آکر عید کے آنے کی خبر لے آیا ہے اور پھر سے
سکہ کا کاروان اپنے ساتھ لے کر گویا عید کے اہتمام کا سامان لایا ہے ۔

تمام عیدوں کے دنوں میں یہ روز عید اچھا ہے اس لئے یہ لشکر کی طرح
اپنی کمر باندھ کر عید کا خراج لے آیا ہے ۔

یہ عید اتنی اچھی ہے کہ اس میں دوسری تمام عیدیں غلامی کا حلقہ اپنے کان میں ڈالکر
عید کا گلدستہ پکڑی کھڑی ہیں ۔

ان دونوں شعروں میں محمد قلی نے اپنی عیدوں کے رسم و رواج کی طرف اشارہ کردیا ہے کہ
کس طرح اس کے ماتحت راجہ اور امراء پیشکر کی طرح کمریں باندھ کر سلطنت کے خراج داخل کرنے
کے لئے حاضر ہوتے تھے ۔ اسی طرح شاہی تقریبوں اور مجلسوں میں غلام (جن کے کانوں
میں حلقے پڑے ہوتے) اپنے ہاتھوں میں گلدستے لئے کھڑے رہتے تھے۔ روز عید اور
نوروز کے ساتھ ساتھ آنے کے متعلق اور دو شعروں میں کہتا ہے :۔

یوم عید کے پھولوں میں نوروز کے پھول بھی کھلے ہیں اور ان پھولوں کی خوشبو
کی وجہ سے دل عید کی طرف راغب ہوگیا ہے ۔

نوروز اور یوم عید آپس میں بھائی پن کا صیغہ پڑھ کر ایک ہوگئے ہیں
اور عید کی خوشیاں اپنے ساتھ لائے ہیں ۔

اس قصیدے میں ماہرین نجوم کے اس خیال کی طرف بھی اشارہ کردیا ہے کہ
جب آفتاب برج حمل میں داخل ہونے لگتا ہے تو اس کو ساعتِ نیک کہتے ہیں اور
اس مبارک وقت میں ہر دعا قبول ہوتی ہے ۔ اس لئے ماہرین نجوم کہتے ہیں کہ
اس وقت صاف و پاک جگہ پر خوشبودار بخور روشن کرکے اور پاک و صاف لباس پہنکر

کسی اسم الٰہی کا ورد کریں اور آخر میں حصول مدعا کے لئے دعا مانگیں تو وہ ضرور بامراد ہوتی ہے۔ چنانچہ اس مسعود وقت کے لئے عامل لوگ منتظر رہا کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں بڑے روپے کماتے ہیں۔ اسی لئے محمد قلی کہتا ہے کہ :۔

اس عید کے روز امید کے پھول کھل گئے ہیں اس لئے دعا مانگو یہی
وجہ ہے کہ دوسرے دنوں کے مقابلے میں یہ دن بہت نمایاں ہے۔

دعا کرو کہ امن و اطمینان کی بارش ہو تاکہ میرے درخت ہرے ہو جائیں
اور میرے دل کے چمن کی روشوں میں گل و ریحان کھلنے لگیں۔

عید نوروز سے متعلق دوسرا قصیدہ ناقص الاول معلوم ہوتا ہے اس میں جملہ گیارہ شعر ہیں۔ اس سال غالباً نجومیوں نے بادشاہ کو خبر دی تھی کہ اس کے زائچہ کے لحاظ سے یہ نوروز بہت ہی مبارک و مسعود ہے کیوں کہ اس کے برج میں زہرہ اور مشتری واقع ہوتے تھے۔ بادشاہ خوش ہے اور یہ قصیدہ ایک طرح کا نعرۂ مسرت ہے جس میں شاعر پکار اٹھتا ہے کہ :۔

خدا مجھے عید کی جیسی راتیں اور نوروز جیسے دن عطا کرتا ہے اور میرے
دل کی بلبل کے لئے نئی نئی عشرتوں کے پھول کھلاتا ہے۔

لیکن پھولوں کی عید اور چیز ہے اور نوروز کی خوشی اور۔ کیونکہ نوروز

کی وجہ سے ساقی عیش کی طرح اندازی کر کے میرے دل کو محبوب سے ملا دیتا ہے۔

چونکہ میرے برج میں زہرہ اور مشتری آئے ہیں اس لیے اس دفعہ نوروز

کو بڑائی حاصل ہو گئی ہے اور وہ نوروزی صفائی بخش رہا ہے۔

اے مرغ دل ذوق وشوق سے پرفشاں ہو کہ نوروزی براتیں آئیں جو

بہت جلد غم کی برانوں کو پھاڑ کر تباہ کر دیں گی۔

بسنت اس عید کی تقریب میں بادشاہ کی نو نظمیں ملی ہیں جن میں ایک تو قصیدہ ہے اور دوسری نظم بقرعید اور بسنت دونوں کے ایک ساتھ آنے پر لکھی گئی ہے۔

بسنت در اصل ہندوں کی عید ہے جو موسمِ بہار کی آمد آمد پر منائی جاتی ہے۔ ہندوستان میں بہار کا موسم وسطِ مارچ سے مئی تک سمجھا جاتا ہے جب کہ پھول کثرت سے کھلتے ہیں۔ بسنت اصل میں سنسکرت لفظ وسنت ہے جس کے معنی ہیں سال کی پہلی فصل جو چیت اور بیساکھ تک رہتی ہے اس زمانے میں چونکہ پھولوں کی کثرت ہوتی ہے اس لئے ہندو پھول جمع کر کے دیوتاؤں کے مندروں یا تالابوں کو لے جاتے تھے۔ اس طرح رفتہ رفتہ یہ ایک عید یا میلا بن گیا۔ جس کو حضرت امیر خسرو کے زمانے سے دلّی کے مسلمانوں نے بھی منانا شروع کر دیا تھا۔ اور وہاں بزرگوں کی درگاہوں پر

مسلمان پھول لے جا کر چڑھاتے تھے۔

محمد قلی قطب شاہ نے گولکنڈہ میں اس تقریب کو خاص اہتمام اور شان و شوکت سے جاری کیا۔ اس کی وجہ صرف یہ نہ تھی کہ وہ ہندو ت بت کو بہت پسند کرتا تھا بلکہ اسکی طبیعت عیش و عشرت کی طرف زیادہ مائل تھی اور اس عید میں اس کے مطرقی رجحانات اور دل کی امنگیں جس خوبی سے ظاہر ہو سکتی تھیں شاید ہی کسی اور تقریب میں ہو سکتیں۔ موسم کا اثر انسان کی طبیعت پر ضرور پڑتا ہے۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ انسان اپنے ماحول کا بندہ ہوتا ہے۔ پھر محمد قلی جیسا حساس انسان جو اپنے اطراف و اکناف کی چھوٹی سے چھوٹی چیز سے متاثر ہوتا تھا! فرق اتنا ہے کہ وہ ماحول کا بندہ بننے کی جگہ اس خوش اسلوبی سے اپنے ماحول کو کام میں لاتا تھا کہ صحیح معنوں میں اس کا آقا بن جاتا۔

اس کی رعایا میں ہندوؤں کی کثرت تھی اور اس کے محل میں بھی ہندو عورتوں اور ملازموں کی کمی نہ تھی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی کی خاطر بسنت نہیں مناتا تھا بلکہ خود اپنی خاطر اس تقریب میں بے تکلفی سے حصہ لیتا تھا۔ بسنت کی نظموں میں اس نے جس بے ساختگی اور رنگینی کے ساتھ خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اپنی آپ نظیر ہے بسنت کی آمد آمد کے ساتھ وہ پھولوں نہیں سماتا تھا۔ چونکہ اس موسم میں شہوانی جذبات بھی برانگیختہ ہو جاتے ہیں اس لئے ان نظموں میں بعض جگہ اظہار خیالات کے لئے وہ بہت

عریاں پیرایہ بھی اختیار کر لیتا ہے۔ اس خصوص میں وہ عہد حاضر کے شبابی شاعروں سے بہت مشابہ ہے۔

ان نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی اس موسم میں پھول کھیلنے کے علاوہ اپنی محبوباؤں اور کنیزوں کے ساتھ جی کھول کر رنگ بھی کھیلتا تھا۔ محلوں اور باغوں میں پھولوں کے انبار جمع کر دیئے جاتے تھے اور حوضوں کو رنگوں سے بھر دیا جاتا۔ جن پُر تکلف جلسوں میں راگ، رنگ، اور شراب و شاہد کے افراط کے ساتھ محمد قلی جیسا رنگیلا بادشاہ ہو، اُن کی رنگینی کا کیا پوچھنا! لیکن ان رنگینیوں اور رنگ رلیوں کی کامیاب ترجمانی بڑے سے بڑے شاعر سے بھی ممکن نہ تھی۔ یہ تو محمد قلی ہی کا حصہ تھا۔ دنیا کا کوئی شاعر اپنے کلام میں اپنی زندگی کو اتنا عریاں نہیں پیش کر سکتا تھا جتنا محمد قلی نے کیا۔ اس کا کلام اس کے قلب کی گہرائیوں سے نکلتا تھا۔ اس کو مبالغہ، تصنع، یا آورد کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ وہ ریاکاری کے ذریعے سے خود کو پاکباز یا زاہدِ مرتاض ثابت کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے ہر جگہ خود کو ایک رندِ شاہد باز ظاہر کیا ہے۔

قلعہ گولکنڈہ سے متصل نئے قلعہ میں جو پر فضا تالاب اور وسیع مرغزار ہے اس میں اب بھی بسنت کے زمانے میں ایک میلہ لگا رہتا ہے۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر سے ہندو عورتیں بناؤ سنگار کر کے اور پھولوں کی ٹوکریاں لئے ہوئے گاتی اور اٹھلاتی چلی آتی ہیں۔ چونکہ یہ عہد قطب شاہیہ میں ایک سرسبز و شاداب باغ تھا اس لئے

یقین ہے کہ محمد قلی کی بسنت کی محفلیں یہاں بھی سجائی جاتی ہوں گی اور آج بھی جب کہ محمد قلی کو اس دنیا سے گزرے تین سو اسی برس گزر گئے اس جگہ ہر سال بسنت میں میلہ لگا رہتا ہے۔ یہاں کی چہل پہل موسم کی تروتازگی اور ماحول کی شگفتگی دیکھ کر خیال گزرتا ہے کہ کیا تعجب ہے جو محمد قلی جیسے بسنت کے شیدائی کی روح اب بھی اس پر کیف منظر کے دیکھنے کے لئے اس میلے میں شریک رہتی ہو۔

بسنت کی نظموں میں سب سے پہلے قصیدۂ بسنت قابل ذکر ہے۔ کیونکہ بادشاہ کو فخر ہے کہ اس نے اس میں بڑے اچھے شعر نکالے ہیں۔ چنانچہ آخر میں وہ کہتا ہے کہ

خدا نے مجھ کو فن شعر میں ایسی نزاکت بخشی ہے کہ اے معانی شبہ ہوتا ہے کہ یہ شعر تیرے ہیں یا خاقانی کے۔

اس قصیدے کا آغاز بسنت کی آمد آمد کے ذکر سے کیا ہے اور لکھا ہے۔

بسنت کا پھول یاقوتِ رمانی کی طرح کھلا ہے اس لئے اے سہیلیو!

سب مل کر بسنت کو اپنے یہاں مہمان رکھو۔

بسنت کی رُت نے اپنے ساتھ خوشیاں لاکر فراق کی آگ کو بجھا دیا ہے

اے نولیو آج ایک نئی مجلس شاہانہ ترتیب دو۔

بسنت کی آمد آمد کی وجہ سے تمام درختوں کو جواہر کی طرح پھول لگے ہیں۔

تاکہ تم اپنے پیارے پھولوں کو موتیوں کی طرح نچھاور کرو۔

اے ساقی! بسنت کے پھولوں پر کی شبنم کو شراب کی طرح صراحی میں

بھر لا تاکہ اس شراب کے پینے سے ایسی مستی ہو کہ ہمارا رنگ نورانی ہو جائے۔

صراحی سے شراب انڈیلتے وقت غلغل کی ایسی آواز نکلتی ہے گویا بادل

مست ہو کر گرج رہا ہے۔ اس غلغل کی آواز کو ابر نیساں کی آواز سمجھ کر پیالہ پیتے جاؤ۔

اے ساقی! شراب پلاتا جا تاکہ مجھ کو کشف ہونے لگے۔ کیونکہ شراب کی وجہ

سے مجھے پوشیدہ راز بھی نظر آنے لگتے ہیں۔

عنبر، عود، مشک زعفران کا رُت آیا ہے اسی وجہ سے ان سب کی خوشبو

دنیا کو گلستان بنا دیتی ہے۔

اے سہیلیو! تم سب مل کر چاند اور سورج کے حوض خانوں کو بھی آبِ حیات

سے بھر دو تاکہ ہم افشانی رنگ کھیلیں۔ بسنت کے پھولوں کی مالا پہن کر جبیں

صحن میں نکلی آئی ہے جس کے پھولوں کے نقش و نگار کو دیکھ کر مانی بھی حیران ہے۔

سورج کی کرنوں کو پھولوں کی چھڑیاں بنا کر ہم ایک دوسرے کو مارتے

ہیں۔ سہیلیوں کے ساتھ یہ کھیل خدا کرے کہ میں ہمیشہ کھیلتا رہوں۔"

اس نظم کو لکھتے وقت بادشاہ خوشی کے مارے اتنا آپے سے باہر ہو جاتا ہے کہ

اس کو اپنے دشمنوں کی شکست اور اپنی کامرانی یاد آجاتی ہے اور کہتا ہے کہ :۔

قطب شاہ پر مصطفیٰ اور مرتضیٰ کی نظر ہے اسی لئے ان کے دشمن کی

پیشانی پر حرف پشیمانی لکھ دیا گیا ہے ۔

ان کے دشمنوں پر ازل ہی سے لعنت بھیجنا واجب ہے خواہ وہ

سمرقندی ہوں یا بخارائی یا ملتانی ۔

نظموں میں پہلی نہایت پر لطف ہے اس میں اس نے اپنے بسنت کھیلنے کا واقعہ اور اس کے رسوم سب صاف صاف بیان کر دیے ہیں ۔ یہ نظم جذبات کے اظہار سے معمور ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب بادشاہ اور اس کی سہیلیاں بسنت کھیلتی ہوں تو مطربان خوش گلو اس نظم کو گاتی رہتی تھیں ۔ وہ لکھتا ہے :۔

" اے پیارے ! آؤ عشق کی بسنت کھیلیں کیونکہ تم چاند ہو اور میں تارا ہوں ۔

میرا جسم خالص کندن کی طرح چمک رہا ہے اور میں سنگار کر کے اور ہر طرح کے

چھند بند کے ساتھ تیار ہوں ۔

ہم اور ہمارا ساجن اس طرح بسنت کا رنگ کھیلیں جیسے آسمان شفق کی

وجہ سے رنگارنگ ہو جاتا ہو ۔

شفق کے رنگ کے پیچھے سے جس طرح تارے تکنے لگے ہیں اسی طرح

ہمارا سورج کی کرنوں جیسے زر کے تاروں سے بنا ہوا لباس جھلکنے لگا۔

پیاری بسنت کو پیا کے قدموں سے مل کر لے آئی اور کچھ اس طرح

بسنت کھیلی کہ رنگ رنگ کو سنگار حاصل ہو گیا۔

اپنے جوبن کے حوض خانوں میں عشق کا رنگ بھر کر جسم کے روئیں روئیں میں

بجلی کی رو دوڑا دیتی ہے۔

رنگ سے بھیگی ہوئی چولی میں سے سر پستاں رات کی نشانی بن کر

سیاہ نظر آتی ہے اور اس کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ سورج (جیسے پستان) کے

بیچ میں رات کو کیسی جگہ مل گئی۔

بسنتی رنگ کے جسموں اور کندنی گالوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

کیسر کی آگ کی بہار پھل پھول رہی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ نے ایسی دھوم دھام کی بسنت کھیلی

کہ تینوں عالم رنگیلے ہو رہے ہے۔

بعد کی دو نظموں کے بعض مصرعے پڑھے نہیں گئے۔ ان نظموں میں محمد قلی نے

لکھا ہے کہ بسنت کی ہوا آئی اور سکھیوں کے تن مشک و زعفران کی خوشبو سے معطر ہو گئے۔ چاروں طرف ہرے رنگ کی ہوا چھا گئی۔ کوئلیں نغمے گانے لگیں یوں کی ؛ جیسے رس والی آواز عالم کا دل لبھانے لگی۔ طرح طرح کے گلابی رنگ کے لباس رنگیلے چھبیلے کے قد پر زیب دینے لگے۔ اور موتیوں کی بارش عجیب منظر دکھانے لگی۔ پپیہا میٹھے میٹھے گیت گانے لگی۔ پھول جیسے ہونٹوں کے پیالوں سے شہد جیسا رس ملنے لگا۔ پیاری اور پیا ہاتھ میں ہاتھ ڈالے سروکے بن میں گلاب کے پھولوں کی مالا پہن کر نکلے۔ کوئلوں کے گلے، چھے، اچھے نغمے الاپنے لگے کہ تن تن تن تن تنن تن تن تلالا ۔ ایسے گوسائیں کی ہمیشہ سیوا کرنا چاہیئے جو نحوست کو دور کر کے نہال کر دیتا ہو۔ قطب شاہ کو بسنت کھیلتا اور عیش مناتا ہوا دیکھ کر کیا تعجب کہ دشمنوں کے سینوں میں دکھ کے بھالے سلگتے ہوں۔

پانچویں اور چھٹی نظمیں مکمل ہیں اور ان میں بھی بسنت کی مصروفیتوں کو بڑی خوبی اور صفائی سے بیان کیا ہے۔ ساتویں نظم بڑی طویل بحر میں اور بہت پر زور لکھی ہے۔ اس کے چند اشعار کا خلاصہ یہ ہے :۔

بادشاہ کے مندر میں بسنت سعادت کی خبر لے کر آیا۔ بسنت کے آنے کی وجہ سے آنکھوں کی پتلیوں کا چمن پھولوں اور پھلوں سے معمور ہو گیا۔

بسنت کے پھول نے تمام پھولوں کو مہمان بن کر آنے کی دعوت دی
اور اس دعوت میں گلاب کو پیالہ بنا کر خدمت کرنے کی غرض سے لے آیا۔
بسنت کی روشنی سے تمام دنیا میں پھول کھل گئے اور آسمان پر لال
رنگ چھا گیا۔ سورج کی دھوپ میں بسنت ہی کا رنگ نور بن کر جھلکتا ہے
اور چاند کے حوض کو بسنت نے چندن بھر کے مہکا دیا ہے۔
بسنت کی وجہ سے ہر گھر میں موتیوں اور یاقوتوں کے انبار لگ گئے۔ ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ بسنت نے ہر گدا کو خاقان کے ہم پلہ بنا دیا۔
اے معانی خدا کا شکر بجا لا کہ تیرے مندر میں رات اور دن خوش
اور آنند کے ساتھ بسنت منایا جاتا ہے۔

ان سات نظموں اور قصیدے کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ نے ایک نظم بقرعید
اور بسنت کے ایک ساتھ آنے پر بھی لکھی تھی یہ بڑی اچھی نظم ہے اور اس میں بادشاہ
نے بقرعید اور بسنت دونوں کی مسرت کی ترجمانی کی ہے۔ دو موضوعوں پر ایک ساتھ
خیال آرائی کرنے میں محمد قلی کو بڑا کمال حاصل تھا۔ اس کی اس قسم کی نظمیں اردو شاعری
میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جائیں گی۔ اس کا نوروز اور روز عید کا قصیدہ
اردو زبان میں اپنی آپ نظیر ہے۔ اسی طرح بقرعید اور بسنت کی نظمیں بھی نہایت ہی

پرلطف اور بلند پایہ ہے وہ لکھتا ہے:۔

بسنت بکرید کے ساتھ مل کر عشرت کے پھولوں کی بہار لے آیا اور

اور بسنت کا بکرید کے ساتھ آنا یہی تمام رنگ بھری سہیلیوں کے دل کو بہت بھایا

اس کی خوشبو کی مہکار سے ہر جگہ بہار آ گئی بسنت اور بکرید کی وجہ

سے عیش کے پھول باغ عالم میں چھا گئے۔

تمام جنگل آسمان کی طرح سبز ہو گئے جن پر ستاروں کی مانند پھول کھلنے لگے

بسنت نے بکرید کے ساتھ زہرہ کو مجبور کر دیا کہ وہ جنگل کے ساز پر گائے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کھلتی ہوئی کلیوں کے نازک ہونٹ کچھ بھید بیان

کرنے کے لیے ہل رہے ہیں۔ کیونکہ بسنت بکرید کے ساتھ اس لیے آیا ہے کہ

دونوں مل کر بادشاہ کی تعریف بیان کریں۔ (جو ایک ہی کے بس کی بات نہ تھی)

جب بادشاہ خوبصورت سکھیوں کے چہروں پر رنگ (تیا) یا ڈالتا ہے تو

ان کی آنکھوں کی تلیں ایسی جھلکتی نظر آتی ہیں جیسے سورج نے رات میں تاروں

پر اپنی کرنیں ڈالی ہوں۔

ہماری بزم میں عشرت کے بادل اور آب حیات کی پھوار یا جھڑی برسنے

لگتی ہے کیونکہ بسنت نے بکرید کے ساتھ آ کر میرے دل کے چمن میں سکھ کی

کونپلیں اگائی ہیں۔

بسنت اور بکریدہ دونوں حضرت نبیؐ کی نظر کرم کی وجہ سے ایک جگہ مل کر آئے ہیں اور قطب زماں آنند اور سکھ پا رہا ہے۔

مرگ سال یا آمد برسات

مرگ سال یا آمد برسات کے موقع پر جو عید منائی جاتی تھی اس کا تذکرہ بھی نوروز اور بسنت کے بعد ضروری ہے۔ یہ یہ اصل میں عوام کی عید ہے۔ اور خورداد اور تیر کی چلچلاتی گرمیوں کے بعد جب موسم بدلتا ہے اور بارش شروع ہونے لگتی ہے تو زمین کے ذرہ ذرہ میں جان پڑ جاتی ہے۔ پھر انسانوں کا کیا پوچھنا! اور دکن میں تو موسم باراں ہی اصل میں موسم بہار ہے یہی وجہ ہے کہ محمد قلی نے بارش کے آغاز کو بڑی اہمیت دی اور جس روز مرگ لگتا یا برسات کا موسم شروع ہوتا وہ بڑی دھوم دھام سے مجلس آرائی کرتا۔ شراب کے دور چلتے۔ مطربانِ خوش نوا رقص و سرود کے کمال دکھاتے۔ باغوں میں جھولے ڈالے جاتے عشق و شیفتگی کے جذبات برانگیختہ ہونے لگتے۔ سہیلیاں مشک و زعفران و عنبر مل کر اپنے جسم کو معطر بنائیں اور بیر بہوٹی کے رنگ کے سرخ کپڑے زیب تن کرتیں۔ پھول اور پان کے طبق تقسیم کیئے جاتے۔ تمام محلات شاہی میں زمردی رنگ کی مسندیں بچھا دی جاتیں اور ہر طرف خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا۔

محمد قلی نے اپنے شاعرانہ کمال کا بہترین اظہار اس موضوع سے متعلقہ نظموں میں بھی کیا ہے۔ اس نے موسم باراں کی آمد پر بہترین نظمیں لکھیں اور گرمیوں کے بعد موسم کی تبدیلی کی وجہ سے کائنات جس طرح متاثر ہوتی ہے اُن کے ایسے پاکیزہ مرقعے چھوڑ گیا ہے جو اردو شاعری کے شاہکار سمجھے جا سکتے ہیں۔ ان نظموں میں منظر نگاری کے بہترین نمونے دستیاب ہوتے ہیں۔ اس کی یہ نظمیں زیادہ تر گائی جاتی ہوں گی کیونکہ ان میں موسیقیت کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ اور قافیے اور ردیفیں ایسی استعمال کی ہیں جو لَے کے ساتھ پڑھنے میں بڑا اثر پیدا کرتی ہیں۔

پہلی نظم میں وہ کہتا ہے:۔

بارش کا موسم آیا اور کلیوں کا راج شروع ہو گیا۔ کیونکہ اب ہری ہری ڈالیوں کے سروں پر پھولوں کے تاج پہنائے جائیں گے۔

مینہہ کی بوندوں کا پیالہ ہاتھ میں لے لو کیونکہ ہر مہ جبین بڑھ چڑھ کر سج دھج کر رہی ہے۔

جسم ٹھنڈ کی وجہ سے لرز رہے ہیں اور جوبن کپکپا رہے ہیں۔ پیا کا چہرہ دیکھتے ہی چولی خود بخود پھٹی جا رہی ہے۔

نازنین کا چہرہ بجلی کی طرح چمکنے لگا جب وہ شرم کے مارے آنچل
ہٹا کر پھر چہرے پر ڈال لینے لگی۔

اس کے بالوں میں پھول ایسے نظر آنے لگے جیسے آسمان پر تارے۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عہد کی پدمنی ہے۔

چاروں طرف گرج کی آواز سنائی دیتی ہے اور مینہہ برستا ہے۔
عشق کے ترانوں سے موروں نے چمنوں کو معمور کر دیا۔

اے قطب شاہ حضرت مصطفیٰ کے صدقے سے برسات آئی ہے
اس دن عشق و عاشقی کے ساتھ حکومت کرو۔

آمد برسات کی بعض نظموں میں بادشاہ نے اپنی فتحمندی اور خوش طالعی پر بھی بڑی مسرت کا اظہار کیا ہے اور اپنی تعریف میں اتنا زیادہ لکھا ہے کہ خودستائی تک پہنچ گیا ہے۔ ساتھ ہی بعض دشمنوں کی بڑی مذمت کی ہے اور ان کی ذلت و رسوائی اور ناکامی کا تلخی کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے بارش سے قبل بعض اہم لڑائیوں میں فتح پائی تھی۔ چنانچہ مدعیان سلطنت عبدالقادر عرف شاہ صاحب اور خدابندہ (برادران محمد قلی) کی بغاوت کے تذکرے میں بارش سے متعلق انہی نظموں میں سے ایک کا ذکر

کیا جا چکا ہے۔

بارش کی دوسری نظم میں اس نے جس طرح خوشنافی کی بات اس کا اظہار پہلے کیا جا چکا ہے۔ کیونکہ اس نظم کے بعض شعروں کا خلاصہ اس کتاب کے صفحہ ۱۰۲ پر درج ہو چکا ہے۔

مرگ سال کی پانچویں نظم تو صرف نام کو بارش سے متعلق ہے۔ ورنہ پوری نظم بادشاہ کی فتحمندی اور دشمنوں کی شکست کی خوشی سے معمور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عین بارش کے آغاز کے وقت اس کو کوئی بڑی فتح نصیب ہوئی تھی۔ یہ نظم اور اس کا خلاصہ اس کتاب کے صفحات ۱۰۳ و ۱۰۴ درج ہے۔

اسی طرح آٹھویں نظم کے خاتمہ پر بھی کسی کامیابی کی طرف اشارہ کیا ہے جب کہ کہتا ہے:۔

اے محمد قطب شاہ خوشی کی خبریں آئی ہیں۔ اس لئے مرگ کے ساتھ فتح و کامرانی کی تقریب بھی منعقد کرو۔

خیر یہ تو ایک ضمنی بحث تھی لیکن اس کا تذکرہ اس لیے چھیڑا گیا کہ گولکنڈہ میں محمد قلی کے عہد حکومت میں جو لڑائیاں ہوئیں ان میں ملک کے حالات کے پیش نظر بارش سے قبل فتح حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اس طرح

عہد محمد قلی کی لڑائیوں کے مہینوں کا تعین کرنے میں ان نظموں سے مورخ کو بڑی مدد مل جاتی ہے۔

اصل موضوع یعنی آمد برسات کی رنگ رلیوں کا بھی خود محمد قلی کی زبان سے کچھ حال معلوم کر لینا دلچسپی سے خالی نہیں۔

گیارھویں نظم میں وہ مرگ کی تقریب منانے کے لئے اپنی سکیوں کو یوں دعوت دیتا ہے:۔

مرگ کے بادل گرج رہے ہیں، اے سکیو آؤ اور سنگار کرو۔ بارش کے قطرے آہستہ آہستہ گرنے لگے تم ان سے اپنی چولی بھگا لو۔ (تاکہ تمھارے جوبن کی بہار نظر آئے)

عطار نے ہواؤں کے جنگل میں پھولوں کے ڈبل کھول کر خوشبو کی جھکار اٹھادی ہے اس لیے تم پھر میرے دل میں چلے آؤ۔

جس طرح ڈالیوں پر سرخ پھول نکل آئے ہیں اسی طرح تم اپنے بازوؤں پر بازوبند کے سرخ پھندنوں کی بہار دکھاؤ۔

بادلوں کی وجہ سے آسمان اور زمین کا ایک رنگ ہو جانا!

بڑا اچھا منظر دکھائی دے رہا ہے۔ آج عیش کا دن ہے اس لیے

اے سکھیو طہار لگاؤ۔

تم سب سر سے پاؤں تک پُر تکلف اور چمکدار سرخ لباس پہن لو۔
جس طرح سورج شفق میں چمکتا ہے اس طرح اے پیاری تم میں سے ہر ایک چمکے۔

ہونٹوں کی یاقوتی پیالیوں سے شراب جب بھر کے نئے بادشاہ محمد کو بھی پلاؤ۔ ناچنے والیوں کو اپنی آنکھوں کی پتلیوں سے شراب پلاکر مست بنادو تاکہ وہ شاہی مندر کے صحن میں موروں کی طرح ناچنے لگیں۔

یہ نظم محمد قلی کے تخت نشین ہونے کے بعد ہی جب پہلی دفعہ مرگ لگا ہے اس وقت یعنی ۹۸۸ھ کی برسات کے آغاز میں لکھی گئی تھی۔ کیونکہ اس نے خود کو اس نظم میں نئے بادشاہ کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اس طرح گویا وہ سولھویں سال میں تھا جب یہ نظم لکھی گئی ہے۔ اور در اصل یہی نظم گولکنڈے میں مرگ کی تقریب منانے کا آغاز کرتی ہے۔

ایک اور بہت اچھی نظم جو غالباً بہت بعد لکھی گئی اس سلسلہ کی نویں نظم ہے۔ اس کی تصنیف کے وقت اس تقریب کو رائج ہوئے عرصہ گزر چکا تھا کیونکہ اس میں وہ آمد برسات کی خوشیوں کا تذکرہ اس طرح کرتا ہے جیسے کوئی بار ہا ان تقریبوں سے محظوظ ہو چکا ہو اور اب اپنے گزشتہ کے تجربے بیان کر رہا ہے۔ اس نظم کی

بحر طویل اور زمین بڑی پر لطف اختیار کی گئی ہے۔ اس میں کہتا ہے :۔

مرگ کے بادلوں کو گرجتا ہوا دیکھ کر بالیاں (دوشیزائیں) چاروں طرف سے آئیں اور فوجوں کی طرح ایک جگہ جمع ہوگئیں۔ اور اپنے زرق برق لباس سے زمین پر بجلیاں چمکانے لگیں۔

ان نئی نئی اور شوخ دوشیزاؤں نے اپنی چولیاں پانی کی بوندوں سے بھگائی ہیں اور جھولوں میں بیٹھ کر جھول رہی ہیں۔

شراب عشق کے پیالوں، غمزہ کرنے والی آنکھوں کی چالوں، اور جوانی کے الاؤں (ترنگوں) سے مست ہوکر یہ دوشیزائیں آپس میں عیش منا رہی ہیں۔

ان چھبیلی تیلیوں جیسی دوشیزاؤں کے جوبن چولیوں کے بند سے آزاد ہوکر نکل پڑے ہیں، ان کے جسم سے شرابِ عشق ابل رہی ہے، اور وہ اپنی آنکھوں سے فریفتہ بنا رہی ہیں۔

اپنے زرق برق لباس کی وجہ سے ہر لمحہ جگمگا رہی ہیں، رہ رہ کر بادشاہ کے گلے لگ رہی ہیں، اور چال میں ایسی ڈگمگا رہی ہیں جیسی کہ باولی لڑکیاں ہیں۔

ایک سے زیادہ دوسری چمک دمک دکھاتی ہیں جس کو دیکھ کر دنیا کے

بڑے بڑے سیانے راہ بھٹک جائیں۔ جب یہ چلبلی لڑکیاں مست خرام ہوتی ہیں تو ڈھلے ہوئے موتی بھی ان کو دیکھ کر مارے شرم کے پانی پانی ہو جاتے ہیں۔

نبی کے صدقے میں یہ پاک و صاف دوشیزائیں ناز و انداز کے ساتھ رات اور دن قطب شاہ کے ساتھ رہتی ہیں اور اپنا من بھاتا سکھ حاصل کرتی ہیں۔

اس نظم کی ردیف لفظ بالیاں (یعنی دوشیزائیں) ہے۔ اور قافیے چلبلیاں، پتلیاں، نرلیاں، بجلیاں، ملیاں، اور باولیاں وغیرہ۔

ایک اور نظم (نمبر ۱۲) کی ردیف "میں" اور قافیے گگناں، چمناں، اور جوبناں وغیرہ ہیں۔ اس کی بحر بھی خاص ہے۔ چونکہ اس میں بارش کے مناظر کے لیے بڑی اچھی تشبیہیں استعمال کی ہیں اس لئے اس کے چند اشعار کا خلاصہ بھی درج کیا جاتا ہے:۔

آسمان پر فرشتوں نے مرگ کے مہینے کو دعوت دی اور اس خوشی میں سمندر کے موتیوں کو آسمان سے برسایا جن سے ہمارے صحن بھر گئے۔

زمین نے سر پر جواہر کی پگڑی باندھ لی اور آنگ میں کانچ کے رنگ

کی چولی پہن لی۔ اور لعل یمن جیسی بیر بہوٹیاں تمام ملکوں میں نکل آئیں۔

ہر طرف ہرے بھرے جنگل دیکھ کر چاروں طرف سے مور کوک رہے

اور رنگ برنگ کے پرندے چمنوں میں مست ہو کر نغمے گا رہے ہیں۔

ہرے جنگل میں لال لال پھول نہیں ہیں بلکہ زمرد کی لگنوں میں شبنمی

تیل سے شمعیں جل رہی ہیں۔

اس تازگی اور طراوت کو دیکھ کر موہنیاں اپنے خوش رنگ جسموں

پر رنگ برنگ کے لباس پہنے، اپنے جوبنوں کی بہار دکھاتی ہوئی، نازو

انداز کے ساتھ محو خرام ہیں۔

ان کے آب حیات جیسے صاف وشفاف پستانوں کے ساتھ سیاہ

بھینٹیں (سرپستان) ظلمات کی طرح لگی ہوئی ہیں۔ یا جوبن کے پاک وصاف

آسمانوں پر ڈو کالے کالے بادل چڑھ آئے ہیں۔

ہوا کا نظارہ کرنے کے لیے مست سہیلیوں نے شراب پی لی ہے

اور چنبیلی کے پھولوں میں بھنورے ملہار کے گیت گاتے پھر رہے ہیں۔

یہ مشک جیسے سیاہ بھنورے نہیں ہیں جو پھولوں کو اپنا وطن بنائے

ہوئے ہیں بلکہ چنبیلی جیسی نرم تھوڑیوں کی کالی کالی تلیں ہیں۔

زر ینے کے لباس میں سکیاں سر سے پاؤں تک زرق برق نظر آ رہی ہیں اور
اُن کے گھنگرؤوں اور پیچوں نے میرے دل کو لبھا کر مچھلی کی طرح بے تاب بنا دیا ہے۔

آخر میں ایک اور نظم کے تذکرے کے بعد اس موضوع کو ختم کیا جاتا ہے۔ یہ نظم ایک ایسے
وقت لکھی گئی تھی جب کہ عید میلاد نبی کے زمانے میں یعنی وسط ماہ ربیع الاول میں دھوپ کا خاتمہ
ہو کر بارش کا آغاز ہو رہا تھا۔ بادشاہ اس سال آمد برسات کو خاص اہمیت دیتا ہے اور کہتا ہے:۔

یوم میلاد نبی میں آنے کی وجہ سے مرگ سال کو وہ لطف حاصل ہوا جو عام طور پر دنیا میں نہیں ملتا۔
مرگ سال نے یوم نبیؐ کی خوشی میں چاروں طرف بادل کے منڈپ تان دیئے
ہیں اور بجلیوں کے تار امنڈل گرج رہے ہیں۔

اس دفعہ کچھ ایسے طریقے سے مرگ سال فضا پر چھایا ہوا ہے کہ زمین
تازہ ہو کر مارے خوشی کے ہنس رہی ہے۔

ہرے ہرے فرش پر مرگ سال نے خود فراش بن کر موتیوں کے بچھونے بچھا دئے ہیں۔
اور دنیا میں جملہ مخلوق کو (مساوی طور پر فیض پہنچا کر) ایک طرح سے عیش
کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور پاک وصاف بارش کے قطروں کو گلاب بنا کر عالم کے سینے پر چھڑک دیا ہے
قطب شاہ کو عید میلاد نبی مناتا ہوا دیکھ کر مرگ بھی بڑے شوق سے نبیؐ کا
سہیلا گا رہا ہے۔

رسم و رواج اور دیگر مصروفیتیں

عیدوں اور تہواروں کی دھوم دھام اور مصروفیتیں معلوم کرنے کے بعد ہمارا خیال محمد قلی قطب شاہ کی خانگی دلچسپیوں اور روزمرہ کی مصروفیتوں کی طرف منتقل ہوجاتا ہے ۔ جب ہم اس موضوع کی خاطر تاریخوں اور کلیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ محمد قلی گولکنڈہ یا قطب شاہی تمدن و معاشرت کا سب سے بڑا تعمیر کار تھا ۔ اس کے عہد میں جو رسم و رواج چل پڑے وہ اس کے بعد بھی صدیوں تک باقی رہے ۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جس کو آج دکنی تہذیب و معاشرت کہا جاتا ہے وہ زیادہ تر محمد قلی ہی کی مرہون منت ہے ۔

دکن میں شادیوں کے سلسلے میں جو رسم اب تک رائج تھے ان میں سے اکثر محمد قلی کے رائج کردہ ہیں ۔ یہ معلوم کرکے حیرت ہوتی ہے کہ حیدرآباد اور مضافات میں اب تک (یعنی ساڑھے تین سو سال گزر جانے کے بعد بھی) جلوہ کے وقت محمد قلی قطب شاہ ہی کے لکھے ہوئے گیت گائے جاتے ہیں ۔ مہندی اور ساچق کے رسوم بھی

اس نے بڑی دھوم دھام سے جاری کئے تھے۔ اور سالگرہ کی تقریب منانے پر تو اس نے خاص طور پر توجہ کی تھی۔

اس باب میں پہلے انہی مذکورہ رسوم سے متعلق معلومات پیش کرنے کے بعد محمد قلی کی دوسری روزمرہ کی مصروفیتوں اور دلچسپیوں کے متعلق تفصیل کے ساتھ لکھا جائیگا۔

سالگرہ

محمد قلی اپنی سالگرہ کی تقریب بھی عیدوں اور تہواروں کی طرح بڑی دھوم دھام اور تزک و احتشام کے ساتھ مناتا تھا۔ یہ اگرچہ اس کا خانگی کاج تھا لیکن ہر طبقہ اور ہر قوم کی رعایا کے لیے یہ ایک مشترکہ قومی تقریب بن گئی تھی۔ خود بادشاہ نے اس کو تمام اہل ملک کے لئے ایک سرکاری عید کے طور پر رائج کر دیا۔

یوں تو محمد قلی قطب شاہ ۱۴ رمضان کو جمعہ کے دن پہلے پہر میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن اس کی سالگرہ کی تقریب ہر سال اسی تاریخ کو نہیں منائی جاتی تھی بلکہ رمضان کا چاند دیکھنے کے ساتھ ہی ماہرین نجوم کے مشورہ سے ستاروں کو دیکھ کر مبارک ساعت اور اچھی گھڑی کا تعین کر کے بادشاہ کی سالگرہ منانے کا دن تاریخ اور وقت مقرر کیا جاتا تھا۔

دن اور وقت کا تعین ہوتے ہی تمام محلات شاہی کو آراستہ کیا جاتا بڑے بڑے شامیانے یا منڈپ اور آسمان گیریاں تانی جاتیں جن کے اونچے اونچے

تھموں کے کلس چاند اور سورج کی طرح چمکتے رہتے تھے ۔ خوشی کے دمامے بجنے
لگتے ۔ ٹمٹمیاں بجائی جاتیں اور تارا منڈل چھوڑے جاتے ۔
جہاں سالگرہ کے پھول پہنائے جاتے تھے اس جگہ نیلگوں رنگ (جو قطب شاہیوں
کا سرکاری رنگ تھا) کا چتر لگایا جاتا ۔ اور جب بادشاہ مرصع لباس زیب تن کیے
اور سر پر شاہی تاج رکھے اس چتر کے نیچے مسند پر بیٹھتا نو سات سہیلیاں پھولوں کا
منڈپ پکڑی کھڑی رہتیں ۔ یہ منڈپ نیشکر یعنی گنے کی چھڑیوں پر باندھا جاتا تھا ۔
اور گنے کی ان چھڑیوں کو یہ سات نازنینیں تھامی رہتی تھیں ۔
بڑے بڑے طبقوں میں مشک و زعفران بھر کر لایا جاتا تھا جو بادشاہ کے ساتھ
تمام حاضرین محفل کو بھی لگایا جاتا ۔ اس دعوت میزبانی میں اتنے لوگ جمع ہوتے کہ
تل دھرنے کو جگہ نہ رہتی ۔ بادشاہ قبلہ رو بیٹھتا تھا ۔ اور چودہ ائمہ معصومین کے نام
لے کر سہرا باندھتے ۔ حضرت علیؑ کا نام لے کر گلے میں ہار پہناتے اور مصری چبانے کے لیے
پیش کی جاتی ۔ اس کے بعد نظر اتاری جاتی اور زر و جواہرات نثار کیے جاتے ۔
بادشاہ کے مصری چبانے کے ساتھ ہی تمام مخلوق میں مصری تقسیم کی جاتی تھی
اس اثنا میں گانے اور ناچنے والیاں اپنے اپنے کمال دکھاتی رہتیں دعوت میزبانی
کے آخر میں اتنے پھول پان تقسیم ہوتے کہ ان کا خرچ لکھنا مشکل تھا ۔

جس روز بادشاہ کی سالگرہ منائی جاتی تمام ملک میں ہر مذہب و ملت کے لوگ سجدے کرکے یا ہاتھ اٹھا اٹھاکر بادشاہ کی درازئ عمر کے لئے دعا کرتے شاہی باورچی خانوں سے لال لال طبقوں میں الوان نعمت کی تقسیم عمل میں آتی۔

یہ تمام معلومات تاریخوں سے نہیں بلکہ خود محمد قلی قطب شاہ کے کلام سے حاصل ہوئی ہیں۔ اس نے اپنی سالگرہ سے متعلق ہر سال ایک نہ ایک نظم ضرور لکھی تھی جو ہمارے پیش نظر کلیات میں شائع ہوئی ہیں ان نظموں کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان میں اپنے خدائے تعالیٰ کی عنایتوں کا بڑی عاجزی سے اعتراف کیا ہے۔ اس کے احسان مندی کے جذبات جتنے ان نظموں میں نمایاں ہیں کہیں اور نہیں۔ وہ ہر سالگرہ کے وقت سرتاپا عجز و انکسار کا پتلا اور خدا کا سچا سپاس گزار بندہ بن جاتا تھا۔ وہ اپنی درازئ عمر اور ترقی اقبال کے لئے بڑے عجز و الحاح کے ساتھ دعائیں مانگتا ہے اور اس کو یقین تھا کہ وہ اپنی ہر سالگرہ محض نبیؐ اور اہل بیت نبیؐ کے مہر و کرم کی بدولت دیکھ سکتا ہے۔ اس لیے وہ ان سب کی مدح و منقبت میں رطب اللساں ہے۔ ان نظموں میں اس نے خودستائی بھی کی ہے لیکن اس میں بھی اس کو نبیؐ و آل نبیؐ ہی کی توصیف و مدحت منظور تھی مثلاً تیسری نظم میں لکھتا ہے:۔

خدا کی رضا سے سالگرہ آئی ہے۔ اس لئے تو اس کا ہزار بار شکر ادا کر۔

میرا راج ماموں کی دعا کی وجہ سے قایم ہے اور اسی لیے خدا نے گویا آب حیات پلا دیا ہے۔

نبیؐ کی دعا میرے سر پر ایک منڈپ کی طرح ہے اور اس منڈپ کی طنابیں ماموں کی دعائیں ہیں۔

تیرے جسم کا ہر رواں ایک زبان ہے اور تو ان تمام زبانوں سے شکر ادا کر کہ تیری قسمت کے تارے کو شرف بخشا گیا۔

اے معانی تو محمد پر صلواۃ بھیج کیونکہ انہی کی وجہ سے تو بچپن سے دنیا میں سرخرو ہے۔

اس سلسلے کی پانچویں نظم بہت اچھی اور اعلیٰ پائے کی ہے اس میں محمد قلی قطب شاہ کہتا ہے:۔

حبیب حق کی عنایت سے میری سالگرہ کے دن آئے ہیں اور علی کی محبت کی وجہ سے میری محفل معمور ہے۔

محمد قلی کے سر پر پھولوں کا منڈپ اس طرح اٹھائے کھڑے ہیں گویا خدا نے آسمان کو تاروں سے سجا دیا۔

میرے سر پر محمد کا نام لے کر سہرا باندھا گیا اور گلے میں علیؑ کے نام سے حمایل پہنائے گئے۔

سکیوں نے اس تقریب میں اپنے سینے کے صدر پر جوبنوں کو پھولوں کی گیندوں کی طرح ہزاروں چھند بند سے سجایا ہے۔

سہیل ساقی بن کر سنبلہ کی صراحی سے مشتری کے پیالے میں شراب پلانے کے لیے آیا ہے۔

فرشتے مجھے چمکانے کے لیے آسمان کے طبق میں تاروں کے نقل بھر کر اپنے ساتھ لائے ہیں

سکھیاں سرخ رخساروں کے طبق میں عشق و محبت کی نعمت رکھ کر اپنے
پیارے بادشاہ کو بڑے انداز سے کھلا رہی ہیں۔

آسمان کے طبق میں سورج اور چاند کے کاسے رکھ کر ان کو زعفران اور مشک
سے بھر دیا گیا ہے تاکہ میری محفل میں کام آئیں۔

آسمان نے بادلوں کے منڈل اور فرشتوں نے چاند اور سورج سے تالیاں
بجا کر میری دلچسپی کے لئے سکھیوں کو نچایا ہے۔

محمد قلی ہمیشہ محمد کا غلام ہے اور اس نے آج علی کی مہربانی کی وجہ سے سکھ اور انند حاصل کیا۔
نبی کے صدقے میں اے قطب شاہ علی سے مدد مانگ تاکہ تو آج کے دن لاکھ برس
تک سالگرہ مناتا رہے۔

اسی طرح جملہ نظموں میں خوشی کے اظہار کے ساتھ ساتھ خدا نبی اور اہل بیت نبی کی منقبت
بڑی پاکیزگی سے قلمبند کی گئی ہے۔ یوں تو سالگرہ کی اکثر نظمیں اس قابل ہیں کہ ان کو پڑھ کر بادشاہ
کے خلوص اور تخیل کی صفائی سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں لیکن یہاں ایک اور نظم کا خلاصہ درج
کر کے بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔ ساتویں نظم میں لکھتا ہے :۔

فرشتے عرش کے اوپر بادشاہ کی سالگرہ مناتے ہیں اور ساتوں آسمان کے محلوں
میں بادل فراش بن کر فرش بچھاتے ہیں۔

پنجتن، بارہ اماموں، اور چودہ معصوموں کے کرم کی وجہ سے بادشاہ کو آج لاکھ
برس کی سالگرہ بڑی آرزو اور ارمان سے حاصل ہو رہی ہے۔

تمام حوروں نے سجدہ کیا تاکہ بادشاہ ہمیشہ زندہ رہے اور فرشتے ہاتھ اٹھا کر
اس دعا میں آمین کہہ رہے ہیں۔

آسمان پر خوبریوں کے چہروں کے افشاں کی طرح تارے نہیں ہیں بلکہ بادشاہ
کی سالگرہوں کی گرہیں ہیں جو دو عالم کے لئے باعث زینت بن گئی ہیں۔

بادشاہ کے گھر میں مہمانی (دعوت) ہوتی دیکھ کر سورج اور چاند بھی مہمان بن کر
آئے ہیں بجلیاں خوشی سے ناچ رہی ہیں اور عشرت کے بادل چھا رہے ہیں۔

چاروں طرف سے بادل مل مل کر دوڑے آ رہے ہیں گویا فرشتے اس تقریب میں
آسمان کے سینے کو ملنے کے لیے مشک لے آئے ہیں۔

پنجتن پاک قطب شاہ کو اپنی عنایت سے حیات اور بخت و دولت دیکر خضر کی طرح جلا رکھیں۔

مہندی سالگرہ کے بیان کے ساتھ ہی مہندی کے رسم کی تفصیل بھی قابل ذکر ہے۔
اس موضوع پر ایک ہی نظم سے معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ جس میں وہ کہتا ہے کہ:۔

خوشیوں کے طبل بجائے جا رہے ہیں اور قطب زماں کو طرح طرح سے آب حیات پلایا جا رہا ہے۔
مجھے اس بارگاہ میں بٹھایا جا رہا ہے جہاں کا رنگ بڑا سہانا ہے اور جہاں نبی کا نام

ہے کہ سورج جیسی شمعیں لگائی گئی ہیں۔

وہاں کی مسندیں زرنگار ہیں جس کے کندن میں تارے جڑے ہوئے ہیں۔ اور وہاں سونے سے بنائے ہوئے سرو کے درخت خاص آرائش و زیبائش کے ساتھ سجائے گئے ہیں۔

اس بارگاہ کے صحن میں زہرہ کی طرح زرق برق محافے روشن ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورج کی کرنیں چمک دمک کے ساتھ سہ اٹھائی کھڑی ہیں۔

ایک خوبصورت رنگیلی بڑی نزاکت و رنگینی کے ساتھ بہت سے رنگ لا کر مہندی بادشاہ کے پاؤں کو کسی ایک جاذوں کے ساتھ لگاتی ہے۔

مہندی لگانے کے بعد تمام پیارے یکے بعد دیگرے بادشاہ پر سے بل بل جاتی ہیں (بلائیں لیتے ہیں) اور خوش بخت سندریاں رنگ اور رس کے ساتھ ناچتی ہیں۔

نبی کے صدقے میں قطب شاہ کو یہ خوشیاں زیب دیتی ہیں کیونکہ وہ ان خوشیوں کے اندر میں تمام دنیا کو شریک کرکے اپنا فریفتہ بنالیتا ہے۔

اس خلاصے کے بعد کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ مہندی کے رسم سے متعلق اور کچھ لکھا جائے یہ محمد قلی قطب شاہ کے شاعرانہ کمال کا طفیل ہے کہ اس کی زندگی کے اکثر واقعات کے نہایت نفیس اور مکمل مرقعے ہمارے لیے محفوظ رہ گئے۔

جلوہ اس موضوع سے متعلق محمد قلی نے جو نظمیں لکھی ہیں وہ بڑی دلاویز ہیں۔ چھ نظمیں تو محض جلوہ پر ہیں اور ایک جلوہ کی گھڑیوں اور پہروں سے متعلق ہے جو تقسیم اوقات کے عنوان سے درج کلیات ہے۔

یہ تو یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سب نظمیں محمد قلی نے اپنی شادیوں کی تقریب میں لکھی ہوں گی البتہ اتنا ضرور ہے کہ ان میں سے اکثر خود اس کی زندگی سے متعلق ہیں۔ محمد قلی نے دو تین شادیاں دھوم دھام سے شرعی طریقے پر کی تھیں جن کا ذکر تاہل اور اولاد کے عنوان میں درج ہے۔ لیکن ان باضابطہ نکاحوں کے علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کئی نازنینوں سے جملہ رسوم کے ساتھ شادیاں رچائیں اور جلوہ کی یہ نظمیں زیادہ تر انہی تقریبوں میں لکھی گئی ہونگی۔ اس کی بارہ پیاریوں کا تذکرہ گذر چکا ہے چنانچہ ان پیاریوں میں سے بعض کے نام بھی ان نظموں میں اس نے لکھ دیے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ دوسری، چوتھی، پانچویں، اور چھٹی نظم علی الترتیب کنولی، پیاری، موہن اور ننھی کے جلوے کی تقریب میں لکھی گئی تھی۔

ان نظموں کے مطالعے سے اس عہد کی دلہنوں کے بناؤ سنگھار اور رسم جلوہ کے طریقے واضح ہوتے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف بڑے اہتمام سے جلوے کا تخت سجایا جاتا تھا اور چوکی کو چاروں طرف سے موتیوں سے آراستہ کرتے تھے۔ اور دوسری طرف مشاطائیں دلہن کے ہاتھوں اور پاؤں کو مہندی لگائیں کندنی کلیوں کے ہار گوندھے جاتے۔ تمام عورتوں کو اس تقریب میں موتیوں کے کناروں کی ساڑیاں بندھوائی جائیں۔

سات سہاگنیں مل کر دلہن کے بالوں میں تیل لگائیں، کنگھی کریں، چوٹی گوندھیں۔ مانگ میں موتی پروئے جاتے۔ مشاطہ ہاتھوں کا بناؤ سنگھار کرتی۔ پیشانی پر چاند سا ٹیکہ لگایا جاتا۔ آنکھوں میں

—

کاجل اور سرمے کے خط کھینچے جاتے۔ ایسے مہین کپڑے کا زرین لباس پہنایا جاتا کہ دلہن کا تمام جسم اس میں سے جھلکنے لگتا اور اس کے جوبن ایسے نظر آتے جیسے کہ سونے کے طبق میں پھولوں کی گیندیں رکھ دی گئی ہوں اور ان پر دو کالے کالے بھونرے بیٹھے ہوں۔ اس طرح آراستہ و پیراستہ کر کے ساتوں سہیلیاں دلہن کو جلوے کے تخت پر لا کر بٹھائیں اور اس کے سر پر سہرا اور گلے میں پھولوں کے ہار پہنائیں۔ اس وقت اگرچہ دلہن کے جسم اور سر پر جلوے کی چادر یا آنچل اوڑھایا جاتا تھا لیکن وہ بھی اتنے مہین کپڑے کا ہوتا کہ سہرا اور گلے کے ہاروں کے علاوہ جگہ جگہ سے اس کا جسم ایسا جھلکنے لگتا جیسے کہ بجلیاں ابر میں چمک رہی ہوں۔ پھول پہنانے کے بعد دولہا اور دلہن دونوں کو شربت پلایا جاتا اور دونوں کے ہاتھوں میں پان کے بیڑے دئے جاتے تاکہ ایک دوسرے کو کھلائیں۔

اس تفصیل کے بعد نمونے کے طور پر جلوے کی صرف ایک نظم یہاں نقل کر دی جاتی ہے جو اس سلسلے کی پہلی نظم ہے ۔

پریم پیاری کا جلوہ گاؤ سارے	اسے چندسورسوں پریاں نگارے
	(چاند سورج)
سہاگاں بھاگ پھل منگ کھلے ہیں	سہیلیاں آرتی تارے نوارے
رچاؤ تخت جلوے کا خوشی سوں	کہ چوندھر چوک موتیاں سوں سنوارے
چڑاؤ نیل اب سانوں سہاگان	مشاطہ ہو کے زہرہ ہت نگارے
پلا شربت دیو و ہاتاں میں بیڑے	بنداو وسا ریاں موتیاں کنارے
محمد قطب شاہ ہور اس پری کوں	خدا یار کہ جداں لگ ہیں نتارے

جوہ کی نظموں کے سلسلے میں ایک اور طویل نظم کا تذکرہ ضروری ہے جو جلوے کی گھڑیوں

اور پہروں کی مصروفیتوں پر قلمبند کی گئی ہے اس میں محمد قلی لکھتا ہے :۔

نازنین پہلی گھڑی میں سانتی کی بارش کے موتی جیسے قطروں سے غسل کرتی ہے اور دوسری

گھڑی میں عشق کی چادر اوڑھتی ہے ۔

تیسری گھڑی میں اپنے گلے میں پریم کی گلسر باندھتی ہے اور چوتھی گھڑی میں چوکی پر بیٹھ کر مجھ کو

شراب حیدری پلاتی ہے ۔

پانچویں گھڑی میں پانچویں رنگوں کو آگ کی طرح نغموں سے روشن کرتی ہے اور

اور چھٹی گھڑی میں اپنی چھاتی کی عنبری خوشبوئیں سنگھاتی ہے ۔

ساتویں گھڑی میں ساتوں سکھیاں مل کر مجھے چیرا باندھتی ہیں اور آٹھویں

گھڑی میں بڑے پھندوں کے ساتھ ہوا کی چادر اوڑھتی ہے ۔

گھڑیوں کو گننا چھوڑ کر میں اب پہروں کو گنتا ہوں پہلے پہر میں کنولی کے

بالوں میں کیوڑے کے پھولوں کی خوشبو مہکتی ہے ۔

دوسرے پہر میں سکی اپنے کان میں دوپہری پھول لگاتی ہے۔ یہ شراب میرے

کس کام کی مجھے تو شراب کوثر پلانا چاہیے ۔

تیسرا پہر عبادت اور اللہ و محمدؐ و علیؑ کے ذکر کے لیے ہے جب کہ

غلام قنبر خوشیوں کے پیالوں کی طرح بجنے لگتا ہے ۔

چوتھے پہر میں پدمنی قطب زماں سے آکر ملتی ہے کیونکہ نبیؐ کے صدقہ میں قطب زماں

اس عہد کا انوری ہے ۔

اس نظم کے ہم معنی اور ہم قافیہ ایک نظم جلوہ کی گھڑیوں پر رسالہ سب رس بابتہ جولائی ۱۹۴۰ء

میں شایع ہوئی ہے ۔ جس کو ایک صاحب جمال الدین حیدر نے اسی سال جگتیال (ضلع عادل آباد)

میں جلوہ کی رسم میں عورتوں کو گاتے ہوئے سنا تھا۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی محمد قلی ہی کی لکھی ہوئی ہوگی یا اس کے قریبی زمانے میں کسی نے اس کی نظموں کی تقلید میں یہ نظم لکھی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرورِ ایام کی وجہ سے اس نظم میں چند الفاظ بدل گئے ہیں تاہم اس کا محمد قلی کی اس نظم سے مقابلہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی شخص یا ایک ہی زمانے کی تحریر ہیں۔

یہاں ہم ان دونوں نظموں کے چند شعر پہلو بہ پہلو پیش کرتے ہیں تاکہ محمد قلی کے کلام کی مقبولیت کا اندازہ ہو سکے

محمد قلی کی نظم	عہد حاضر میں مستعملہ نظم
پہلی گھڑی سانمنی کے مینہ موتیاں ہینی نھائی پری	پہلی گھڑی سر نہاد ہو کر پھول پہنی چوٹا ڈال کر
دوسری گھڑی میں عشق چادر اوڑھے ہے او استری	تن بینے خوشبو لاؤ کر پھول پہنی چند امستری
تسری گھڑی باندھے پرم کی گلسری اپ کنٹھ میں	دوسری گھڑی پاؤں پا بجنا گھنگرو جو بجتے رم جھما
چوتھی گھڑی چو کاں پچے پیلا نی منج مد حیدری	گھنگرو کی صنعت کیا کہوں پاؤں پہنی چند امستری
ساتویں گھڑی ساتوں سکیاں مل کر بند او جبیر منج	تیسری گھڑی ڈنڈ کے کڑے مانگی کے موتی بول جڑے
آٹھویں گھڑی چھنداں ستی اوڑھے پون کا چادری	چو نسر نساراں یوں گھڑے اس مول اس کا بن دھری

کھیل کود اور دوسری مصروفیتیں

سالگرہ، ہنڈی، اور جلوہ وغیرہ کی رسموں اور مصروفیتوں کے بعد اب ہم محمد قلی قطب شاہ کی دوسری مصروفیتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس سلسلے میں سب سے پہلے ہم نٹوں اور بھانڈوں کی ایک محفل کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ نوظاہر ہے کہ

اس عہد میں ہر محفل اور ہر تقریب میں رقص و سرود ضروری تھا چنانچہ عیدوں اور تہواروں اور رسوم کی جملہ محفلوں میں محمد قلی نے ناچ اور گانے کا التزام سے تذکرہ کیا ہے لیکن رقاصاؤں کے علاوہ ایک اور طبقہ نٹوں یا نٹووں کا تھا جو اپنے اعضا کی حرکتوں اور بہترین ادا کاری کے ذریعے سے عجیب عجیب کرتب دکھاتے تھے۔ جن کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے جسم میں ہڈی ہی نہیں ہے۔

ناٹک یا نٹوں کے کرتب محمد قلی کے عہد میں بڑے باکمال نٹ یا نٹوے موجود تھے۔ اور وہ ناٹک کی طرح ایک محفل ترتیب دیا کرتا تھا جس میں یہ باکمال اپنی ادا کاری کے جوہر دکھاتے تھے۔ اس موضوع پر اس نے ایک اعلیٰ پایہ کی نظم لکھی ہے جس کے حسب ذیل خلاصے سے اس محفل کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں:۔

آج بادشاہ زرین پر تکلف لباس سے آراستہ ہوا ہے اور اس کے جسم اور چہرہ کا نور موتیوں کی طرح چاروں طرف جھلک رہا ہے۔

دنیا کے تمام باکمال و خوباں شاہ کے دربار میں خدمت گزاری کے لئے موجود ہیں چاروں طرف یوسف جیسی صورت والے اور نازک اور کم عمر حسین استادہ ہیں۔ ان خدمتگاروں کے ہاتھوں میں موتی جڑے ہوئے کہکشاں جیسے ڈنڈے (عصا) ہیں جن کے کلس سورج جیسے چمکدار اور جسم سونے کی طرح ہیں۔

زرتار کی ڈوریاں کرنوں کی طرح اور نٹوے درمیان میں تاروں کی طرح رقصاں ہیں یہ تارے (یعنی نٹ) ایسا چمکدار لباس پہنے ہوئے ہیں کہ ان کا نور سورج سے زیادہ چمک رہا ہے۔ ان کو جب دور سے فرشتے دیکھتے ہیں تو بیچارے حیران ہو جاتے ہیں۔ ان کے کانوں میں بجلیوں کے ٹکڑوں کی طرح آویزے چمکتے ہیں۔ اور یہ کئی طرح

کے چھند بند کر کے کولانٹ کھیلتے، کولاٹیاں یا قلابازیاں کھاتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ یہ مہہ پارے کیسے شوخ ہیں!

ان نٹوں نے اپنے چہروں کو اس طرح بنایا ہے کہ ان کی آنکھوں کے قریب سوکر یا خط سرمہ ایسا نظر آتا ہے جیسے بھوجنگ (اژدہا) زبانیں نکالے کھڑے ہوں۔ آنکھوں کے لال رنگ کے ڈورے چنگاریاں ہیں اور رخسار شعلے کی طرح دہکتے ہیں۔

ان کے ہاتھوں میں جگہ جگہ مہندی کے بوند ایسے نظر آتے ہیں جیسے ہرے ہرے پتوں میں لال پھول ہوں۔ اداکاری کے ساتھ ساتھ یہ ایسی اچھی گفتگو بھی کرتے ہیں کہ گویا موتی جھڑ رہے ہیں جن کے رشک سے سمندر کھارے ہو گئے ہیں۔

طرح طرح سے چہرے بنا کر یہ نٹوے ایسی قلابازیاں کھاتے ہیں کہ ان کی پتلی کمر دیکھ کر دنیا والے چیتے کی کمر بھول جاتے ہیں۔

یہ بھاری بھرکم ہاتھیوں کی طرح مستی اور تنومندی دکھاتے ہیں اور ان کے قد ایسے سیدھے ہیں جیسے تیر۔ جب یہ آہستہ چلتے ہیں تو پانی کی طرح اور تیزی میں آتے ہیں تو ہوا بن جاتے ہیں۔

نٹ ناٹک میں ایسا گاتے ہیں کہ سب خوش ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ طنبورے اور نال بجتے رہتے ہیں اور ڈھول کے دھماکوں کی آوازیں آتی ہیں۔

یہ ایسے چنچل، چتر، باکمال اور صاحب فن ہیں کہ لاکھوں لوگ ان کے درشن کرنے والے ہیں۔ انہی تماشوں نے قطب شاہ کو تمام عالم کے دل کا پیارا بنا دیا ہے۔

کھیل

ناٹک کے بعد قطب شاہ کے کلام سے میدانی اور خانگی کھیلوں کی نسبت بھی کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ایک نظم اس نے چوگان کھیلنے کے متعلق لکھی ہے لیکن اصل میں چوگان بازی کا استعارہ قرار دے کر عشق بازی کی طرف توجہ کی ہے۔ تاہم

اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اچھے موسم میں چوگان ضرور کھیلا کرتا تھا وہ کہتا ہے ؎

ہر طرف رنگاں سیتی کھلیئے ہیں پھول کھیلو چوگان اب کہ ہے بستان خوش

یعنی ہر طرف رنگ برنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں اور بستاں اچھا نظر آرہا ہے

اس لئے چوگان کھیلو۔ یہ نظم کلیات کے ص ۱۵۸ پر شایع ہوئی اور قابل مطالعہ ہے۔ اس میں

گھوڑے کی سواری، گیند، میدان، اور زور کے چھند سے کھیل جیتنے کا تذکرہ کیا ہے۔

پھوکڑی پھو اور ڈھان ڈھکنی

چوگان کے ساتھ ان دو کھیلوں کا تذکرہ بھی ایک نظم میں ملتا ہے۔ جس کا مطلع ہے۔

سکی تال دے منج ٹھکتی کھڑی کہ ڈھان ڈھکنی کھیل کر سکتی کھڑی

پھر کہتا ہے کہ اس نے ابھی پھوکڑی پھو کھیلنا نہیں سیکھا اور ڈھان ڈھکنی کھیلنے آئی

ہے! اول الذکر کھیل اب تک دکن میں لڑکیوں کا مشہور و مقبول کھیل ہے۔

حقہ

اسی نظم سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی حقہ بھی پیا کرتا تھا

اس میں اس نے سکی کے حقہ بھر بھر کے دینے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

تدبر و سیاست

محمد قلی قطب شاہ ایک اقبالمند بادشاہ تھا، لیکن اس کی اقبال مندی کی تعمیر میں اسکے قلب و دماغ کی صلاحیتوں کا بڑا حصہ ہے۔ اس کی سلامتی طبع، اس کی صلح جوئی، اس کی بہادری، بروقت کام کرنا، باوجود عیش و عشرت کی فراوانی کے جملہ حالاتِ ملک اور ہر سازش اور خفیہ کارروائی سے واقف ہوجانا، اس کی دریادلی اور رعایا پروری — وہ خصوصیتیں ہیں جو ایک ہی شخص میں کم جمع ہوسکتی ہیں۔

اس کی معرکہ آرائیوں کے حالات معلوم کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ وہ ایک اعلیٰ مدبر اور سیاست داں بھی تھا۔ لڑائیوں کے اسباب، ان کا آغاز، مقابلے کے لئے جلد از جلد تیاری، اور اثنائے جنگ میں بروقت فوجی کمکوں کا انتظام، سپہ سالاروں اور سرداروں کا انتخاب نیز لڑائیوں کے اختتام کے طریقے اور مفتوحین کے ساتھ برتاؤ۔ یہ سب ایسے امور ہیں جن پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی نے کبھی افراط و تفریط سے کام نہیں لیا۔ نہ وہ کبھی مغلوب الغضب ہوا، نہ اسے ملک گیری کی ہوس تھی، نہ اس نے لوٹ مار کی خاطر کہیں

چڑھائی کی یا مفتوحین کے قلعوں اور شہروں کو تباہ و برباد کر دینے کا حکم دیا۔ حالانکہ اس کا ایک میر جملہ ملک امین الملک بڑا سخت گیر اور خشمناک سپاہی تھا لیکن وہ خود ہمیشہ سلامت روی کو پسند کرتا تھا اور اکثر یہ تاکید کرتا تھا کہ دشمن یا باغیوں کو پہلے پوری طرح سے سمجھا منا کر لڑائی سے باز رکھنا چاہیے۔ چنانچہ مکندراج کے مقابلے میں فوجوں کو بھیجتے وقت اس نے اس کی بڑی سخت تاکید کی اور آخر میں اسی خیال سے کہ شاید اس کے سپہ سالار اس کی اس حکمت عملی کا خیال نہ کریں گے وہ خود لڑائی کے میدان میں نکلنا چاہتا ہے۔ اسی طرح اس کا ایک دوسرا میر جملہ مرزا محمد امین اپنے پیشرو ملک امین الملک کے مقابلے میں ایک بہت ہی عشرت پسند اور امن دوست امیر تھا لیکن محمد قلی کو لڑائی کے معاملات میں ایسی سستی اور غفلت بھی پسند نہ تھی چنانچہ جب فتنہ انگیزی کی اطلاع ملتی ہے تو میرزا محمد امین کو تاکید کرتا ہے کہ باغیوں کی طرف سب سے پہلے متوجہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ دوسری تمام مہمات سے اہم ترین مہم ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کے تدبر اور اعلیٰ فہم و فراست کا اندازہ کرنے کے لیے حسب ذیل موضوعوں پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس زمانے کے حالات اور سیاست کے مطابق محمد قلی نے ان امور کو اس خوبی سے سرانجام کیا کہ شائد ہی اس کی جگہ کوئی دوسرا بادشاہ کر سکتا۔

۱۔ دکن کے سیاسی توازن کا خیال۔ ۲۔ بیرونی تعلقات۔ ۳۔ ہندو رعایا کی سرپرستی

۴۔ ایرانیوں اور اجنبیوں کی نگہداشت ۔

دراصل یہی وہ اہم کام ہیں جن کی طرف ہمیشہ خوش اسلوبی اور کمال ہنرمندی کیساتھ متوجہ رہنے کی وجہ سے محمد قلی نے ایک کامیاب بادشاہت کی اور اپنی سلطنت کو ایک عرصے تک امن وامان اور ترقی کی شاہراہ پر چلاتا رہا ۔

(۱)

دکن کے سیاسی توازن کا خیال

اس بارے میں محمد قلی نے اپنے پیشرو ابراہیم قلی کی حکمت عملی کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اس سلسلے میں بعض ایسے کام کیے کہ وہ بہت مستحکم ہو گئی ۔ تالیکوٹ کی لڑائی کے بعد سے دکن کی مسلمان سلطنتیں ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو گئی تھیں ۔ اور اس طرح فتح تالیکوٹ سے فائدہ اٹھانے کے مواقع ہاتھ سے نکلے جا رہے تھے ۔ یہ طوائف الملوکی جاری ہی تھی کہ بیجاپور کے علی عادل شاہ اور گولکنڈہ کے ابراہیم قلی قطب شاہ کا انتقال ہو جاتا ہے اور حسن اتفاق سے ان دونوں کے جانشین یعنی ابراہیم عادل شاہ نورس اور محمد قلی قطب شاہ ملک گیری اور جنگجوئی سے زیادہ امن وامان اور صلح پسندی کی طرف مائل تھے ۔ اور دونوں میں تدبر و فراست کی کمی نہ تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۰۰۰ھ کے بعد سے دکن کی تہذیب و شائستگی کے جو سرچشمے جاری ہوئے وہ عرصے تک قائم رہے ۔

چاند بی بی ہمشیرہ محمد قلی کی شادی

پہلے پہل محمد قلی نے باپ کی حکمت عملی کے مطابق اور

اقتضائے وقت کے لحاظ سے نظام شاہیوں کی مدد کے لئے اپنی فوجیں روانہ کیں اور خود بھی میدان جنگ میں نکل آیا۔ لیکن جب عین میدان کارزار میں ابراہیم عادل شاہ کا مکتوب صلح وصول ہوا تو اس نے لڑائی سے ہاتھ دھو کر گولکنڈہ کا رخ کیا اور نظام شاہیوں کو بھی واپس چلے جانے کی ترغیب دی۔ اس طرح سے بیجاپور کے ساتھ گولکنڈہ کے تعلقات جو عرصے سے خراب تھے پھر اتنے خوشگوار ہو گئے کہ اس واقعہ کے تین چار سال بعد بیجاپور کی طرف سے ملک التجار خواجہ علی شیرازی گولکنڈہ آیا اور محمد قلی قطب شاہ کی بہن شہزادی چاند بی بی کو بیجاپور کے نوجوان حکمران ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد نکاح میں دینے کا پیام لے آیا۔ اس پیام مواصلت کی سب سے بڑی وجہ جیسا کہ تاریخوں میں لکھا ہے یہی تھی کہ بیجاپوری سلطنت قطب شاہیوں کی مخالفت سے محفوظ رہنا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس گفت و شنید کی خبر معلوم کر کے نظام شاہی وکیل السلطنت صلابت خاں بہت چراغ پا ہوا اور اس نے کوشش بھی کی کہ پیام وسلام کا یہ سلسلہ منقطع ہو جائے لیکن اس کو ناکامی ہوئی۔

غرض ۹۹۶ھ میں خواجہ علی ملک التجار بیجاپور کے چند اعیان سلطنت کے ساتھ متعدد تحائف و ہدایا لے کر محمد قلی کے دربار میں حاضر ہوا۔ محمد قلی نے دکن کے سیاسی توازن کیلئے اس نئے رشتے کو مناسب خیال کیا اور سفیر کے ذریعہ تصفیہ کرایا کہ خود ابراہیم عادل شاہ گولکنڈہ کی سرحد پر قلعہ نلدرگ تک آ کر دلہن کا استقبال کرے اور وہاں عقد نکاح کے مراسم

طے پائیں۔ چنانچہ اس تصفیہ کے مطابق جب ابراہیم عادل شاہ کے قلعہ نلدرگ کے پاس پہنچنے کی اطلاع ملی تو محمد قلی قطب شاہ نے میر امیر زبیل مصطفیٰ خاں استر آبادی ملک امین الملک اعتبار خاں یزدی ملک فخر الملک اور امین خاں دبیر کو ۹۹۶ھ میں شہزادی کی پالکی کیساتھ نلدرگ کی طرف روانہ کیا۔ جب ابراہیم عادل شاہ کو شہزادی کی آمد آمد کی اطلاع ملی تو اس نے مقربان خاص کو استقبال کے لیے بھیجا اس کے بعد شریعت کے مطابق نکاح پڑھا گیا اور بادشاہ نے شاہ درگ پہنچ کر ایک ہفتے تک جشن شاہانہ منایا جس کے بعد قطب شاہی امرا کو تشریف فاخرہ کے ساتھ گولکنڈہ کو واپس کیا اور خاص کر مصطفیٰ خاں کو بارہ ہاتھی اور بارہ ہزار ہون اور دیگر تحف و ہدایا کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ گولکنڈہ کی طرف سے بھی عادل شاہی امرا کے لئے خلعتیں روانہ کی گئی تھیں۔

عادل شاہی شہزادہ اسمٰعیل کی بغاوت

قطب شاہی شہزادی کے بیجاپور جانے کے بعد عادل شاہیوں اور قطب شاہیوں کے تعلقات بہت مستحکم ہو گئے۔ حالانکہ اس قسم کی سیاسی شادیاں دکن میں بھی ناکام ثابت ہوئی ہیں اور جہیز یا کسی اور مسئلہ سے متعلق ایسے جھگڑے کھڑے ہو گئے ہیں کہ اتحاد و یکجہتی کی جگہ الٹی لڑائیاں لڑنی پڑی ہیں۔ لیکن محمد قلی نے اس رشتہ کو بڑی خوبی سے نباہا۔ چنانچہ اس شادی کے چند سال

ؔ مورخ فرشتہ لکھتا ہے کہ ابراہیم عادل شاہ نلدرگ تک نہیں گیا بلکہ امرائے عادل شاہی گئے تھے۔

بعد ہی جب ابراہیم عادل شاہ کا چھوٹا بھائی اسمٰعیل تخت بیجاپور کا دعویدار ہوا اور بھائی کے خلاف ، رمضان ۹۳۱ھ میں علم بغاوت بلند کر کے بہت سے عادل شاہی امرا کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ساتھ ہی برہان نظام شاہ والی احمد نگر کو بھی مدد کے لیے طلب کیا تو یہ ابراہیم کے لیے بڑا نازک وقت تھا اس کے بڑے بڑے امرا و عمائدین مثلاً عین الملک ، الیاس خاں ، رومی خاں ، دیونائک ، اور پنڈت آپاجی وغیرہ کے علاوہ خاص خاص ملازمین بھی غداری پر تلے ہوئے تھے ۔ اور شمال سے شاہ احمد نگر ایک جرار فوج کے ساتھ بیجاپور کی طرف بڑھ رہا تھا ۔ ان پریشانیوں میں ابراہیم کو محمد قلی یاد آیا اور اس نے فوراً اپنے ایک امیر شاہ نوار خاں کو اس کی خدمت میں روانہ کر کے مدد طلب کی ۔ محمد قلی امداد روانہ کر ہی رہا تھا کہ ۶ ربیع الثانی ۹۳۱ھ کو شاہزادہ اسمٰعیل کو شکست ہوئی اور وہ قتل کر دیا گیا اس واقعہ کی اطلاع سن کر برہان نظام شاہ احمد نگر کی طرف واپس ہو گیا اور محمد قلی کو فوجی امداد روانہ کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی ۔

علی برید پر حملہ

اسی طرح محمد قلی نے ایک اور دفعہ ابراہیم عادل شاہ کی خاطر نظام شاہیوں کے خلاف اپنی فوجیں روانہ کیں ۔ برہان نظام شاہ شہزادہ اسمٰعیل کی شکست سے مایوس ہو کر واپس ہوا تھا کہ علی برید والی بیدر نے اس کو اپنی تائید میں بیجاپور پر حملہ کرنے کے لئے مدعو کیا ۔ علی برید نے ابراہیم کو اوسہ ، قندھار اور کلیانی

دینے کا وعدہ کرکے بیدر پر دوبارہ قبضہ حاصل کیا تھا اور اب اس ڈر سے کہ کہیں ابراہیم ان قلعوں کو طلب نہ کرے برہان کی مدد چاہی ۔ چنانچہ پہلی جمادی الاول ۱۰۰۳ھ کو دس بارہ ہزار سواروں کی فوج روانہ کی ۔ اب ابراہیم نے دکن کے سیاسی توازن کو برقرار رکھنے کے لئے محمد قلی سے مدد مانگی اور چونکہ وہ اسی حکمت عملی پر کاربند تھا اس لیے بیدر پر حملہ آور ہوا ۔ لیکن بعد کو جب علی برید کے ایما سے وینکٹادری نے قطب شاہی سلطنت پر حملہ کیا تو محمد قلی کی فوجیں بیدر کا رخ چھوڑ کر کرناٹک کی طرف روانہ ہوگئیں ۔

مغلوں کے مقابلے میں احمد نگر کی امداد

ان واقعات سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ محمد قلی نظام شاہیوں کا دشمن ہی بن گیا تھا ۔ اب تک اس نے ان کے خلاف جو کچھ بھی کیا وہ محض سیاسی توازن کے برقرار رکھنے کے لئے تھا لیکن جب اس کے بعد ہی احمد نگر پر مغلوں نے حملہ کیا تو وہ گزشتہ چند سال کے ناخوشگوار تعلقات کو بالکل بھول گیا اور اپنے ایک ترکمان بہادر مہدی قلی سلطان کے ساتھ چھ سات ہزار سوار اور ہزار ہا پیادے نظام شاہیوں کی مدد کے لیے روانہ کیے حالانکہ یہ قطب شاہی سلطنت کے لیے خطرناک تھا کیونکہ وینکٹ پتی رائے پینکنڈہ اس کی سرحد پر موقع کا منتظر بیٹھا تھا ۔ چنانچہ اس وقت اس نے فوراً حملہ بھی کر دیا تھا ۔ محمد قلی قطب شاہ کی اس کمک کی وجہ سے مغلوں کے مقابلے کیلئے ساٹھ ستر ہزار کی ایک ایسی بڑی فوج جمع ہوگئی جو جنگ تالیکوٹ کے بعد سے سرزمین دکن میں

کبھی جمع نہ ہوئی تھی۔ لیکن اس عظیم الشان فوج کے احمد نگر پہنچنے سے قبل ہی مغلوں نے چاند بی بی سے صلح کر لی کیونکہ وہ اتنی بڑی لڑائی کے لیے تیار نہ تھے۔ اس طرح ۱۵۹۶ء میں محمد قلی کا سپہ سالار مہدی قلی سلطان اپنی فوجوں کے ساتھ حیدرآباد واپس آ گیا۔[1]

اس وقت اگر ملکہ چاند سلطانہ دکنی فوج کی آمد کا انتظار کرتی اور مغلوں سے صلح نہ کرتی تو شاید دکن کی تاریخ بدل جاتی۔ کیونکہ برار کا علاقہ مغلوں کو تفویض کر کے صلح کر لینے میں سب سے بڑی خرابی یہ ہوئی کہ مغلوں کے قدم دکن میں جم گئے اور وہ دکن کی ان تین باقی ماندہ سلطنتوں (نظام شاہی، عادل شاہی، اور قطب شاہی) کی سرحد پر بیٹھے ہوئے تاک میں لگے رہے کہ جہاں موقع ملے ان تینوں میں سے کسی پر حملہ کر دیں۔

مغلوں سے لڑائی

چنانچہ اس صلح کے ایک سال کے اندر ہی مغلوں نے نقض عہد کیا اور اکبر اعظم کی فوجوں نے قصبہ پاتری پر قبضہ کر لیا جو علاقہ برار کے حدود میں نہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چاند سلطانہ نے ابراہیم عادل شاہ اور محمد قلی قطب شاہ کو صورت حال سے مطلع کر کے مدد طلب کی۔ دونوں نے فوراً فوجیں روانہ کیں۔ ۷ جمادی الثانی ۱۰۰۵ھ کو علی الصباح ناندیڑ کے قریب دریائے گوداوری کے کنارے مغلوں کے مقابلے میں صف آرا ہوئیں۔ عادل شاہی فوجیں وسط میں اور میمنہ پر نظام شاہی اور میسرہ پر قطب شاہی

[1] صاحب برہان ماثر نے اس قطب شاہی فوج کی تعداد بیس ہزار پیادہ اور دس ہزار سوار بتائی ہے صفحہ ۶۱۴ و ۶۲۵۔

فوجیں جم گئیں۔

عصر کے قریب لڑائی شروع ہوئی اور سہیل خاں سپہ سالار بیجاپور کی بہادری کی وجہ سے مغلوں کو شکست ہوئی۔ ان کے چار ہزار آدمی مارے گئے اور سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ ان کی طرف کے دو بڑے سردار یعنی راجہ علی خاں والی برہان پور اور راجہ رام چند بھی میدان جنگ میں کام آئے۔ لیکن دوسرے روز مغلوں نے پھر اپنی منتشر فوجوں کو جمع کر کے قبل از طلوع آفتاب دکنی فوج پر حملہ کر دیا۔ اس وقت طرفین نے دل توڑ کر ایک ایک انچ زمین کے لئے جان دی۔ اسی مقابلے میں خود سہیل خاں سپہ سالار افواج دکن زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا اور اس کی فوجیں میدان سے پسپا ہو کر شاہ درگ چلی آئیں۔ اور قطب شاہی فوج حیدرآباد واپس ہو گئی۔

امیر برید والی بیدر کی پناہ گزینی

اگرچہ والی بیدر سے سلطان محمد قلی کے تعلقات کچھ اچھے نہ تھے لیکن اس خاندان کے آخری حکمراں امیر برید ثانی کو جب ۱۰۱۸ھ میں اپنے ایک باغی مرزا علی کی سازش سے اپنا پایہ تخت چھوڑنا پڑا تو وہ محمد قلی کے رحم و کرم کو پیش نظر رکھ کر سیدھا حیدرآباد چلا آیا۔ یہاں محمد قلی نے اس کے ساتھ بڑی ہمدردی کی اور اس کو اپنے دربار میں شریک کر لیا۔ اس کی آمد کے سال ڈیڑھ سال بعد ہی محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا ورنہ کیا تعجب کہ وہ امیر برید ثانی کو دوبارہ بیدر کا تخت و تاج حاصل کرنے میں مدد بھی دیتا تاکہ دکن کا سیاسی توازن برابر باقی رہے۔

(۲)

بیرونی تعلقات

محمد قلی کا اعلیٰ تدبر و سیاست بیرونی ممالک سے اس کے خوشگوار تعلقات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ مغل چونکہ دکن پر حملہ آور ہونے لگے تھے اور احمد نگر کی سلطنت ان کا نشانہ بن چکی تھی اس لئے محمد قلی قطب شاہ نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس سلطنت کے ساتھ تعلقات پیدا کرنا دکنی سیاست کو کمزور کرنا ہے اس لئے ان کے برخلاف اس نے شاہ ایران اور دکن کے ہمسایہ سلاطین کے ساتھ رشتۂ مودت باندھنے کی کوشش کی یہ خیال پوری طرح صحیح نہیں ہے کہ وہ شاہ ایران کو اپنا ہم مذہب سمجھ کر اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اور مغلوں کا اس لئے مخالف تھا کہ وہ سنی تھے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مغلوں کے ہوس ملک گیری کی اس نے پیش قیاسی کر لی تھی اور سمجھتا تھا کہ اگر احمد نگر ختم ہو گیا تو دکن کی آزادی باقی نہ رہے گی۔ اس لئے وہ ہمیشہ احمد نگر کی مدد کے لئے فوجیں بھیجتا رہا۔ اور ایران سے اس لئے تعلقات بڑھانے کی کوشش کی کہ شاید کسی روز اس کو یا اس کے جانشینوں کو مغلوں کے مقابلے میں شاہ ایران کی مدد کی ضرورت پڑے۔

اغزلو سلطان سفیر ایران

اسی حکمت کے پیش نظر جب ۱۰۱۲ھ میں ابوالمظفر شاہ عباس صفوی نے اغزلو سلطان کو اپنا سفیر بنا کر محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں روانہ کیا اور یہ ایرانی ایلچی بندر گوا تک پہنچ گیا تو محمد قلی قطب شاہ نے امیر ضیاالدین محمد نیشاپوری

کو تشریف شاہانہ کے علاوہ سفیر ایران کو اپنے ساتھ لانے کے اخراجات دے کر روانہ کیا۔ امیر ضیاء الدین کی شائستگی اور فہم و فراست کا محمد قلی بہت قدر دان تھا۔ چنانچہ یہ امیر گو پہنچ کر اغزلوسلطان سے بڑے تزک و احتشام سے ملا۔ اور مراسم تعظیم و لوازم تکریم بجا لاکر اپنے ساتھ گولکنڈہ لے آیا۔ راستے میں ہر منزل اور ہر مقام پر محمد قلی کے حسب ایما ضیافت کی گئی اور جب یہ سفیر قطب شاہی سرحد کے قریب پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ نے اپنے خاص امراء و خوانین کو استقبال کے لیے روانہ کیا۔ غرض ایران کا یہ سفیر بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ جب دارالسلطنت حیدرآباد کے قریب پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ خود قلعہ محمد نگر تک آگے بڑھ کر کالا چبوترہ کے پاس اغزلوسلطان کو اپنے حضور میں باریاب کیا۔ اغزلوسلطان نے شاہ ایران کی طرف سے موافقت و مصادقت کا پیام پہنچانے کے بعد مکتوب شاہی اور بہت سے تحفے پیش کئے۔ ان تحفوں میں حسب ذیل زیادہ قابل ذکر تھے۔ اچھے چکدار موتیوں کا ایک تاج، نفیس جواہر سے مرصع خنجر اور چالیس عربی گھوڑے جن کی لگام اور زین مرصع اور عبا زریفتی تھے۔

اغزلوسلطان کے ساتھ اس ایرانی سفارت میں اور سو اصحاب بھی شامل تھے۔

محمد قلی قطب شاہ نے ان سب کو خلعت ہائے فاخرہ سے سرفراز کیا اور ہر ایک کے شایان شان دلکشا مقامات سکونت کے لئے معین کیے۔ کالاڈیرہ میں ایرانی تحف و تحائف اور مکتوب شاہی ملاحظہ کرنے کے بعد بادشاہ نے دربار برخواست کیا اور حیدرآباد کی طرف روانہ ہوا یہاں

شاہ عباس کا ایرانی سفیر پانچ سال کے طویل عرصے تک مقیم رہا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اس زمانے میں مغلوں نے احمد نگر پر یورش کی تھی اور واپسی کا راستہ صاف نہ تھا۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ شاہ عباس نے اظہار مودت و یگانگت کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کی دختر حیات بخشی بیگم کی شادی اپنے لڑکے کے ساتھ کر دینے کی بابت پیام بھی روانہ کیا تھا۔ اور شائد محمد قلی عرصے تک اسی پس و پیش میں رہا کہ کیا جواب دیا جائے۔ تاریخ فرشتہ اس کو ایک ہندوستانی بادشاہ کے لئے بہت بڑا اعزاز قرار دیتا ہے اور اس نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ محمد قلی نے اس پیام کو قبول کر لیا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو اس نے زیادہ تر حضرت میر مومن کے مشورے سے یہ رائے بدل دی اور اپنی اکلوتی لڑکی کی شادی فوراً اپنے نوجوان بھتیجے شہزادہ سلطان مرزا ابن مرزا محمد امین سے بڑی شان و شوکت اور خاص اہتمام کے ساتھ کر دی حضرت میر مومن اس جوان صالح کے بڑے مداح و قدردان تھے کچھ ان کی خاطر اور کچھ اس لیے کہ شہزادی حیات بخشی بیگم کی شادی کا سفیر ایران کی روانگی سے قبل ہو جانا ضروری تھا محمد قلی نے اس تقریب کو بہت عجلت کے ساتھ اور بڑے اہتمام سے انجام دیا چنانچہ اغزلوسلطان سفیر ایران نے بھی اس میں شرکت کی۔ اس طرح شاہ عباس صفوی کے پیام کا جواب دینے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ اور کوئی بدنمائی بھی پیدا نہ ہو سکی کیونکہ یہ بیان کیا گیا کہ یہ شہزادی بچپن ہی سے شہزادہ سلطان مرزا سے منسوب تھی اور اسی لیے

بادشاہ نے اس شہزادہ کی تربیت خاص اپنی نگرانی میں کی تھی، اور ظل اللہ کا لقب عنایت کر کے اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ اس تدبیر سے اگرچہ شاہ ایران کے پیام کا خود بخود جواب مل گیا لیکن بادشاہ کے حقیقی بھائی خدابندہ کی دل شکنی ہوئی جو بعد میں بغاوت کی شکل میں رونما ہوئی۔

غرض سفیر ایران اس شادی کے بعد ہی ۱۰۰۲ھ میں حیدرآباد سے ایران کی طرف روانہ ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض اس مقصد کے لئے حیدرآباد میں اتنے عرصے تک ٹھہرایا گیا تھا۔ لیکن جتنے دن وہ حیدرآباد میں رہا اس کی آؤ بھگت اور خاطر داری میں کسی طرح کی کمی نہ کی گئی۔ کیونکہ موقع بہ موقع انعامات کے علاوہ دو ہزار تومان سالانہ اس کو عطا کئے جاتے تھے۔ اس طرح جملہ دس ہزار تومان تو بطور منصب یا سالانہ تنخواہ کے عطا کئے گئے اور رہے دربار بالتقرب میں محمد قلی جیسے فیاض بادشاہ نے جس بیش بہا انعام واکرام سے سرفراز کیا ہوگا اس کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔

ایلچی کے واپس ہونے سے قبل محمد قلی نے ایک اور تدبیر یہ کی کہ اپنے معتمد خاص حاجی قنبر علی کو شاہانہ تحف وہدایا کے ساتھ شاہ ایران کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ اعز السلطان کی واپسی کی تعویق وغیرہ سے متعلق اگر شاہ عباس کے دل میں کوئی شبہات پیدا ہوئے ہوں تو ان کو رفع کرے۔ اس وقت جو تحفے روانہ کئے گئے ان میں جواہر آبدار اور ہندوستان کی نفیس ترین

اشیا شامل نہیں۔

جب اغز لو سلطان واپس ہونے لگا تو محمد قلی قطب شاہ نے اپنے دربار کے ایک بڑے امیر مہدی قلی سلطان کو اس کا رفیق سفر اور ایرانی دربار میں اپنا ایلچی بنا کر روانہ کیا۔ اس وقت شاہ عباس کے لئے کئی اعلیٰ اور نادر تحفے مثلاً گراں قیمت جواہر سے مرصع طرح طرح کے آلات اور پٹن کے بنائے ہوئے نفیس کپڑے (جو خاص شاہ ایران کے لیے پانچ سال سے بنائے جا رہے تھے) بھجوائے گئے۔ لیکن مہدی قلی سلطان کی ایران سے واپسی میں اتنی تعویق ہوئی کہ اس اثنا میں خود محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا۔ اور سلطان محمد قطب شاہ کی تخت نشینی کے بعد پھر شاہ ایران نے مرحوم بادشاہ کی تعزیت اور نئے بادشاہ کے جلوس کی مبارکباد دینے کے لئے اپنا سفیر روانہ کیا۔ اس طرح محمد قلی نے ایران کے ساتھ جو تعلقات مستحکم کئے تھے وہ باقی رہے اور اس کے جانشینوں نے اس کی حکمت عملی سے یک گونہ فائدہ اٹھایا۔

ایران کے اس ایلچی کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں دکن کی ہمسایہ سلطنتوں کے سفیر بھی کئی دفعہ حاضر ہوئے تھے اور ان سب کے ساتھ بادشاہ نے بڑے حسن سلوک اور فیاضی کے ساتھ برتاؤ کیا۔

میر کِ معین سبزواری سفیرِ احمد نگر

محمد قلی کے تخت نشین ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد احمد نگر کی طرف سے میر کِ معین سبزواری جیسے مشہور و معروف شاعر کو سفیر بنا کر گولکنڈہ روانہ کیا گیا تھا۔ اس وقت احمد نگر اور گولکنڈہ کی سلطنتیں ایک دوسرے کی حلیف تھیں اور دونوں کی فوجیں بیجا پور کے مقابلے میں میدان کارزار میں مصروف پیکار۔ میر کِ معین کی آمد کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ دکن کا سیاسی توازن برقرار رکھنے کے لئے احمد نگر کی امداد اور رفاقت کی جس حکمت عملی پر محمد قلی کا باپ ابراہیم قلی کاربند تھا اسکو جاری رکھنے کی اس نوجوان حکمران سے استدعا کیجائے۔

محمد قلی میں شروع ہی سے تدبر و فراست کی کمی نہ تھی۔ چنانچہ وہ تخت نشینی کے ساتھ ہی اپنے باپ کے مجرب اصول پر کاربند ہو گیا تھا۔ اس لیے اس نے اس سفیر کی بڑی آؤ بھگت کی۔ میر کِ معین اپنے اس سفر میں اتنا کامیاب رہا کہ بعد کو کئی دفعہ گولکنڈہ آیا۔ اور مہینوں قیام پذیر رہ کر محمد قلی قطب شاہ کے بذل و نوال سے شاد کام ہوا۔ چنانچہ جب اغزلو سلطان حاجب ایران کی آمد کی خبر مشہور ہوئی تو میر کِ معین بھی گولکنڈہ آیا۔ اور ماہ ربیع الاول ۱۰۱۶ھ میں محمد قلی قطب شاہ کی اکلوتی لڑکی حیات بخشی بیگم کی شادی کی تقریب میں شرکت کی۔ اس موقع پر متعدد شعرائے مبارکباد کی نظمیں اور قصیدے سلطان محمد قلی کی بارگاہ میں پیش کئے تھے۔ اور میر کِ معین نے بھی ذیل کا قطعہ تاریخ لکھا تھا جو

تاریخوں میں محفوظ ہے ؎

دوشش سرکردہ خیالم رہِ بزمے چو بہشت * اہلِ آں بزم چو حوران ہمہ نورانی چہر

بزمِ عیشی کہ ملائک بہ تماشاہ شدہ چشم * سر بروں کردہ چو انجم ہمہ از جیب سپہر

گفتم ایں بزم کہ و عیش چہ تاریخش چیست * کہ از افلاک بر ایام ہمی بارد مہر

عقل کو بود چو من مست مے حیرت گفت * عید مولودی و بزم شہ و عقد مہ و مہر

چار بینی بکن ایں قطعہ معین می شاید * در چنیں نظم ترا بگذرد قافیہ سحر

اس واقعہ کے دو تین سال بعد جب ١٠١٩ھ[1] میں خداداد محل کی تعمیر مکمل ہوئی اور بادشاہ نے اس میں جشن خسروانہ ترتیب دے کر ارکان مملکت، اعیانِ دربار، امراد مقربین اور علماء و شعرا کو طرح طرح کے انعام و اکرام سے سرفراز کیا تو اس مجلس عیش و طرب میں میر محمد مومن سبزواری بھی موجود تھا اس نے فی البدیہہ قطعۂ تاریخ لکھ کر پیش کیا اور بہت بڑا انعام حاصل کیا۔ قطعہ

ایں قصر کہ ہست رشک فرمائے بہشت * ایام بآب زندگانیش سرشت[2]

تاریخ مرتب شدنش کلک قضا * برلوح بقا بنائے جاں بخش نوشت

---

[1] مولف تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ نے ١٠٢٠ھ لکھا ہے جو غلط ہے۔ (صفحہ ۳۳۱)

[2] مولف تاریخ ظفرہ نے قافیہ سرشت لکھا ہے (ص ۱۷) لیکن تاریخ قطب شاہی اور حدیقۃ السلاطین میں نوشت لکھا ہے جو ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔

خواجہ علی شیرازی سفیر بیجاپور

۹۹۵ھ میں ملک التجار خواجہ علی شیرازی بیجاپور سے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں آیا تھا تاکہ اس کی ہمشیرہ چاند سلطانہ کو ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد نکاح میں لانے کے لیے درخواست کرے۔ یہ سفارت بھی کامیاب رہی۔ کیونکہ محمد قلی کے تدبر و سیاست کا اقتضا یہ تھا کہ دکنی سلطنتیں آپس میں متحد و متفق رہیں۔ اس سفارت اور شہزادی چاند سلطانہ کی شادی کا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے (صفحہ ۲۴۴)

شہنواز خاں سفیر بیجاپور

اس سفیر کی آمد کا ذکر بھی گذشتہ صفحات میں قلمبند کیا جا چکا ہے۔ دیکھو صفحات ۲۴۵-۲۴۶)

محمد قلی قطب شاہ کے سفیر

دوسری سلطنتوں کے سفیروں کی آمد کے سلسلہ میں ضروری ہے کہ خود محمد قلی قطب شاہ نے اپنی طرف سے جو سفیران سلطنتوں کو روانہ کئے ان کا بھی کچھ ذکر کر دیا جائے کیونکہ تالی ہمیشہ دو ہاتھوں سے بجتی ہے۔ اور اعلیٰ تدبر کا اقتضا یہ تھا کہ دکنی سیاست کے توازن کو برقرار رکھنے کیلئے خود محمد قلی بھی موقعہ بموقعہ اپنے سفیر دوسری سلطنتوں کے یہاں روانہ کرتا۔

مولنا حاجی محمد اصفہانی

ایک متبحر عالم و فاضل تھا جس کو محمد قلی نے احمد نگر کے دربار میں روانہ کیا تھا۔ چنانچہ جس وقت مغلوں نے نظام شاہی حکومت پر حملے شروع کئے تو یہ وہاں موجود تھا صاحب برہان مآثر جو احمد نگر میں اس سے مل چکا تھا۔ اس کا ذکر ان القاب کے ساتھ کرتا ہے۔

افادت و افاضت انتباہ حقایق و معارف آگاہ مقرب درگاہ ربانی حاجی محمد اصفہانی (صفحہ ۵۹۰)

دوسری جگہ بھی اسی تعظیم و تکریم سے نام لکھا ہے۔

زبدۂ اصحاب صدق و ایقان مولانا محمد (صفحہ ۶۱۷)

[illegible]ھ میں جب احمد نگر میں تخت سلطنت کے لیے کئی دعویدار کھڑے کر دیے گئے تھے اور میاں منجھو اور چاند بی بی کے آپس میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا تو محمد قلی قطب شاہ کے اس حاجب نے چاند بی بی کا ساتھ دیا اور میاں منجھو کی مخالفت کی۔

اس طرح جب مغلوں نے سرنگ لگا کر قلعہ احمد نگر کی فصیل میں رخنہ ڈال دیا اور اس کے ذریعہ سے انکی فوجیں قلعہ میں داخل ہونے کی کوشش کرنے لگیں تو چاند سلطانہ بنفس نفیس اس خطرناک مقام پر کھڑی ہو گئی اور مردانہ وار مقابلہ کرنے لگی۔ جب اس نازک حالت کی خبر احمد نگر میں مشہور ہوئی تو حاجی محمد اصفہانی بھی اپنے ملازمین کو لے کر چاند بی بی کی مدد کے لئے اس رخنہ پر پہنچ گیا اور اگرچہ وہ ایک عالم و فاضل بزرگ تھا لیکن وقت پر جنگجو بہادروں کی طرح سرفروشی کے لیے تیار ہو گیا اس واقعہ کی نسبت برہان مآثر میں لکھا ہے کہ:۔۔۔

"زبدۂ اصحاب صدق و ایقان مولٰنا حاجی محمد حاجب عالی حضرت سلطنت نصفت پناہ گردوں بارگاہ محمد قلی قطب شاہ .... در منازل خویش ازیں واقعہ خبر یافتند بسرعت برق و باد بسوئے آں رخنہ شتافتند۔ و بضرب پیکان خارا گزار راہ آمد و شد بر جنود اعداء مسدود ساختند" (صفحہ ۶۱۷)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی سفارت کی خدمت کے لئے نہایت وفادار اور قابل اصحاب کا انتخاب کرتا تھا جو ہر موقعہ پر وہی کام کرتے جو محمد قلی کے حسب منشا ہوتا تھا۔

مہدی قلی سلطان

یہ بہت بڑا سپہ سالار اور مدبر تھا چنانچہ مغلوں کے مقابلے میں جب محمد قلی نے اپنی

فوجیں روانہ کیں تو اسی کو سپہ سالار بنا کر بھیجا تھا۔ اس کی شجاعت و بہادری کی نسبت اس کے ایک معصر علی بن عزیز اللہ طباطبا کی اتنی اچھی رائے تھی کہ وہ اس کو ان الفاظ سے یاد کرتا ہے :۔

"امارت و ایالت پناہ، شجاعت و جلالت دستگاہ مہدی قلی سلطان طالش کہ در رسوم دلاوری و مردانگی ناسخ داستان دستان بود" (برہان ماثر صفحہ ۶۱۴)

احمد نگر کے مورخ کے یہ الفاظ حقیقت پر مبنی ہوں گے جب ہی تو محمد قلی نے ایک زبردست دشمن کے مقابلہ میں اس کو دو دفعہ روانہ کیا تھا لیکن مہدی قلی صرف ایک بہادر ہی نہیں بلکہ اعلیٰ مدبر بھی تھا کیونکہ اس کو ۱۰۱۱ھ میں ایران کا سفیر بنا کر روانہ کیا گیا اور یہ ظاہر ہے کہ اس خدمت کے لئے اس سے بہتر امیر محمد قلی کے یہاں کوئی نہ ہوگا۔ ورنہ وہ اس کو روانہ نہ کرتا جب کہ اس کو معلوم تھا کہ احمد نگر پر ابھی مغلوں کے حملے کا اندیشہ موجود ہے۔

مہدی قلی سلطان کے ساتھ سلطان محمد قلی نے شاہ ایران کو جو بیش بہا تحفے روانہ کئے تھے ان کا تذکرہ ابھی ابھی گذر چکا ہے۔

جنوب کی ریاستیں محمد قلی قطب شاہ کے بیرونی تعلقات کے تذکرہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کر دینا بھی ضروری ہے کہ جہاں اس نے شمال کی طرف مغلوں کے تگ و تاز پر نظر رکھی اپنی سلطنت کے جنوب کی طرف بیجا نگر اور کرناٹک کے ہندو حکمرانوں کو بھی ابھرنے نہ دیا۔ چنانچہ وجیانگر کے جانشین پینکنڈہ کی حکومت سے اس کے عہد میں جو طویل معرکے ہوتے رہے وہ اسی حکمتِ عملی کا نتیجہ تھے۔ اس نے ہمیشہ پینکنڈہ کے حکمران وینکٹ پتی کے ساتھ صلح و آشتی کو لڑائی پر ترجیح دی لیکن جب دیکھا کہ وہ اس کے باغیوں مثلاً

علی خاں لرستانی، علم خاں پٹھان، اور مکند راج والی کشنکوٹ کو پناہ دیتا یا ان کی مدد کے لیے فوجیں بھیجتا ہے تو برابر اس سے مقابلہ کرتا اور اس کی سازشوں کو اپنے ملک سے باہر رکھنے کی کوشش کرتا ہے بعض وقت اس کو ایسے مواقع بھی دستیاب ہوئے کہ اس کی فوجیں دور تک پنکنڈہ اور دھیانگ کے علاقوں پر حملہ کرتی ہوئی گھس گئیں اور وہ چاہتا تو مزید حملوں کے ذریعہ سے اس سلطنت کو ختم کر سکتا لیکن اس نے ونکٹ پتی کی صلح کی درخواستوں کو قبول کرکے اپنی فوجوں کو واپس بلالیا۔

اسی طرح بعض باجگزار راجاؤں کو بھی ان کی بغاوتوں اور نافرمانیوں کے باوجود اس نے برقرار رکھا ورنہ راجچندر والی پناپور اور بھائی بلندر والی کشتم کوٹ کو وہ پہلے ہی ختم کرکے ان کے علاقے اپنی سلطنت میں شامل کرلیتا اسی طرح ردیوار قوم کی استدعا پر اس نے اپنی فوجوں کو ان کے بالکلیہ تباہ و برباد کرنے سے منع کردیا۔ یہ اس کے اعلیٰ تدبر کا نتیجہ تھا کہ اس نے ان ہندو ریاستوں کو قائم رکھا اور اس طرح اپنی ہندو رعایا کو اپنی سلطنت سے بدظن اور شکستہ خاطر نہ ہونے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آخر تک گولکنڈہ کی سلطنت کے استحکام و بقا کے لئے دکن کے ہندوؤں نے جان توڑ کوششیں کیں اور اس سلطنت کو اپنی سلطنت سمجھ کر مغلوں کے مقابلے میں اس کا ساتھ دیا۔

---

(۳)

ہندو رعایا کی سرپرستی

اگرچہ محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں اکثر ہندو راجاؤں سے معرکہ آرائیاں رہیں اور بعض ہندو امرا نے بغاوت بھی کی لیکن یہ اس کے اعلیٰ تدبیر کا نتیجہ تھا کہ اس کے عمائدین سلطنت اور مقربان و ملازمان خاص میں ہمیشہ بہت سے ہندو شامل رہے۔ اور ان میں سے بعض تو اپنی فہم و فراست اور بہادری کی وجہ سے ایسے بلند مرتبے پر پہنچ گئے تھے کہ بادشاہ کو ان پر بڑا اعتماد تھا اور ان کی رائے اور اشارے سے بڑے بڑے مسلمان امیر اور سپہ سالار بھی بدل دیے جاتے تھے۔

محمد قلی نے اپنی ہندو رعایا اور امیروں کے ساتھ ہر وقت فراخدلی اور لطف و کرم کا برتاؤ کیا۔ بعض موقعوں پر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں امتیاز ہی نہ کرتا تھا۔ اور ہمیشہ دونوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کرتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اکثر ہندو راجاؤں اور باغیوں کے مقابلے میں اس نے اپنے ہندو امیروں اور بہادروں ہی کو روانہ کیا جنھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ بڑے سخت مقابلے کئے اور ان کی حکومتوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ ہر مذہب و ملت کی رعایا کے ساتھ یکساں شفقت سے پیش آنے اور ان پر اعتماد کرنے میں محمد قلی نے کس اعلیٰ تدبر سے کام لیا تھا۔ یہاں ہم نمونے کے طور پر اس کے دو مشہور و معتمد ہندو امرا و عمائد کا تفصیلی اور بقیہ کا سرسری ذکر کرتے ہیں جس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ محمد قلی کے حسن اخلاق اور مذہبی رواداری نے گولکنڈہ کے ہندوؤں میں بھی کیسے کیسے جاں نثار سورما اور اعلیٰ پایہ کے امیر پیدا کر دیے تھے۔

آسیراؤ

محمد قلی کے ان معتبرین خاص میں تھا جنھوں نے آخر زمانے تک اس کے دست و بازو کا کام دیا اس پر بادشاہ کو اتنا اعتماد تھا کہ ۱۰۰۳ھ میں خود محمد قلی میدان جنگ میں نکلا تو یہ اس کے ساتھ تھا اور موسلمورگ نندیال گھلکور کندی کوٹ اور چنکینڈہ کی لڑائیوں میں برابر داد مردانگی دیتا رہا۔ آخر کار جب چنکینڈہ کا محاصرہ اٹھا کر محمد قلی دارالسلطنت کی طرف واپس ہونے لگا اور روانگی سے قبل اپنے مفتوحہ علاقوں کا انتظام کرنا شروع کیا تو قلعہ سلمورگ پر آسیراؤ کو حاکم بنا کر اطراف و اکناف کا علاقہ اس کے تفویض کر گیا۔

آسیراؤ نے اس علاقہ میں ڈیڑھ دو سال تک قیام کر کے وہاں قطب شاہی حکومت کو اتنا مستحکم کر دیا کہ پھر موسلمورگ میں کوئی اندیشہ باقی نہ رہا۔ اس اثناء میں ۱۰۰۵ھ میں جب کندراج والی کشتم کوٹ نے بغاوت کی تو آسیراؤ کو بھی اپنی فوجوں کے ساتھ امین الملک میر جملہ کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ کشتم کوٹ، سیکاکول، مدواڑہ، اور نیتاپور پر حملہ آور ہوا۔ اور جب نیتاپور کا راجہ رامچندر مطیع و منقاد ہو گیا اور اس کے بعض علاقے قطب شاہی سرحد میں شامل ہو گئے تو ان علاقوں کے انتظام کے لئے آسیراؤ اور ملک نائب کو وہیں چھوڑ کر ملک امین الملک کشتم کوٹ کی طرف واپس ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے علاوہ وزیر اعظم کو بھی اس پر پورا بھروسہ تھا۔ ۱۰۰۹ھ میں جب کشتم راج ولد راوت راؤ کے اکسانے سے کندراج بنگالے کی طرف سے واپس ہو کر کشتم کوٹ پر حملہ آور ہوا تو آسیراؤ کو زین العابدین سپہ سالار کی مدد کے لئے روانہ کیا گیا۔

اور اس کی فوجیں کمندراج کو شکست دینے میں قطب شاہی لشکر کے پہلو بہ پہلو رہیں۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ آسیراؤ شاہی دربار میں منسلک اور زیادہ تر حیدرآباد ہی میں قیام پذیر رہا کیونکہ اس کے بعد تاریخوں میں آسیراؤ کا نام پھر اس وقت آتا ہے جب کہ محمد قلی کا عہد حکومت ختم ہو رہا تھا اس اثناء میں کئی میر جملہ اور سپہ سالار بدل چکے تھے۔ اور عرصے کے امن وامان کے بعد ۱۰۱۹ء میں پرتاب شاہ والی دستر نے قطب شاہی حدود میں دست اندازی شروع کی تھی۔ اس وقت جب عمال شاہی نے پایۂ تخت کو اطلاع بھیجی تو مرزا محمد امین جملۃ الملک نے اس مہم کو سر کرنے کے لیے قدیم جانباز آسیراؤ ہی کا انتخاب کیا اور اس کو سپہ سالار بنا کر سید حیدر اور امجد الملک کو اس کے ماتحت روانہ کیا۔ اس وقت تک آسیراؤ بڑا مقتدر اور صاحب جاہ وجلال امیر بن گیا تھا۔ اور خود اس کی اپنی فوجیں نہایت کثیر التعداد تھیں۔ اس وقت اس کو تشریفات شاہانہ سے سرفراز کر کے روانہ کیا گیا تھا یہ آخری خلعت تھی جو آسیراؤ کو محمد قلی قطب شاہ کے دربار سے عطا ہوئی تھی کیونکہ اس کے میدان جنگ سے واپس آنے سے قبل ہی یہ فرخندل بادشاہ انتقال کر گیا۔

غرض آسیراؤ ۱۰۰۳ء سے ۱۰۲۰ء تک مسلسل ۱۷ سال محمد قلی کی فوجوں کا سردار رہا اور آخر کار ۱۰۱۹ء میں توپ سالار بھی بنایا گیا یہ بہت بڑا اعزاز تھا کہ مسلمان امراء عمائد مثلاً امجد الملک اور سید حیدر وغیرہ اس کے ماتحت میدان جنگ میں روانہ کئے گئے۔

دہرماراؤ | یہ ابتدا میں ایک معمولی سردار تھا چنانچہ ۱۰۰۵ء میں جب دیوار قوم نے قطب شاہی حکومت

کے خلاف بغاوت کی اور راجمندری کا علاقہ خالی پاکر ایلور، نزوول اور بھارجلی میں ہنگامہ آرا ہو گئے
تو محمد قلی قطب شاہ نے رتفنی گر کے سپہ سالار عادل خاں اور سرنوبت چنگیز خاں کو حکم دیا کہ فوراً راجمندری اور
کاموم کے علاقہ میں پہنچ کر مخالفین کو سزا دیں۔ اور بعد کو میر زین العابدین اور عبدالکریم حوالدار کو بھی ان کی
مدد کے لئے راجمندری سے روانہ کیا غالباً اسی فوج کے سرداروں میں دھرماراؤ بھی شامل تھا۔ اس وقت
باغی دریا کے ایسے حصہ پر قابض تھے جہاں سے شاہی فوجوں کو عبور کرنا تھا۔ لیکن مخالفوں کی شرارت
کی وجہ سے اس جگہ عبور کرنا مشکل ہو گیا اور کئی روز اسی پریشانی میں گزر گئے تو سپہ سالار نے دھرماراؤ کو روانہ کیا تاکہ
کوئی دوسرا عبور کرنے کے قابل مقام تلاش کر آئے۔ چنانچہ دھرماراؤ نے دس بارہ کوس تک ندی کے کنارے
کنارے سفر کر کے ایک راستہ نکال ہی لیا جہاں سے چنگیز خاں اور دیگر سردار دریا کو عبور کر کے باغیوں کے
سر پر جا پہنچے غرض ردیوار قوم کو مطیع کرنے میں دھرماراؤ کی بہادری اور فراست کا بھی کچھ حصہ ضرور تھا۔
اس کے بعد سے زین العابدین کی نظر خاص دھرماراؤ پر پڑنے لگی جس کو اس نے اپنے ساتھ ہی میدان جنگ
میں رکھا۔ اس اثنا میں ۱۰۰۸ھ میں جب راوت راؤ نے ملک امین الملک سے ناراض ہو کر حکومت کے خلاف
بغاوت کی اور ہری چندر کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا تو ہری چندر نے وسنا دیو کو اپنی مدد پر بلایا۔ وسنا دیو بڑا
مدبر اور طاقتور دشمن تھا جس نے نہایت ہوشیاری اور فن حرب کی پوری مہارت کے ساتھ قطب شاہیوں کا مقابلہ
کیا اور جگہ جگہ ان کو پریشان کیا۔ اس وقت زین العابدین نے دھرماراؤ سے کام لیا جس نے دوسرے سرداروں
مثلاً عبدالکریم، چنگیز خاں اور بھالے راؤ کے ساتھ قلعہ جلمور کا ایسا سخت محاصرہ کیا کہ وسنا دیو کو قلعہ والوں کی مدد کے لئے

ایک زبردست فوج روانہ کرنی پڑی لیکن دہرماراؤ اور اس کے ساتھیوں نے ایسا مردانہ وار مقابلہ کیا کہ بہت سے دشمن یا تو قید ہوگئے یا فرار ہوگئے۔ ان مسلسل ناکامیوں کو دیکھ کر ونساد دیو نے دہرماراؤ سے پناہ مانگی اور اس کے توسط سے پچاس ہزار ہون اور پچاس ہاتھی سپہ سالار کے یہاں روانہ کیے اور اتنا ہی خراج ہر سال ادا کرنے اور مستقل اطاعت گزار رہنے کا وعدہ کیا۔

اس صلح اور اطاعت گزاری میں معلوم ہوتا ہے کہ دہرماراؤ کا بڑا حصہ تھا۔ وہ بہادر ہونے کے علاوہ بڑا مدبر بھی تھا اور دشمن بھی اس کی راستبازی پر بھروسہ کرتے تھے چنانچہ دہرماراؤ نے نہ صرف ونساد دیو کو مطیع و منقاد بنا لیا بلکہ ہری چندر کے بھتیجے بول باتر کو جو بانی فساد تھا ونساد دیو ہی کے ذریعے سے گرفتار کر لیا۔ اور اس کے بدلے میں ونساد دیو کے اعزہ واقربا کو آزاد کرا دیا۔ یہ ایک ایسی سیاسی چال تھی جس کی وجہ سے سلطنت میں بڑا امن و امان قایم ہوگیا۔

اس خدمت کی بنا پر محمد قلی نے دہرماراؤ کی جو قدر افزائی کی افسوس ہے کہ اس کا ذکر تاریخوں میں درج نہیں لیکن اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ روز بروز دہرماراؤ کی شخصیت اور اہمیت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا چنانچہ اس جنگ کے بعد ہی سنہ ۱۰۰۹ھ میں جب کشتم راج دلدر اوت راؤ نے بغاوت کی تو اس وقت بھی دہرماراؤ میدان میں اس کے مقابلے کے لئے موجود تھا۔ اور اب کے اس کی شخصیت اور اثر خود میر زین العابدین سپہ سالار سے زیادہ اہم ہوگئی تھی۔ چونکہ کشتم کوٹ کے علاقہ پر قبضہ کر لینے کے بعد سے مسلسل لڑائیاں جاری تھیں اور سمت مرتضیٰ نگر کی قطب شاہی فوج کا امن چین غائب ہوگیا تھا اس لئے اس موقعہ پر دہرماراؤ کی یہ رائے تھی کہ قلعۂ مداوڑہ کے فتح کرنے کی زحمتیں اٹھانے کی جگہ بہتر یہ ہے کہ کشتم کوٹ کے بعض علاقے وہاں کے سابق والی بلندر بھائی

کو عطا کر دیئے جائیں اور اسے مطیع و فرماں بردار رہنے اور سال بسال خراج روانہ کرنے کا وعدہ لیا جائے میر زین العابدین ایک جنگجو سپہ سالار تھا۔ وہ اس قسم کی مصلحت اندیشیوں کا قائل نہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ جب عرصہ سے ہم اس مہم میں سرگرم ہیں تو پورے ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کرنے کے بعد ہی دم لینا چاہئے معلوم ہوتا ہے کہ دھرماراؤ نے اس کو بہت کچھ سمجھایا لیکن جب وہ اپنے خیال پر اڑا رہا تو سلطان محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں عریضہ روانہ کیا کہ عرصے سے شاہی لشکر باغیوں کا مقابلہ کر رہا ہے اور اب صورتِ حال اس امر کی متقاضی ہے کہ بھائی بلندر کو پہلے کی طرح ایک باجگذار راجہ بنا کر کچھ علاقے اس کے سپرد کر دیے جائیں۔

دھرماراؤ بادشاہ کی طبیعت سے واقف تھا اور اسی لیے سپہ سالار سے مایوس ہو کر اس کے خلاف اس نے اپنی رائے راست بارگاہ عالی میں روانہ کی۔ محمد قلی نے اس خط سے اتنا اثر لیا کہ زین العابدین کو سپہ سالاری سے ہٹا کر واپس بلا لیا اور سید حسن ابن مصطفیٰ خاں کو روانہ کیا۔ یہ مقابلتہً کم عمر تھا اور چونکہ اس کو شاہی خاندان سے قرابت تھی اس لیے دھرماراؤ نے اس حیثیت اور سپہ سالار کی تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر بلندر بھائی کے بھتیجے ہری چندر کو معافی مانگ لینے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ ہری چندر اس علاقے کے بہت سے بہادروں کے ساتھ دھرماراؤ سے آملا۔ اور بھائی بلندر کے بالکلیہ استیصال میں اس کا مددگار ثابت ہوا۔ غرض دھرماراؤ کی ہوشیاری سے کشٹم کوٹ کا علاقہ پھر باغیوں سے خالی ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد آٹھ نو سال تک قطب شاہی سلطنت میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور دھرماراؤ دربارِ شاہی میں باریاب رہا۔ آخر کار ۱۰۱۸ھ میں جب وِنادیو نے کشٹم کوٹ کے علاقے میں داخل ہو کر تاخت و تاراج کرنا

شروع کیا تو محمد قلی قطب شاہ نے دہرماراؤ اور چنگیز خاں کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ اس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اس زبردست فوج کے ڈر سے ونسادیو قلعوں میں محصور ہو گیا اور اس کے علاقوں کو شاہی فوجوں نے پامال کرنا شروع کیا۔ اس موقعہ پر بھی دہرماراؤ کی سیاسی جوڑ توڑ نے اپنا رنگ دکھایا۔ یعنی جس طرح پہلے بھائی بلندر کے بھتیجے ہری چندر کو اس نے مخالفین سے توڑ لیا اسی طرح ونسادیو کا بھتیجا کشناراج بھی اس جنگ میں شاہی لشکر سے آملا۔ اس دفعہ بھی یقیناً دہرماراؤ کا ہاتھ ہوگا۔ وہ خفیہ مراسلت اور نامہ و پیام کے ذریعے سے لوگوں کا دل موہ لینے میں استاد تھا۔ غرض جب کرشناراج قطب شاہی لشکر کی طرف آیا تو دہرماراؤ اور چنگیز خاں دونوں نے بڑے اعزاز و اکرام سے اس کا استقبال کیا۔ اس قدر افزائی کا حال سن کر اور بہت سے ہندو بہادر بھی کرشناراج اور دہرماراؤ سے آملے۔ اس واقعہ کا ونسادیو پر اتنا اثر پڑا کہ وہ بیمار ہو گیا اور آخر کار وفات پائی۔

اب دہرماراؤ کی تدبر و سیاست کے لئے ایک نئی جولانگاہ نکل آئی۔ اس نے ایک طرف تو ونسادیو کے اعیان سلطنت کو لکھ بھیجا کہ اب لڑنا بے سود ہے اس لیے اطاعت قبول کریں[1]۔ اور دوسری طرف کشناراج کو وہاں کا راجہ بنانے کے امکانات پر غور کرنے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود ونسادیو کے امرا

---

[1] دہرماراؤ کے خط کے الفاظ تاریخوں میں اس طرح مرقوم ہیں:-
"خسرو زماں خان اعظم چنگیز خاں را با لشکر عظیم بعزم تسخیر آں بلاد روانہ فرمود دولت۔ باید کہ بدستور جمیع راجہائے ایں بلاد مطیع و منقاد گردیدہ مالگزار شوید۔ و الا خان اعظم مملکت موروثی را از دست تصرف شما انتزاع خواہد کرد" تاریخ قطب شاہی ورق (۲۵۸) تاریخ حدیقۃ العالم صفحہ (۲۵۳)

لے کشناراج کو جانشین بنانے کی استدعا کی۔ اور دہرماراؤ نے کشناراج سے کہا کہ اگر تم کو وناد دیو کا جانشین بنائیں تو بادشاہ کی خدمت میں کیا نذر دو گے اور ہر سال کتنا باج روانہ کرو گے۔ کرشناراج کے لیے تو یہ ایک غیر متوقعہ خبر تھی اس لئے جی کھول کر وعدے کر لئے اور ان کے ایفا کے لئے بڑی بڑی قسمیں کھائیں۔ غرض دہرماراؤ نے ہر طرح سے مطمئن ہو کر کرشناراج کو خود اپنے سامنے راجہ بنا کر وناد دیو کے پایہ تخت کیطرف روانہ کیا۔ تاریخ کے حسب ذیل جملہ سے کہ :۔

"بتشریفات شاہانہ واسپ بازین زر دکلاہ و کمر از جامدار خانہ بادشاہی ہمراہ خود داشتہ سرفرازش گردانیدہ باشوکت تمام بجانب مستقر وناد دیو روانہ کرد"[1]

پتہ چلتا ہے کہ دہرماراؤ پہلے سے یہ سوچ کر نکلا تھا کہ کرشناراج کو وناد دیو سے توڑ لونگا اور اس کو راجہ بنا کر روانہ کرونگا۔ ورنہ ان تمام لوازمات کے جامدار خانہ شاہی سے لے کر نکلنے کا کیا موقع تھا۔ اور نہ کسی دوسری لڑائی کے وقت فوج کے ساتھ ایسے لوازم کے روانہ کرنے کا تاریخوں میں ذکر ملتا ہے۔

غرض دہرماراؤ اپنے منصوبے میں کامیاب رہا اور کرشناراج سے ایکسو پچاس ہزار ہون اور ایکسو پچاس ہاتھی وصول کر کے محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں روانہ کیے۔ اس کے بعد اگرچہ بقیہ نصف رقم اور ہاتھیوں کے دینے میں کرشناراج نے کچھ عرصے تک عذر کیا لیکن آخر کار وہ پوری طرح مطیع و منقاد ہو گیا۔ اور پھر کبھی بغاوت نہ کی۔ اس طرح دہرماراؤ کے تدبر نے محمد قلی قطب شاہ کے تحت ایک نئے

[1] تاریخ قطب شاہی ورق (۲۵۸)

یا جگدار راجہ کا اضافہ کیا۔

دوسرے ہندو امیر آسیراؤ اور دھرماراؤ کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کے اور دس حسب ذیل ہندو امراء و عمائد بھی قابل ذکر ہیں۔ ۱) جگپت راؤ ۲) سری راؤ ۳) سابا جی ۴) بھالے راؤ ۵) اکندراج ۶) شنکر راج ۷) ہری چندر ۸) رامچندر ۹) راوت راؤ ۱۰) کرشن راج

جگپت راؤ وہ قطب شاہی امیر ہے جس کو محمد قلی نے ۱۰۰۳ھ میں قلعہ نندیال اور اس کے اطراف و اکناف کی حکومت سپرد کی۔ یہ قلعہ خود بادشاہ نے بڑے سخت مقابلے کے بعد فتح کیا تھا۔

سری راؤ ۱۰۰۹ھ میں قلعہ کشتم کوٹ اور اس کے اطراف کے علاقوں کا حاکم بنایا گیا تھا۔ یہ قلعہ سالہا سال کی لڑائیوں اور تباہیوں کے بعد فتح ہوا تھا اور جب اس کی فتح کی اطلاع حسین سپہ سالار نے بادشاہ کے یہاں روانہ کی تو اس کی حکومت کے لئے اس نے فوراً اپنے اس امیر سری راؤ کو نامزد کیا۔

سا با جی قطب شاہی لشکر میں سرنوبت کے عہدہ پر فایز تھا اور جب محمد قلی ۱۰۰۳ھ میں موسلمورگ، نندیال، کنڈی کوٹ اور پینکنڈہ وغیرہ قلعوں پر معرکہ آرا ہوا تو یہ اس کے ساتھ تھا اور جب بادشاہ پایہ تخت واپس ہونے لگا تو اس کو دوسرے سرداروں کے ساتھ نئے مفتوحہ علاقے کی حفاظت کے لئے چھوڑ گیا تھا۔ اس کے بعد جب وینکٹ پتی نے قطب شاہی علاقے میں ریشہ دوانی شروع کی تو سا با جی کو بادشاہ نے حکم دیا کہ اعتبار خاں یزدی کے ساتھ بیجانگر کے علاقہ پر حملہ کرے، چنانچہ سا با جی کی فوجوں نے بیجانگر میں گھس کر قصبوں اور دیہاتوں کو تباہ و برباد کیا۔ اس اثنا میں جب راجہ اودگیر مقابلے کے لئے نکلا تو سا با جی کو دوسرے سرداروں

کے ساتھ روانہ کیا گیا جنھوں نے ایسا دل توڑ کر مقابلہ کیا کہ دشمن کے تین چار ہزار سپاہی مارے گئے۔ اس فتح کے بعد ساباجی قطب شاہی فوجوں کے ساتھ بیجانگر کی سرحد میں ایک مہینہ کا راستہ طے کر کے شہر کالیر پر حملہ آور ہوا اور اس دولتمند شہر کو لوٹ لیا۔

ان کامیابیوں کے کچھ عرصہ بعد جب سنہ [illegible] میں ساباجی کے بعض ساتھی مثلاً بھالے راؤ خانخاناں اور علم خاں نے امین الملک کی سختی سے تنگ آ کر قطب شاہی حکومت کے خلاف بغاوت کی تو غالباً یہ بھی ان میں شریک تھا۔ اور بعد کو معافی مانگ لی چنانچہ سنہ [illegible] میں جب راجمندری میں ردیوار قوم کی بغاوت کے استیصال کے لئے مرتضیٰ نگر سے فوجیں روانہ کی گئیں تو ساباجی بھی ان کے ساتھ تھا اور اس نے سپہ سالار میر زین العابدین کی خواہش پر دو ہزار فوج کے ساتھ دریائے کرشنا کو عبور کرنے کا ایک نیا راستہ ڈھونڈ نکالا اور قطب شاہی فوج کو تباہی سے بچا لیا۔

بھالے راؤ ساباجی کا دوست اور رفیق کار تھا اور اپنی جاگیر واقع مرتضیٰ نگر سے بادشاہ کے حکم پر بینکنڈہ پر حملہ کرنے کے لئے اعتبار خاں کے ساتھ روانہ ہوا تھا۔ اور جب یہ مہم فتح ہو گئی تو مرتضیٰ نگر ہی کے علاقے میں مقیم تھا کہ علم خاں وغیرہ کے ساتھ بغاوت میں شریک ہو کر بیجانگر کی طرف بھاگ گیا۔ بعد کو شاید معذرت خواہ ہو کر پھر محمد قلی کی ملازمت اختیار کر لی تھی کیونکہ سنہ [illegible] میں جب راوت راؤ اور دوسرے ہندو سرداروں نے بغاوت کی تو بھالے راؤ کو دو ہزار راؤ عبدالکریم او چنگیز خاں کے ساتھ قلعہ جلور کے محاصرہ کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔ جہاں اس نے دو مہینوں تک اہل قلعہ کا مقابلہ کیا۔

ساباجی اور بھالے راؤ کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی کے لطف و کرم کے بھروسے پر

ہندو امرا باغی ہو جانے پر بھی معافی مانگ لیتے اور دوبارہ شاہی نوازشات سے بہرہ ور ہوتے تھے۔

مکندراج | بھائی بندر والی کشم کوٹ کا بیٹا تھا اور اپنے باپ کے انتقال کے بعد جب بارہ سال کی عمر میں کشم کوٹ کا راجہ ہوا تو نذر پیش کرنے کے لیے محمد قلی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ بھائی بلندر بیس سال سے شاہی خراج پابندی سے ادا کرتا رہا تھا اس لیے جب اس کا لڑکا مکندراج محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو بادشاہ اس کے ساتھ بہت لطف و کرم سے پیش آیا اور اس کی جو قدر افزائی کی اس کا حال خود تاریخ کے الفاظ میں یہ ہے :۔

"فرمان ہمایوں بنام امرا و راجہائے کشم کوٹ شرف نفاذ یافت کہ حکومت آں بلاد بہ مکندراج مرحمت فرمودیم باید کہ از اطاعت او تخلف نورزید .... با تحف و ہدایای لائق او بدرگاہ والا آوردہ بشرف آستان بوسی مشرف گشت۔ و تشریفات شاہانہ و اسپ بازین زر و کلاہ و کمر و آفتاب گیر سرفراز گردید۔ بشوکت تمام مراجعت نمود"

لیکن یہ صرف بارہ سال کا تھا اس لیے جب اپنی راجدھانی کو واپس ہوا تو بعض مفسدوں کے بہکانے سے اپنے ایک عزیز دیوراج کو قتل کر دیا جس کی وجہ سے محمد قلی بہت ناراض ہوا اس کے بعد مکندراج ویدیادر کے بہکانے سے خراج ادا کرنے میں بھی عذر کرنے لگا اور برلاس خاں کو جو کشم کوٹ میں قطب شاہی رزیڈنٹ تھا قید کر لیا۔ محمد قلی نے اس کی کم عمری کا لحاظ کر کے اس کو سمجھانے کے لیے کئی آدمی روانہ کئے اور بعد کو خود بھی جانا چاہتا تھا لیکن امین الملک نے منع کیا اور خود فوج لے کر چڑھ آیا۔

مکندراج نے امین الملک کی پند و نصیحت کی بھی کوئی پروانہ کی اور آخر کار تمام عمر پریشان رہا۔
بادشاہ نے کشم کوٹ کے علاقہ کو پوری طرح سے فتح کر کے اپنے ایک امیر ہری راؤ کے سپرد کر دیا۔

شنکر راج بھائی بلندر کا بھتیجا اور مکندراج کا عم زاد بھائی تھا۔ یہ اپنے چچا کے زمانے ہی سے محمد قلی قطب شاہ کے دربار کے عمائدین میں شامل تھا جب کم عمر مکندراج بغاوت پر تل گیا تو بادشاہ نے اسکے اس چچیرے بھائی کو علی خاں اور مجاہد خاں کے ساتھ ملک امین الملک کے ماتحت روانہ کیا۔ شنکرراج کو محض اس لئے روانہ کیا گیا تھا کہ مکندراج کم ازکم اس کے اثر سے بغاوت سے باز آئے لیکن جب شنکرراج نے دیکھا کہ وہ کسی طرح باز نہیں آتا تو اس کے خلاف صف آرا ہوا اور میدانِ کارزار میں اس جانبازی کے ساتھ مکندراج کی فوجوں میں گھس پڑا کہ آخر کار وہ شکست کھا کر بھاگ نکلیں لیکن افسوس ہے کہ خود شنکرراج اس لڑائی میں ۱۰۰۰ھ میں کام آیا۔

ہری چندر یہ بھی بھائی بلندر کا بھتیجا اور غالباً شنکرراج کا حقیقی بھائی تھا۔ اور اسی کے ساتھ محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں منسلک تھا۔ اس نے بھی شنکرراج کے ساتھ مکندراج کے مقابلے میں کارنمایاں انجام دیئے تھے۔ اور اپنے بھائی کے مرنے کے بعد محمد قلی ہی کے دربار میں معزز و ممتاز تھا۔ لیکن ۱۰۰۱ھ میں جب راوت راو ملک امین الملک کے برتاؤ سے ناراض ہو کر قطب شاہی فوج سے نکل گیا اور حکومت کے خلاف بغاوت کی تو اس نے ہری چندر کو بھی بغاوت پر آمادہ کیا۔ اور خفیہ طور پر لکھ بھیجا کہ اگر اس وقت تم میرا ساتھ دو تو میں تمھیں کشم کوٹ کا راجہ بننے میں مدد دوں گا

حکومت کا لالچ بڑا برا ہوتا ہے۔ ہری چند محمد قلی جیسے مہربان بادشاہ کے خلاف راؤت راؤ کے ساتھ
شریک ہوگیا۔ اور عرصہ تک شاہی فوج کا مقابلہ کرتا رہا۔ آخر کار ۱۵۸۰ء میں جب دھرم راؤ کی
شکایت پر سید حسین سپہ سالار مقرر ہو کر آیا اور زین العابدین واپس بلا لیا گیا تو اس تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر
غالباً دھرم راؤ کے اشارے سے ہری چند بہت سے بہادروں کے ساتھ قطب شاہی لشکر میں آ ملا۔
اور گزشتہ بغاوت کی تلافی کرنے کے لئے یہ رائے دی کہ بھانی بلندر کا استیصال اس طرح ہو سکتا ہے کہ
سرحد پر اور بعض راستوں پر جہاں سے وہ بھاگ سکتا ہے یا جہاں سے اس کو رسد مل سکتی ہے
چند قلعوں کو مستحکم کیا جائے اور بڑی بڑی فوجیں متعین کی جائیں۔ ہری چندر کی یہ رائے بڑی
معقول تھی اور اس پر عمل کر کے سید حسین نے تین قلعے مصطفےٰ آباد، شاہ آباد اور محمد آباد بنائے اور ان میں
زبردست فوجیں ملک نائب کی نگرانی میں متعین کیں۔ اس طرح سے باغیوں کی آمد و رفت اور رسد کی فراہمی
مشکل ہوگئی۔ آخر کار قلعہ کشتم کوٹ پر قطب شاہی فوج کا قبضہ ہوگیا اور یہی راؤ کو وہاں کی حکومت سپرد
کر دی گئی۔ اس طرح کشتم کوٹ کی بغاوت کے استیصال اور تین مشہور قطب شاہی قلعوں کی تعمیر میں
ہری چندر نے بہت بڑا حصہ لیا۔

رام چندر — پتاپور کا راجہ تھا جو کشتم کوٹ کی سرحد پر ایک چھوٹی سی ریاست تھی
اس نے مکند راج کی مدد کے لئے ۱۵۸۳ء میں قطب شاہی سلطنت سے لڑائی مول لی۔ جس کی وجہ سے
امین الملک اس کے ملک پر حملہ آور ہوا اور راستے کے پورے جنگل کو آگ لگا دی۔ امین الملک کی فوج کا

اتنا رعب پڑا کہ آخر کار رام چندر نے اطاعت قبول کر لی اور سال بسال خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا اس طرح سے اس کا ملک تباہی سے بچ گیا اور وہ قطب شاہی باجگزار راجاؤں میں شامل ہو کر امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگا۔

راوت راؤ بڑا زبردست ہندو سردار تھا جو اپنی کثیر التعداد پیادہ اور فوج بہادری و جاہ و جلال کی وجہ سے ممتاز تھا۔ اور عرصہ تک محمد قلی قطب شاہ کی فوج کے ساتھ اخلاص اور دولت خواہی کی خدمات انجام دیتا رہا۔ آخر کار ۱۰۰۹ھ میں میر جملہ امین الملک کے بعض احکام سے ناراض ہو کر رات کے وقت فوج شاہی سے علیحدہ ہو گیا اور دہری چندر کو بھی بغاوت پر آمادہ کر لیا لیکن بہت جلد قطب شاہی فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا۔

کرشنا راج وسنا دیو کا بھتیجا تھا اور ۱۰۱۳ھ میں اپنے چچا سے کسی بات پر ناراض ہو کر دہرما راؤ کے اشارے سے میدان جنگ میں قطب شاہی فوج سے آملا اور اس کے بعد جب وسنا دیو کا انتقال ہو گیا تو دہرما راؤ نے اس کو راجہ بنا کر روانہ کیا۔ اس کا حال دہرما راؤ کے تذکرہ میں گزر چکا ہے۔ یہ محمد قلی قطب شاہ کا ایک باجگزار راجہ تھا۔

مذکورہ بالا خاص شخصیتوں کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں اور متعدد برہمن، نائک، داڑی متقدم اور ردیوار قوم کے ہندو سردار بھی موجود تھے جن پر اس کو کامل اعتماد تھا اور جو مسلمانوں کے دوش بدوش قطب شاہی سلطنت کے استحکام اور ترقی میں کوشاں رہتے تھے۔

(۴)

ایرانیوں اور اجنبیوں کی نگہداشت و قدر افزائی

بعض مورخوں نے سلطان محمد قلی پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ مذہبی تعصب کی وجہ سے ملک کے سنی باشندوں کے مقابلے میں ہمیشہ ایرانیوں اور غیر ملکیوں کی سرپرستی کیا کرتا تھا۔[1] لیکن یہ بات بالکلیہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اول تو اس کے امراء و عمائدین میں امین الملک، فتح الملک، خداوند خاں، خیرات خاں، عبدالکریم، حسن علی، اور انور خاں وغیرہ جیسے بڑے بڑے دکنی اور سنی شامل تھے۔ اور دوسری بات یہ کہ ایرانی نوواردوں کی سرپرستی اور قدر افزائی مذہبی سے زیادہ سیاسی اسباب کا نتیجہ تھی۔ سب سے پہلا اور سب سے اہم سبب تو یہ تھا کہ ہر شخصی حکومت میں بادشاہ اپنی حفاظت اور استحکام کے لئے بالعموم نئے نئے ملازموں کو مامور کرتا ہے اور بعض وقت قدیم ملازموں کو ہٹانا بھی ضروری سمجھتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ ع

[1] مثلاً تاریخ دکن، سلسلۂ آصفیہ، حصہ دوم صفحہ ۲۹۴ پر لکھا ہے :۔
"محمد قلی بھی پکا شیعہ تھا اس لئے اس سلطنت میں تمام سرکار دربار میں شیعہ ہی شیعہ امرا تھے۔ اور اس لیے وہ کسی سنی کو ہرگز امورات سلطنت میں دخیل نہیں ہونے دیتے تھے۔ مگر چونکہ شیعہ آدمی اس کثرت سے نہیں مل سکتے تھے کہ جو تمام امورات سلطنت کا بندوبست کر سکیں اس لیے تمام مالگزاری کے اور نیز متفرق کام ہندوؤں کے ہاتھ میں رہتے تھے"
اسی قسم کا خیال تقریباً انہی الفاظ میں تاریخ دربار آصفی گلزار دوم صفحہ ۱۹۱ پر بھی درج ہے۔

ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت

نئے ملازموں اور مددگاروں میں بھی باہر سے آئے ہوئے یا غیر ملکی اشخاص کا تقرر اور بھی زیادہ قرین مصلحت سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ملک اور اہل ملک کی دیرینہ خوبیوں یا خرابیوں سے ناواقف ہوتے ہیں اور جو کوئی ان کی سرپرستی کرتا ہے وہ اس کے دست گرفتہ ہونے کی وجہ سے اسی کی خدمت گزاری کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ اور اپنے آقا کے کام میں خواہ وہ حق پر ہو یا ناحق اپنی جان تک دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

ملک کے موروثی امرا اور قدیم معاشدار اور جاگیردار لوگ جہاں اکثر سلطنت کی قوت ثابت ہوتے ہیں بعض وقت کسی ملک یا بادشاہ کے لئے خطرناک بھی بن جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی جڑیں ملک میں دور دور تک گڑی ہوتی ہیں اور ان کا اثر و اقتدار جس وقت چاہے بادشاہ کی ذات کے خلاف کام کر سکتا ہے۔ چنانچہ اکثر بادشاہوں کی جانشینی کے مسائل ایسے ہی امرا کی مصلحتوں اور دیگر اغراض کی وجہ سے الجھنوں میں پڑ جاتے ہیں۔ اور یہ لوگ جب کبھی اپنے بادشاہ سے کسی وجہ سے ناراض ہو جاتے ہیں تو اس کے بھائی یا قرابتدار کو تخت کا دعویدار بنا کر بادشاہ کے خلاف سازش کر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ خود محمد قلی کی زندگی میں ایسا واقعہ دو دفعہ پیش آ چکا ہے کہ ملک کے قدیم امرا شاہ عبد القادر اور شہزادہ خدابندہ کو اس کے مقابلہ میں کھڑا کر کے اس کی زندگی کے لئے خطرہ کا باعث بن گئے تھے۔

اسی وجہ سے ہر ملک کے خود مختار بادشاہ ہمیشہ اجنبیوں کو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کر کے انہی سے اپنی حفاظت کا کام لیتے رہے ہیں۔ اور محمد قلی قطب شاہ بھی اسی حکمت عملی پر کاربند تھا۔ بادشاہوں اور وزیروں کی یہی سیاسی چال تھی جس کی بنا پر دکن میں ہمیشہ ملکی اور غیر ملکی جھگڑا پیدا ہوتا رہا۔ ہر بادشاہ یا مقتدر امیر نئے نئے اور زیادہ تر غیر ملکی لوگوں کو اپنا مشیر و مددگار بنانے کی کوشش کی اور اس طرح جو لوگ پہلے سے ملک میں موجود تھے وہ ہمیشہ ان نوواردوں سے رشک و حسد اور ان کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ اور اگرچہ بعض وقت وہ اپنی کوششوں میں کامیاب بھی رہے لیکن اکثر ناکام ہونا پڑا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اور اُن کی اولاد ناقدری اور ذلت کی زندگی گذارتے گذارتے اپنی اکثر اعلیٰ صلاحیتوں کو بھی کھو بیٹھی۔

غرض محمد قلی قطب شاہ بھی ایک مطلق العنان بادشاہ تھا اور اگر اس نے اپنے پیشروؤں کی دیرینہ سنت پر شدت سے عمل کیا تو کوئی تعجب کا مقام نہ تھا۔ رہا شیعوں کی سرپرستی کرنا تو اس پر بھی وہ مجبور تھا کیونکہ اس زمانے میں جتنے لوگ دہلی، آگرہ، بیجاپور کا رخ نہ کر کے گولکنڈہ آتے تھے وہ زیادہ تر شیعہ ہی ہوتے تھے۔ اس لیے کہ محمد قلی کے مذہبی عقائد اور خاص کر حبِ اہلبیتؑ کا دور دور تک چرچا تھا۔ چنانچہ اس کی زندگی ہی میں، جب کہ وہ حیدرآباد کا شہر بنا اور بسا رہا تھا، احمد نگر میں ایک تاریخ برہان مآثر لکھی جا رہی تھی۔ اس کا مصنف جب محمد قلی کا نام لیتا ہے تو اس کی اسی خصوصیت پر زور دیتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:۔

" عالی حضرت اعظم ہمایون سلیمان ظل سبحانی المؤید بتائید اللہ خادم اہل بیت رسول اللہ محمد قلی قطب شاہ" صفحہ ۵۹۰

" عالی حضرت سلطنت و حشمت پناہ نصفت و معدلت دستگاہ خادم اہل بیت رسول اللہ محمد قلی قطب شاہ" صفحہ ۶۲۵

حالانکہ اس کتاب میں دوسرے ہمعصر بادشاہوں خاص کر ابراہیم عادل شاہ ثانی کا نام بھی کئی جگہ بڑے ادب و احترام سے لکھا گیا ہے لیکن ابراہیم کو یا کسی اور بادشاہ کو کسی جگہ خادم اہلبیت رسول اللہ نہیں لکھا گیا۔

اس کے علاوہ محمد قلی کے سنی امراو عمایدین نے چونکہ دو تین وقت اس کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا تھا اس لیے وہ حق بجانب تھا اگر اس کو سنیوں پر کوئی اعتماد باقی نہ رہا اور اس نے عمداً شیعوں اور ایرانیوں کی سرپرستی شروع کر دی تھی۔

ان حالات کے تحت حیدر آباد میں کثرت سے اہل ایران جمع ہو گئے۔ جو لوگ محمد قلی کے عہد سے پہلے ہی یہاں موجود تھے ان میں میر شاہ میر اصفہانی، امیر زنبیل استرابادی، ہندی قلی سلطان، اور اعتبار خاں یزدی بہت بڑے امیر اور عمائدین سلطنت میں شمار کیے جاتے تھے۔ اس کے عہد میں جو ایرانی حیدر آباد آئے ان میں میر مومن استرابادی، میر ضیاء الدین محمد نیشاپوری علی بن عزیز اللہ طبا طبا، اور مرزا محمد امین بہت مشہور ہوئے۔ خاص کر میر مومن اور مرزا محمد امین

نے تو وہ رتبہ حاصل کیا کہ شاذ ہی کسی بادشاہ کے زمانے میں کسی نو وارد کو حاصل ہوا ہو۔ چونکہ ان دونوں کو محمد قلی سے خاص تعلق رہا ہے اس لئے ان سے متعلق چند امور کا یہاں درج کرنا ضروری ہے۔

میر مومن استرآباد کے مشاہیر سادات میں سید شرف الدین سماکی کے فرزند اور سید فخر الدین سماکی کے خواہر زادے اور شاگرد تھے۔ یہ موخر الذکر میر غیاث الدین منصور کے اعظم تلامذہ میں شمار کیا جاتا تھا اور اسی کے ساتھ میر مومن شاہ طہماسپ کے دربار میں آئے اور شاہزادہ سلطان حیدر مرزا کی تعلیم اور اتالیقی کی خدمت پر مامور ہوئے تھے[1]۔ کچھ عرصہ بعد جب شاہزادہ کا انتقال ہو گیا اور میر صاحب کے مخالفین اور حاسدین نے ان کے خلاف دہریت اور الحاد کا الزام لگا کر ان کو خارج البلد کرنے کی کوشش کی تو وہ خود قزوین سے ۹۸۶ھ میں عراق و عرب کے سفر پر نکل کھڑے ہوئے اور حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد محرم ۹۸۹ھ میں گولکنڈہ پہنچے۔

چونکہ بڑے عالم و فاضل اور مدبر و دانشمند اور خلیق و منکسر مزاج تھے اس لئے یہاں رفتہ رفتہ ان کی شہرت پھیلنے لگی۔ ان کو درس و تدریس کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ اکثر طلبہ اور علماء ان سے استفادہ کرتے تھے۔ آخر کار پانچ چھ سال کے عرصے میں اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ

---

[1] حضرت میر مومن کے تفصیلی حالات زندگی پر راقم نے ایک علٰحدہ مبسوط کتاب لکھ کر شائع کی ہے اس لیے یہاں صرف مختصر اور ضروری باتیں درج ہیں۔

کی وجہ سے محمد قلی قطب شاہ کو اپنا اتنا زیادہ معتقد بنا لیا کہ وہ ان کو اپنی سرکار دربار میں دخیل کئے بغیر نہ رہا چنانچہ پیشوائے سلطنت جیسی اہم خدمت ان کے سپرد کی یہ عہدہ نائب بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے اور سلطنت میں سب سے بڑا عہدہ سمجھا جاتا تھا۔

میر مومن کے پیشوائے سلطنت بننے کے بعد ہی تاریخ دکن میں دو اہم واقعات ظہور پذیر ہوئے یعنی شہر حیدرآباد کی بنا اور شہدائے کربلا کے نام کے علم مبارک کی استادگی۔ اور ان دونوں امور میں میر صاحب کی دلچسپی کو بھی دخل تھا۔ اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں کیا جا سکتا کہ محمد قلی نے اپنے عقائد میں جو پختگی پیدا کی اور خادم اہل بیت رسول اللہ کا لقب حاصل کیا اس کا سہرا میر مومن ہی کے سر ہے۔ حیدرآباد میں شیعہ عقائد کی عام طور پر ترویج اور عاشور خانوں اور علموں کا قیام اور دیگر مذہبی مراسم کا آغاز محمد قلی نے ۱۰۰۰ھ کے لگ بھگ کیا تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امور میر صاحب کے عہدۂ پیشوائی کے اولین ثمرات ہیں۔

اس پیشوائی کے قیام کے بعد دوسرا اہم واقعہ جو پہلے کے ساتھ ساتھ یعنی تقریباً ایک ہی زمانے میں وقوع پذیر ہوا شہر حیدرآباد کی بنا تھا۔ اس وقت محمد قلی نے ایک متمدن اور ترقی یافتہ شہر کا جو نقشہ ڈالا اس کے بنانے میں میر مومن پیشوائے سلطنت کی رائے بھی ضرور شامل ہوگی۔ چارمینار کی وجہ تعمیر میں تعزیہ کو دخل ہو یا نہ ہو اس کا روضۂ حضرت امام رضا کی طرح شہر کے درمیان میں بنایا جانا اور اس کے چاروں طرف بڑی بڑی سڑکوں کی تعمیر حضرت میر مومن ہی کا

شورہ ہو سکتا ہے۔ اس سے زیادہ اہم واقعہ جس میں میر صاحب نے ذاتی دلچسپی لی یہ تھا کہ شہر کے بازاروں، محلوں، مسجدوں، عاشور خانوں اور حماموں کے ساتھ ساتھ اہل شہر کے لئے ایک پاک صاف قبرستان کی جگہ کا تعین بھی پہلے ہی سے کر لیا گیا۔

اس کام کے لئے میر صاحب نے جس مقام کا انتخاب کیا اس میں کونسی خوبیاں پیش نظر تھیں اس کا تفصیلی بیان ہم نے "سوانح میر مومن" میں درج کر دیا ہے اس لئے یہاں اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ انھوں نے اپنے صرفے سے اس قبرستان کو چمنستان کی طرح آراستہ کیا اور اس میں کربلائے معلی سے خاک پاک منگوا کر بچھوائی۔

میر مومن صاحب اگرچہ بظاہر مولوی اور دیندار آدمی تھے لیکن محمد قلی قطب شاہ اور اس کے جانشین سلطان محمد کے عہد میں جملہ امور سلطنت انہی کی رائے اور مشورے سے انجام پاتے تھے۔ چنانچہ ۱۰۲۵ھ میں شہزادی حیات بخشی بیگم کی شادی اور ۱۰۲۶ھ میں مرزا محمد امین میر جملہ کا تقرر انہی کی رائے سے انجام پایا۔ اس زمانے میں بیرون ہند سے جتنے عالم اور قابل لوگ آتے وہ میر صاحب ہی کی سعی و سفارش سے دربار قطب شاہیہ میں باریابی پاتے تھے۔ چنانچہ علامہ محمد ابن خاتون انہی کا شاگرد اور فیضیافتہ تھا جو بعد کو سلطان محمد کے عہد میں ایران کی سفارت پر بھیجا گیا اور سلطان عبداللہ کے عہد میں پیشوائے سلطنت بنایا گیا۔

وہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ چنانچہ جب ۱۰۲۲ھ میں سلطان محمد قطب شاہ پیدا ہوا تو

انھوں نے [illegible] محمد قلی کے حضور میں پیش کیا تھا ؎

باز عالم [illegible] کامرانی [illegible] است — صد بشیر کامرانی می برد هر خوش‌خبر

دو [illegible] — پے نو شہزادۂ بر چرخ می تابد دگر

رونق عز و شرف سلطان محمد زاں کہ ہست — ہر دو عالم یک صدف از بہر آں عالی گہر

خواستم تاریخ آں فرخندہ گوہر عقل گفت — اول کام است و فیروزی و اقبال و ظفر

چوں [illegible] — سرور عالم شوی در ظل اقبال پدر

[illegible] میر مومن نے خاص حصہ لیا تھا جب ہی تو

وہ ایسا زاہد مرتاض اور پاک باز بادشاہ ثابت ہوا۔ میر مومن اس کو بہت چاہتے تھے۔ چنانچہ شہزادے کے ساتھ اس کی شادی انہی کی ایما سے کی گئی اور محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد سلطان محمد کی تخت نشینی کے وقت بھی میر مومن نے ذاتی دلچسپی اور مستعدی سے کام لیا تھا۔ میر صاحب کی بقیہ زندگی سے متعلق تفصیلی معلومات ان کے سوانح حیات میں درج ہیں یہاں تاریخ فرشتہ کا یہ خیال ظاہر کرنا ضروری ہے کہ وہ محمد قلی قطب شاہ کے تذکرے کے آخر میں اس کی تین خوش قسمتیوں کا ذکر کرتا ہے جن میں سب سے پہلی اور سب سے اہم خوش قسمتی فرشتہ کی نظر میں یہی تھی کہ میر مومن جیسا معتمد علیہ [illegible] محمد قلی کو ملا تھا جس نے اپنی دانشمندی اور اعلیٰ کردار کی وجہ سے محمد قلی کے دور کو عظیم الشان بنا دیا۔

مرزا محمد امین اصفہانی شہرستانی الاصل تھا۔ اور بقول علی بن طیفور "در فن انشاء لیاقت بمرتبہ مہارت داشت کہ ہیچ کس از ابنائے روزگار باوے ہمسری [illegible] نگاشت"[1] غرض وہ بڑا عالم وفاضل اور صاحب فہم وفراست تھا۔

جس وقت مرزا محمد امین حیدرآباد آیا تو محمد قلی قطب شاہ کا عہد حکومت ہر طرح کی ترقیوں کے لحاظ سے معراج کمال پر پہنچ چکا تھا۔ اور اس کے میر جملہ ملک [illegible] خاں کو بھی انتقال کیے ہوئے دو تین سال گزر چکے تھے۔ یہ عہدہ خالی تھا [illegible] انجام دیا جا رہا تھا لیکن بقول تاریخ قطب شاہی جیسا کہ چاہئے مملکت کا انتظام نہیں ہو رہا تھا اور محمد قلی کسی قابل آدمی کی تلاش میں تھا۔

اس موقعہ پر جیسا کہ ہمیشہ ہوتا ہے جملہ اعیان دربار اپنے اپنے دوستوں اور محسنوں کے لیے کوشش کر رہے تھے لیکن میر مومن پیشوائے سلطنت نے مرزا محمد امین کو اس خدمت کے لئے منتخب کیا اور محمد قلی نے یہ سفارش قبول کر کے ۱۰۱۱ھ میں مرزا کو اپنا جملۃ الملک اور وزیر مختار بنالیا۔ اور اس کے لئے ایک ایسا بیش بہا قلمدان وزارت روانہ کیا جو اعلیٰ درجے کے جواہرات سے مرصع تھا۔ [illegible] اس وقت کسی بادشاہ نے اپنے وزیر کو عطا نہیں کیا تھا [illegible] کسی کو نہ ملا اور آخر کار رجب ۱۰۳۵ھ میں سلطان عبداللہ قطب شاہ نے محمد قلی کو شریف الملک کا خطاب دیکر

۱؎ حدائق السلاطین ورق ۱۸۳ ا۔

سرخیل بنایا تو کمال مہربانی سے یہی قلمدان اس کو عطا کیا تھا۔

مرزا محمد امین کی سالانہ تنخواہ دو لاکھ ہون (یعنی زمانۂ حال کے نو لاکھ روپے) مقرر کی گئی تھی۔ اور اس مقررہ رقم کے علاوہ موقع بموقع بقول تاریخ قطب شاہی:۔

"بانواع تشریفات شاہانہ و اسپان بازین زر و فیلان کوہ پیکر معزز و ممتاز گردید"

جن عنایتوں سے مرزا محمد امین کو سرفراز کیا جاتا تھا۔ یہ اتنی بڑی رقمیں اور اعزاز تھا کہ آج ہندوستان کے وزیراً کو بھی شاید نصیب ہو۔ اس سے محمد قلی کے جاہ و جلال اور شاہانہ فیاضی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

محمد امین نے خدمت پر فائز ہوتے ہی زور و شور کے ساتھ مہمات مملکت کو سرانجام کرنا شروع کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے سوری راؤ برہمن جو عرصہ سے بادشاہ کا منہ چڑھا تھا اس کی تحقیقات کی زد میں آیا اور کثیر رقم اس کے ذمے بقایا نکلی۔ اس طرح کئی ہندو عہدہ داروں کا زور کم ہو گیا اور بڑی بڑی رقمیں وصول ہوئیں۔ وہ بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخیل ہو گیا تھا اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ ۱۰۰۱ھ میں جب ایک رات چند غیر ملکی اوباشوں نے محل بنات گھاٹ میں جبراً داخل ہو کر جلسہ منایا اور دوسرے روز صبح بادشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے غصہ میں آکر ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس حکم کی خبر جب اہل حیدرآباد کو ہوئی تو ان کی سالہا سال کی امید برآئی۔ کیونکہ وہ غیر ملکیوں کے اقتدار اور غرور سے تنگ آچکے تھے۔ اب انھوں نے کوتوالی کے ملازموں کے ساتھ مل کر خود بھی غیر ملکیوں کو لوٹنا اور تباہ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ سو آدمی قتل کر دیے گئے

اور تمام شہر میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا اس وقت مرزا محمد امین جامدار خانۂ عامرہ میں مصروف کار تھا۔ جب اس کو اس بدامنی کی اطلاع ملی تو فوراً محمد قلی کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ بادشاہ آرام کر رہا تھا اور ملازمین درگاہ نے اس کو بیدار کرنے سے انکار کر دیا۔ مرزا محمد امین نے دیکھا کہ جتنی دیر ہوتی جائے گی اتنا ہی زیادہ کشت و خون ہوگا اس لئے آداب شاہی کے خلاف دروازہ کو زور سے کھٹکھٹایا جس کی آواز سے محمد قلی قطب شاہ بیدار ہوگیا اور وجہ دریافت کی۔ مرزا محمد امین نے بڑی عاجزی کے ساتھ حقیقت حال سے آگاہ کیا اور درخواست کی کہ بادشاہ خود اپنی خوابگاہ کی کھڑکیوں سے بازار کی طرف نظر ڈالے۔ جب محمد قلی نے اس فتنہ و فساد کو دیکھا تو آگ بگولہ ہوگیا۔ چنانچہ علی آقا کوتوال پر عتاب نازل ہوا اور مرزا محمد امین نے اہل شہر کو سخت سزا دلوائی۔ جن جن لوگوں نے غیر ملکیوں کو لوٹنے اور قتل کرنے میں حصہ لیا تھا ان کو ہاتھیوں کے پاؤں سے بندھوا دیا گیا اور بہت سے اہل شہر قتل بھی کرا دیئے گئے۔

اس واقعہ کے چند ماہ بعد ۱۰۰۱ھ میں مرزا محمد امین نے محمد قلی قطب شاہ کو اپنے محل میں مدعو کیا۔ اور اس دھوم دھام کے ساتھ دعوت کی کہ تاریخیں اس کے بیان میں خاص طور پر رطب اللسان ہیں اس دعوت کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ مرزا محمد امین وہ تمام تزک و احتشام اور مال و دولت اپنے بادشاہ کو دکھانا چاہتا تھا جو شاہانہ عنایتوں کی وجہ سے اس کو سات سال کے عرصہ میں حاصل ہوئی تھی اس موقعہ پر اس نے اپنے تمام محل کو سات رنگ کے دیبا سے سجایا تھا۔ اور جملہ راستے

عنبر و گلاب و مشک سے خوشبودار بنائے گئے تھے۔

بادشاہ صبح کے وقت جب اس کے محل میں داخل ہوا تو مرزا محمد امین نے زربفت، اطلس مخمل اور مشجر کو پا انداز کر کے اپنی ڈیوڑھی کو رشک گلستانِ ارم بنا دیا۔ بادشاہ کی آمد سے قبل ہی حیدرآباد کے تمام امرا، اعیان دولت، سلاحدار، اور قدیم الخدمت ملازمین وزیر اعظم کے محل میں جمع ہو کر اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے انشا پرداز اور شاعروں نے اس مجلس میں بادشاہ کی مدح میں قصیدے اور مضامین نثر پڑھ کر سنائے جن میں وزیر کو اس اعزاز و افتخار پر مبارکباد دی گئی تھی۔ اس کے بعد ماہرین رقص و سرود نے اپنے اپنے کمال فن کے اظہار سے مجلس کو مسرور کیا پھر مرزا محمد امین نے اس سرفرازی کی نذر کے طور پر قسم قسم کی نادر و بیش بہا اشیا بادشاہ کی خدمت میں پیش کیں۔ مثلاً

(۱) تیس[۲] عربی نسل کے گھوڑے جن میں سے ہر ایک کی زین اور لگام مرصع تھی۔ (۲) بیس[۲] ہاتھی۔ (۳) ایک سونے کا کمر بند جس میں ۴۰ جواہر جڑے ہوئے تھے۔ (۴) صاف بلور کا ایک گول آئینہ جس کے اطراف جواہر اور آبدار موتی جڑے ہوئے تھے اور جس کا چوکھٹا سونے کا تھا اور اس میں بھی جواہر لگے ہوئے تھے۔ (۵) قرآن شریف اور دوسری کتابوں کی چودہ خوشخط و مطلا و مذہب جلدیں (۶) دو سو عجیب و غریب سنکری غوری (۷) دو سو[۲] باریک اور نفیس کشمیری شال (۸) زربفت، مخمل، کمخاب، مشجر اور اطلس کے چودہ چودہ تھان

(۹) خوشتعانی قالینوں کی تیس جوڑیاں (۱۰) تیس عدد نمد کرمانی خوش رنگ و خوش قماش کافی طویل و عریض (۱۱) چند سونے کی کشتیاں جن میں قسم قسم کے جواہر اور شامہائے عنبر تھے۔ (۱۲) ان کے علاوہ اور بہت سے بڑی اور بھاری تحفے۔

اس عالیشان نذر کے بعد دسترخوان چنا گیا جس پر اتنی قسم کے کھانوں، شربتوں اور میووں کے خوان جمائے گئے کہ مورخوں نے لکھا ہے کہ "بتخیلہ نہ گنجد و بشمار نیاید" یعنی کسی کے قیاس میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد محمد امین نے جملہ ندیموں، نغمہ خوانوں، شاعروں، اور اہل نغمہ کو جو اس مجلس میں موجود تھے تشریفات فاخرہ سے سرفراز کرکے پچاس ہزار ہون انعام عطا کیا۔

اس دعوت کی تفصیل معلوم کرنے کے بعد عہد محمد قلی قطب شاہ کی فراغ بالی اور عیش و کامرانی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ بادشاہ نے اپنے میر جملہ کی پیش کی ہوئی نذر کو پسند کرکے قبول کیا۔ ان اشیا کی قیمت کا اندازہ ایک سو پچاس ہزار ہون بتایا جاتا ہے۔ نذر قبول کرکے جب بادشاہ واپس ہونے لگا تو ازراہ مرحمت اپنے کندھوں سے زرین چادر نکال کر مرزا محمد امین کو عنایت کی یہ انتہا درجے کی سرفرازی سمجھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ زرنگار خلعت ہائے فاخرہ، پانچ ہاتھی اور پانچ عربی گھوڑے بھی جن کی زین اور لگام مرصع تھی، مرحمت کیے گئے اور آخر کار اظہار پسندیدگی کے طور پر مرزا محمد امین کے پیش کیے ہوئے گھوڑوں میں سے ایک پر سوار ہو کر

محمد قلی قطب شاہ دولت خانۂ عالی کو واپس ہوا۔

مرزا محمد امین نے مہمات سلطنت میں کیا حصہ لیا اور کون کون سے کام انجام دیئے ان کے ذکر سے تاریخوں کے اوراق خالی ہیں۔ البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جب ۱۰۱۹ھ میں پرتاب شاہ نے بغاوت کی اور بادشاہ نے اس کے فرو کرنے کے لئے مرزا کو متوجہ کیا تو اس نے آسیر اؤ کو سپہ سالار بنا کر حیدرآباد سے ایک فوج روانہ کی۔ اور اس کے بعد جب معلوم ہوا کہ یہ بغاوت فرو نہیں ہو رہی ہے تو محمد قلی قطب شاہ کے حکم سے خود مرزا محمد امین حیدرآباد سے باہر نکلا لیکن وہ بزم آرائی کا جتنا دلدادہ تھا میدان جنگ سے اتنا ہی گریزاں رہتا تھا۔ یہ پہلا اور آخری موقع تھا کہ وہ لڑائی کے لئے نکلا تھا لیکن اس وقت بھی اس نے جس حزم و احتیاط سے کام لیا اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ اس میدان کا مرد ہی نہ تھا۔ چنانچہ جب وہ حیدرآباد سے نکلا تو پرتاب شاہ پر حملہ کرنے کی جگہ قطب شاہی حدود پر جا کر ٹھہر گیا۔ آخر کار جب بکت خاں، زبردست خاں، خیرات خاں، اعتبار خاں اور امجد الملک وغیرہ جیسے سپہ سالار اپنی فوجوں کے ساتھ اس کی مدد کے لئے پہنچ گئے اس وقت دستر کے علاقے میں داخل ہو کر چند مقامات پر قبضہ کر لیا لیکن پرتاب شاہ والئ دستر نے اتنا ستایا کہ مرزا محمد امین اپنی سرحد میں واپس چلا آیا اور بادشاہ کو اطلاع دی۔ محمد قلی نا امید ہونے والا شخص نہ تھا اس نے مالک پرست خاں کو ایک فوج کے ساتھ مرزا کی مدد کے لئے روانہ کیا لیکن اس اثناء میں جب خود محمد قلی کی طبیعت بے حد ناساز ہو گئی تو مرزا محمد امین

لڑائی کا خیال ترک کرکے حیدرآباد چلا آیا۔ اس کے بعد تو محمد قلی کا انتقال ہی ہو گیا۔ اور سلطان محمد تخت نشین ہوا۔ میر جملہ کی ناکام واپسی اس نوجوان بادشاہ کی ناخوشی کا باعث ہوئی۔ اور اس کے علاوہ نہ معلوم اور کیا اسباب ہوئے[1]۔ مرزا محمد امین خود کو محفوظ نہ پاکر سلطان محمد قطب شاہ کی خدمت میں رخصت کی درخواست پیش کی۔ وہ تو پہلے ہی سے ناراض تھا فوراً درخواست قبول کرلی لیکن اپنی نیک نفسی کی وجہ سے مرزا محمد امین کو اپنے پورے مال و متاع کے ساتھ حیدرآباد سے چلے جانے کی اجازت دے دی بلکہ دس ہزار ہون اور بھی اپنی طرف سے خرچ راہ کے لئے عطا کئے[2]۔ برہان مآثر میں لکھا ہے کہ :۔

" فتورے در مرتبۂ استقلال خود مشاہدہ نمود و از روئے حزم و عاقبت اندیشی استعفائے خدمت کردہ استدعائے رخصت مراجعت بوطن مالوف نمود۔ اما از فرط ہمت بلند نظر بمال و منال او نگرویدند[3]"

---

[1] اس کا امکان ہے کہ مرزا محمد امین محمد قلی قطب شاہ کی جانشینی کے مسئلے میں میر مومن کا ہم خیال ہو۔ کیونکہ بادشاہ کی نازک حالت کی خبر سنتے ہی اس کا میدان جنگ چھوڑ کر حیدرآباد چلا آنا اور پھر سلطان محمد کی تخت نشینی میں میر مومن صاحب کا غیر معمولی دلچسپی اور مستعدی سے کام لینا ظاہر کرتا ہے کہ ان کو ضرور کوئی اندیشہ تھا۔ ورنہ ہر تاریخ میں اس واقعہ پر زور نہ دیا جاتا۔ اور ایک بات قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ اس تخت نشینی کے واقعات میں کہیں مرزا محمد امین کا نام نہیں آتا۔

[2] گلزار آصفی صفحہ ۳۰ ۔ [3] حدیقۃ السلاطین ورق ۱۰۴ الف

یہ عجیب بات ہے کہ بالکل اس طرح کا واقعہ سلطان محمد کے پیشرو محمد قلی قطب شاہ کی تخت نشینی کے وقت بھی پیش آیا تھا جب کہ ابراہیم قطب شاہ کا وزیر مختار میر شاہ میر اپنے وطن کو بھجوا دیا گیا تھا۔

محمد امین ربیع الاول ۱۰۲۱ھ میں[1] بہت بڑا خزانہ لے کر نکلا اور سیدھا بیجاپور کا رخ کیا لیکن وہاں ابراہیم عادل شاہ حکمران تھا جس نے اپنی ایک حلیف سلطنت کے معزول میر جملہ کو اپنے یہاں معزز و ممتاز کرنا سیاسی مصلحت کے خلاف سمجھا۔ جس کی وجہ سے مرزا محمد امین کو مجبوراً ایران کا سفر کرنا پڑا۔ وہاں شاہ عباس کی خدمت میں اس نے اپنے حیدرآبادی خزانے میں سے ایک لاکھ روپے کے جواہرات بطور نذر پیش کئے لیکن وہاں بھی اس کی وہ قدر و منزلت نہ ہو سکی جو محمد قلی جیسا لکھ لٹ بادشاہ ہی کر سکتا تھا۔ آخر کار دوبارہ ہندوستان آیا اور ۱۰۲ھ میں جہانگیر بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہو کر حیدرآباد سے کمائی ہوئی دولت میں سے پچاس ہزار روپے نذر دیے۔ جہانگیر اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا۔ اور شاہ جہاں کے عہد میں وہ پنجہزاری امیر اور میر بخشی بنا دیا گیا۔ آخر کار ۱۰۴۶ھ میں فالج و لقوہ سے انتقال کیا۔

مرزا محمد امین کو شعر و سخن کا بھی بڑا اچھا ذوق تھا۔ اس کے متعدد شعر حدائق السلاطین میں بطور نمونہ نقل کیے گئے ہیں[2]۔ اس کی طبیعت میں شان و شوکت اور زرک و احتشام کی بڑی

[1] گلزار آصفی صفحہ ۳۰ [2] دیکھو ورق ۱۸۴ ب تا ۱۸۷ الف

صلاحیت تھی۔ حیدرآباد کے قیام کے زمانے میں اس نے ندی کے کنارے ایک عالی شان باغ بنایا تھا جو عرصے تک باقی رہا اور اس کے چلے جانے کے بعد شاہی تفریح گاہ اور سلطنت کے بہترین مہمان خانے کے طور پر کام آتا تھا۔ یہ باغ اب تک حیدرآباد میں موجود ہے اور اس میں اب زنانہ ہسپتال بازچہ خانہ بنا دیا گیا ہے۔ کتاب مآثر دکن میں اس کو سہواً امین الملک الف خاں کا بنایا ہوا قرار دیا گیا ہے[1] تاریخ حدیقۃ السلاطین میں اس باغ کی بڑی تعریف کی گئی ہے چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے:

"باغ میرزا محمد امین میر جملۂ ماضی کہ قطعۂ ایست از بہشت بریں"[2]

ایک اور جگہ نظام الدین احمد اس باغ کو شہر حیدرآباد کے بہترین مقامات میں سے قرار دیتا ہے وہ کہتا ہے:-

"باغ مرزا محمد امین میر جملۂ ماضی را کہ بہترین مقامات و منازل دار السلطنت است۔۔۔"[3]

یہ باغ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد تک ایسا آراستہ و پیراستہ تھا کہ اس سے بہتر تفریح کا مقام شہر میں کوئی نہ تھا۔ چنانچہ جب شاہ جہاں نے ۱۰۳۶ھ میں شیخ محی الدین پیرزادہ اجین کو ایلچی بنا کر حیدرآباد روانہ کیا تو عبداللہ نے اس کو اسی باغ میں فروکش ہونے کا حکم دیا۔ اور اسی طرح اس کے ایک عرصہ بعد جب ۱۰۴۲ھ میں شاہ ایران کا سفیر امام قلی بیگ

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۷

[2] دیکھو صفحہ ۶۲

[3] دیکھو صفحہ ۱۳۳

شاملو حیدرآباد آیا تو پھر عبداللہ قطب شاہ نے اسی باغ کو اپنے اس مہمان کی قیام گاہ بنانے کا حکم دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ باغ اور اس کی عمارتیں ایسی اعلیٰ پایہ کی تھیں کہ جب کبھی کسی بڑی سلطنت کا ایلچی آتا تو اس کو وہیں ٹھہرایا جاتا۔ غرض محمد قلی قطب شاہ نے اپنے اس ایرانی وزیر اعظم کو جس کثیر مال و دولت سے سرفراز کیا تھا وہ بالکلیہ بیکار نہیں گئی۔ کیونکہ اس دولت میں سے کچھ نہ کچھ رقم تو اس میر جملہ نے حیدرآباد ہی میں امین باغ کی تزئین و آرائش میں صرف کی۔ اور اس طرح محمد قلی کے جانشین مدت دراز تک اس باغ سے مستفید ہوتے رہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس باغ کی بہار اب تک باقی ہے جب کہ خود محمد قلی قطب شاہ کی نسل بھی دنیا سے نیست و نابود ہو چکی۔

بعض غیر ملکیوں پر عتاب ایرانیوں اور غیر ملکیوں کی سرپرستی کی ایسی اعلیٰ مثالیں دیکھ کر نہیں سمجھنا چاہیئے کہ محمد قلی قطب شاہ ان کے ساتھ اندھا دھند رعایت کیا کرتا تھا۔ اس نے جہاں ملکیوں اور سنیوں کے ساتھ ان کی بے وفائیوں کی وجہ سے خراب برتاؤ کیا، ایرانیوں اور غیر ملکیوں کو بھی اپنی سیاست کے تحت برابر سزا دی۔ وہ صحیح معنوں میں ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر اور سیاست داں تھا اور جس کسی نے اس کی ذات کے خلاف سازش یا اس کی حکمتِ عملی اور اس کے قانون کی خلاف ورزی کی وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ سنیوں کی ناقدری یا سنی امراء و عمائد کو اس کے بھائیوں کے ساتھ مل کر بغاوت کرنے کی پاداش میں جو سزائیں دی گئیں ان کا

تذکرہ تو گزر چکا ہے۔ اس لئے یہاں صرف ایسے چند واقعات کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے جن سے معلوم ہوگا کہ اس نے ایرانیوں اور غیر ملکیوں کے ساتھ ہمدردی اور رعایت کا برتاؤ نہیں کیا۔

اس قسم کے ایک واقعہ کا ذکر ابھی مرزا محمد امین کے بیان میں گزر چکا ہے۔ یعنی جب چند غیر ملکی لوگ اس کے محل نبات گھاٹ میں اجازت کے بغیر داخل ہو کر بے ادبی کے مرتکب ہوئے تو اس نے ان کو سزا دینے کے احکام جاری کئے جن کی بنا پر تقریباً سو ایرانی اور غیر ملکی مار ڈالے گئے اور بہت سے لوگوں کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔

دوسرا واقعہ رستم خاں کو بے عزتی کے ساتھ قطب شاہی لشکر سے نکلوا دینے سے متعلق ہے۔ یہ شخص نیا نیا حیدرآباد آیا تھا اور ۱۰۰۰ھ میں جب وینکٹ پتی کے مقابلے کے لئے فوج روانہ کی جا رہی تھی تو اس نے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں ایسی باتیں بنائیں کہ بادشاہ نے اس کو سپہ سالار بنا دیا۔ لیکن جب لڑائی کے میدان میں وہ مخالفین سے ڈر کر بھاگ نکلا تو محمد قلی نے اس کے چہرے کو رنگ کر اور زنانہ لباس پہنا کر قطب شاہی سرحد سے باہر نکلوا دیا۔

علی بن عزیز اللہ طباطبا بھی ایک اور مشہور ادیب اور مورخ تھا اور نلدرگ کے محاصرے کے وقت ۹۸۸ھ میں ایران سے آکر محمد قلی قطب شاہ کا ملازم ہوا تھا۔ لیکن بعد کو

نہ معلوم کیا واقعہ پیش آیا کہ محمد قلی کی سرپرستی سے محروم ہو گیا اور نظام شاہیوں کی ملازمت اختیار کر لی۔

اس قسم کا سب سے اہم واقعہ امیر شاہ میر کی برطرفی سے متعلق ہے۔ یہ امیر سلطان محمد قطب شاہ کا وزیر مختار اور نہایت وفادار دوست تھا۔ اور محمد قلی قطب شاہ بھی اس کی بہت تعظیم کرتا تھا۔ چنانچہ اس کی تخت نشینی کے بعد جب امیر یزد رگ سے آیا ہے تو بادشاہ اس کے استقبال کے لیے نکلا اور احترام کے خیال سے گھوڑے پر سے اتر گیا۔ بعد کو اس کی لڑکی سے بڑی دھوم دھام سے شادی بھی کی۔ لیکن آخر میں امیر شاہ میر مورد عتاب ہوا اور اس کو سلطنت سے باہر بھجوا دیا گیا۔ اس کے اسباب وغیرہ آئندہ محمد قلی قطب شاہ کی شادی کے بیان میں درج ہیں۔ یہ شادی بھی محمد قلی کے اعلیٰ تدبر کا پہلا کارنامہ ہے کیونکہ امیر شاہ میر کی لڑکی اصل میں محمد قلی کے بڑے بھائی حسین قلی سے منسوب تھی اور جب بخت و اتفاق سے حسین قلی کی جگہ محمد قلی تخت نشین ہو گیا تو اس نے امیر شاہ میر کو اپنا طرفدار بنا لینے کے لیے خود ہی اس کی لڑکی سے شادی کر لی۔

دکن کی محبت

ایرانیوں اور غیر ملکیوں کے تعلقات کے تذکرے میں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ سیاسی حالات اور مجبوریوں کو چھوڑ کر باقی تمام معاملات میں محمد قلی قطب شاہ ایک ٹھیٹ دکنی حکمران تھا۔ وہ اور اس کا باپ ابراہیم دونوں دکن میں

پیدا ہونے تھے اور محمد قلی نے تو پوری طرح دکنی لباس اور وضع قطع اختیار کر لی تھی۔ اگر اس کے والد، چچا اور دادا کی تصویروں سے اس کی تصویر کا مقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اس کا حلیہ اور لباس اس کے پیشرووں سے کتنا مختلف تھا۔ وہ پہلا قطب شاہی حکمران تھا جس نے ڈاڑھی منڈوائی تھی۔ وہ اہل دکن کی طرح کاندھے پر چادر اوڑھتا تھا اور ایرانی وضع کے کوٹوں، نیمچوں اور شملوں کا استعمال چھوڑ کر اپنے ملک کی آب و ہوا کے مطابق ہلکے پھلکے اور مہین کپڑوں کے لباس کی ترویج کی طرف مائل تھا۔

وہ دکن کو اپنا ملک اور وطن سمجھ کر اپنے کلام میں جگہ جگہ اس کا ذکر کرتا ہے۔ اگر ماونامے کی روایت صحیح ہے تو اس کی ماں بھاگ رتی ایک تلنگن ہی تھی۔ اور ایسی صورت میں تو دکن اور تلنگانہ سے اس کو جتنی بھی محبت ہوتی کم تھی۔ اگرچہ اس کا تلنگی کلام اب تک دستیاب نہ ہوا لیکن اس کے اردو اشعار میں چند تلنگی لفظ مثلاً دُررَا (آقا) ایم رے ایم (کیا ہے کیا) موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تلنگی بول چال سے واقف تھا۔ اس نے متعدد اشعار میں دکن کا ذکر کیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں ؎

کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں نہیاں سولیہا ۔۔۔ کھونلی سکی کوں دیکھت میں سد بھولیا دکھن میں

بھوت نیک میا سینے اپن دیتا قطب کوں سب دکن ۔۔۔ سیسوں نبی کانت چرن جب لک ہے تن بیاجیا

سو بارہ اماماں مدد ہے قطب کوں ۔۔۔ اسی تھے یو سارا دکن ہے متابع

نبی صدقے ترکماں کوں میاتھے　　دیتے دکن کی شاہی پنجتن خاص

اسی طرح کلیاتِ محمد قلی کی تین نظمیں فتنۂ دکھن (صفحہ ۳۲۱) - ایک تلنگن (صفحہ ۳۲۲) اور دکن کی پتلی (صفحہ ۳۲۳) ظاہر کرتی ہیں کہ اس کو اپنے وطن سے کتنی محبت تھی -

اسی طرح حیدرآباد کی آبادی اور تہواروں کے ذکر میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ کس طرح وہ اپنے ملک کو آباد اور خوشحال دیکھنا چاہتا تھا۔ اور اہل ملک کی ترقی اور فارغ البالی کے لیے وہ کیا کیا جتن کرتا تھا اس کا ایک شعر ہے ؎

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر　　رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع

یعنی اے خدا تو میرے شہر کو لوگوں سے اسی طرح معمور کر دے جس طرح تو نے دریا میں مچھلیاں بھر دی ہیں -

---

تاہل، اولاد اور وفات

محمد قلی قطب شاہ کی سیاست اور تدبر کے بیان میں اس امر کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ اس نے میر شاہ میر کی دختر سے جو شادی کی وہ اصل میں سیاسی اسباب کی بنا پر تھی۔ اس کی وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ پہلے شاہ میر کی اہمیت کا اندازہ لگا لیا جائے۔ اور چونکہ وہ محمد قلی قطب شاہ کا پہلا وزیر مختار یا میر جملہ بھی تھا اس لئے اس کی نسبت محمد قلی کی تاریخ میں تفصیل سے کچھ لکھنا مناسب نہ ہوگا۔

میر شاہ میر طباطبا محمد قلی کا خسر اور پہلا میر جملہ

اس کا اصل نام میر شاہ تقی تھا[1]۔ اور اس کی نسبت اس کے ایک ہمعصر علی ابن عزیز اللہ نے (جو احمد نگر کا مشہور مورخ تھا) لکھا ہے:۔

"از مشاہیر فضلائے زماں و معارف ظرفائے دوراں بود"[2]

ایک اور جگہ لکھا ہے:۔

"از جملہ ندما و فضلا، دوراں بہ بلاغت بیان و طلاقت لسان امتیاز تمام داشت"[3]

---

[1] حدیقۃ السلاطین جلد اول صفحہ ۱۰۶ پر لکھا ہے:۔ "زبدۂ آل طٰہٰ و یٰسین میر شاہ تقی معروف بہ میر شاہ میر"
[2] برہان ماثر صفحہ ۵۱۴ [3] برہان ماثر صفحہ ۶۰۴۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عالم و فاضل ہونے کے علاوہ اچھا مقرر، ندیم اور ظریف بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان ابراہیم نے اس کو اپنا میر جملہ بنا کر اکثر مہمات سلطنت میں اس سے کام لیا تھا علم و فضل اور آداب مجلس کے علاوہ وہ بہادری اور سپہ سالاری میں بھی ممتاز تھا۔ اور ساتھ ہی وفادار ایسا تھا کہ نازک سے نازک موقعوں پر بھی ابراہیم قطب شاہ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ چنانچہ برہان ماثر میں اس کی وفاداری اور رفاقت کا ایک دلچسپ واقعہ درج ہے جس کو مورخ نے شاہ میر ہی کی زبان سے سنا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ ایک وقت جب ابراہیم کی فوج نظام شاہیوں سے شکست کھا کر بھاگ نکلی اور قطب شاہی خیمہ و حرگاہ پر احمد نگر والوں کا قبضہ ہو گیا تو ابراہیم قطب شاہ کو بھی مجبوراً راہِ فرار اختیار کرنی پڑی۔ اس وقت شاہ میر کے سوا اور کوئی اس کے ساتھ نہ تھا[1] اور بادشاہ اپنے ملازموں اور دوستوں کی بیوفائی پر بہت تاسف کر رہا تھا۔ اثنائے گفتگو میں اس نے شاہ میر سے کہا:۔

"ایں گروہ کہ با ما عہد و میثاق را بنقض پیمان و نفاق مبدل ساختند آیا شامت خلف ایمان بر روزگار شاں عائد نخواہد شد؟"

شاہ میر نے دلیری سے جواب دیا:۔

حالا نتیجہ آں با عائد شدہ۔ زود تر خود را ازیں ورطہ بکنار باید کشید۔ مبادا کہ بوبال آں گرفتار شویم۔" (برہان ماثر صفحہ ۲۵۴)

[1] چنانچہ شاہ میر کہتا ہے کہ "درروز فرار قطب شاہ از سپاہ ظفر پناہ از جملہ مقربان درگاہ جز من دیگرے با قطب شاہ ہم عنان و ہمراہ نبود" برہان ماثر صفحہ ۲۵۴۔

شاہ میر کی سفارتیں اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جب نظام شاہ اور دیگر میں فساد بدپر ہوا تو ابراہیم قطب شاہ نے میر شاہ میری کو سفیر بنا کر اس کے یہاں روانہ کیا تاکہ آیندہ دونوں سلطنتوں میں صلح و اتفاق قایم ہو جائے۔ جب نظام شاہ کو شاہ میر کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اپنے سرداروں مثلاً چنگیز خاں، خان زماں، جمشید خاں، خداوند خاں اور بحری خاں وغیرہ کو ساتھ لے کر اپنے لشکر سے باہر آیا اور اس قطب شاہی سفیر سے ملاقات کی۔ آخر کار میر شاہ میر اپنے مقاصد میں کامیاب و کامگار ہو کر واپس ہوا۔[1]

ایک اور دفعہ بھی شاہ میر کو نظام شاہ کی بارگاہ میں سفارت کی خدمت انجام دینی پڑی۔ چنانچہ برہان مآثر میں لکھا ہے کہ جب نظام شاہ بالاپور پہنچا تو ابراہیم قطب شاہ نے شاہ میر کو شاہانہ تحفوں کے ساتھ اس کے یہاں روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ اگر قطب شاہ کی تائید میں نظام شاہ قلعۂ بیجاپور پر حملہ کرے گا تو ہر منزل میں پانچ ہزار ہون بطور سفر خرچ کے ادا کئے جائیں گے اور اسی طرح بیجانگر کی طرف سے ساتھ لاکھ ہون نعل بہا کے طور پر دلوائے جائیں گے۔[2]

شاہ میر کی فتوحات یہ تو سفارت کی خدمات کا ذکر تھا۔ شاہ میر کی بہادری اور سپہ سالاری کے سلسلے میں صرف اس واقعہ کا ذکر کافی ہے کہ جب ابراہیم قطب شاہ قلعہ کونڈبیر فتح کرنے کے لئے شاہ میر کو روانہ کیا تو اس نے حیدری اور حسینی توپوں سے اس قلعہ پر اتنا سخت حملہ کیا کہ فصیل ٹوٹ گئی

---

[1] برہان مآثر صفحہ ۴۰۶۔ [2] برہان مآثر صفحہ ۴۸۲۔

اور اسکے بعد ماہ صفر ۹۴۸ھ میں یہ قلعہ قطب شاہیوں کے قبضہ میں آگیا۔ شاہ میر بلتم راج وا ما در رام راج کو قید کر کے اپنے ساتھ سلطان ابراہیم قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں لے آیا اور عواطف خسروی سے سرفراز ہوا
اس کامیابی کے بعد سلطان ابراہیم نے شاہ میر کو نلدرگ کے محاصرہ کے لئے بھیجا۔ اس وقت اس کے ساتھ دس ہزار جرار سواروں کی فوج روانہ کی گئی تھی[1]۔ اور اس فوج نے شاہ میر کی سرداری میں بڑی دلیری سے دشمن کا مقابلہ کیا چنانچہ نظام شاہی مورخ لکھتا ہے :۔

" دلیران لشکر قطب شاہی در آں روز داد مردی و دلاوری دادہ داستان رستم داستان را منسوخ ساختند۔ و چند مرتبہ بکوہا ئے مردانہ تیز تفرقہ در صفوف سپاہ کینہ خواہ عادل شاہ انداختند[2]"

اسی طرح بیجاپوری فوجیں شکست پر شکست کھانے لگیں تو اب انھوں نے اس امر کی کوشش کی کہ نظام شاہیوں اور قطب شاہیوں میں پھوٹ ڈالدی جائے۔ چنانچہ سید مرتضٰی امیر الامرائے نظام شاہی کو انھوں نے ہموار کر کے قطب شاہی فوج کو دھوکے سے تباہ کرنے کا معاہدہ کرلیا لیکن شاہ میر بھی غافل نہیں تھا۔ اس کو اس خفیہ معاہدے کی اطلاع مل گئی۔ اس نے بھی جوابی کارروائی کی اور فوراً امرائے بیجاپور سے مراسلت شروع کردی اور بہت جلد سید مرتضٰی کی طرف سے ان کے دل میں شبہات پیدا کر دیئے۔ اس کے بعد وہ سیدھا سید مرتضٰی کے خیمہ میں پہنچا اور خلوت میں لیجا کر اس معاندانہ معاہدہ کا حال دریافت کیا۔ سید مرتضٰی کو مجبوراً سب باتیں کہنی پڑیں۔

---

[1] برہان مآثر صفحہ ۲۱۸
[2] برہان مآثر صفحہ ۲۱۹

اس وقت شاہ میر ہی کی فراست و تدبر تھا جس نے سید مرتضیٰ کو بیجاپوریوں سے دوبارہ لڑوالیا۔ چنانچہ مورخ لکھتا ہے کہ:۔

"چوں سید شاہ میر بحسن تقریر و لطف کلام مشہور و معروف خاص و عام بود سوئے تدبیر دشمناں را بعبارات دلپذیر خاطر نشان سید مرتضیٰ نمود و وخامت و ندامت عاقبت آں را بدلائل و براہین مبین و مبرہن ساخت تا سید مرتضیٰ از معاہدہ اعدا پشیمان گشتہ بتجدید عہد و پیمان شاہ میر و قطب شاہ پرداخت"[1]

غرض ادھر میدان جنگ میں شاہ میر ابراہیم قطب شاہ کی حکمت عملی پر کاربند ہو کر نظام شاہیوں کو اپنے موافق رکھنے کی ترکیبیں کر رہا تھا کہ ادھر گولکنڈہ میں خود ابراہیم قطب شاہ نے میدان ہستی کو خیرباد کہا۔ اور اس کا دوسرا لڑکا محمد قلی تخت نشین کر دیا گیا۔ اگر ابراہیم کے انتقال کے وقت شاہ میر گولکنڈہ میں موجود رہتا تو کیا عجب کہ ابراہیم کا بڑا فرزند حسین قلی قطب شاہی تخت و تاج کا مالک ہوتا کیونکہ شاہ میر نے اس کو ولی عہد سلطنت سمجھ کر اپنی لڑکی اس سے منسوب کر دی تھی۔

شاہ میر کی گولکنڈہ کو واپسی اور محمد قلی سے ملاقات

بہر حال وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ نے تخت نشین ہوتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ اپنے باپ کے پرانے رفیق کار، وزیر مطلق اور سپہ سالار میر شاہ میر کے یہاں ابراہیم قلی کے انتقال اور اپنی تخت نشینی کی اطلاع

[1] برہان ماثر صفحہ ۵۲۵۔

روانہ کی۔ یہ دونوں خبریں اس بوڑھے مدبر اور میر جملہ کے لئے غیر متوقع تھیں۔ وہ بہت پریشان ہوا۔ چنانچہ علی بن عزیز اللہ طباطبا (جو اس کا دوست تھا اور اس واقعہ کے چند روز بعد ہی اسی میدان جنگ میں شاہ میر سے اس کی دوستی ہوئی تھی) لکھتا ہے کہ:۔

"ایں خبر در مقام نانذگام نزدیک قلعہ نلدرگ بہ شاہ میر رسیدہ موجب ازدیاد مواد خوف و ہراسش گردید" (ب۔م صفحہ ۵۲۸)

لیکن شاہ میر بڑا عقلمند اور فریس تھا اس نے سید مرتضیٰ اور دیگر امرائے نظام شاہی سے نقعت موا و وفاق کا عہد و پیمان لے کر بید ھا گولکنڈہ کا رخ کیا۔ اور اپنی روانگی سے قبل نظام شاہیوں کی طرف سے میرک معین سبزواری اور خواجہ محمد سمنانی کو مراسم تعزیت اور مبارکباد جلوس ادا کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔ اس سفارت سے شاہ میر کا ایک مقصد یہ بھی ہوگا کہ یہ لوگ نئے بادشاہ کو میدان [illegible] اعلیٰ خدمات سے آگاہ کریں۔ بہرحال ان کے پہنچ جانے کے بعد خود شاہ میر بھی گولکنڈہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ حوالی گولکنڈہ میں پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ نے تمام خیل و سپاہ کے ساتھ باہر نکل کر اس کا استقبال کیا اور قریب پہنچنے کے بعد گھوڑے سے اتر کر پیادہ چلتا ہوا شاہ میر سے بغل گیر ہوا۔ اس کے بعد جب قلعۂ گولکنڈہ میں داخل ہوئے تو خلعت خاص عنایت کر کے جملہ امور سلطنت کا اس کو مختار یعنی میر جملہ بنا دیا[1] اور ہر معاملے میں اس کی رائے و مشورہ پر عمل کرنے لگا۔

---

[1] برہان مآثر صفحات ۲۲۸ و ۲۲۹ ۔ تاریخ قطب شاہی ورق ۲۲۷ ب۔

یہ سب اصل میں محمد قلی کی شاہانہ تدبیر و فراست تھی ۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شاہ میر فطرتاً حسین قلی کا طرفدار ہے ۔ اور اگر اس وقت وہ ناراض ہوجائے تو اس کی بادشاہت میں خلل ڈال سکتا ہے ۔ یہی وجہ تھی کہ جب شاہ میر نے رائے دی کہ محمد قلی کو بہ نفس نفیس میدان جنگ میں نکلنا چاہئے تو وہ بخوشی گولکنڈہ سے نکل کھڑا ہوا ۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو گی کہ میدان جنگ میں گولکنڈہ کی بہت بڑی فوج مصروف پیکار تھی اور محمد قلی اپنی اس اہم فوج کی باگ خود اپنے ہی ہاتھ میں لینا چاہتا تھا ۔ کیونکہ اس کے باپ کی بھیجی ہوئی یہی فوج اس کی مخالفت اور حسین قلی کی موافقت کے لیے بھی آمادہ کرلی جاسکتی تھی ۔

محمد قلی کے محاصرہ نلدرگ اور پھر گولکنڈہ کو واپسی کے حالات پہلے بیان کیے جا چکے ہیں اس سفر میں شاہ میر نے محمد قلی کو اپنا دوست بنانے میں بڑی کامیابی حاصل کی ۔ اگرچہ اس کے مخالفین اور خاص کر امرائے بیجاپور نے بہت کوشش کی کہ محمد قلی قطب شاہ اس سے بدظن ہوجائے اور نلدرگ کے محاصرے میں جو ناکامی اور ندامت ہوئی تھی اس کا باعث شاہ میر ہی کو قرار دیا جائے ۔

شاہ میر کی دختر سے شادی گولکنڈہ واپس ہونے کے بعد محمد قلی قطب شاہ نے شاہ میر کے ساتھ اپنے تعلقات اور زیادہ استوار کرنے کے لئے اس کی لڑکی سے جو اصل میں اس کے بڑے بھائی حسین قلی سے منسوب تھی ۹۹۱ھ میں بڑی دھوم دھام سے

شادی رچائی۔ نظام شاہی مورخ لکھتا ہے:۔

"قطب شاہ چوں بمنتقر سریر سلطنت خود رسیدہ بر مسند کامرانی تکیہ فرمودہ مخدرہ حجلۂ عصمت سید شاہ میر را کہ نامزد برادر بزرگش بود خطبہ نمودہ طوے بادشاہانہ ترتیب داد۔ والوا مسرت و حضور بر روے آشنا و بیگانہ کشاد" ب۔ م۔ صفحہ ۳۲۵۔

تاریخ قطب شاہی اور بعد کی تاریخوں میں اس شادی کے تفصیلی واقعات درج ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مہینے تک اس کے جشن منائے گئے۔ اور دھوئیں ہوتی رہیں نجومیوں نے نیک ساعت دیکھ کر عقد نکاح کی تاریخ اور وقت مقرر کیا۔ جس کی بنا پر اصحاب علم و فضل جمع ہوئے اور مجلس نکاح منعقد ہوئی۔ جشن کے اختتام پر بادشاہ نے شادی کی مسرت میں بڑی دریادلی کے ساتھ اعیان و ارکان اور جملہ خدم و حشم کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا اور مقربان خاص کو شاہانہ خلعتیں اور مناصب ارجمند دیکر ان کے اعزاز میں اضافہ کیا۔

شاہ میر پر عتاب لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس شادی کے بعد بھی محمد قلی کو شاہ میر کے حرکات و سکنات پر اطمینان نہ ہوا۔ وہ اتنا ہوشیار اور زیرک اور با اقتدار تھا کہ محمد قلی اس سے ہمیشہ چوکنا رہتا۔ یوں بھی امیر شاہ میر کے بہت سے مخالف اور حاسد تھے جو برابر اس کی ٹوہ میں لگے ہوئے تھے۔ اور بادشاہ کو اس سے بدظن کراتے رہتے تھے۔ آخر کار وہ اپنے مقصد میں اتنے کامیاب ہو گئے کہ بقول صاحب برہان مآثر شاہ میر کی طرف سے ایک جعلی خط امرائے عادل شاہی کے نام

کہ کر محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں پیش کیا مورخ لکھتا ہے۔

" دریں اثنا جمعے از حساد کہ با میر شاہ میر در مقام عناد بودند فرصت یافتہ زنبج مادۂ فتنہ و فساد سعی نمودند و مکتوب مزور از زبان شاہ میر با امراء عادل شاہ محتوی بر ترغیب و تحریص بمحاربہ و اظہار اتفاق و قربان با ایشان در میں منزعہ ساختہ بنظر قطب شاہ در آوردند۔ تیر تدبیر ارباب فساد و عناد بہدف مراد رسیدہ و دیدن آں کتابت موجب تغییر مزاج قطب شاہ بر شاہ میر کہ رکن اعظم آں دولت بود گردید۔ و بر سبیل استعجال بگرفتن آں سید عدیم المثال مثال داد و شیوۂ تانی و تامل دراں قضیہ علی دریناورد" (ب۔م صفحہ ۵۲۶)

افسوس ہے کہ قطب شاہی تاریخ میں اس جعلی خط کے واقعہ کی طرف کوئی اشارہ بھی نہیں کیا گیا۔ چونکہ برہان ماثر کا مصنف میر شاہ میر کا بہت دوست تھا اس لیے اس کے بیان پر پوری طرح بھروسہ کرنا مشکل ہے جب کہ اس امر کا امکان موجود ہے کہ شاہ میر نے محمد قلی کی کسی بات سے ناراض ہو کر اس کے خلاف امرائے عادل شاہی سے ساز باز کرنی چاہی ہو۔ چونکہ وہ اس سے قبل دوسرے حالات میں اسی قسم کی سیاسی چالیں چل چکا تھا اس لیے ممکن ہے کہ اب بھی کوئی ایسی ہی ترکیب کی ہو۔ ورنہ محمد قلی قطب شاہ اپنے خسر او نغقدر میر جملہ کو محض شک و شبہ پر گرفتار کر کے قید نہ کر دیتا۔ اور اگر شاہ میر واقعی بے قصور تھا تو

اس کی گرفتاری کا سبب خود محمد قلی قطب شاہ کی سیاست و تدبر ہو گا یعنی شاید وہ اپنے حریف سلطنت حسین قلی کے قدیم طرفدار کے کھٹکے سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہونا چاہتا تھا۔ بہرحال اس اہم واقعہ کا ذمہ دار بادشاہ اور وزیر دونوں میں سے کوئی ایک ضرور تھا محض حاسدوں کی سازش کی وجہ سے محمد قلی ایسا قدم نہ اٹھاتا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ برہان مآثر کے بیان کے مطابق شاہ میر کی گرفتاری کی خبر سن کر قطب شاہی فوج بددل ہوگئی اور عادل شاہیوں کے مقابلے میں امیر زینل کو تنہا چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی۔ علی بن عزیز اللہ کے بیان سے تو یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ شاہ میر کے زوال میں دکن کے دیرینہ ملکی اور غیر ملکی جھگڑے کو بھی دخل تھا۔ چونکہ شاہ میر زیادہ تر اجنبیوں اور غریبوں (غیر ملکیوں) کی قدر و منزلت کرتا تھا اس لئے اہل ملک کا اس کے خلاف ہوجانا ضروری تھا۔ اور جب ان کی سیاست کی وجہ سے شاہ میر شکست کھا گیا تو قطب شاہی فوج میں جتنے غیر ملکی لوگ تھے وہ سب برخواستہ خاطر ہوگئے کیونکہ شاہ میر کی حکمت عملی کی وجہ سے قطب شاہی فوجیں ایسے ہی لوگوں سے معمور تھیں چنانچہ مورخ کہتا ہے:۔

"چوں خبر گرفتن شاہ میر صافی ضمیر در لشکر منتشر شد تزلزل در اساس صبر و تحمل غریباں کہ روے رزمئہ سپاہ قطب شاہ بودند راہ یافتہ پائے ثبات و قرار شاں از جائے برفت ......چوں اکثر دلیران سپاہ قطب شاہ غریب بودند و از گرفتن میر شاہ میر

پریشان خاطر...... در دفع اعداسعی نمودند (ج-م-۵۳۶)

عجیب بات یہ ہے کہ قطب شاہی تاریخیں میر شاہ میر کے انجام سے متعلق خاموش ہیں
البتہ تاریخ فرشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے چند ماہ بعد شاہ میر کو معاف کر دیا لیکن ایسے
شخص کا گولکنڈہ میں رہنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ اس لئے نوجوان بادشاہ نے حکم دیا کہ نقد ی
مال واسباب کے ساتھ کشتی میں سوار کر کے شاہ میر کو اصفہان روانہ کر دیا جائے جو اس کا وطن تھا۔
لیکن افسوس ہے کہ شاہ میر سفر کی صعوبت برداشت نہ کر سکا اور کشتی ہی میں بیمار ہو کر انتقال
کر گیا۔ فرشتہ کے الفاظ ہیں:۔

"بعد از چند ماہ از سر گناہ او گذشتہ حکم فرمود کے او را در کشتی سوار کر دہ با موال واسباب
ضروری باصفہان کہ وطن مالوفش بود روانہ سازند و شاہ مراد در کشتی بیمار شد و پیش از آنکہ
بمنزل مراد رسد فوت شد" فرشتہ مطبع نول کشور ۱۸۶۴ء جلد دوم صفحہ ۱۷۲۔

میر شاہ میر کی دختر کا جس سے محمد قلی قطب شاہ نے اس تزک واحتشام کے ساتھ
شادی کی تھی اور جو اصل میں اس کی ملکہ تھی کوئی حال معلوم نہ ہو سکا۔ تاریخیں اس بارے میں
اتنی ساکت ہیں کہ محمد قلی کی حیات میں اس ملکہ کا عدم وجود برابر معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ
یہ لڑکی بھی شاہ میر کے ساتھ ایران روانہ کر دی گئی ہو۔ کیونکہ محمد قلی تو عام روایت کے مطابق
ایام شہزادگی ہی سے بھاگ متی پر فریفتہ تھا۔ اور اس کے والد ابراہیم قلی قطب شاہ نے

بڑی کوشش کی تھی کہ اس کا دل اس باکمال رقاصہ کی طرف سے پلٹ جائے اور ان حسین دوشیزاؤں میں سے کسی پر مائل ہو جائے جو نوجوان شہزادہ کا دل بہلانے کی خاطر اس کے محل میں مختلف ممالک سے بلوا کر جمع کر دی گئیں تھیں لیکن محمد قلی تو بقول وجہی اس خیال پر اڑا ہوا تھا کہ ؎

یک ٹھائیں سہیلی مرنا دل دو دجے پر نا دہرنا   اُس پیو کوں اپنا کرنا اِس پاپی جیو کوں کھوکر

(یعنی اے سہیلی ایک ہی پر مرنا چاہیئے اور دوسرے کو دل نہ دینا۔ کسی طرح اسی محبوب کو اپنا بنا لینا چاہیئے خواہ اس میں اپنے پاپی جی کو کھو دینا ہی کیوں نہ پڑے)

یہ شعر اس غزل کا ہے جو شاعر نے اپنی مشہور مثنوی قطب مشتری میں محمد قلی کی زبان سے بھاگ متی کے فراق میں کہلوائی تھی۔

بھاگ متی یا حیدر محل

غرض بھاگ متی کی موجودگی میں شاہ میر کی دختر کا عروج ناممکن تھا اس لئے یا تو وہ باپ کے ساتھ ایران بھجوا دی گئی تھی یا اگر گولکنڈہ ہی میں رہی تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بہت گمنام زندگی بسر کی۔ کیونکہ اس کی شادی کے پانچ سات سال بعد جب محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدرآباد بسایا تو اس کا نام اپنی اسی قدیم محبوبہ کے نام پر بھاگ نگر رکھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس رقاصہ کے ساتھ اس کی محبت چند روزہ نہ تھی۔ بلکہ جب تک وہ زندہ رہی محمد قلی قطب شاہ اس کا

دیوانہ رہا چنانچہ شہر بھاگ نگر کی تعمیر کے چند سال بعد جب اس کو حیدر محل کا خطاب دیا گیا۔ تو اس کی مناسبت سے بھاگ نگر کا نام پہلے حیدر نگر اور پھر شہر حیدر یا حیدر آباد سے بدل دیا گیا۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے دیوان میں یہ سب نام استعمال کئے ہیں۔ مثلاً

ن قطبا کے میں نہ مول نہیں کس شہر میں مول اس لے کر آؤں جو کبھو ہوئے اس کا شہر حیدر میں

بریاں نظراں تھے اس اسپند آتا رو کہ حیدر نگراں نند ل بھرایا

دوسرے شعر میں صاف ظاہر کر دیا ہے کہ حیدر نگر اس کی خاطر امن و اطمینان سے معمور کر دیا گیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس محبوب کو نظر لگے اس لئے نظر بد سے بچانے اس پر سے سپند آثار و۔ اسی طرح ایک اور شعر میں کہتا ہے کہ قطب شاہ نے تیری محبت میں جو شہر آباد کیا ہے اسی میں وہ قیام پذیر بھی ہے کیونکہ اس کی نظر میں اس شہر سے بہتر اور پر لطف شہر کوئی اور نہیں ہے

نبی صدقے تجھ نیہہ شہر میں ہے قطب نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ

محمد قلی قطب شاہ کی تخت نشینی کے بعد بھی بھاگ متی عرصے تک اپنے قدیم مکان ہی میں قیام پذیر رہی جو ایک چھوٹے سے گاؤں چچلم میں واقع تھا۔ یہ گاؤں اس جگہ آباد تھا جہاں اب چار منار، مکہ مسجد، مغلپورہ اور مہاراجہ کشن پرشاد کی ڈیوڑھی واقع ہے اسی گاؤں سے ایک ہزار سواروں کے جلوس کے ساتھ وہ محمد قلی کے دربار میں شریک ہونے کے لئے گولکنڈہ جایا کرتی تھی۔ چنانچہ اس کے تزک و احتشام کا ذکر بعض تاریخوں میں نظر سے گزرتا ہے اور بہت سی روایتیں زبانی

سننے میں آتی ہیں لیکن افسوس ہے کہ قطب شاہی تاریخیں اس بارے میں بالکل خاموش ہیں۔ البتہ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام میں اس محبوبہ کی طرف بعض جگہ اشارہ کیا ہے۔

بھاگ متی سے ملنے کے لئے خود محمد قلی بھی اس کے مکان کو جایا کرتا تھا اور اس آمد و رفت کے سلسلے میں بھی موضع چچلم کے اطراف و اکناف کا پر فضا میدان اس کو اتنا بھایا کہ یہاں ایک عالیشان شہر کی تعمیر کا خیال اس کے دل میں پیدا ہوا، اور جب شہر اور محلاتِ شاہی بن گئے تو اس وقت غالباً بھاگ متی بھی "دولت خانۂ عالی" میں منتقل ہو گئی جس کے ایک آدھ سال بعد ہی اس کے بطن سے شہزادی حیات بخشی بیگم پیدا ہوئی۔ اس وقت یا اس سے قبل ہی شاید جلوہ کے وقت بھاگ متی کو حیدر محل کا خطاب دیا گیا ہوگا۔

ان دو شادیوں کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ نے کئی اور حسینوں کے ساتھ شادیاں کیں اور ہر دفعہ دھوم دھام سے جلوہ، مہندی اور دیگر رسوم منا کر لطف اندوز ہوا۔ ان سب کا تذکرہ محمد قلی کی معشوقاؤں اور اس کے رسم و رواج کے بیانات میں کر دیا گیا ہے۔

اولاد محمد قلی قطب شاہ کو عرصے تک کوئی اولاد نہ ہوئی۔ کسی تاریخ میں اس کی اولاد کی پیدائش یا موت کا تذکرہ نہیں ہے۔ حالانکہ دوسرے بادشاہوں مثلاً ابراہیم قلی قطب شاہ محمد قطب شاہ اور عبداللہ قطب شاہ کے ذکر میں مورخوں نے شہزادوں اور شہزادیوں کی ولادت کا تذکرہ

مخطوطات تاریخی وغیرہ دیکھے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کو بیٹے تو اولاد ہوئی ہی نہیں اور اگر ہوئی بھی تو جلد انتقال کر گئی جس کی وجہ سے خوشی کے جشن منانے اور شاعروں کو مبارکباد پیش کرنے کا موقع نہ ملا۔ اس لئے خود محمد قلی قطب شاہ نے ایک موقعہ پر دعا کی تھی کہ ؎

بارورے میرے جھاڑ کوں یارب　　پھول پھل ہوئے تا بھی گلزار

یہ شعر اس کے دیوان میں موجود ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا میرے درخت زندگی کو باثمر بنا تاکہ اس کی وجہ سے ملک بارونق ہو جائے۔

عجیب بات یہ ہے کہ حیدرآباد کی تعمیر کے بعد اس کی اکلوتی شہزادی حیات بخشی بیگم پیدا ہوئی تھی لیکن مورخوں نے اس واقعہ کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ وہ لڑکی تھی۔ دوسرے یہ کہ وہ بھاگ متی کے بطن سے پیدا ہوئی تھی جو اس وقت شاہی رقاصہ تھی اور ابھی حیدر محل کے خطاب سے سرفراز نہ ہوئی ہوگی۔

لیکن مورخوں کے اس سکوت کے باوجود خود محمد قلی قطب شاہ اپنے کلام میں اس امر کا ثبوت چھوڑ گیا ہے کہ اس کے یہاں کسی وقت ایک سے زیادہ بچے موجود تھے چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

راکھو تمھارے چھاتول دایم خوشیاں سوں قطب کوں

قطب ہور فرزند قطب کے بندے تمھارے ہیں علیؑ

(یعنی اے علی! قطب شاہ اور اس کے فرزند تمہارے بندے ہیں اس لئے ان کو اپنے سایہ میں خوش و خرم رکھئے۔)

ممکن ہے کہ محمد قلی نے اس شعر میں اپنی دختر حیات بخشی بیگم کے علاوہ اپنے برادر زادہ شہزادہ مرزا محمد سلطان فرزند مرزا محمد امین کو بھی اپنا ہی لڑکا سمجھ کر صیغہ جمع (یعنی قطب کے فرزند) استعمال کیا ہو۔ یا اس کا بھی امکان ہے کہ جس وقت محمد قلی نے یہ شعر لکھا حیات بخشی بیگم کے علاوہ اور بھی اس کے بچے زندہ ہوں۔

شہزادہ مرزا محمد امین حیدرآباد کی تعمیر کے بعد بروز چہارشنبہ ۲۳ رجب ۱۰۰۱ھ میں پیدا ہوا تھا اور حیات بخشی بیگم اس سے تخمیناً ایک آدھ سال ہی کی چھوٹی ہوگی۔ کیونکہ جب ۱۰۱۲ھ میں ایران کا سفیر حیدرآباد آیا تو اس وقت اس کی عمر دس سال سے کم نہ تھی جب ہی تو شاہ ایران نے اپنے فرزند کے ساتھ شادی کے لئے پیام بھیجا تھا۔ لیکن اس لڑکی کی قسمت میں تو حیدرآباد کی ملکہ بننا اور تین بادشاہوں (یعنی باپ محمد قلی، شوہر سلطان محمد، اور فرزند سلطان عبداللہ) کے زمانے میں حیدرآباد کی سیاست میں دخیل ہونا لکھا تھا۔

حیات بخشی بیگم کی شادی

غرض حیات بخشی بیگم کی شادی ہوئی تو اس کی عمر پندرہ سال سے زیادہ کی نہ تھی۔ کیونکہ وہ ۱۰۰۱ھ کے بعد پیدا ہوئی تھی اور ۱۰۱۶ھ میں شاہزادہ مرزا محمد سلطان کے ساتھ بیاہ دی گئی۔ اس بیاہ کے کچھ سیاسی اسباب بھی تھے جن کا تذکرہ محمد قلی قطب شاہ کے تدبر و سیاست اور سفیر ایران کی آمد کے سلسلے میں کر دیا گیا ہے۔

محمد قلی کی زندگی میں خود اس کی شادی کے علاوہ اتنی بڑی تقریب اور کوئی نہیں منائی گئی۔ اس لئے اس وقت اس نے دل کھول کر اپنی شاہانہ فیاضیوں اور شان وشکوہ کا مظاہرہ کیا۔ اس موقع پر وہ جو بھی اہتمام کرتا کم تھا۔ کیونکہ پہلے تو یہ اس کی اکلوتی اولاد کی شادی تھی اور دوسرے اس کے چہیتے بھتیجے کے ساتھ ہو رہی تھی۔ تیسرے یہ کہ اس زمانے میں شاہ ایران کا ایلچی بھی حیدر آباد میں موجود اور اس تقریب میں مدعو تھا جس کو قطب شاہی شان دکھانا ضروری تھا[1]۔ اور چوتھے یہ کہ شادی کے ساتھ ہی مرزا محمد سلطان کو ولیعہد سلطنت بنانا مقصود تھا۔

یہ تقریب ماہ ربیع الاول میں منائی گئی جس کے لئے پہلے ہی سے حکم دے دیا گیا تھا[2] کہ تمام شہر حیدر آباد کی آئین بندی کی جائے اور محلات شاہی کو آراستہ و پیراستہ کر کے محفل نشاط و شادی کے قابل بنایا جائے۔ غرض پوری تیاریاں ہوجانے کے بعد ایک مہینے تک شاہانہ جشن منائے گئے اور محمد قلی قطب شاہ نے اپنے بے انتہا انعام واکرام سے خاص وعام دونوں کو شادکام کیا۔ بخششوں اور نوازشوں کا اندازہ صرف اس ایک واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ اس جشن میں امراء واکابر اور شرفاء وسلحداران کو تیس ہزار[3] خلعت تقسیم کئے گئے تھے۔

---

[1] بعض تاریخوں میں تو لکھا ہے کہ نظام شاہ، عادل شاہ اور عماد شاہ بھی اس تقریب میں شریک تھے۔ محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۸۴۰۔ [2] تاریخ قطب شاہی ورق ۲۶۴ ب۔

[3] بعض تاریخوں میں چالیس ہزار خلعتوں کی تعداد بتائی گئی ہے۔ دربار آصف۔ گلزار دوم صفحہ ۱۹۵۔

جب شادی کی تیاریاں مکمل ہوگئیں تو نجومیوں نے دن تاریخ اور نیک ساعت کا تعین کیا۔ اور علمائے عقد نکاح پڑھایا۔ دلہا اور دلہن پر سے زر و جواہر نثار کئے گئے۔ اس موقع پر شعرا نے مبارک باد کے قصیدے اور تاریخی قطعے بھی پیش کئے تھے جن میں میر کی معین سبزواری کا قطعہ بہت مشہور ہوا جو گزشتہ صفحات میں محمد قلی کے تدبر و سیاست اور میر کی معین کی سفارت کے بیان میں درج کیا جا چکا ہے۔ مبارکبادیوں کے علاوہ امراء نے شہزادے کی خدمت میں ولیعہدی کی نذریں بھی پیش کیں۔

شادی کے بعد بیٹی اور داماد کے رہنے کے لئے محمد قلی قطب شاہ نے ایک عظیم الشان محل[1] کو پہلے ہی سے آراستہ و پیراستہ کرا لیا تھا۔ چنانچہ جلوہ کے بعد اس شاہی برات کو اسی محل میں بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اتارا گیا۔ افسوس ہے کہ مورخ نے اس محل کا نام نہیں لکھا۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ محل دولت خانۂ عالی کی جانب جنوب اسی جگہ بنایا گیا تھا جہاں اب "محلہ مٹی کا شیر" اور قدیم قطب شاہی مسجد واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مسجد حیات بخشی بیگم کے محل میں واقع تھی اور جہاں اب ایام عاشورہ میں مٹی کا شیر اور تعزیہ بٹھایا جاتا ہے اسی جگہ اس محل کا عاشور خانہ تھا۔

حیات بخشی بیگم اپنے شوہر کی وفات ۱۰۳۵ھ تک اسی محل میں قیام پذیر رہی۔ اس اثناء میں جب سلطان محمد نے موجودہ سرور نگر کی جانب مشرق ایک عظیم الشان قلعہ سلطان نگر بنانا شروع کیا تو اس ملکہ نے بھی اپنے لئے اس قلعہ سے آگے ایک محل، مسجد، اور شہر حیات نگر یا حیات آباد

[1] حدیقۃ العالم صفحہ ۲۴۷

بنایا تھا جواب تک موجود ہے۔ اسکے فرزند سلطان عبداللہ کے عہد میں حیات بخشی بیگم کا زیادہ تر قیام اسی حیات آباد میں رہتا تھا۔ چنانچہ وہیں اس نے عبداللہ قطب شاہ کی موتراشی کی تقریب بڑی شان و شوکت سے انجام دی تھی۔

عبداللہ قطب شاہ کے آخر عہد میں جب اورنگ زیب نے حیدرآباد پر حملہ کیا تو حیات بخشی بیگم قلعہ گولکنڈہ کے شاہی محلات میں سے اس خاص محل میں قیام پذیر رہی جو اس احاطہ "محلستان" کے بالکل اندرونی حصہ میں واقع ہے اور جس کی چھتیں فتح گولکنڈہ کے بعد خزانوں کی تلاش میں اڑا دی گئی تھیں۔ لیکن اس کی دیواروں کے اعلیٰ نقش و نگار اور خوبصورت طاقچے اب بھی باقی ہیں۔

اورنگ زیب سے صلح کرانے میں حیات بخشی بیگم کا بہت بڑا حصہ ہے چنانچہ وہ خود اس سے ملنے کے لئے مغلیہ لشکر میں گئی اور شرائط صلح کے طے کرنے میں مردانہ وار گفتگو کی۔ آخر کار ۱۰۷۸ھ میں ۲۸ شعبان شنبہ کے روز محمد قلی قطب شاہ کی اس واحد یادگار نے تقریباً پچھتر سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اسی کے ساتھ اس کے والد سلطان محمد قلی کی عظیم الشان سلطنت کا وقار اور شان و شوکت بھی دفن ہوگئی۔ محمد قلی کا اکلوتا نواسہ سلطان عبداللہ بھی اپنی ماں حیات بخشی بیگم کے انتقال کے صرف پانچ سال بعد ہی ۱۰۸۳ھ میں اس دنیا سے بغیر اولاد نرینہ چھوڑے کوچ کر گیا۔

حیات بخشی بیگم کے بطن سے غالباً دو ہی بچے پیدا ہوئے ایک عبداللہ قطب شاہ جو محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے تین برس بعد دو شنبہ ۲۰ شوال ۱۰۲۳ھ میں عالم وجود میں آیا اور دوسری خدیجہ سلطان شہر بانو بیگم جو اپنے بھائی کے دو تین سال بعد پیدا ہوئی اور جس کی شادی ۱۰۴۴ھ میں سلطان محمد عادل شاہ والی بیجاپور سے ہوئی۔ خدیجہ سلطان نے بھی اپنی ماں کی طرح طویل عمر پائی۔ یہ بیجاپور میں اپنے فرزند علی عادل شاہ ثانی کے دور میں حاجی بڑے صاحب کے نام سے مشہور و معروف تھی۔

محمد قلی قطب شاہ کی علالت

محمد قلی قطب شاہ کی اولاد کے مختصر سے تذکرے کے ساتھ خود محمد قلی قطب شاہ کا بیان بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس عظیم الشان فرمانروا کو اپنے آباو اجداد کے مقابلے میں بہت کم عمر ملی تھی۔ اگرچہ دوسری تمام باتوں میں قدرت نے اس کے ساتھ بڑی فیاضی سے کام لیا۔ قلب و دماغ کی جتنی اعلیٰ قوتیں اس کو عطا کی گئی تھیں اس کے کسی پیشرو کو نصیب نہ ہوئیں، مال و دولت، عیش و عشرت، عروج و اقبال، فتح و کامرانی اور امن و اطمینان جتنا اس کو حاصل ہوا کسی قطب شاہی حکمران کو نہ ملا۔ لیکن ایک ہی شخص کو دنیا کے تمام کمالات اور قدرت کے جملہ عطیئے نہیں بخش دیے جا سکتے۔ یہ قانون فطرت کے خلاف ہے۔ اور محمد قلی کی ذات اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کی عیش و عشرت کی زندگی نے اس کی صحت پر برا اثر ڈالا اور اس کی رندی و بے باکی نے اس کو اپنی صحت کی طرف سے

ہمیشہ لاپرواہ رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کثرتِ عشرت و شراب نوشی کی وجہ سے کمزور ہو گیا۔ اور کمزوری بیماریوں کی میزبان ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے آباواجداد کے مقابلے میں لاغر اور نحیف نظر آتا ہے۔ اگرچہ تاریخیں اس کی بیماریوں کے تذکرے سے خالی ہیں لیکن اس نے اپنے کلام میں کئی جگہ اپنی علالت کا ذکر کیا ہے اور شفا کے نصیب ہونے کیلئے دعائیں کی ہیں۔

کبھی وہ کہتا ہے کہ "اے خدا اپنے نبی کے صدقے میں قطب شاہ پر لطف و کرم کر کے اس کے دکھ درد کو دور کر اور آرام اور شفا بخش"

ایک وقت وہ یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے لیتا ہے کہ اے قطب شاہ تجھے کسی اور ذریعہ سے تو شفا ہوتی نظر نہیں آتی اس لئے تو نبی کے لنگر میں لنگر دار بن جا کیونکہ شاید اسی کے طفیل میں تجھ کو ایسی شفا حاصل ہو جائے جو دوسرے علاجوں کے ذریعے سے حاصل کی ہوئی ہزاروں اور لاکھوں شفاؤں کے برابر ہو۔

ایک اور موقع پر وہ حضرت علی کی مدح میں لکھتا ہے کہ اے امیر المومنین تمھارے اوصاف بیچارے شاعروں کی شاعری کے ذریعے سے کیا ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اور میں تو شاعر سے زیادہ تمھارا بندا ہوں تم اپنے کرم سے میرا علاج کرو۔

محمد قلی کے دیوان میں جو غزل سب سے پہلے درج ہے اس میں بھی اس نے اپنی اسی صحت سے محرومی کا بڑی حسرت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یہ غزل حمد باری تعالیٰ میں لکھی گئی ہے اور اس کے ایک شعر سے

معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اپنی صحت سے ایک گونہ مایوسی ہوچکی تھی اور ہر طرح کی کامگاریوں اور خوشیوں کے باوجود علالت کی وجہ سے وہ اپنی قسمت کو حقیر سمجھنے لگا تھا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

اپن بخت حقیر نیں کدہیں دل میں نہ کر غم
تجھے دارو نے صحت سوں شفا جام دیوے گا

یعنی اے محمد قلی تو اپنی اس بدقسمتی کی وجہ سے اپنے دل کو غمزدہ نہ ہونے دے کیونکہ خدا میں بڑی قدرت ہے وہ ضرور دارو ئے صحت بھر کر تجھ کو شفا کا پیالہ پلائے گا۔

اس کے دوسرے شعر یہ ہیں ؎

صدقے نبی کے قطب کوں اپ لطف دیا تیے
دکھ درد بھی دور کر ہور سکھ شفا بخش

نبی لنگر میں لنگر دار ہو کر رہ معانی
کہ لنگرداری میں تج کوں ہزاراں لک شفائے

شاعراں بیچارے تیرا وصف کہنے کاں سکیں
میں بندا عاجز ہوں تم دارو کرو درماں ستی

بیماری کے اسی احساس کی بنا پر وہ بار بار اپنی درازی عمر کی دعا کیا کرتا تھا اس کا کلیات اس قسم کی دعاؤں سے بھرا پڑا ہے۔ اس نے اپنی متعدد نظموں کے آخری شعر صحت و عمر ہی کی دعا کے لئے وقف کر دیے ہیں۔ یہاں نمونے کے طور پر صرف چند شعر درج کئے جاتے ہیں ؎

سدا توں راج کر قطبا انند کا ساج کر قطبا
نبیؐ کا کاج کر قطبا کہ تج بخشا نہارے ہیں

نبیؐ کی دعا تیے قیامت تلک تم
گنا دو نبی کے سو مولود لاکھاں

صدقے نبیؐ کے قطبا جم جم خوشی انند سوں
لک سال اچھ کہ اس تیے ہے عیش شمع روشن

صدقے نبی کے سور چندر تارا اچھے گگن — پت بیت سوں قطب کرو سو لاکھ سال عید

نبی صدقے قطب لک برس جی توں — کہ نج تھے پاوے نت جیو دان بکرید

سدا جگ میں جیو شہ کر سکل حوراں کیاں سجدہ — ملک آمین کہہ کہہ سب دعا سوں ہت اچائیں

قطب شہ کوں میا کر دیا سوں بخشن دایم — حیات ہور بخت و دولت سوں خضر نتے جلائیں

اباداں کر ملک میرا سو توں — بسا سو توں دے میراں یا سمیع

محمد قطب شہ ہور اس پری کوں — خدا یا رکھ جداں لگ ہیں ستارے

صدقے نبی اعلیٰ محل میں قطب شہ جم جم اچھو — جب لگ اچھے اسمان پر، چند سور زہرہ مشتری

ان متفرق اشعار کے علاوہ ایک مکمل نظم درازی عمر کے لئے دعا کے طور پر لکھی گئی ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

سبحان کے بھومان سوں جیو تمہیں راجے سدا — جم جم جیو و پت مت سوں آنند خوشیاں تھے سدا

وفات

آخر وہ روز آ ہی گیا جس کو دور سے دور تر رکھنے کے لئے محمد قلی قطب شاہ دعائیں مانگا کرتا تھا۔ کثرتِ شراب نوشی کی وجہ سے اس کے جسم کو گھن سا لگ گیا تھا۔ آخرکار ماہ رمضان ۱۰۲۰ھ میں وہ بیمار پڑا۔ اور ڈھائی مہینے[1] تک بخار کا سلسلہ جاری رہا۔ روز بروز اس میں شدت ہوتی گئی[2]۔ بادشاہ کی علالت اور نزاکت مزاج کا حال سن کر اس کے میر جملہ

---

[1] محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۷۶۹۔

[2] "از سموم حرارتِ تن بر بستر ناتوانی نہاد" تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱

مرزا محمد امین نے میدان جنگ کا خیال ترک کر کے حیدرآباد کا رخ کیا۔ لیکن محمد قلی تو دنیا ہی کو ترک کر رہا تھا۔ آخری دو روز میں اس کے مرض نے ایسی شدت اختیار کر لی کہ حد درجہ ضعف ہو گیا[1] اور پھر وہ سنبھل نہ سکا۔ غرض ہفتہ کی صبح میں بتاریخ ۱۷ ذیقعدہ سنہ ۱۰۲۰ء اس کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو گئیں اور وہ صرف ۴۸ سال کی عمر میں دنیا اور اس کی عشرتوں اور کامرانیوں کو اپنا سوگوار چھوڑ گیا۔ تمام ملک اس جواں مرگ بادشاہ کا ماتم کرنے لگا کہ ؎

دریغ آں شہنشاہ ہندوستاں ‏ ‏ ‏ ‏ جم تاج بخش و ممالک ستاں
دریغ آں کہ دیگر نہ بیند سپہر ‏ ‏ ‏ ‏ نظیرش در آئینۂ ماہ و مہر (حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰)

قطعات تاریخی | ماثر دکن میں اس کی وفات کی حسب ذیل تاریخ لکھی ہے۔

محمد رفت چوں از دار فانی ‏ ‏ ‏ ‏ وصال آں شہ دیں سال فیاض
ز قطب فضل و فضل عام جستم ‏ ‏ ‏ ‏ دگر بارہ ز عالی جاہ فیاض[2]

قدیم تاریخوں میں یہ قطعۂ تاریخ درج ہے اور اس میں محمد قلی کے تخلص معانی کی بھی رعایت رکھی گئی ہے ؎

ماہِ تمام ملک بزیر نقاب شد ‏ ‏ ‏ ‏ آب حیات خلق دریغا سراب شد
سروِ زبونستانِ معانی فرو شکست ‏ ‏ ‏ ‏ برجِ ز آسمانِ مکارم خراب شد[3]

---

[1] "دو عرصہ دو روز مرض آنچناں قوی گشت کہ مزاج مبارک بضعف کلی گرائید" حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰
[2] ماثر دکن صفحہ ۹۱ ‏ ‏ [3] تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱ و محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۸۴۹ ۔

علی ابن طیفور نے محمد قلی کی تاریخ وفات اس طرح نکالی تھی ؎

سال تاریخ فوت او جستم — گفت رضواں کہ بادشاہ بہشت[1]

عمر انتقال کے وقت محمد قلی قطب شاہ کی عمر صرف بیتالیس سال دو مہینے کی تھی۔ لیکن تعجب کا مقام ہے کہ اکثر تاریخوں میں اس کی عمر انچاس سال بتائی گئی ہے۔[2] وہ ۱۴ ر رمضان ۹۷۳ھ کو پیدا ہوا اور سترہ ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ کو وفات پائی اس طرح ۱۴ ر رمضان ۱۰۲۰ھ کو قمری مہینوں کے حساب سے اس نے بیتالیس سال ختم کئے تھے اور اڑتالیسویں میں قدم رکھا تھا کہ بیمار پڑ گیا۔ شمسی مہینوں یعنی عیسوی یا فصلی سال کے لحاظ سے تو محمد قلی کی عمر وفات کے وقت اور بھی کم قرار پاتی ہے۔ اسی طرح زمانہ حکومت بھی اکثر تاریخوں میں غلط ہے یعنی تینتیس ۳۳ سال آٹھ ماہ اور اس کی قبر کے کتبے پر اکتیس ۳۱ سال لکھا گیا ہے۔ حالانکہ محمد قلی نے صرف بتیس ۳۲ سال چھ ۶ مہینے اور ۲۶ دن حکومت کی۔[3]

---

[1] حدائق السلاطین ورق ۱۱۴ ب

[2] تاریخ قطب شاہی (۲) حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰۔ (۳) تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱۔ (۴) گلزار آصفی ۴۹ (۵) تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ صفحہ ۳۲۲۔ (۶) ماثر دکن صفحہ ۹۱۔

[3] کہا جاتا ہے کہ محمد قلی کو شاہی سراپا اور تاج پہنا کر دفن کیا گیا تھا جس کی بنا پر دفینوں اور خزانوں کے بعض شائقین نے تہہ خانے میں اس کی قبر کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن تعویذ کے نیچے ایسے بڑے بڑے پتھر بھلا دئے گئے ہیں جن کا اپنی جگہ سے حرکت کرنا مشکل ہے۔

محمد قلی کا گنبد

محمد قلی نے شہر حیدر آباد کی سربفلک عمارتوں کے علاوہ اپنے لئے ایک عالیشان گنبد بھی اپنے آباو اجداد کے گنبدوں کے قریب بنوالیا تھا۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ جس طرح وہ اپنے خاندان میں سب سے بڑھ کر عظیم المرتبت حکمران تھا اسی طرح اس کا گنبد بھی مقابر سلاطین قطب شاہیہ میں سب سے زیادہ عظیم الشان ہے۔ یہ گنبد جس چبوترے پر واقع ہے وہ زمین سے ۱۲ فٹ ۶ انچ بلند ہے۔ اور اس کا ہر ضلع ۲۰۰ فٹ طویل ہے۔ اس چبوترے کے اوپر اور ایک چبوترہ ہے جس کا ہر ضلع ۱۲۶ فٹ ۳ انچ طویل ہے۔ اس اوپر کے چبوترے کے درمیان مقبرہ بنایا گیا ہے جس کے بیرونی حصے کا ہر ضلع ۱۷ فٹ ۲ انچ طویل ہے۔ اس کے ستونوں کی بلندی ۲۲ فٹ ہے۔ مآثر دکن میں صفحہ ۹۱ پر اس کی پوری تفصیل درج ہے۔ گنبد میں داخل ہونے کے لئے جنوب و مشرق دونوں طرف دو دروازے ہیں۔ بادشاہ کی اصلی قبر نیچے تہہ خانے میں ہے جہاں تک پہنچنے کے لئے اوپر اور نیچے دونوں طرف سے راستے ہیں۔ دوسرے قطب شاہی بادشاہوں کے تہہ خانے بند ہیں۔ گنبد میں اوپر جو تعویز سنگ سیاہ کا مصفیٰ بنا ہوا ہے اس پر کلمہ، آیت الکرسی، اور درود شریف کے علاوہ حسب ذیل عبارت کندہ ہے:۔

"اعلیحضرت جنت مکانی عرش آشیانی محمد قلی قطب شاہ بن ابراہیم قطب شاہ انار اللہ برہانہما۔
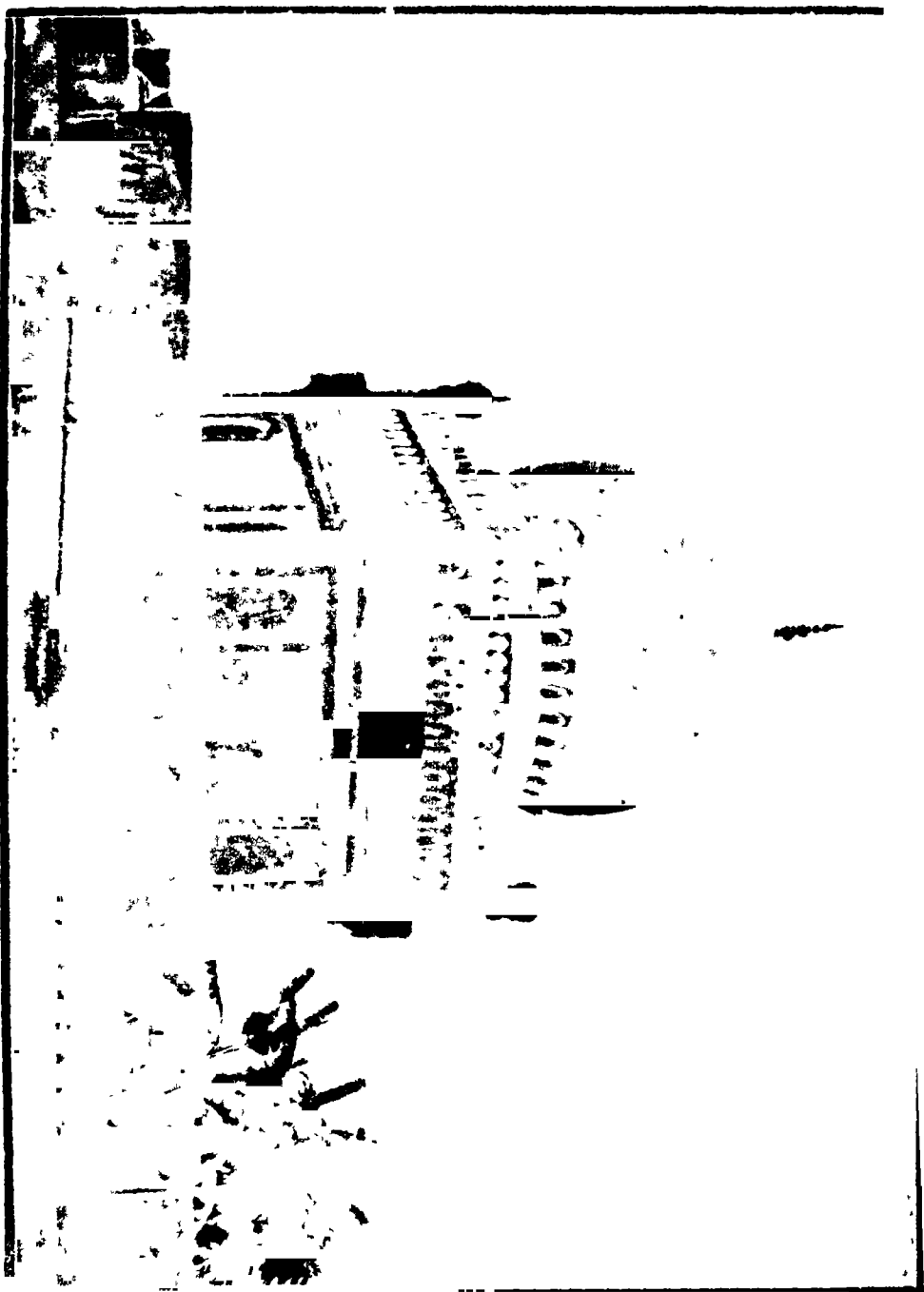
گنبد سلطان محمد قلی قطب شاہ

بتاریخ روز شنبہ ہفدہم ماہ ذالقعدۃ الحرام ۱۰۲۰ عشرین و الف ہجری بجرت حق واصل شد۔

سن شریفش چہل و نہ سال و مدت سلطنش سی و یک سال رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ کاملۃ۔"

یہ کتبہ محمد قلی کے جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے لکھوایا ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ اس میں محمد قلی قطب شاہ کی عمر اور مدت سلطنت دونوں تاریخی نقطۂ نظر سے غلط ہیں کیونکہ ابراہیم قطب شاہ نے ۲۱ ربیع الثانی ۹۸۸ھ میں انتقال کیا اور محمد قلی تخت نشین ہوا۔ اس طرح ۱۷ ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ تک بتیس ۳۲ سال چھ ۶ مہینے چھبیس ۲۶ دن ہوتے ہیں۔

محمد قلی کا گنبد اس قدر بلند ہے کہ دور دور سے نظر آتا ہے۔ اس کا چبوترہ نہایت وسیع اور پر فضا ہے۔ اور دوسرے گنبدوں کی طرح چاروں طرف سے مقبروں اور درختوں سے گھرا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ مشرق کی طرف تو اس سے ملحق کئی فرلانگ تک مسطح میدان واقع ہے جس کی وجہ سے یہ چبوترہ ایک عام تفریح گاہ بن گیا ہے۔ اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ سیر و تفریح کرنے والوں کی ٹولیاں وہاں نہ جمع ہوتی ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ محمد قلی کے گنبد پر مقبروں جیسی اداسی یا بھیانک پن نظر ہی نہیں آتا۔

کہا جاتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے قلعہ گولکنڈہ پر حملہ کیا تو اس گنبد پر بھی توپیں

چڑھادی تھیں کیونکہ کافی بلند اور وسیع ہونے کی وجہ سے یہ ایک اچھے مورچہ کا کام دے سکتا تھا
اس گنبد کی توپوں کے گولے جب قلعہ میں پہنچنے لگے تو اہل قلعہ نے بھی ان کا جواب دیا مگر جب
محمد قلی کے آخری نام لیوا ابوالحسن تاناشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے گنبد کو نشانہ بنانے
سے منع کر دیا اور کہا کہ ہم جن کی سلطنت کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کے گنبد کو کیونکر
مسمار کر سکتے ہیں۔ یہ روایت صحیح ہو یا نہ ہو اتنا ضرور ہے کہ گنبد محمد قلی کے اس پہلو پر جو قلعہ
گولکنڈہ کے مقابل ہے شکست وریخت کے چند نشانات اب تک پائے جاتے ہیں۔

جب تک قطب شاہی سلطنت باقی رہی محمد قلی کا عرس دھوم دھام سے ہوتا رہا۔ اس کی
قبر کے اطراف روزانہ متعدد حفاظ تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے تھے۔ قبر پر اطلسی چادر
اور پھول چڑھائے جاتے تھے۔ زربفت کا شاہی شامیانہ طلائی ڈنڈوں پر تانا جاتا تھا۔
روشنی کا ایک عالیشان جھاڑ درمیان میں اور اس کے اطراف کئی چراغ دن رات روشن
رہتے۔ بادشاہ کی کتابیں رحلوں پر رکھی رہتیں جن میں سے اکثر قرآن اور تفسیر اور دیگر مذہبی
موضوعوں سے متعلق تھیں۔ گنبد میں چاروں طرف قیمتی قالینوں کا فرش ہوتا۔ اور اوپر کلس پر
زریں ہلال لگا ہوا تھا جو بادشاہ کے گنبد کی علامت تھی[1]۔

---

[1] گولکنڈہ کے شاہی مقبروں کے تفصیلی حالات مشہور فرانسیسی سیاح موسیو تھیونو نے اپنے سفرنامے میں
لکھے ہیں۔ یہ سیاح محمد قلی کی وفات کے پچپن سال بعد حیدرآباد آیا تھا۔ اس سفرنامہ کا ترجمہ سلسلہ آصفیہ
کی جلد دوم کے طور پر شمس العلما سید علی بلگرامی کی نگرانی میں کیا گیا اور ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا تھا۔

اگرچہ یہ رونق اور اہتمام اب باقی نہیں رہا لیکن گولکنڈہ کے اطراف واکناف کے گاؤں کے اکثر لوگ زیادہ تر عورتیں، ہر سال خاص خاص دنوں میں محمد قلی قطب شاہ کے مقبرے کی زیارت کو جوق در جوق آتے ہیں۔ اور ملیدہ اور جلیبیاں اپنے ساتھ لاکر یہاں فاتحہ دلواتے اور تقسیم کرتے ہیں۔ اس طرح تلنگانہ کے اس مشہور ہیرو، بھاگ متی کے سچے عاشق، اور دکن کے بین قومی تمدن کے بانی کی یاد اب تک تلنگانہ کے غریبوں کے دل میں باقی ہے۔

محمد قلی کی نیکیاں

دنیا کا یہ عجیب دستور ہے کہ کسی کی وفات کے تذکرے کے ساتھ ہی اس کی خوبیاں یاد آجاتی ہیں۔ محمد قلی قطب شاہ کے بیان کے خاتمے پر بھی تمام مورخوں نے اس کی نیکیوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور چونکہ ان میں سے بعض کا ذکر ہمارے گزشتہ عنوانات کے تحت نہ آسکا تھا اس لیے ہم بھی یہاں قدیم مورخوں کی تقلید پر مجبور ہیں۔

محمد قلی کی سب سے اہم نیکی اس کی فیاضی اور داد و دہش تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ رقم عمارتوں کی تعمیر میں صرف کی۔ چنانچہ ناظر الملک میر ابوطالب جو اس کے دربار کا خاص انجنیر تھا محمد قلی قطب شاہ کی عمارتوں کے اخراجات ستر لاکھ ہون بتاتا ہے جو عہد حاضر کے تقریباً پانچ کروڑ روپیوں کے برابر ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ کی ان تعمیری دلچسپیوں کی وجہ سے رعایا کا وہ طبقہ کتنا خوش حال نہ ہو گیا ہو گا جو مزدور پیشہ تھا۔

ہر سال محرم میں محمد قلی قطب شاہ لنگر ائمہ اثنا عشر کے سلسلے میں ساٹھ ہزار ہون خرچ کرتا تھا۔

یہ کثیر رقم مجاوروں اور خادموں کے وظائف اور ایام عاشورہ کے پکوان میں صرف ہوتی تھی۔ ہزارہا غریب اور مفلس لوگ محرم میں خوشحال ہو جاتے اور سال بھر کی مصیبتوں اور تکلیفوں کو بھول جاتے تھے۔ اس طرح اس نے اپنے دورِ حکومت میں صرف محرم کے لنگر میں ایک کروڑ چونتیس لاکھ چالیس ہزار روپے صرف کئے۔ مذکورہ رقم کے علاوہ ایام عاشورہ کے ختم پر مستحقوں اور مسکینوں میں زرِ عاشوری کے نام سے ہر سال بارہ ہزار ہون تقسیم کر دیے جاتے تھے۔ گویا محمد قلی نے زرِ عاشوری کے طور پر چھبیس لاکھ اٹھائیس ہزار روپے غریبوں اور مستحقوں کو عنایت کیے۔

تعمیر و محرم کے اخراجات کے علاوہ ہر سال ایک لاکھ ہون عید میلاد النبی کے جشن میں بارہ روز کے اندر صرف ہوتے تھے۔ اس عید کے اہتمام اور شان و شوکت کا بیان گزر چکا ہے۔ محمد قلی نے اپنے عہدِ حکومت میں عید میلاد النبی کے انعامات، طعام اور خوشبو وغیرہ کے سلسلے میں مبلغ دو کروڑ چوبیس لاکھ روپے خرچ کئے۔ اور اس کے علاوہ اتنی ہی رقم خیرات اور صدقے کے طور پر مسکینوں اور مستحقوں کو عنایت کی جاتی تھی۔

اس طرح گیارہ کروڑ روپے کا حساب تو تاریخوں میں صاف طور پر درج ہے۔ اس رقم کے علاوہ محمد قلی نے موقع بموقع جو انعامات عطا کئے یا خیرات دی اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ معلوم ہے کہ وہ مقاماتِ مقدسہ (مثلاً مکہ، مدینہ، نجف، کربلا، مشہد اور دیگر شہروں) کے غربا اور مجاوروں کے لئے التزام کے ساتھ ہر سال کپڑے اور نقد روپیہ روانہ کیا کرتا تھا۔

خود شہر حیدرآباد میں کوئی حاجتمند ایسا نہ تھا جو محمد قلی کی بارگاہ میں بے نیل و مرام واپس ہوتا۔ رعایا میں جس کسی کے یہاں شادی اور ختنہ کی تقریب منائی جاتی اگر وہ بادشاہ کو اس کی اطلاع کراتا تو فوراً انعام و اکرام سے سرفراز ہوتا۔ بیرون مملکت سے جو لوگ حیدرآباد آتے ان کو وطن واپس جانے کے لئے کافی رقمیں دی جاتیں اور حسب حیثیت خلعت سے سرفراز کیا جاتا۔

محمد قلی کے عہد میں محصول اجناس کے طور پر ۵ لاکھ ہون یعنی چودہ لاکھ روپے سالانہ وصول ہوا کرتا تھا اور برہمن اس رقم کی وصولی میں رعایا کے ساتھ بڑی سختی سے پیش آتے تھے اس لئے تخت نشینی کے بعد چند ہی سال کے اندر محمد قلی نے یہ محصول معاف کر دیا اور رعایا برہمنوں کے ظلم و ستم سے محفوظ ہو گئی۔ اس طرح محمد قلی کی دریا دلی اور رعایا پروری نے حکومت کو تقریباً چار کروڑ روپے کی آمدنی سے محروم کر دیا۔

ایک اور خصوصیت یہ بیان کی جاتی ہے کہ محمد قلی نے اپنی تمام زندگی میں کسی کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ اور اگر کبھی کوئی ایسا مقدمہ پیش بھی ہوا تو اس کو دارالقضا کے سپرد کر دیا تاکہ احکام شرع کے موافق وہاں سے تصفیہ کر دیا جائے۔

محمد قلی کے دسترخوان کی بھی بڑی شہرت تھی اور کہا جاتا ہے کہ ہر وقت ایک ہزار آدمی اس کے دسترخوان پر موجود ہوتے اور کسی کو روک ٹوک نہ تھی۔ چنانچہ اکثر مسافر اور سیاح اس شاہی دسترخوان سے فیض یاب ہوتے تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے قلب و دماغ کی غیر معمولی خوبیوں کی وجہ سے تاریخ عالم میں اپنے لئے ایک خاص جگہ پیدا کر لی ہے۔

کلیاتِ اُردو

محمد قلی قطب شاہ اپنے بعد جو عظیم الشان یادگاریں چھوڑ گیا ان میں سب سے زیادہ اہم اور پائیدار اس کا اردو کلام ہے۔ اس کی بنائی ہوئی پتھر چونے اور اینٹ کی اکثر عمارتیں صفحۂ ہستی سے نابود ہو گئیں۔ صرف حیدر آباد کا چار مینار، جلوخانۂ عالی کی چار کمانیں، بادشاہی عاشور خانہ، دار الشفا اور محمد قلی کا گنبد دستبرد ایام سے بچ گئے۔ لیکن نہ معلوم ان کی عمر بھی اب کتنی رہ گئی ہے۔ اس کا صرف ایک ہی کارنامہ ایسا ہے جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا اور ہر جگہ کے اہل علم اس سے مستفید ہو سکیں گے اور وہ اس کا کلیات ہے۔

یہ گنجینۂ ادب بھی عرصہ تک علم و فضل کے خاص خاص خزانوں ہی میں محفوظ رہا لیکن یہ ایسی چیز نہ تھی کہ ہمیشہ چھپی رہتی۔ اردو ادب کی متوالی آنکھیں ہر وقت اس کی تلاش میں رہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ جس کو یہ متاع بیش بہا ہاتھ لگی اس نے اس کو ایسا عزیز رکھا کہ دوسروں کی پرچھائیاں بھی پڑنے نہ دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ کلیات عوام کی نظروں سے اتنا اوجھل ہو گیا کہ ہر شخص اس کے متعلق عجیب عجیب قیاس آرائی کرنے لگا۔ کسی نے اس کو

برج بھاشا زبان کا کلام قرار دیا اور کوئی اس کو محمد قلی کے سوا کسی اور شاعر معانی کا کلام سمجھتا رہا حالانکہ وہ ٹھیٹ اردو کلام ہے اور خود محمد قلی قطب شاہ کا نتیجۂ قلم۔ کیونکہ قطب کے علاوہ محمد قلی کے کئی اور تخلص بھی تھے جن میں معانی سب سے زیادہ اس نے استعمال کیا ہے۔

محمد قلی کا اردو کلام اس کی زندگی میں اور اس کے بعد بھی ہمیشہ مقبول رہا۔ لوگوں کو اس کی نظمیں زبانی یاد تھیں اور اب بھی دیہاتی عورتیں مختلف تقریبوں میں اس کے اشعار گاتی ہیں اس کے علاوہ اس کے کلیات کی کئی نقلیں بھی کی گئی تھیں جو بعد کو ہندوستان کے

کلیات کے نسخے

مختلف حصوں میں منتشر ہو گئیں چنانچہ اس وقت تک کلیاتِ محمد قلی کے آٹھ نسخوں کا پتہ چل سکا ہے۔

۱۔ نسخہ کتب خانۂ شاہانِ اودھ لکھنو

۲۔ " " ٹیپو سلطان میسور

۳۔ " " ایشیاٹک سوسائٹی بنگال

۴۔ " " آصفیہ حیدرآباد

۵۔ " " نواب سالار جنگ بہادر حیدرآباد

۶۔ " " " " " " "

۷۔ ایک قدیم نسخے کے مختلف اوراق " "

۸۔ نسخۂ کتب خانہ آقا حیدر حسن صاحب

ان میں سے موخرالذکر چار نسخے مصنف کے زیرِ استعمال رہے ہیں۔ ان آٹھوں نسخوں کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ نسخہ کتب خانہ شاہانِ اودھ

اس کتب خانہ کی فہرست اسپرنگر نے مرتب کی تھی جو ۱۸۵۲ء میں شایع ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہان اودھ کو جو نسخہ دستیاب ہوا تھا وہ جملہ تیرا سو آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔ جس میں فی صفحہ ۱۴ سطریں تھیں۔ اور جس کی ترتیب حسب ذیل تھی۔

۱۔ مثنویاں ۳۳۶ صفحات۔ فی صفحہ ۱۴ بیتیں۔ جملہ چار ہزار چھ سو چوالیس بیتیں۔

آغاز صفت کوں دکھوں اس یکتائے سبحان کا   کہ ناطق آپے جن ہے قرآن کا
خود جو

۲۔ قصیدے۔ ترجیع بند اور مرثیئے۔ ۔۔۱ صفحات

آغاز ع   جو بسم اللہ کر مطلع کہیا ہے ذات اس یکتا

۳۔ غزلیں ۸۶۰ صفحات

۴۔ رباعیاں ۱۲ صفحات

آغاز ع   دلا منگ خدا کن کہ خدا کام دوے گا۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلیات نامکمل تھا۔ کیونکہ

۱۔ اس میں زیادہ سے زیادہ ۸۳۱۲ اشعر ہوں گے بشرطیکہ فی سطر ایک شعر درج ہو۔ حالانکہ سلطان محمد قلی قطب شاہ مرتب کلیاتِ محمد قلی نے پچاس ہزار شعر جمع کئے تھے۔

ب۔ کتب خانۂ آصفیہ میں جو دیوان موجود تھا وہ اٹھارہ سو صفحات پر مشتمل تھا۔

۲۔ نسخہ کتب خانہ ٹیپو سلطان

اس کتب خانہ کی فہرست اسٹوارٹ نے مرتب کی تھی۔ یہ نسخہ زوال ٹیپو سلطان کے بعد انڈیا آفس کو منتقل کر دیا گیا۔ اس کے متعلق گارساں دتاسی نے اپنی تاریخ زبان و ادب ہندوستانی و ہندوی" جلد اول صفحہ ۳۹۰ مطبوعہ ۱۸۷۰ء) میں لکھا ہے کہ یہ ایک ضخیم خوبصورت جلد ہے جو سلطان محمد قطب شاہ کے لیے ۱۰۲۴ھ میں لکھی گئی ہے اس کی ترتیب حسب ذیل ہے

۳۳۶ صفحات مثنویوں کے (۱۴ ابیات فی صفحہ)

۱۰۰ صفحات قصیدوں، ترجیع بندوں، اور مرثیوں کے

۸۶۰ صفحات غزلوں کے

۱۲ صفحات رباعیوں کے

معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو سلطان کا نسخہ اور شاہان اودھ کا نسخہ دونوں بالکل ایک دوسرے کی نقل تھے۔ اور یہ ممکن ہے کہ خود سلطان محمد نے ۱۰۲۲ھ تک جو کچھ کلام جمع کیا تھا اس کے کئی نسخے نقل کرائے تھے تاکہ اپنے چچا کا کلام تلف نہ ہونے پائے۔ لیکن ان نسخوں کی ترتیب کے بعد

عکس تحریر سلطان محمد قطب شاہ بر دیوان محمد قلی وغیرہ
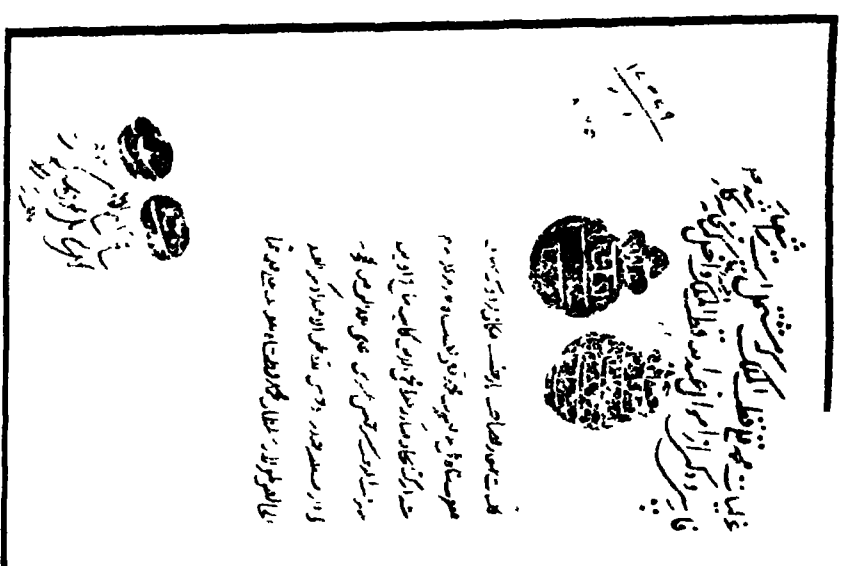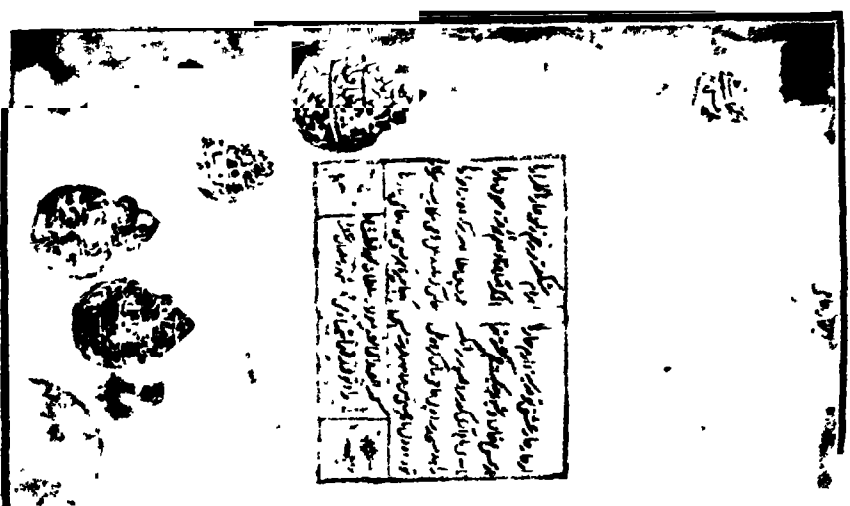
وہ خاموش نہ رہا بلکہ اور کلام جمع کرتا رہا یہاں تک کہ ۱۰۲۵ھ میں ایک مکمل کلیات جمع کر کے اپنے خطبہ کے ساتھ مرتب کر لیا جس کا ذکر آگے آئے گا۔

۳۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا نسخہ

اس نسخے کا ذکر اسپرنگر کے کٹلاگ مذکورۂ بالا میں ملتا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ ایشیاٹک سوسائٹی میں اس کلیات کا نمبر ۲۱ ہے اور یہ نہایت عالیشان نسخہ ہے جو مصنف کے جانشین کے لئے ۱۰۲۲ھ میں لکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی تفصیل نہیں لکھی۔

ممکن ہے کہ یہ نسخہ بھی متذکرۂ بالا تین نسخوں کے مطابق ہو۔ افسوس ہے کہ اس کے متعلق اور کوئی علم نہ ہو سکا۔

۴۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد

اس نسخہ پر مولوی عبدالحق صاحب نے ایک تفصیلی مضمون رسالہ اردو بابت ۱۹۲۲ء میں لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اٹھارہ سو صفحوں پر مشتمل تھا اور اس پر خود سلطان محمد قطب شاہ کے دستخط تھے۔ یہی نسخہ اس وقت مکمل ترین سمجھا جا سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ اب کتب خانہ آصفیہ میں موجود نہیں ہے۔ اس کے متعلق مولوی عبدالحق صاحب کی تحریر سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں :۔

"یہ کلیات ایک نہایت قابل قدر اور نادر نسخہ ہے۔ بڑی تقطیع اور اعلیٰ درجہ کے قدیم کاغذ پر

بخط نسخ بہت خوشخط لکھا ہوا ہے۔ کتاب بہت ضخیم ہے۔ تقریباً اٹھارہ سو صفحے ہوں گے۔ اسے محمد قلی قطب شاہ کے جانشین اور بھتیجے محمد قطب شاہ نے بڑے اہتمام اور خلوص سے ترتیب دیا ہے۔ یہ نسخہ شاہی کتب خانہ کا ہے اور سرورق پر خود محمد قطب شاہ کے قلم کی لکھی ہوئی تحریر ہے......... ورق کے سرے پر جو عبارت لکھی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خاص کتب خانۂ شاہی کا ہے ان دو عبارتوں کے درمیان محمد قطب شاہ کی مہر ہے۔ مہر کی تحریر پڑھنا ذرا مشکل ہے......... کتابت کا سنہ خود قطب شاہ نے اپنی تحریر میں ۱۰۲۵ھ بتایا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے حیدرآباد فتح کیا تو شاہی کتب خانے سے بعض کتابیں دوسرے مال غنیمت کے ساتھ دلی چلی گئیں اور وہاں کے شاہی کتب خانہ میں داخل ہو گئیں۔ اور جب دلی پر آفت آئی اور وہاں کا کتب خانہ برباد و غارت ہوا تو یہ کتاب پھرتے پھراتے کلکتہ پہنچی اور کلکتہ سے آخر پھر اپنے اصل مقام یعنی حیدرآباد پہنچ گئی.........

کلیات کے شروع میں سلطان محمد قلی قطب شاہ کے بھتیجے اور جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے ایک منظوم دیباچہ لکھا۔ اس دیباچہ میں اول اس نے یہ بتایا ہے کہ ان نظموں کو کس ترتیب سے درج کیا گیا ہے یعنی اول مثنویاں پھر قصیدے اسکے بعد ترجیع بند ترجیع بند کے بعد فارسی مرثیے اس کے بعد دکنی مرثیے دکنی مثنوی کے بعد فارسی غزلیں فارسی غزلوں کے بعد دکنی غزلیں اور سب سے آخر میں رباعیات"

رسالۂ اردو بابتہ ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۲ء

لوح کلیات محمد قلی قطب شاہ

۵۔ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر

اس کتب خانے میں جو نسخے ہیں ان میں پہلا نہایت قدیم اور شاہی مصور و مطلا نسخہ ہے اور خود سلطان محمد قلی قطب شاہ کی زندگی میں غالباً اسی کے حکم سے لکھا گیا تھا۔ اس کے سرلوح پر لکھا ہے:۔

دیوان اعلحضرت سلیمانی خلد اللہ ملکہٗ

اس کے علاوہ جگہ جگہ لکھا ہے:۔

ولہٗ ایضاً مد ظلہ العالی

اس لحاظ سے یہ نسخہ دوسرے تمام نسخوں سے زیادہ قدیم، معتبر اور اہم ہے۔ لیکن یہ بھی مکمل نہیں ہے۔ چند ردیفیں اس میں شامل نہیں ہیں اور جلد بندی کے وقت اس کے صفحوں کو آگے پیچھے کرکے بغیر کسی ترتیب کے جلد بنادی گئی ہے۔ چونکہ صفحوں پر نمبروں کا اندراج نہ تھا اس لئے بے ترتیبی پیدا ہوگئی زیادہ افسوس اس امر کا ہے کہ سلسلہ کے بعض صفحات کا پتہ نہیں چلتا معلوم ہوتا ہے کہ درمیان سے تقریباً ہر ردیف کے چند ورق جلد بندی کے وقت چھوٹ گئے۔

اس دیوان میں سلطان محمد قلی نے اکثر جگہ معانی اور صرف چند جگہ قطب یا قطب شہ وغیرہ تخلص استعمال کیا ہے۔ چونکہ معانی تخلص سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ شائد دوسرا شاعر ہو اس لئے یہاں یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ معانی اور قطب ایک ہی شاعر کا تخلص تھا۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ابتدائی تخلص معانی تھا۔ بعد کو اس نے قطب یا قطب شہ تخلص کو ترجیح دی۔ س لئے اس زیر نظر دیوان کی ترتیب کے بعد جو دیوان مرتب ہوئے ان میں ہر جگہ معانی کو نکال کر قطب شہ لکھ دیا گیا ہے۔ اس تبدیلی اور اس کی نوعیت کی بحث اس کتب خانہ کے دوسرے دیوان کے سلسلے میں پیش نظر ہوگی۔

معانی ایک بادشاہی کا تخلص تھا اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اکثر جگہ اس تخلص کے ساتھ بادشاہت اور لوازم شاہی کا ذکر کرتا ہے مثلاً ذیل کے شعر ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ جم عیش سوں کر راج سکل جگ میں معانی — کیتا ہے ترے دشمناں کا کام خدا تلخ

۲۔ پیوستہ باد باتو معانی عروس عیش — قلقل کی صوت بجتی ہے مجلس شہانہ کر

۳۔ اے معانی تیرے رازاں نہے ہوئے آگاہ سب — تاج تو رکھ سر اپر او ہے اماماں کا نشاں

۴۔ ہزار شکر الٰہی کا کرتا ہوں ہر دم — دمامے فتح کے بجتے معانی شاہ نشاں

۵۔ کہیا تمھاری پیوا معانی کی دولت ہے — کہئے کہ تم بھی پیوا برابر شہا کرو

۶۔ فلک قلاب سوں باندھیا ہے بیڑی — معانی نو دسے شاہ یگانہ

معانی نے بعض جگہ اپنے نام محمد قلی کی طرف بھی اپنے مقطعوں میں اشارہ کر دیا ہے مثلاً ذیل کے مقطعے ملاحظہ ہوں۔ (واضح ہو کہ محمد قلی کے لفظی معنی غلام محمد کے ہوتے ہیں)

۱۔ تم معانی کے گناہاں کا غم کرتے ہیں کیوں — میں محمد نانوں تھے دو توں جہاں بیانے جگیا

۲۔ معانی تج کوں محمد غلامی ہے شاہی — توں غم نہ کر کہ مناجات میں نجات سریع

۳۔ معانی شکر خدا کر نہ کر توں غم ہر گز — نبیؐ کے نانو تھے آتا تجھے خوشی کا سراغ

۴۔ یے سرفرازی بس ہے دو جگ منے معانی — منج سیس پر لکھا ہے اسم محمد اللہ

۵۔ تج تخلص ہے معانی معنی کے گنج سوں بھریا — تو محمدؐ میم تھے پایا دو عالم کا سر پر

معانی نے اپنے قصیدوں میں جہاں کافی وضاحت کی گنجائش ہوتی ہے، اپنی بادشاہت اپنے نام اور اپنے تخلص کو مختلف شعروں میں واضح کر دیا ہے۔ مثلاً عید قرباں کے قصیدے کے حسب ذیل تین شعر قابل ذکر ہیں:۔

تج محمد ناؤں تھے سہتا ہے تاج احمدی — دو بزرگی دیکھ پگ پڑتا ہے خاقاں عید کا

بخت و دولت تخت چو پھر چوک جوڑ ہے سدا — اس خوشی سے رات دن گر چہ سوا ویں عید کا

اس قصیدے پر معانی عید جم قربان ہے — نیں کیا ہے آج لگ یوں کوئی درافشاں عید کا

اسی طرح ایک اور قصیدے کے حسب ذیل شعر بھی قابل مطالعہ ہیں جن میں پہلے قطب شہ کا تخلص استعمال کرتا ہے اور آخر یعنی مقطع میں معانی کا:۔

نظر ہے مصطفیٰ ہور مرتضیٰ کا قطب شہ اوپر — کہ دشمن کی پشانی پر لکھے حرف پشیمانی

انوں کے دشمناں اوپر ازل سے لعن واجب ہے — اگر ہوئے سمرقندی، بخارائی و ملتانی

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشیا ہے توں تج کوں — معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

اب چند ایسے شعر پیش کئے جاتے ہیں جن میں محمد قلی نے اپنے نام یا لفظ قطب کے ساتھ لفظ معانی کی قریب ترین شکلیں استعمال کی ہیں مثلاً:۔

اب مجھے گا قطب معنی حال کیوں — قبلہ کوں اس کام میں میخانہ کیتا

ہر مکس میں مست ہر یک دعا ہے — قطب معنا مست از روز الست

مج محمد ناؤں ہے معنی سو بولیا راستی — او خوش یا نا خوش ہے نام آفتاب

آخر میں ہم ایسے مقطعے پیش کر دیتے ہیں جن میں معانی اور قطب دونوں تخلص ساتھ ساتھ استعمال کئے گئے ہیں مثلاً:۔

اے قطب معانی کہ ترا قطب خطاب ہے — کر شکر خدا پر کہ قرار ہے سو ستارا

فلک سارے سکل تارے اپن رغبت سوں داس میں — سدا قطب سعادت کا معانی نج دیا ہے اب

سب دہر نہ کہہ تو قطب معانی کہ عاشق ہوں — اپے حال نیر الطور سوں فریاد کر نہ ہے

اماماں کی دعا ورد ہے دعا کا کوٹ چو گرد ہے — معانی قطب تجہ برد ہے علی کا حب حصاری ہے

قطب ناں معانی بس کر بڑی کی کہانی — شیطان کی ہے نانی آپس کوں آپ جالی

معانی قطب تجہ کس دہر نہ کہہ رمز نہاں ہوکا — کہ ہے جو سر مجلس کا سو پھلا حور دستاب

اس تمام بحث کے بعد اب کسی شبہ کی گنجایش باقی نہیں رہتی کہ معانی محمد قلی قطب شاہ ہی کا تخلص تھا اور یہ دیوان محمد قلی کا ابتدائی دیوان ہے۔

اس دیوان میں زیادہ تر غزلیں اور مختصر قصیدے درج ہیں جو غزلوں کی شکل میں ردیف وار درج ہیں۔ مثنویاں، ترجیع بند مرثیے اس میں شامل نہیں۔ یہ اصل میں دیوان ہے۔ کلیات نہیں ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ کلیات بادشاہ کی زندگی میں مرتب نہ ہوا ہو

چونکہ یہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کا قدیم ترین دیوان ہے اور خود مصنف کی زندگی میں لکھا گیا ہے اس لئے ہم نے اس کو کلیات کے مقدمے میں یا خود کلیات میں نسخۂ قدیم یا حرف ق سے ظاہر کیا ہے اس میں ۲۴۹ غزلیں، قصیدے اور قطعے درج ہیں اور جملہ تعداد اشعار ۱۹۱۸ ہے۔ یہ دیوان مطلا و مذہب اور مصور ہونے کی وجہ سے بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اس دیوان کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر ہم اس کی ردیف وار تفصیل اصل ترتیب کے ساتھ مع قافیہ و ردیف یہاں درج کرتے ہیں۔ (نوٹ صرف پہلے شعر یا مطلع کے قافیے اور ردیفیں درج ہیں)

(۲۹ غزلیں وغیرہ۔ ۲۲۶ اشعار)	پایا ۔ بکایا	آے نا ۔ باسے نا
شاب تاب تھا ۔ آفتاب تھا	آیا ۔ پایا	پائیا ۔ چھائیں
کام دیوے گا ۔ جام دیوے گا	کنعاں غم نکھا ۔ گلستاں غم نکھا	پیارا ۔ ادھارا
پیارا ۔ ہمسارا	جاہی کرن سکتا ۔ شاہی کرن سکتا	تمھارا ۔ ستارا

گگیا ۔ گیا

وپایا ۔ پایا

موتیں پیا ۔ روتیں پیا

دوا ۔ شفا

وفا ۔ جفا

کنارا ۔ ہمارا

خدا دیتا ۔ نوا دیتا

پیالا ۔ والا

سیوا ۔ نیوا

سلطاں عید کا ۔ ساماں عید کا

عید کا ۔ امید کا

آیا ۔ سنایا

جاں عید کا ۔ گلستاں عید کا

بن عید کا ۔ دھن عید کا

خوشی کا ۔ علی کا

چال کیوں؟ ۔ مے خانہ کیتا

(ناقص الاول)

جام لیا ۔ مدام پیا د

صبا ۔ بلا

کرتوں؟ ۔ سہایا (ناقص الاول)

یارجانی کا ۔ راز نہانی کا

تاب تھا ۔ آفتاب تھا

جگت سارا ۔ شر فدارا

یکبارا ۔ تھارا

عالم کا ۔ آدم کا

افسانہ کیتا ۔ دیوانہ کیتا

ب

(۱۰ غزلیں وغیرہ ۔ ۱۷۸ اشعار)

کیا ہے اب ۔ ساقیا ہے اب

آئے طالب ۔ ولائے طالب

زور دستاب ۔ ہور دستاب

جواب ۔ حجاب

بن میں عجب ۔ گلشن میں عجب

آب ۔ شراب

مستجاب ۔ ثواب

نقاب ۔ باب

شراب ۔ کباب

شراب آلوداب ۔ شاب آلوداب

ت

(۱۶ غزلیں وغیرہ ۱۳۵ اشعار)

دولت ۔ بولت

کام دیت ۔ جام دیت

گجن مست پری مست ۔ گلگن مست پری مست

مست ۔ پرست

لیایا لبنت ۔ آیا لبنت

بہشت کنشت

پیست ۔ وست
ست ۔ بدست
ہات ۔ بھلات
صحبت ۔ قدرت
شکایت ۔ حکایت
رات ۔ بات
کھلیابنت ۔ چھڑکیابنت
بات ۔ کھلات

ث

(۸ غزلیں وغیرہ ۔ ۵۶ اشعار)
بتخانہ ہے باعث ۔ میخانہ ہے باعث
کیا حوادث ۔ ہیا حوادث
اچھووارث ۔ سنووارث
حارث ۔ وارث
بے غیاث ۔ لے غیاث

دام بحث ۔ کلاہ بحث
کھولو حدیث ۔ بولو حدیث
کام عبث ۔ دام عبث

ج

(۹ غزلیں وغیرہ ۔ ۶۷ اشعار)
نابوج ۔ نابوج
آج ۔ حاج
آج ۔ تاج
جاناں کا احتیاج ۔ رضواں کا احتیاج
آج ۔ کاج
خیال کج ۔ خال کج
بالاں کج ۔ ہلالاں کج
دکھورنج ۔ نکورنج
رنج ۔ گنج

چ

(۲ غزلیں ۔ ۱۵ اشعر)
کچ ۔ رچ
ناچ ۔ باچ

ح

(۱۰ غزلیں وغیرہ ۵۵ اشعار)
مباح ۔ نجاح
سواصبح ۔ دعاصبح
صبیح ۔ قبیح
بات صریح ۔ مات صریح
صبوح ۔ نصوح
دعائے قدح ۔ برائے قدح
سمن مجروح ۔ تن مجروح
جیاروح ۔ دواروح

خ

(۵ غزلیں وغیرہ ۳۶ اشعار)

روے فرخ ۔ موے فرخ
شاخ ۔ سنگلاخ
ڈلنا گستاخ ۔ ہمنا گستاخ
دہن تلخ ۔ سخن تلخ
نوا تلخ ۔ حیا تلخ

د

(۱۱ غزلیں ۔ ۹۱ اشعار)

انند ۔ بلند
کلہ قند ۔ بند بند
ہلال عید ۔ وصال عید
آیا جیوں نواچند ۔ لگایا جیوں نواچند
سنایا عید کرید ۔ آیا عید کرید
فریاد ۔ آزاد
بنیاد ۔ فریاد
فریاد ۔ داد

فریاد ۔ افتاد
پدید ۔ عید
درد بیورد

ر

(۲۳ غزلیں وغیرہ ۔ ۴۰۱ اشعار)

منور کر ۔ در کر
غدیر ۔ کبیر
یار ۔ دار
یار ۔ دلدار
پرور ۔ سرور
پرکار ۔ یکبار
منور ۔ بھر
امیر ۔ کبیر
نظر ۔ خبر
اپ کمر ۔ زرکمر

سنگاراں کر ۔ دھاراں کر
پیکر ۔ گھر
بار ۔ زار
باہر ۔ ذاکر
غدیر صغیر
نوبہار ۔ اختیار
نظر ۔ قمر
خانہ کر ۔ بہانہ کر
پیک آیا بہار ۔ جیک آیا بہار
ڈر ۔ گھر
نور ۔ سنپور
آرام پر ۔ جام پر
پورکر ۔ دور کر

ز

(۴ غزلیں وغیرہ ۔ ۲۵ اشعار)

جانی ہنوز ۔ پہچانی ہنوز
خیز ۔ گلریز
درباز ۔ نماز
جاوداں ہم عید و ہم نوروز ۔ عیاں ہم
عید و ہم نوروز

س

(٢ غزلیں ۔ ١٦ اشعار)
پاس ۔ الیاس
کہنا ہوس ۔ سننا ہوس

ش

(١ غزل ۔ ١٩ اشعار)
سرکش ۔ ترکش

ص

(١ غزل ۔ ٧ شعر)
خاص ۔ اخلاص

غ

(١ غزل ۔ ٩ شعر)
داغ ۔ باغ

م

(٦ غزلیں وغیرہ ۔ ١٥ شعر)
بھگادو تم ۔ منگادو تم
نام ۔ کام
کام ۔ جام
کرم ۔ علم
نام ۔ صیام
دام ۔ نام

ن

(٢٧ غزلیں وغیرہ ۔ ٢١٤ شعر)
دورتوں ۔ فغفورتوں
آب سوں ۔ شتاب سوں

بتاں ۔ دستاں
مخمورکوں ۔ انورکوں
جاں سو کرتے ہیں ۔ فغاں سو کرتے ہیں
ہندستاں کوں ۔ ناداں کوں
شکرستاں سوں ۔ راساں سوں
سوں روں ۔ گردوں
بے دیں ۔ آبیں
ارغواں ۔ جواں
چمن ۔ یمن
رتن ۔ جتن
کماں ۔ دستاں
نہالاں سوں ۔ جاناں سوں
نین ۔ سمن
خاراچیں ۔ سرشاراچیں
نوراں ستیں ۔ حوراں ستیں

لبایا لسنت کریدیوں ۔ بھایا لسنت کریدیوں
خوشیاں سیتیں ۔ نوراں سیتیں
بھوماں سوں ۔ پرماں سوں
خوشیاں سبھی، اس عید میں
نھاٹیاں سبھی، اس عید میں
پلاتی منج کوں ۔ سہاتی منج کوں
ناداں سوں ۔ نادانا ں سوں
گاویں ۔ بجاویں
عشرت کیتے ہیا ۔ صحبت کیتے ہیں
(۱۰ غزلیں وغیرہ ۔ ۷۰ اشعار)
ادھار سوں ۔ نادار سوں
اپنے میں ۔ جپنے میں

و

(۹ غزلیں وغیرہ ۔ ۱۶۰ اشعار)
پیری عجائب سوں ۔ تیری عجائب سوں
نوجواں کرو ۔ جاں کرو

محبوب دکھو ۔ خوب دکھو
بو ۔ مو
کو ۔ تو
مناؤ ۔ پلاؤ
خوشیاں کرو ۔ مہماں کرو
کجاؤ ۔ بجاؤ
گاؤ ۔ بجاؤ

ہ

(۱۰ غزلیں وغیرہ ۔ ۷۷ اشعار)
چروہ ۔ ہردہ
ناہ ۔ گاہ
ہلہ ۔ پناہ
آگاہ ۔ گمراہ
دلخواہ ۔ سحرگاہ
آشیانہ ۔ خانہ

نگاہ ۔ درگاہ
آیا برس گانٹھ ۔ لیایا برس گانٹھ
آیا برس گانٹھ ۔ پایا برس گانٹھ
آیا برس گانٹھ ۔ سہایا برس گانٹھ

ی

(۶۰ غزلیں وغیرہ ۔ ۴۴۳ اشعار)
نکلے ۔ ۔ ۔ سکلے
بہاری ہے ۔ ساری ہے
کنعاں تھے ۔ بستاں تھے
رانی ۔ مہمانی
میزبانی ۔ شہانی
ہنکتی کھڑی ۔ ہشکتی کھڑی
بھرانی ۔ پھرانی
آئی ۔ پلائی
کھلائی ۔ جھلائی

ملے ۔ کھِلے	بجایادے ۔ سہایادے	جام لی نے ۔ مدام پی نے
لے ۔ رے	کنکھری ۔ گگری	ناشاد کرتہ ہے ۔ بیداد کرتہ ہے
گاتی ہے ۔ سہاتی ہے	ساری ۔ سنگاری	سنگاون جو نا اچھے ۔ انگاون جو نا اچھے
کھڑی ۔ زرزری	باندے ۔ باندے	یار خوش نہ دسے ۔ تجا خوش نہ دسے
آئیا سر نمھے ۔ جھمکائیا سر نمھے	مومناں کا عید ہے ۔ دوستاں کا عید ہے	نیکادے ۔ بیکادے
نین پتلی ۔ یون پتلی	آوے ۔ دکھاوے	گلالی ۔ لالی
گری تمھے ۔ کری تمھے	لیایا ہے ۔ آیا ہے	جھلنے ۔ کھلتے
پری ۔ استری	ہمارے ۔ تمارے	دوری ہے ۔ جبوری ہے
بھیری ۔ گوری	نماری ۔ واری	علم پکڑے ۔ حشم پکڑے
قطب تج سوں مل رہی ہے اے کنول	آتی اہے رے ۔ بھاتی آہے رہے	تیری ۔ دیرتا
بھید ہے ۔ خورشید ہے	دکھاتی جگاتی	بدینے ۔ پڑھتے
پلاتی ہے ۔ دکھاتی ہے	بناتی اہے ۔ لکھاتی اہے	نگاری لگی دے ۔ سنگاری لگی دے
ساجے ۔ باجے	بھاوے ۔ جاوے	خاقانی مجھے ۔ سلطانی مجھے
کھول ساجے ۔ مدن کے باج	شوانی ۔ نہانی	مدعا ہے ۔ روا ہے
دپائے ۔ پلائے	بہانے جائے ۔ جانے جائے	قمر ہے ۔ ثمر ہے

ساتھ ہے ۔ دھات ہے	دور کر ساقی ۔ پر نور کر ساقی	کھلاتے ۔ پلاتے
بہانے جائے ۔ جانے جائے	دھن کے ۔ من کے	نور تھے ۔ پور تھے

اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قدیم ترین دیوان میں حروف ذ ۔ ض ۔ ط

ظ ۔ ع ۔ ف ۔ ق ۔ ک ۔ گ اور ل کی ردیفوں میں غزلیں موجود نہیں ہیں ۔ یہ نہیں معلوم

ہوسکتا کہ ان ردیفوں میں بادشاہ نے اس وقت تک غزلیں لکھی ہی نہ تھیں یا یہ غزلیں

درج تھیں اور بعد کو جلد سازی کے وقت تلف ہوگئیں ۔

کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر کا دوسرا نسخہ

نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ کا دوسرا نسخہ بھی شاہی ہے اور بادشاہ کی

وفات کے بعد مرتب ہوا ہے اور بہت ممکن ہے کہ سلطان محمد قطب شاہ نے ۱۰۲۲ھ

میں جو نسخے مرتب کرائے (اور جو ٹیپو سلطان کے اور دیگر کتب خانوں میں موجود تھے)

ان کے ساتھ کا ہو ۔ یہ ناقص الاول ہے اس لئے مثنویاں طویل قصیدے اور ترجیع بند

اس میں شامل نہیں ہیں البتہ رباعیات مکمل حالت میں موجود ہیں ۔ ہمارے مرتب کردہ

کلیات میں جن جن نظموں کے آخر میں ج لکھا ہے وہ اسی دیوان سے ماخوذ ہیں اور جو غزلیں

قدیم دیوان میں نہ مل سکیں وہ اسی سے حاصل ہوئی ہیں ۔ چونکہ اس میں قدیم دیوان کے مرتب

ہونے کے بعد کا کلام بھی درج ہے اور مصنف کے جانشین نے اس کو مرتب کیا ہے اس لئے

ہم نے اس کو مقدمہ میں با کلیات میں نسخۂ جدید یا حرف ج سے یاد کیا ہے۔

نسخۂ قدیم اور نسخۂ جدید کا نمایاں فرق یہ ہے کہ پہلے میں شاعر کا تخلص اکثر معانی درج ہے اور دوسرے میں اکثر قطب شاہ ۔ اس وجہ سے ابتدا میں یہ خیال ہوا کہ شاید پہلا سلطان محمد قلی کا کلام ہے اور دوسرا سلطان محمد قطب شاہ کا لیکن بعد میں تحقیق سے پتہ چلا کہ دونوں کلام ایک ہی مصنف کے ہیں ۔ کیونکہ نہ صرف متعدد نظمیں اور غزلیں دونوں میں مشترک ملیں بلکہ جن مقطعوں میں پہلے دیوان میں معانی درج ہے انہی میں دوسرے دیوان میں قطب شاہ لکھا گیا ہے مثلاً صرف چند مقطعوں کے مصرعے نمونے کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔

قدیم دیوان	جدید دیوان
معانی سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا	قطب شہ سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا
معانی شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست	قطب شہ شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست
پیا کا حسن معانی ہے جگ میں جیوں افتاب	پیا کا حسن قطب شہ ہے جگ میں جیوں افتاب
اے معانی توں چھپا کر کاہے پینا ہے شراب	اے قطب شہ توں چھپا کر کاہے پینا ہے شراب
معانی ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں	قطب شہ ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں
شکر ایزد کر معانی رات دن آنند سوں	شکر ایزد کر قطب شہ رات دن آنند سوں
معانی ریا ترک کر عیش سوں اچھ	قطب شہ ریا ترک کر خوش اچھیں جم

معلوم ہوتا ہے کہ خود سلطان محمد قلی نے آخر کو معانی کی جگہ قطب شہ تخلص کو ترجیح دی تھی اس لئے پہلا دیوان مرتب ہونے کے بعد جو کچھ لکھا وہ اسی تخلص سے لکھا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی وفات کے بعد سلطان محمد نے اس کا کلام مرتب کرتے وقت ہر جگہ سے معانی نکال کر قطب شہ ڈال دیا ہو۔

یہاں یہ امر بھی واضح ہو جانا چاہئے کہ سلطان محمد قلی بعض وقت دونوں تخلص استعمال کرتا تھا جس کی مثالیں گزشتہ نسخے کے تذکرے میں لکھی جاچکی ہیں ایسے اشعار جن میں دونوں تخلص استعمال کیے گئے ہیں اس نسخہ میں بعینہ موجود ہیں۔

معانی تخلص کے علاوہ سلطان محمد قلی ایک اور تخلص ترکمان بھی لکھا کرتا تھا اور سلطان محمد قطب شاہ نے ترتیب کلیات کے وقت جہاں لفظ معانی کو قطب شاہ سے بدل دیا ترکمان کے تخلص کو بھی متروک کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ قدیم دیوان میں ایک شعر ہے۔

جانتے دارو حکیماں درد کا نیہ دوا ہوسے ترکماں ان کے دست

یہ شعر اس دیوان میں بھی موجود ہے لیکن اس میں لفظ ترکمان موجود نہیں ہے بلکہ مصرعہ ثانی کو یوں بدل دیا گیا ہے ع نیہ دوا ہوسے نہ ہر گزان کے دست

دیوان کے ان دونوں نسخوں کے مشترک کلام میں اگرچہ زیادہ اختلاف نہیں ہے تاہم بعض جگہ کافی فرق پیدا ہوگیا ہے۔ ذیل میں ایک غزل درج کی جاتی ہے جس کے اختلاف بطور نمونہ کام دیکھتے ہیں

ہم نے کلیات کی ترتیب کے وقت ان اختلافات کو انضباط کے ساتھ حاشیوں پر یا الفاظ کے نیچے ہی ظاہر کر دیا ہے۔ اس لئے یہاں صرف یہ ایک غزل کافی ہے:۔

قدیم دیوان	جدید دیوان
نبی شہر کا سو کیا ہے پری بول نبی کوں نام	بعینہ
احرام اس کا باندہوں گا ہو پکڑوں گا صیام	
جن نام و نشنہ نا بوجھے دو گن دگیان کا	جن نام و نشنہ نا بوجھے وو کال وکیان کا
کن نا بوجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام	جے نا بوجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام
ایسا پلا شراب کہ سب دل تھے جائے دھوئے	بعینہ
وو نقش کار توم کریں میرے دل مدام	وہ نقش کا نگار کریں میرے دل مدام
انگارہ خاک یاد کیا نبی تو جیو دیا	بعینہ
جب تجھے دیکھیا ہوں تو ہے کیا ہوں تجھے سلام	جیو دیکھ اس پہ بھیجیا ہوں توں آپنا سلام

(اس کے بعد دو شعر بعینہ دونوں نسخوں میں درج ہیں)

قدیم دیوان	جدید دیوان
دوڑایا ہے عقل جتا اتنا دوڑیا	دوڑایا ہے عقل جتا اتنا دوڑیا
دوڑانے نا تو بھی دیوے دشنام میرا کام	بعینہ
اے پند گو معانی کو کیا پند کہتے ہیں	اے پند گو قطب شہ کوں کیا پند کہتے ہیں
اس کام باج آپ پہ کیا ہے سبھی حرام	بعینہ

اس سلسلے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تبدیلی خود سلطان محمد قلی نے بعد کو اپنے کلام میں پیدا کی یا اس کے بعد اس کے جانشین اور مرتب دیوان سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے چچا کے کلام پر نظر ثانی کی۔ چند مثالیں ایسی ہیں جن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شائد سلطان محمد نے بعض لفظ بدل دئے ہوں۔ چونکہ وہ چچا کے مقابلے میں زیادہ پابند مذہب اور متقی تھا اور عیش و عشرت

کی طرف مائل نہ تھا اس لئے ممکن ہے ذیل کے مصرعہ میں عیش کو خوشی سے بدل دیا ہے۔

ع سافی دیا ترک کر عیش سوں اپہ کا نسخہ جدید ع قطب شہ ریا ترک کر خوشس اپھیں جم

بعض اشعار میں تبدیلی کی وجہ سے شعر میں کسی نہ کسی طرح کی خوبی پیدا ہو گئی ہے اس قسم کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔

قدیم دیوان	جدید دیوان
(۱) عاشقاں کے شعر تھے جگ لگ اٹھے	عاشقاں کے شعر جگ میں جگ جگے
میری آہ کا اگ جیوں ہے آفتاب	ان اساساں روشنی ہے آفتاب
(یعنی عاشقوں کے شعر سے چمک اٹھے	(یعنی عاشقوں کے شعر دنیا میں ہمیشہ
کیونکہ میری آہ کی آگ آفتاب کی طرح ہے)	رہتے ہیں اور ان کی آہوں سے آفتاب کو روشنی ملتی ہے)
(۲) نظر تج پہ ہے کیا تماشہ کا حاجت	نظر تج پہ ہے کیا تماشہ کا حاجت
نہیں سبز خط آگے چنپا کا حاجت	نہیں سبز خط انگے خضرا کا حاجت
(۳) طبیباں کریں منج کوں بالی سوں دارو	طبیباں کریں تس کوں بالی سوں دارو
کہ بالی ہیں ہو من ہے بالا کا حاجت	کہ اس بالی کوں نہیں ہے بالا کا حاجت
(۴) ہمن مدعا مدعی نہ بوجھے کچ	ہمن مدعا مدعی نہ بوجھے کچ
نکو بحث کرنیں ہے اعدا کا حاجت	نکو بحث کرنیں ہے غوغا کا حاجت

یہ کہا جا چکا ہے کہ ابتدا میں خیال تھا کہ یہ دیوان محمد قطب شاہ کا ہو گا نہ کہ محمد قلی کا اور اسی خیال سے نمائش یوم دلی میں اس کو سلطان محمد کے دیوان کے نام سے پیش کیا گیا اور مطبوعہ فہرست مخطوطات نمائش دلی میں بھی وہ اسی نام سے درج ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔

مندرجہ بالا دلائل کے علاوہ ایک اور دلیل بھی ہے جس کی وجہ سے یہ دیوان محمد قلی ہی کا ثابت ہوتا ہے۔
قلی کے معنی غلام کے ہیں۔ اور محمد قلی سے مراد غلام محمد۔ چنانچہ سلطان محمد قلی نے اپنی اس غلامی پر ہر جگہ فخر کیا ہے۔ اور اپنے اشعار میں صاف صاف محمد قلی لکھنے کی جگہ "غلام محمد" یا "محمد کا غلام" لکھا ہے۔ اگر یہ دیوان سلطان محمد قطب شاہ کا ہوتا تو وہ اس لفظ غلام پر اتنا زور نہ دیتا کیونکہ اس کا نام محمد سلطان مرزا تھا اور لقب سلطان محمد قطب شاہ۔ اس طرح سے اس کے نام یا لقب کو قلی یا غلام کے لفظ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ خاندان قطب شاہیہ کا پہلا بادشاہ ہے جس نے اپنے نام کے آگے قلی کا استعمال نہیں کیا حالانکہ اس کے جملہ پیش رووں نے اس کا التزام کیا تھا مثلاً محمد قلی، ابراہیم قلی، سبحان قلی، جمشید قلی اور سلطان قلی، سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے لقب کے ساتھ لفظ قلی اس لئے استعمال نہیں کیا ہوگا کہ

۱۔ اس کے باپ کا نام محمد امین (ابن ابراہیم قلی قطب شاہ) تھا نہ کہ امین قلی

۲۔ وہ تخت نشینی کے بعد بھی اپنے پیش رووں کی طرح اپنے نام محمد یا سلطان کے آگے قلی کا لفظ نہیں بڑھا سکتا تھا کیونکہ خود اس کے پیش رو کا نام محمد قلی تھا اور سلطان قلی بانی سلطنت کا نام تھا۔ اور ممکن ہے کہ التباس سے بچنے اور اپنی انفرادیت قایم رکھنے کے لئے اس نے ان دونوں سے علحدہ لقب اختیار کیا ہو۔ یا چونکہ اس کی والدہ سیدہ تھیں اس لئے خود کو اپنے پیش رووں سے ممیز کرنے اور اپنے سے ایک نیا سلسلہ شروع کرنے کی خاطر اس نے خود کو بغیر لفظ قلی کے

التزام کے مشہور کیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد دونوں بادشاہوں (عبداللہ قطب شاہ اور ابوالحسن قطب شاہ) نے بھی قلی کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

غرض یہ دیوان محمد قلی ہی کا ہے کیونکہ اس میں جگہ جگہ لفظ قلی کی مناسبت سے محمد کی غلامی پر زور دیا گیا ہے نیز ایک شعر میں شاعر نے اپنا پورا نام بھی لکھدیا ہے یعنے ؎

سدا ہے داس محمد قلی محمد کا　　　علی کی مہر ستی سُکھ انند پائے آج

۷۔ سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں ایک قدیم نسخے کے مختلف اوراق

کلیات محمد قلی پر کام کرنے کے اثنا میں نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں کلیات محمد قلی کے چند اوراق داخل ہوئے جو پہلے دو دیوانوں سے بالکل مختلف تقطیع کے کسی قدیم مطلا و مذہب نسخے کے منتشر اوراق معلوم ہوتے ہیں۔ ان سے چند نئی غزلیں اور مرثیے دستیاب ہوئے اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کے دیوان کی کئی نقلیں کی گئیں تھیں جو اب تک موجود ہیں۔

۸۔ کتب خانہ آغا حیدر حسن صاحب۔

یہ نسخہ حال کا نقل کیا ہوا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر ہی کے پہلے دیوان کی نقل ہے۔ میں آغا صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنا نسخہ عرصے تک میرے استعمال کے لئے وقف کر دیا تھا۔

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

پہلا حصّہ

نظمیں

نظموں کی تفصیلی فہرست

(۲۲۰ نظمیں اور ۱۶۳۹ اشعار)

(۱) حمد (۵ نظمیں ۔ ۱۳۵ اشعار)

(۲) نعت (۵ نظمیں ۔ ۴۳ اشعار)

نوٹ ۔ ج سے مراد دیوان جدید اور ق سے مراد دیوان قدیم ہے ۔

(۳) **منقبت** (۶ نظمیں - ۴۰ اشعار)

(۴) **مدح حضرت بی بی فاطمہؓ** (۲ نظمیں - ۱۴ اشعار)

(۵) **شاعر کا مذہب** (۲ نظمیں - ۱۰ اشعار)

(۶) عید میلاد نبی (۶ نظمیں ۴۵ اشعار)

(۷) عید بعثت نبی (۵ نظمیں ۔ ۳۷ اشعار)

(۸) شب معراج (ایک نظم ۔ ۵ شعر)

(۹) عیدسوری (۵ نظمیں ۔ ۳۵ اشعار)

(۱۰) عیدمولودعلی (۹ نظمیں ۔ ۶۶ اشعار)

(۱۳) ہلال عید و عید رمضاں (۱۱ نظمیں ۔ ۸۹ اشعار)

(۱۴) بقر عید (۹ نظمیں۔ ۶۸ اشعار)

(۱۵) نوروز (۳ نظمیں۔ ۲۱ شعر)

(۱۶) **بسنت** (۷ نظمیں - ۵۲ اشعار)

(۱۷) **دوسری عیدیں** (۴ نظمیں - ۲۸ اشعار)

لا

(۱۸) سالگرہ (۱۰ نظمیں ۔ ۸۶ اشعار)

(۱۹) جلوہ اور دیگر رسوم (۸ نظمیں ۔ ۵۲ اشعار)

(۲۰) لوازمات شاهی (۶ نظمیں ۔ ۵۲ اشعار)

(۲۲) کھیل (۳ نظمیں ۔ ۱۸ اشعار)

(۲۳) محلات شاہی (۶ نظمیں ۵۸ اشعار)

(۲۴) بارہ پیاریاں (۳۸ نظمیں ۔ ۲۶۱ اشعار)

ن

(۲۵) دوسری پیاریاں (۱۰ نظمیں۔ ۷۴ اشعار)

(۲۶) ناز (۹ نظمیں ۶۶ اشعار)

(۲۷) نیاز (۶ نظمیں ۴۸ اشعار)

(۲۸) افسانۂ محبت (۷ نظمیں ۵۱ اشعار)

(۲۹) متفرق۔ (۴ نظمیں۔ ۲۳ اشعار)

ص

چندر سور تیرے نور تھے، نس دن کوں نورانی کیا
چاند سورج سے رات

تیری صفت کِن کر سکے، توں آپی میرا ہے جیا
کون تو آپ ہی روح

تج نام منج آرام ہے، منج جیو سوں تج نام ہے
تیرا (تجھ) میرا (مجھ) میرا روح تیرا

سب جگ کوں تجہ سوں کام ہے، تج نام جپ مالا ہوا
دنیا سے تیرا

تج یاد میں جگ موہیا، ہے جگ اُپر تیرا میا
تیری دنیا فریفتہ ہے محبت

جو جگ منگے سو توں دیا، توں ہی جگت کا ہے دیا
دنیا مانگے تو

جیتا ہوں تیری آس تھے، آیا ہے رحم آکاس تھے
سے سے

جے کچھ منگوں تج پاس تھے، سو ہے سو منج کوں توں دیا
جو کچھ مانگوں تجھ سے مجھ تو

بہوتِک میا سیتے اپن، دیتا قطب کوں سب دکھن
بہت ہی محبت سے خود ہی

یسوں نبیؐ کا نت چرن، جب لگ ہے تن میانے جیا
سر پر ہمیشہ قدم تک جسم میں روح

(ج)

(۲)

بندا ہوں گنہ گار خدا میرا گنہ بخش
تج لطف کیرا فیض خدا منج کوں سدا بخش

بندہ — تیرے کا مجھ کو

تج لطف تھے موجود ہوا جیو سیتی یہ
اپ رحم کے نوراں سوں مرے دل کوں جلا بخش

تیرے سے روح سے — اپنے سے

دھریا ہے دو جگ پرتوں میا عالم و لیکن
اپ مہر کے آدھار سوں منج فیض خدا بخش

دھرا عالم محبت — اپنے سے مجھے

منج جیو کے پھل بن کوں کر اپ شوق سوں تازہ
منج نین کے درپن کوں اپس مکھ تھے صفا بخش

میرے دل پھولبن کو اپنے سے — میری آنکھ آئینے کو اپنے چہرے سے

یک جیب سوں کرتا ہوں تجے شکر ہزاراں ۱۰
بھی شکر کرن منج کوں تو توفیق نوا بخش

ایک زبان سے تیرے — پھر کرنے کے لئے مجھے ہی

منج بخت کے تارے کوں سدا رکھ تون جھلکتا
منج عیش کے سورج کوں دن دن تون ضیا بخش

کو تو — میرے روز بروز تو

صدقے نبی کے قطب کوں اپ لطف میا تھے
دکھ درد سبھی دور کر ہور سکھ شفا بخش

اپنے محبت سے — اور آرام (ج)

(۳)

کیا موجود اپنے جود تھے منج جان غمخور کوں
دیا ہے جوت اپنے نور تھے موہن الور کوں

سے میری — روشنی سے میری

نہ دکھلاؤں کسی جوہر فروشاں کوں مرا جوہر
دیا حق روشنی سب جوہراں میں میرے جوہر کوں

خضر ہور چشمۂ حیواں ہمیں ہور نینہہ پیا ہیں کا — سو مکھ تجھ روشنی پایا خبر کر شاہ خاور کوں

اور ہم اور عشق — رخ سے

اچھوں۔۔۔۔ اچھوں ہیں پاٹ تیرا لطف منج بس ہے — لکھیا تج ناؤں منج تر پر ہزاراں شکر داور کوں

رہوں — لکھا تیرا نام میرے

کیا تج نینہ کا بار منجے چوندھر سو سب حیراں — ہمیں سجدہ کریں دایم ہمارے من کے منبر کوں

مجھے — ہم دل

تیرے عشق کی ہوا مجھے چاروں طرف

کھلیا ہے سب پھلاں میں آج ہر تھے ایک پھل تازا — طرہ اس پھول کا گند کر رکھیں اب زیب افسر کوں

کھلا پھولوں پھرسے پھول — گوندھ

گیا سب پھول کا نوبت سو اب من پھول نوبت ہے — سدا رکھ آپ۔۔۔۔ یارب تو اس سروِ صنوبر کوں

صرافاں بیٹھے ہیں صرافی سو اب نینہہ کی دوکاں ۲۰ ہوئے ہیں حال کے پیکیے سو دھن تج حسن کے زر کوں

عشق — پیسے حسین تیرے سونے

معانی کے سو میلے کپڑے نا دیکھو کہ عاشق ہے — سو کپڑے کاڑ کر دیکھو کہ پکڑیا ہے تمن در کوں

نہ — نکال پکڑا تمہارے (ق)

(۴)

تہیں جگ کا سامیا یا حفیظ — تہیں جگ کوں سرجائیا یا حفیظ

توہی دنیا — توہی نے دنیا کو پیدا کیا

جو کوئی ہیں درماندے ان کوں سدا — تہیں کرنے ھارا دیا یا حفیظ

کو — توہی والا کرم

ترے دوست کے باٹ کی گرد تھے — دے منج نین کوں توتیا یا حفیظ

راہ سے — میری آنکھ کو سرمہ

جدہاں لگ اہے جیو منج تن منے — جلا منج کوں با حیا یا حفیظ

جب تک ہے روح میرے جسم میں — مجھے

بہو تیک دَرد مند ہوں منج کھلا — ترے لطف کا مومیا یا حفیظ

بہت ہی — مجھے

جکچ حال تھا سو کھیا ہوں تجے — کھیا مان میرا کھیا یا حفیظ

جو کچھ — تجھے — کہا — کہا

نبی علی قطب بندے پہ جم — لیا دھر میا ہر میا یا حفیظ

ہمیشہ — لا — محبت — (ج)

(۵)

مناجات میرا تو سن یا سمیع — منجے خوش توں رکھ رات دن یا سمیع

مجھے — تو

بھلا کر بھلا منج سوں جو ہوے گا ۳۰ — برا کر برا منج سوں جن یا سمیع

مجھ سے — مجھ سے

مرے دوستاں کوں توں نت دے جنت — مرے دشمناں کوں اگن یا سمیع

تو ہمیشہ — کو آگ

آباداں کر ملک میرا سو توں — بسا سو توں دے میرا سن یا سمیع

سکل تخت پر میرا یوں تخت کر — انگوٹی پہ جوں ہے نگین یا سمیع

سب کے — اسطرح — انگوٹھی — جسطرح

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر — رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع

لوگوں — سے — رکھا جسطرح تونے

مرادات کا جم ترنگ سار قطب — اوسے سارہت دے عنین یا سمیع

مرادوں ہمیشہ گھوڑا کی طرح — ہاتھ — باگ — (ج)

تج مکھ اجت کے جوت تھے عالم دنیھارا ہوا
تیرے منہ جوت؟ روشنی سے روشن
تج دین تھے اسلام لے مومن جگت سارا ہوا
تیرے سے عالم

یک لاک اسّی ہے پیغمبراں آئے جگت میانے ولے
ایک لاکھ پیدا ہوئے دنیا میں لیکن
تج پر نبوت ہے ختم سب تھی توں ہی پیارا ہوا
تجھ سے

انبر ترنگ زیں چند نوا چابک رنگ تس بیجلی
آسمان گھوڑا چاند نیا اسکی بجلی
سورج کرن پرچھ دسے غاشا بدل کا راہوا
نظر آئے بادل

توں ڈر کھلا ہے نرملا پا کھر ستارے جھمکنے
محور سہی فتراک جوں توں سوں پچھراں بارا ہوا

دھرتی سرنگیں فرش کی چوندھر سمد جوں ہے ۴۰
زمین چاروں طرف سمندر مثل
چھپر پلنگ سات آسماں پنکھا سو تج یارا ہوا
تیرا ہوا

جنت کتے ترجگ جس سو یک چمن تج باغ کا
کہتے ہیں عالم تیرے
کرسی عرش تج گھر انگن ہور لامکاں تھارا ہوا
تیرا صحن اور مقام

بہو نیک نبی کے چاؤ سوں کیتی کندوری بھاؤ سوں
بہت ہی سے کرتی سے
سو تس کندوری لون میں سمد ورست کھارا ہوا
اس نمک تھیں سمندر

باتاں گھریاں نرملیاں واریا جو تیرے ناؤں پر
سی پاک وصاف نچھاور کیا نام
سو جائے کر اسماں پہ ہر یک بچن تارا ہوا
جاکر

صدقے نبی جم راج کر قطب زماں آنند سوں
ہمیشہ ان جیں سے
قدرت تھے کہکشاں آئے کر دنیاں لے سوارا ہوا
کیا ہے کہکشاں اکر دشمنوں کیلئے

(ج)

(۲)

اسم محمد سے تجے اسے، جگ میں سو خاقانی مجے

سے ہے دنیا

بندہ نبی کا جسم رہے، سہتی ہے سلطانی مجے

ہمیشہ ہے زیب دیتی

شاہاں غروری ٹھاؤں تے، کرتے ہیں اپنی دھاؤں تے

سے جگہ سے

مستی مری تج ناؤں تے، کبستی ہیں دیوانی مجے

تیرے نام سے کرتی

سب جگ بھلے ہن گیان میں، میں نا بھلوں لاہان میں

عالم بھول گئے عقل

لکھے ازل بھومان میں، ہے رازِ پنہانی مجے

اس ناؤں کی بڑپن جھلک، مج سر بلندی تا فلک

نام مجھے

آکہیں سلاسارے ملک، تو یوسفِ ثانی مجے

اسلئے تب

کیا ڈر مجے فرعون کا، ہور سامری افسون کا

اور

موسیٰ عصا زیتون کا، ہے تیغِ ربانی مجے

بارا جو ہے شیطان میں، سنچرتے قطبا کان میں

۵۰

امید کے گلدان میں، بارا ہے رحمانی مجھے

شاہاں منے بھوماں تھے، کرتا بڑائی جاں تجھے

بھوماں: بہت ~ تھے: سے ~ تجھے: سے

اپڑیا علیؑ کے دان تھے، تشریف شاہانی مجھے

اپڑیا: حاصل ہوا ~ دان: عنایت ~ تھے: سے ~ تشریف: خلعت

(ق)

(۳)

چاند سورج روشنی پایا تمارے نور تھے
آبِ کوثر کوں شرف تھڈی کے پانی پور تھے

تمارے: تمہارے ~ تھے: سے ~ تھڈی کے پانی: آبِ ذقن ~ تھے: سے

دل پرم چھپنے تھے دیتا گل صبا کو وصال
کیا رضا ہے منج کوں آون یا نہ آؤں دور تھے

پرم چھپنے تھے: محبت کی یاد سے ~ منج کوں: مجھ کو

تج نین کی شاب تھے کہہ طور جل سرمہ ہوا
کیوں کمر باندھے بچارا دل تمارے گھور تھے

تج نین: تیری آنکھ ~ تھے: سے ~ کہہ: کوہ ~ گھور: گھورنا

مکہ تجلی دیکھیا بیداری یا سپنے منے
نیر نہہ کا منج پلا تیرے ادھر سمدور تھے

مکہ: رخ کی ~ دیکھیا: دیکھا ~ سپنے منے: سونے میں ~ نیر نہہ: آبِ عشق ~ منج: مجھے ~ ادھر سمدور تھے: ہونٹ کے سمندر سے

کن طرے کا باس اب باد صبا ہت بھیج منج
اس دماغ باورے کوں باس دے مسرور تھے

کن: کان کے ~ باس: خوشبو ~ ہت: کے ہاتھ سے ~ بھیج منج: میرے پاس ~ باورے: دیوانے

جم مراداں جام ساقی بھر اچھو نت بزم میں
نامراداں کوں مراد جام دے اُس حور تھے

اچھو: رہیں ~ نت: ہمیشہ ~ تھے: سے

دل دریا میں غم کی موجاں آتی ہیں فوج فوج — عشق کے تختے اوپر کیا ڈر ہے طوفاں زور تھے

کے آتی — کے سے

کب کھلے گا مدعا کا پھول دل گلزار میں — ناز جیغے سوں مرے دل کوں ڈگاتی دور تھے

کی کلغی سے — سے

عاشقاں تج باٹ میں بسمل ہوے ہیں بیشمار ۶۰ — عاشق بیچارہ کوں رکھ پیار کے دستور تھے

تیری راہ — سے

اے صبا توں قول لیا تب ہوویگا دلکوں قرار — حق پرستی منج رقیباں نا بوجھیں اب زور تھے

میری نہ سمجھیں مکر سے

دور ہوں فرسنگ در فرسنگ تیرے وصل تھے — میرے دل کا خیال تیرے شہوے بن تا دور تھے

سے — سے

توں سلیماں ثانی ہے تج برج فیروزی و فتح — مشتری پایا شرف تیری نظر منظور تھے

سے

اے معانی رات دن نام محمد ورد کر — تج دعا با مدعا ہے رتبۂ منصور تھے

تیری — سے

(ق)

(۴)

دیا بندہ کوں حق نبی کا خطاب — حکم دے، دیا نور جوں ماہتاب

مثل

نبی نانو لے کر کسی سے نہ ڈر — توں رسٹری من کے دندیاں کوں سوتاب

نام سے — تو رسی کی طرح دشمنوں کو

حقیقی پیا سوں مجازی سنتیں — جو نسبت کرے گا تو پاوے عطاب

سے کے ساتھ — عتاب

نہ بھاوے منجے پیو بن ہور کچھ — میں تیری ہوں چیری منجے آپ اب
پسند آئے مجھے پیا کے بغیر اور کچھ — غلام تجھ سے خود کام لے

نہیں پیم میں کوئی شہنشہ مثال — صحی مانے یہ بات کوں شیخ و شاب
محبت — صحیح اس

پھرے پیم میداں میں وو شہسوار ۷۰ سہیلیاں سبھی چومیں اس کا رکاب
محبت نکلے

نبی صدقے ہے ترکماں داس امام — ہوا دو جگت تب سوال و جواب
غلام — عالم (ق)

(۵)

خدا منج مہر سوں آپی نبی صدقے کیا رافع
مجھے سے خود ہی کے

منجے تخت سلیماں جوں وہی آپی دیا رافع
مجھے کی طرح خود ہی

یقیں کر دل میں مانیا ہوں خدا جکوں اپے بیا
مانا خود

وو ہرگز زیر ہوسے نا کیا جس کوں خدا رافع
سکے نہ

وہ
جو کوئی دل میں محبت دھر کر رہیا ہے ایماں کا

سو اس کا ہت پکڑ کر آپ کرتے مصطفٰی رافع
ہاتھ خود

جو کوئی اُن کی محبت سوں غلام اُن کے کوایا ہے
کہلایا
مدد اُس مصطفےٰ ہے ہور رہے گا دو صد رافع
مددگار (سب؟) دو
نبیؐ کا یک محبت تھا سو بس کر بات پڑتا تھا

بزاں کر آپی کینتے ہیں (سب!) اس کوں ہنما لفع
بعد ازاں خود ہی کرتے
کینتک لوگاں سو ہنستے تھے انو کی یک محبت پر
کتنے ایک ان
کینتک دل کوں حضوراں کے سو تشنہ دولت ہو الرافع
کتنے ایک
محب اُن کے جو کوئی ہیں اُن کوں کچ ڈر نئیں ہے اے قطبا
کچھ نہیں
او سے ہم دین و دنیا میں کیا ہے مرتضےٰ رافع

(ج)

مَنْقبت

کہتے ولیاں میں شاہ جس سو شہ ہمارے ہیں علیؑ

(ولیوں — جنکو)

پیارے نبیؐ کے جیو کے سوا و پیارے ہیں علیؑ

(دل — وہ)

سورج ولایت کن کے ہور صاحب سو دنیا دین کے

(آسماں — اور)

جگ کے سنگار ہور عرش کے اپ گوشوارے ہیں علیؑ

(آرائش — اور — خود)

شیر خدا تم ہیں لکر بر حق تمنا مان کر

(کہکر سمجھ کر — تمکو)

سارے ملک تمنا اپر جیواں سوں وارے ہیں علیؑ

(تم پر دل سے)

کرنے تمن مولود کی مہمانی سب رضوانیاں

(تمہارے)

سب لامکاں کیرے مکاں سر تھے سنوارے ہیں علیؑ

(کے رے — پھر سے)

جب تھے ہوا جگ میں تمارا نور پرگٹ ہو رخت

(سے — دنیا — تمہارا — ظاہر — چاروں طرف)

تب تھے سپت گگن جوت پاکر جھلکن ہارے ہیں علیؑ

(سے سات آسمان روشنی جھلکنے والے)

دیپے من اُن کا جوں گگن دیپے سورج جگتاب سوں
چمکے دل		جس طرح آسمان چمکے		سے
جے کوئی تمارا روپ جو من میں چتارے ہیں علیؑ
جو		تمہارا		دل		منقش کرلے
راکھو تماری چھانوں تل دایم خوشیاں سوں قطب کوں
رکھو تمہاری		کے تلے		سے
قطب ہور فرزند قطب کے بندے تمارے ہیں علیؑ
اور		تمہارے

(ج)

(۲)

آدھار دے آدھار اب، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
سہارا
منجکوں سنبھالنہار اب، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
مجھ کوں		سنبھالنے والا		تیرے بغیر
سب جگ گدا سلطان توں، نوا نبراں کا بھان توں
عالم		آسمانوں		سورج		تو
میرا سو پشتیوان توں، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
پشتیبان		تو		تیرے بغیر
سورج ہے درپن ترا، انبر صحن انگن ترا
سورج		آئینہ		آسمان
گھر لامکاں مسکن ترا، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
تیرے بغیر

رین دن جیووں تج ٹھیا کر، شاہاں ہیں منج سلطان کر
مشکل مرا آسان کر، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

کھا نشتراں دل رگ منے، جلتے خوارج اگ منے
منج کوں سو دو نو جگ منے، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

۹۰

اپ پیار تھے اب جم مجے، غم نئے سو کر بے غم مجے
توں ہیں مدد ہر دم مجے، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

بندا قطب شہ داس ہیں، بخشش منگوں تج پاس ہیں
پکڑیا ہوں تیری آس ہیں، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

(۳)

دو جگ کوں جیو دینے سکے حضرت علیؑ سلطان توں
یک ہات برسے ذوالفقار، یک ہات برسے دان توں

کہکشں ونڈے سورج علم، اسمان اُس کی چھانو سم
کہکشاں ڈونڈا کے برابر
چودہ بہون تج حکم تل جم کر رکا پردھان توں
تیرے
جیو بات سمجن ہار توں، اوتار تور توں ....
دل کی سمجھنے والا
یک ٹھار نہ ہر ٹھار توں، ترلوک کا ایمان توں
جگہ جگہ تینوں عالم
توں سائیں گنونتا مرا، بر لیا سبھی چنتا مرا
خواہش
لا
سُن سیو کا کنتھا مرا، سبحان تھے سبحان توں
کہانی
حضرت نبی دستی کرے، دل قطب نت تج سوں دھرے
نظر ہمیشہ تجھ پر رکھتا ہے
نس دن ترا سیوا کرے، حق گیان کا سو کھان توں
رات کی عقل کان (ج)

(۴)

جیو میانے سروقد کھینچا تمارا یا امیر
دل میں تمہارا
بات میرے سیس پر رکھ کر کرو سب میں گنبھیر
ہاتھ سر گہرا

تم ہمن میں قول کیاں باتاں ہویاں تھیاں رات سب
ہم ہوی تھیں

رات کیاں باتاں صبا میں ہیں تمیں روشن ضمیر
صبح نہیں

بیکس و ناکس ہوں میں کس سے کروں پیرت کی بات
کی محبت

میرے روں روں خط کوں پڑتا ہے تمارا دل دبیر
پڑھتا تمہارا

میں چرا کا نیں بندا بندہ ہوں تیرے نیہہ کا
نہیں عشق

طالباں میں تم کرو منجکوں حکومت کا وزیر
مجھے

چوکہ کیا دیکھے کہ بائے لعل ادھر پر دانت دنگ
ڈالے ہونٹ

نکلے ہیں یک کھان تھے یاقوت و نیلم بے نظیر
کان سے

تج دیا کرتار جگ میں گوہراں کا کھان سب
تجھے خالق

تو ہوئے ہیں سب شہاں روئے زمیں کے تو امیر

تج تخلص ہے معانی معنی کے گنج سوں بھریا
تیرے سے بھرا ہوا

تو محمد میم تھے پایا دو عالم کا سریر
تیرا ملنے کے سے

۱۰۰

(ق)

(۵)

دنیا و دین کا حق سنگار یا علیؑ توں
آرائش تو
سب اولیا کے من کا اسرار یا علیؑ توں
تو

سورج توں نو انبر کا دیوا سو دین گھر کا
تو آسمانوں چراغ (کے)
پیارا سو پیغمبر کا سچ یار یا علیؑ توں
سچا

سب جگ میں ناوں تیرا ہے سب پہ چھایا نوں تیرا
عالم نام
ہر ٹھانو ٹھانو تیرا اوتار یا علیؑ توں

غلماں بشر جمارے قربان تج پہ سارے
تجھ
سب مدعا ہمارے بر آر یا علیؑ توں
لا

آدھار سا تو کھن کا جیون توں تربھون کا
سہارا آسمان زندگی تو تینوں عالم
جم پیار ذو المنن کا لینہار یا علیؑ توں
ہمیشہ لینے والا

برحق ولی توں رب کا صاحب سچا ہے سب کا

معراج کی سو شب کا جھلکا یا علیؑ توں

۱۱۰

قطبا گگن ئیا ہے مولود آج تیرا

عشرت انند دے اُن آیا یا علیؑ توں

(ج)

(۶)

ہے امیراں کا شہنشہ دو جہاں میں یا الٰہ

ہور قبلہ میں نہ جانوں منج کوں ہے تیرا پناہ

میرے دل میں بات نیں کچ بات تج بن اے پیا

منج او پرسٹ مہر سوں اپ روشنی کا ٹک نگاہ

میں غلام حیدرِ کرار کر سب جانتے

بادشاہاں کبر غروری سو دیکھیں گے ہوں گے کاہ

دشمن ار منج پر کرے گا دشمنی کی جب نظر

(اگر) مجھ

مرتضیٰ کے کھڑگ تھے گھر بار اس ہوگا تباہ

تلوار سے (کا)

دھو گناہاں اپنے مصحف کے تلاوت سیتی تو

سے

تج خلاصی تب کرے حضرت دعائے صبحگاہ

تیرے کے لئے (کی)

تیز ترنگ تھروری کا جلان جے میدان میں

دیکھ ٹک چوپھیر کہ بیٹھے ہیں تھانے ادخواہ

ذرا چاروں طرف

گر کریں گے عدل یک ساعت تمیں بر حکم شرع

تم

بے حساب ارزانی ہووے گا تمن کوں بخت و جاہ

م

سب معانی کے گناہاں بخش اپنے لطف سوں

سے

تیرے در بن مدعا کا در نہیں اے بادشاہ

کے بغیر

(ق)

مدح حضرت بی بی فاطمہؑ

(۱)

ازل تھے بی بی فاطمہ بھاگ ساجے (۲) کہ باوے دمامے خوشیاں بج باجے

سے (کے) میں بجے

سہاگاں کا گل سر ازل تھے بندے ہیں کہ داؤنی کا پھندنا او باہاں پہ ساجے

گلے سے باندھے ان بازوؤں پر

بی بی فاطمہ تائیں اسمان منجے کہ ناداں گگن کے تو لاکھ تال گاجے

کے لئے آواز

اُچائے عرش چو کی بی بی کے تائیں کہ حضرت بی بیؓ ہیں بیبیاں سب تاجے

اٹھائے لئے بیبیوں کے سرتاج

بی بیؓ ناؤں پر سب ہی قربان ہیں جگت کے شہاں میں توں کر راج راجے

کے نام عالم بادشاہاں سے راجہ

بی بیؓ فاطمہ عرش کے تاج ہیں اُتن نور تھے حور جنت کی لاجے

ان کے سے شرمائے

قطب شہ نبیؐ داس نن پن تھے ہے

کا غلام بچپن سے

نواو ناؤں کے دھاک تھے دندے بھاجے

اس نام رعب سے دشمن بھاگے

(۲)

گرد گھر بند سب گھرے گھر کرنے انند مبارک بانی — فاطمہ بی بی دیئے تشریف مج جم جم تہانی

خلعت مجھے

بخت انوں کے ہیں بڑے الحمد للہ شکر کر — چاک نا ہوئے تیوں اسپند کھیے ہندستانی

ان — نہ اس لئے

قدرتی پھولاں کا سہرا باندے ہیں تج سیس پر اوپر — دیکھ مالیاں ہاتجوڑے نیں ہیں اپھل بوستانی

باندھے تیرے سر پر — دیکھ کر ہاتھ کہ نہیں یہ پھول

چاند سورج کے حمائل قرص ستے ہیں نورانی ۱۴۰ ماندے منڈپ جت تاریاں سوں ہے سچلا آسمانی

تاروں سے سجا

عاشقاں مل عاشقی سوں سب تو غمزے دکھاو میں — ساقیاں بھراؤ تم مجلس منے مے ارغوانی

سے بنئے — میں

پاتراں نو ناؤکے غمزے دکھاویں گھنگرو میں — تال دھاری گاونا منڈے دھکاری شادمانی

طوائف

بادشاہاں کرتے ہیں اپ مال اپر جگ میں بڑائی

اپنے پر

منج محمد ناوں تھے ہے تاج و دولت خسروانی

مجھے کے نام سے

شاعر کا مذہب

دو جگ منے منج کوں اہے کرتار معاذ
بس مجھے ہے خالق

بندا ہوں اسی کا وہی ہر ٹھار معاذ
جگہ

امت ہوں محمدؐ کا کروں شکر خدا

تو ہے منج جسم۔ حمد مختار معاذ
اسلئے مجھے ہمیشہ

پایا ہوں ملک کوٹ ان پیار تھے میں
قلعہ ان کے سے

منج کوں ہے سدا حیدرؑ کرار معاذ
میرے لیے

پنجتنؑ کا منجے داس کیا پیار تھے حق
مجھے غلام سے

پنجتنؑ ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاذ
سے میرے لئے

اللہ، محمدؐ، علیؑ ہور بارہؑ امام
اور

یو سب آہیں قطب کے سو آیار معاذ
یہ ہیں اور یار

(۲)

محمدؐ دین قایم ہے ہندو بھاراں بھگاوو تم

سیاہی کفر کی بھانو اُجالا جگ مگاؤو تم

اجالے دین میں فوجاں جو آویں داٹ کر غم کی

حملہ کرکے

تو حیدر کی کٹاریاں سوں ہیا ان کا چراوو تم ۱۴۰

چیر دو — دل — سے

پیئے جے ساقیٔ کوثر کے ہت تھے جام کوثر کا

جو — ہاتھ سے

سدا حضرت کیسر ابر مال شاہاں میں گواؤو تم

کھلے ہیں بخت دروازے نبیؐ کے داس پن تھے منج

غلامی سے میرے لئے

محباں دوستاں سارے طبل نصرت بجاوو تم

محمدؐ کی غلامی مج اہے سب دیس ارزانی

دن — مجھے ہے

گھرے گھر پاتراں نٹوے انداں سوں نچاوو تم

خوشی سے — طوائف

عید میلاد نبی

فرشتے سترگ ساتو کوں ستا یاں سوں سنوانے ہیں
جنت ساتوں ستا ل ے سنوارے

شہ دنیا و دیں کے تئیں عرش کری سنگارے ہیں
لے

مگر مولود ہے شہ کا عرش او پر طبل کا جے
شاید

مراداں پاؤ لے سارے جگت ہاتاں پسارے ہیں
پانے کے لئے ہاتھ پھیلائے

خوشیاں تھے جگ سماتے نیں سو اپنے پیرہن ہیانے
سے نہیں میں

ترہ جگ آپنا تن من شہنشہ پر نثارے ہیں
تین نثار کئے

محمد قطب شہ غازی کرے مولود بھو چھند سوں
سے بہت

تو اس کی عمر و دولت تیں دعا صف صف ہو ٹھارے ہیں
کے لئے

ملک ہور جن نسب کرتے دعا شہ کا صدق سیتے
سے اور

دنیا ہور دین میں ایسا سو شہ نیں کر پکارے ہیں
نہیں ہے اور

صدق .... کاری آپ اُچایا نا نو دو جگ میں
بلند کیا نام
طبق نوراں کے لے حوراں سو شہ پر تھے نثارے ہیں

نبیؐ صدقے گنایا ہے تر کماں آج میزوانی
کرایا میزبانی
علیؑ صدقے سے دو جگ میں بلند اس کے تارے ہیں ۱۵۰

(ج)

(۲)

دُرود لک اُس نبیؐ پر جو برہمن رب کے پیارے ہیں
درود لاکھ
جو فیروزی بھاڑیاں نو جنن کے تیں سنگارے ہیں
(نو آسمان) جن کی خاطر
اُنن دن مولود آئے خوش، خبر قدسی لیو پائے خوش
اُن کے
پھرا مولود گنائے خوش، جنت آٹھو سنوارے ہیں
گوائے آٹھوں
فلک سرمائی مخمل کے، ملک درزیاں سو تاواں لے

شفق کی گوٹ لالہ سئے منڈپ نوری .... ہیں

چندر غواص ہو آیا، گگن سمند بھیتر دھایا

چاند آسمان سمندر میں

نبی پر وا سے لیایا، ڈھلک موتیاں سو تارے ہیں

لایا

سُرج افشاں گر ہو کر، نبی مندیر دواراں پر

سورج کے مکان کے دروازوں

زرافشانی کیا یکسر، سو جگ میں جھلکارے ہیں

جنت حوراں ہویاں یک مل، نبی مندیر چوندھر مل

ہوئیں کے یہاں چاروں طرف جمع ہو کر

سگند بالاں سوں اپنے کھل کر جھاڑ انگن نگارے ہیں

خوشبو دار بالوں سے کھول کر جھاڑ کر صحن کو سنوارے ہیں

ہرے جھاڑاں جو ہارے ہو پتاں پاچے طبق لے بھر

سو بھر شبنم جواہر سو نبی کے دار بھارے ہیں

دروازہ پر رکھے

جگت سب جگمگا یا بھی، خوشیاں کا غل اچایا بھی

عالم اٹھایا پھر پھر

اُجیالا دین پایا بھی، تو پھاٹے کفر اندھارے ہیں

پھر

سدا توں راج کر قطبا، انند کا ساج کر قطبا

نبی کا کلج کر قطبا کہ تج بخشا نہارے ہیں

(۳)

خلائق اس دنا خاطر کیا پیدا جگت سارا　　۱۶۰　　یقیں جانو سکل دن میں یہی دن ہی شرفدارا

عالم　دن کی　سب　شرف رکھنے والا

اسی مولود کی خاطر سکل کا فرفنا کیتا　　ازل دن تھے نبیؐ کا نور کیتا عرش پر جارا

سب　کرتا　سے　کرتا　مقام

تولد کی خبر سن کر طبل باجے عرش اوپر　　حلے نوری بہشتیاں تیں پناۓ خوب چوسارا

لباس　کو　پہنائے　چاروں طرف

صفت و نکی امت ہم تم زباں آکہن سکیے نا جگ　　فلک بھیں کیے دو پار ہو ئیں تو بھی ہی جو کہ دشوارا

ان کی　کہہ سکے وہ عالم　زمین　ہوں

دیا میراں دو عالم کا اپن ہت میں جگت سارا میں　　کیا راز نہاں ظاہر ہوا حسن معمارا

اپنے ہاتھ

گنہگاراں چھڑاون ہار کا مولود اس دن ہے　　فقیر و شاہ سب ملکر کرو دکھ عرض یکبارا

محمد قطب تج مستک لکھے ہیں داس پیغمبر　　تو شاہاں کے تاریاں میں تمن نور ہے سورج سارا

تیری پیشانی پر　غلام　تمہارا　سورج کے مانند

(۴)

(ق)

حضرت نبیؐ مولود ہی سر تھے نوی لیایا انند　　تو اس مبارک دیس تھے ترلوک سب پایا انند

پھر از سرِ نو نئی　لایا　دن سے　عالم　عیش

گھر گھر بدھاوا کاج ہی بھو ساج سوں دن آج کے　　سب جگ اپر بادل ہو کر چوندیر تھے چھایا انند

بہت سجاوٹ سے　عالم پر　چاروں طرف سے　عیش

خوش ہو خوشی منتی اہے مو ہور عیش متوالا ہوا — عشرت لگیا ناچنے آلاب جب گایا انند
(اور — سے — لگا)

جیسے آنند منگنے اتھے اُس تھے آلے لاک لاک ۱۷۰ — کرتار اپنے پیار تھے ہماں کوں دکھلایا انند
(لاکھ لاکھ، مانگتے تھے سے — خالق سے ہم کو خوشی)

جھاڑاں چمن کے آج مست جھولیاں سو جھلتے ہمو — لالے کے پیالے بھر مگر مد باو پیلایا انند
(مست — شراب ہوا پلایا)

مقصود کے غنچے مرے مولود تھے پھل پھل ہوئے — امید کی بربانت کا جھڑ پر سو جھولایا انند
(سے پھول پھول)

قسمت کرنہارا امین جس دیس تھے قسمت کیا — اُس دیس تھے اے قطب شہ تقسیم تج آیا انند
(بنانے والا خود ہی، دن سے — دن سے، حصہ میں تیرے (ج))

(۵)

نبیؐ مولود خوشیاں تھے ہوی دل کی بہاراں خوش
(سے)
عشق خوشیاں و شادی تھے ہوے ہیں روزگاراں خوش
(سے — کی)
مبارک منج اچھو اے عید ہور مولودِ پیغمبر
(مجھے ہو یہ اور)
ملے ہیں قطب سوں بارہ اماماں ہور نگاراں خوش
(سے — اور)
کریں عیداں خوشیاں عشرت و لے اس عید سم ناویں
(کے مقابل نہ آویں)
علیؑ مستی کے جولاں تھے ہوے ہیں شہسواراں خوش
(سے)

عشق کی سرفرازی اُس کے گیسو میں تے پہنچا ہے

تو اُس کے ہات تے اُپجے محبت کے نگاراں خوش

نجے........ چاند کہوں یا کیا کہوں تج کوں

ہمن دل تخت پر بیٹھا ہے نت نت روزگاراں خوش

جو کوئی تج یاد عشقاں سوں رکھے سر سجدہ یک چت سوں

اُسے دو قوں جگت میانے سرا ہے افتخاراں خوش

عشق کی آرسی اوپر غباراں کد لکو یا رب

۱۸۰

اوسی کی آرزو تے دام میں ہیں گلعذاراں خوش

عشق مولود میں پیالے پو شرطاں سوں بھر بھر کر

پلا منج یاد کی مستی نہیں ہے منج خماراں خوش

ملے ہیں خوب عید ہور خوب یار ہور خوب پیرت منج

ہمن میانے ان میانے پرت کی ہے لہاراں خوش

ہم میں ان میں محبت لہراں

خدا کا چھانوں ہے منج پر تو منج ہے فر یزدانی
نبیؐ صدقے قطب انگے رکھیں سر کامگاراں خوش

(۶)

گناے نبیؐ کے جو مولود انندّاں
ہمسایوں محمد قطب شہ نرکماں

سنوارے جگت سب جنت جوں چترت سوں
نگارے سو بازار قصراں محلاں

منگار آویں حوراں نمن ہر طرف تھے
مرصع میں ڈوب سر نجے یک نوری ناراں

منڈپ تل ہوا کے سو ہاوے نچے آویں
پرم مدپی لک چھند سوں شاد پریاں

سو دھن جوبناں رست کنچن کراں جوں
سو چک ویسی کچ دیکھ ہوویں جگ کے حیراں

سو ہنس کویلاں جیو کریں تحفہ اپنے
سو ہنس مکھ ہنسلیاں کے دیکھ چھند بنداں

تخت پر جو شہ بیس رائے جگت سب
دیکھت چتر سرمائی شہ کا جوں آسماں ۱۹۰

دھریں سب ذکی وقت ہیں شہ کوں سرنہیں
ہرے لال برداں کے ہر یک ملوکاں

جب آشہ ملوکاں سوں مجلس بھراویں — کھڑے ہوئیں دو رست جوڑ ہت ہندو راجاں

باوشاہوں سے — دونوں طرف ہاتھ

بدخشی لعل حوض خانے میں بھر — اچھت جوت جوں جام و شیشے بھی رخشاں

عجب نہیں جو مے نا نوس کر ڈھلے کھم — لے پیالے اوپی پیالے جے پیتے مستاں

کا نام — بہت وہ

دیکھن شہ بزم کی تماشا رواں ہو — ملک لک لک افلاک تھے آویں شاداں

دیکھنے کیلئے — لاکھ لاکھ

دیکھنت شہ کی عشرت دعا کر کویں تب — گمو رات دن قطب شہ نت انداں

دیکھکر — کہویں — بسر کرد — ہمیشہ چین سے

نبیؐ کے دیا تھے قیام ست ملک تم — گناو نبیؐ کے سو مولود لاکھاں

کرم سے — گواؤ — لاکھوں

(ق)

(۱)

خوشیاں کرو موالیاں مبعث رسول آیا　　بہو دھا انند سوں عیشاں سنگات لیایا

اول برات روزی روزیہ (ہے) فیروز　　اس بعد عید قرباں جس تھے دو جگ کھایا

شاہاں ہیں رتبہ عالی قطب شہ ہے موالی　　مبعث رسول عالی چھند بند سوں گنایا

اس شاہ کی سو دوراں دنیا و دیں کوں رجھا　　خوان خلیلی احساں اپ مہدیں کھایا

اللہ رضا سوں جگ میں تجہ ہیں لوانداں　　غم کا نشاں کسیں کوں جینا ڈھونڈ یا نہ پایا

مبعوث کی خوشیاں تے حوراں کئے جو خوشیاں　　جنت کی خوشبویاں تے دو جگ مگ مگایا

صدقے نبی تر کماں جم راج کر نوں عیشاں　　شاہ علی نبی تھے منگ نج شہی دلایا

(۲)

آیا ہے وقت سر تے مبعوث مصطفےٰ کا　　پایا ہے نور ادک بھی عالم سکل خدا کا

چھایا ہے حق کی رحمت کے چھاؤں دو جہاں میں　　بھایا ہے دو جہاں کوں چھانو خوش عطا کا

لیائے ہیں وحی جبریل حق کے حبیب کوں تب
اقرا کہ توں ہے خاتم سالم سو انبیا کا

پیغمبری تخت پر بیسے ہیں جب پیمبر
تب یگ لگے نوانبر اس شمس والضحیٰ کا

عالم ہوا ہے خرم فردوس باغ کی سم
من جیو سدا ہے بےغم اب شاہ ہور گدا کا

انبر ہوا منور درپن ممن ہوا دھر ۲۱۰
ہوئے سور چند کے سر پر تارا ہر اک سما کا

قطبا بندا ہے نبی دو جگ میں یا محمدؐ
دایم نظر رکھ اس پر اپنا ادک دیا کا

(۳)

مصطفےٰ بعث خوشیاں کے عید کا ہے دیس آج
صدقے حضرت شیعہ کرتے ہیں گھرے گھر عیش کاج

حق رضا سینی خبر لے آئیا ہے جبریل
سب نبیاں کے میانے دیتے ہیں تمن ہیں آج راج

عرش پایا ہے تمن پنج گوھراں تھے روشنی
نیں فرشتیاں کوں رضا صلوات بھیجیں تمنے باج

پیا سوں حضرت کہتے بیٹھو اچی کر جبریل
تب کہے خدمت تمن کرنے تھے پاؤں گا رواج

سجداں کوں باندکر بت خانہ کے سب بت تڑا
مصطفےٰ ہور مرتضےٰ کے بانگ تھے پایا دیں رواج

جبرئیل لے آئے سواپ دوستاں کو کئے خبر
جے قبولے نور پائے نا قبولاں کھ سو واج

دن ازل تھے مرتضےٰ کو کیتے ہیں نائب تمن
ذوالفقار اب کافراں کو مار کر لیو خراج

ناسکے جبریل کچ کہنے تمارے وصف کوں
بندہ خدمت میں چوکیا کر سب بندیاں میں پکڑیا لاج

دو جہاں میں حق حبیب اپنا تمیں ہیں ما نبیا
قطب شہ مسکین کو دیو ہت پکڑ شاہاں میں تاج

۴۲۰

(ج)

(۴)

نبی مبعوث بھی آ کر کیا ہے سب جہاں روشن
ہوا اس دن کے نوراں تھے مکاں ہور لامکاں روشن

عجب دن ہور گھڑی ہے اے نہیں ہے کوئی دن اس سم
کہ اس دن تھے گگن پر سور مکھ ہے ہر زماں روشن

ہوا ہے آشکارا دین و ایماں آج کے دن تھے
کیا ہے فیض اس دن کا سکل امت کا جاں روشن

نبیؐ کے نور تھے روشن ہوئے ہیں عرش ہور کرسی
انن نوراں تھے ہیں چند، سور، تارے آسماں روشن

ہمارے ہیں نبیؐ سر تاج سارے انبیا کے تو
نین اس نور تھے کیتے ہیں سب پیغمبراں روشن

نبیؐ مبعث جو کوئی کیتا ہے یک چت ہو یک دل سوں

گرتا(مناتا) یکسوئی اور سے

سو اس کے دل اوپر ہوتا ہے طٰہٰ کا بیاں روشن

نبیؐ صدقے کیا ہے قطبؔ مبعث کا غزل رنگیں

ہوا

کہ اس کی تازگی ہور روشنی تھے ہے جہاں روشن

اور سے

(ج،)

(۵)

کہے خوش خبر خوشی سوں اخی کھول اَدھر خوشی کے

ہونٹ سے

کہ ہے مبعث آج دن کرنے کے دو اچھر خوشی کے

حرف

سبہیں انبیاں میں تم سرا ہے تاج سروری کر

سب ہی تمہاری تعریف کئے پہن کر

خوشی سَت آ ملایک تانے سر چھتر خوشی کے

کے ساتھ پر

جو خبر خوشی کی پرگٹ ہوئی جب تھے دو جگت تو

سے ظاہر

ملک، اچھریاں، بشر، دل بسے دل نگر خوشی کے

پریاں

۲۳۰

کریں شوق انند دو جگ خوشی عیش عشرتاں سوں

عیش عالم

نبیؐ کے محبت نگر میں بت کر سو گھر خوشی کے

بناکر

بلی جائے کر دیکھائیں عنبر میں بلا دھوویں کے

چھند بند سوں بھید اچنبے کر سات انبر خوشی کے

آسمان

جب یہ خوشی کنایا حضرت رسولؐ کی میں

کرایا

پھرتیاں سو واں سکیاں جو لہے لک قمر خوشی کے

دھرتی ہیں

بھو شوق سیتی آکر رٹ دِشٹ تن یک اوپر

بہت سے ڈال نظر

روشن کئے خوشی سوں قطبا نصر خوشی کے

سے

(ج)

شب معراج

شاہ مرداں و محمدؐ ہیں ہمارے سرتاج

خدا باتاں حبیب اپنے سوں کیا شبِ معراج

چاند ہور سور اُنن نور تھے پیدا ہوئے
اور سورج انکے سے

دین ہور دنیا اُنن اسلام تھے پایا رواج
اور انکے سے

قدرت حق دیکھو اُن میں و سمجی نجھو نگت
(۶)

خدا اُن دونوں کوں دیتا ہے دو عالم کا راج

یک کرامت اِنو کا نیں کسی پیغمبر میں
ان نہیں

سب نبیاں میانے ہمارے ہی نبی سُہتے سراج
نبیوں میں زیب دیتے

سدا بارہ اماماں میرے نگہ دار ا ہیں

ہوا ہوں اُن کی غلامی تھے قطب راج دھراج
ہیں
سے شاہنشاہ (ح)

عیدِ سوری

سب ہی عیداں میں اُتم عید سوائے عید سوری ہے
نبی صحبت جو پائے عید میں او عید پوری ہے

ملایک دور فرماتے، حوراں غلماں منگل گاتے
خوشی کیتے ہیں سا تو آسماں جب تے جو نوری ہے

اے دن کا بھید اُن بوجھے گا جس کا دل اہے روشن
کہ اس دن کی خوشی ہور عیش میں لذت حضوری ہے

نبی ہور مرتضیٰ کے نور تھے پایا چندا جھمکن
تو اُس کوں سب تاریاں میں کلا چودہ سنپوری ہے

بہوت آنند ہور عشرت خوشیاں تر لوک دو جگ کیاں
ابیں اس عید کے جوتی منے جھلکار طوری ہے

سہیلیاں سب اپس سنگار کر ہور بار سہنتیاں یو
سو دیا آپس میں اور زیب بنی اسطرح
بہوت سرخاں ملے یک ٹھار اُن کا رنگ نوری ہے
بہت
محمد مصطفے صدقے محمد قطب شہ ساجن
کہ گھر میں نت محمد کی سوجننیاں کا مُوری ہے
(ح)

(۲)

عید سوری سرس سوروں سنگار آیاں سکیاں بھی
پھر
سنتوس اوک اس عید تھے پھر پایاں سکیاں بھی
سے پھر
جوبن پوریاں سینے کے طبق سنتے میں بھر
کی سونے
موتیاں جالیاں سر پوشاں سوں ڈہانپ لیایاں سکیاں بھی
موتیوں کی جالی کے سرپوش ڈھانپ کر لائی ہیں پھر
رُت جوانی میں آپی کہ مدن پیالے مستاں ہو
موسم
ٹک پھندسوں جگت جیوکوں الجھایاں سکیاں بھی
عالم کے دل کو پھر

موتیاں نورتن ہار سوں پھل ماک کلی کھال

اپ روپ چندر سور تھے جھلکایاں سکیاں بھی
اپنے چاند سورج سے

صدقے نبی کے قطب کے چھنداں کیے جن سن

لک دھات سوں ہر تن تپ سو پھل آ بار سکیاں بھی
لاکھ طرح سے تپ پھر

(۳)

نبی کی عید سوری آ مندر مج سور سوراں کے
مکان میرے آفتاب آفتاباں

دیکھائے عیش کے گھن پر سماں سورج تھے نوراں کے
آسمان سے

بھرے بن چھندوں سوں نس دن نیلویں ہیر کنکالاں میں
عشووں سے رات

سمو کر سور نہیں یہ چند نہ حمالے من سروراں کے
عشق چاند

سو طاسک سور کا لیکر چلیاں چندر مکھیاں لٹکت
سورج چلیں مہ آفاق ناز سے

زمیں پر دیکھ حیراں ہو ملکن جیو ملکے حوراں کے

محمدؐ مصطفےٰ بیٹھے شفا پا پنجتن سو خوش
صفا کے تخت پر لیا یا امیں خلعت حضوراں کے
سلاماں سات لکھ لیایا خضر پینے محمدؐ تیں
دنیا میں رو سلامت کر ذکر لایا شکوراں کے
محمدؐ کی جینا نیکی کئے خوشیاں محمدؐ جب
فلک سن دھرت پر تارے اتارے کا تے سوراں کے
طنبورے کے مشتری جوزا کے ڈنڈے سنبلاں کوں لا
تو زہرہ چنگ لے ناچیں سو جھن جھن پر طنبوراں کے
نمک ہور مطبخی پوریاں تلیا چند سور کے چھند سوں
انندوں آ شفق شعلے تلے دے کھن تنوراں کے
محمدؐ صدقے قطبا کی غزل سوری کی پوری سن
سکیاں متاں ہویاں یوں جوں شراباں پی غیوراں کے

(۴)

عید سوری انند لیایا ہے — جگت اب نور سوں نہایا ہے

نیہہ پون سیتی عیش کی کلیاں (لایا) — دل کے چمناں منے کھلایا ہے (پہنایا)

مد برت کا سکیاں رنگیلیاں کوں (ہوائے عشق ہے) — عید ساقی ہو کر پلایا ہے (میں)

شہ کی مجلس میں مطبخی ہو فلک (شرابِ عشق) — رنگ رنگ سینی خواں رچایا ہے

نیر پیو لے پیالے بھر بھر کر — شبعیاں کوں خضر پلایا ہے (سے)

زہرہ اس عید کی امنگاں سوں (پانی پینے کے لئے) — شہ کے گن آسماں پہ گایا ہے

حق نبیؐ صدقے قطب شہ کوں سدا — عید تھے عیش اوک لایا ہے (سے، زیادہ)

(۵)

خوشیاں سوں آج جاں تاں سب جہاں معمور دستا ہے (سے، جہاں تہاں، نظر آتا)

نبیؐ کی عید سوری کی کلا میں نور دستا ہے

گھرے گھر آج دن کا جاں پہ کا جاں ہو وتے ہیں خوش
کہ یو دن سب دناں میانے ادک منصور دستا ہے
میں زیادہ نظر آتا ہے

ہزاراں شکر ہے جو آج دن پنجتن کے صدقے تھے
سے
ہر یک مومن کے من کے میانے لپتا سور دستا ہے
دل میں سورج
۲۷۰

انبر سفرے میں قدسی جوڑ چند سور کیاں پوریاں
آسمان
رچے نعمت تھے قدرت کے سو چوندھر نور دستا ہے
چاروں طرف سے

شرق تھے غرب تک حوراں ملک رضوان نوری سب
سے
صفاں کر مل کے بیٹھے سو اُجالا دُور دستا ہے

جدھر دیکھے تدھر ساتو انبر ہور ساتو دھرتی
ساتوں آسمان اور ساتوں اقلیمیں
سبھی کا آج دل بھرپور جوں سمدور دستا ہے
سمند

نبی صدقے قطب جم کاج کرتا ہے کہ پنجتن کے
سکل شاہاں کا سو سرتاج ہو مشہور دستا ہے
سب

عید مولود علی
علیہ الصلوٰۃ والسلام

مومناں خوشیاں کرو ہے آج دن مولود کا   مرتضیٰ بارہ اماماں عید ہے معبود کا

مصطفیٰ ہور مرتضیٰ اس تن ان میں کیتے ہیں ظہور   جن کیے یہ عید ہے وو طالعِ مسعود کا

اور کرے   جو وہ

جب وو ابر رحمت اس جگ پر ہوا فیض بار   شیعیاں کے تیں اتھا وہ دن نگر بہبود کا

عالم وہ   لئے تھا

جب نبوت کا علم پیدا ہوا تب تے جھڑے   طاقِ کسریٰ تب نشاں لیا عدم مفقود کا

ایندھا

فارس کے آگن بجھا جب مینگ رحمت برسیا   سرگ بن لیتا جگت کے تیں اگن نمرود کا

آگ میگھ برسا   جنت کا بن کرتا عالم کو آگ

بارہ معصوم کے ہیں داس جتنے تھے نبی   ۲۰۰   پیشوا حضرتِ نبی کا تھا ستن داؤد کا

غلام

جب نبی صدقے ہوا ہے داس قنبر کا قطب   دو جگت میں ہیں ترکماں عاقبت محمود کا

غلام   تو عالم   (ج)

(۲)

حضرت علی مولود تھے سب مومناں کا عید ہے

ہے

یاراں خوشیاں گھر گھر کرو اے مومناں کا عید ہے

یہ

حضرت علی مولود کن علماں منگیں بھیکاں سبھی
عالماں مانگے
سب علم ہیں فضل اس تو فاضلاں کا عید ہے

سارے نبیاں مولود پر ہے عزت اس مولود کوں
شیعہ منگیں اس فیض کوں تو شیعیاں کا عید ہے

حضرت تولد تھے شرف پایا ہے کعبہ جگ منے
سے میں
سجدا کرو دل سیں سوں لے طاہراں کا عید ہے
اور سرسے یہ
منکر جو کوئی ہوتا اہے اس عید کے مولود سے
سے
جنت میں نیں ہے ٹھاوں اس آل طالباں کا عید ہے
نہیں جگہ یہ
نوروز ہور سورج شرف پاویں حمل کے برج میں
اور
گاین ہیں زہرہ مشتری کی صالحاں کا عید ہے
صدقے مولود کے نبی نیں حب دیا ہے منج خدا
حضرت محباں ہیں سدا قطب زماں کا عید ہے
مجھے
کے

(۳)

موالیاں شیعیاں خوش ہو یہ دن سرجن ہے حیدر کا
پیدائش
کرو حیدرؑ لیا جس کوں خدا وارث پیمبر کا

علیؑ مولود دن جھلکار جگ میں جب ہوا پرگٹ
کے　سا　ظاہر
تو اس جھلکار تھے چھپیا جھلک خورشید خاور کا　۲۹۰
سے چھپ گیا

علیؑ جس دن تھے سرجے ہیں سو اس دن تھے طراوت پا
سے　پیدا ہوتے　سے
ہوا گلشن اِدک تازہ سراسر چرخ اخضر کا
زیادہ

چھڑاو نہار دو جگ کے ایں سچ مرتضیٰؑ میرے
چھڑانے والے　ہیں
ان کا ورد جس دل میں سو کیا ڈر اس کوں محشر کا
ان

علیؑ جس رات گئے معراج ملکر مصطفےٰ ستے
کے ساتھ
تو ان پگ تل کیا روح الامیں فرش آپ شہپر کا
ان کے زیر قدم　اپنے

نبیؐ ہور آل کے صدقے، علیؑ کا داس ہے قطبا
اور
غلام
تو جگ میں پا ئیا رتنا سو جم خاقاں سکندر کا
پایا　سوتی　(ج)

(۴)

سینی اماں مولود آیا　　دو جگ کے من کوں لے مولود بھایا
سے　　دل　کو　تا

بدھاوے پر بدھاوے لائے خوشیاں　　سرج چند شمع سوں مجلس سُہایا
سورج چاند کی شمع　سے　کو زیب دیا

سنوارے پھل نہالاں رنگ رنگاں　　مگر و یکنٹھ بن پھل بار آیا
پھول　رنگا رنگ　جنت　پھول

صدر مندر سنگارے جڑت سیتے　　سو نرمل گو ہراں سوں جگمگایا
جڑاو　سے　صاف

سہیلیاں سب سنگاریاں سات ہور نو　　سجن کے من کو وو سنگار بھایا
اور　وہ

سبھا آئین بندی سوں سنواریا　۳۰۰　ــــــ (کرم خوردہ) ــــــ
سنوارا

نبیؐ کا داس ہے یک چت سوں قطبا

(ج)

(۵)

دمیا صبح صادق تمن روئے فرخ　　خوشی کے درو دان بھیجو سوئے فرخ

چمکا　تمھارا

تولد ہوئے آج کے دن امام　　دیے جیوں نوا چند ابروئے فرخ

چمکے　مثل　نئے چاند کے

میں اپ دین چھوڑ پکڑیا اس دین کا مارگ　　نپایا تے اجھوں موکوں ہندوئے فرخ

اپنا　چھوڑ کر پکڑا　راستہ　　اب تک　مجھ

کھولے عنبریں بال جب کرے کنگھی　　کہ صلوات بھیجو او گیسوئے فرخ

اس

ہوا سحر باطل سبھی ساحراں کا　　فسوں پڑتے ہیں نین جادوئے فرخ

پڑھتے　آنکھیں

نہ آوے اثر ہم کوں تج مے تھی ساقی　　چڑی مست ہم سر میں او بوئے فرخ

تیری　سے　　چڑھی　ہمارے　وہ

ہمن میل باندھے تمن میل سیتی　　اسی تھے ہمن میل ہے سوئے فرخ

ہم　تمھارے　　اسی لیے　ہمارا میلان

نہیں لیتے ہیں مشک تاتار کوئی　　کہ آتا اہے باس اس موئے فرخ

رقیباں بڑائی تمن تم اچھو نت

تمھاری تعریف تک ہے ہمیشہ

دیا حق معانی کے تئیں خوئے فرخ

۳۱۰

(ق)

(۶)

مولود علیؑ آوے فلک پر تھے ملک سوں   تو آکہ نورانی کرے جگ نے جھلک سوں
سے   آکے   عالم کو

پیالا ہے چند پھولاں نثارے ہیں ازل کے   پھرتے ہیں ملک ہات لے طبقاں کے فلک سوں
چاند   ہاتھ میں

لے ناؤں علیؑ کا کرے مولود قطب شہ   خشیاں و انداں کرے یک لک و دو لک سوں
نام   خوشی   بخشش   لاکھ دو لاکھ

جم جے توں قطب شہ کی تجے شاہ مدد ہے   لک ملک سکے لینے اشارت کے ملک سوں
نت   تجھے   لاکھ

تج دھاک کا پروا ہے یو دجن کے انکھیاں کہ   جو بھیری کوں جم راکھنے نکاری سو فلک سوں
تیرے   رعب   دشمن   رکھے

مشرق تھے جو مغرب لگوں سلطانی ہے شہ کی   کہتا ہے تگن ساچ جو سُن جسے پیلک سوں
سے   تک   سچ

قطبا کی جو بخشش کا کریں سم کننے سن کر   کاں ہو سکے سم دھنگری سو خارا و ملک سوں
برابر گننے   کہاں   مقابل   (ج)

(۷)

مرتضیٰ مولود آیا ہے بہت نوراں سنی   جبرئیل نے وارنے طبقاں لیا حوراں سنی
کے ساتھ   نثار کرنے   لانے   کے ساتھ

کعبہ میں ہوئے تولد مرتضیٰ شیر خدا   کوئی نبی نا پایا اسے حرمت اتنے چاواں سنی
یہ   اتنے

مصطفےٰ آئے علیؑ کوں دیکھنے کہے فاطمہ ۳۲۰ پنجہ گستاخی سوں سُٹتے ہیں بہت ناں سیتی
(ڈالتے سے)

تب کہے حضرت نکر سیں منج سوں ایسے کام کد گر کریں گے تو کریں گے کفر کے شاہاں سیتی
(نہ کرسکیں مجھ سے کبھی)

دین قوت پائیا ان کے تولد تھے نِگٹ منج کوں کیا ڈر ہے کہو کفار کے کاماں سیتی
(سے) (مجھے سے)

ان کے نوراں تھے ہی ہیں نین میانے روشنی شہ کے بنداں میں ہیاں ہو بند ہو فرباں سیتی
(سے آنکھ میں) (بندوں رہا)

کافراں کا سب غروری بھاگتا اس عہد میں میہربانی ال کنا و دوستاں خوشیاں سیتی
(کرو)

شاعراں بیچارے تیرا وصف کہنے کاں سکیں بس بندا عاجز ہوں تم وارو کرو درماں سیتی
(کہاں)

قطب شہ ہے تج غلاماں میں غلام کمترین دیو میرا ہت پکڑا جلو اسکل شاہاں سیتی
(تیرے) (ہاتھ سب (ف))

(۸)

عرش حق کا لگیا جھلکن اوک مولود حیدرؔ تھے
(لگا جھلکنے زیادہ)

گگن ہور دھرت پائے ہیں جھلک ات سور چندر تھے
(آسماں اور زمین زیادہ سورج چاند سے)

جگت جنت تھے خوش آیا ہے نعمت آج قدرت سوں
(دنیا سے)

لگیا ہے نور کا برسن برسنے سا توں انبر تھے
(لگا بارش آسماں سے)

ملک (۱) سا (۲) تو فلک تجھے آج آئے طواف کرنے نبیں
کے لئے سے

جو حق کا نور اتر آیا ہے کعبے میں عرش پر تھے
سے

تجلی موناں کے سو دلاں اس دن تھے یوں پائے
سے

کہ پاوے صبح صادق روشنی جوں سورا نور تھے
جس طرح سورج سے

سکل نبیاں سوں باطن تھے علیؑ بن مصطفےٰ سوں حق
سب سے

کیا ظاہر جو دو جگ نا ئیں نپٹ ان دونو رہبر تھے
کے لیے

علیؑ بن کن نبیؐ کا جانشیں ہے جو علے کوں حق

نبیؐ کا جانشیں کر پیار سوں بھیجا اپس گھر تھے
اپنے سے

ہزاراں رحمت ہے تج پر جو حیدر کا دھرایا دامن
تجھ

قطب شہ دو نو جگ میں سروری ہے تج وسرور تھے
تجھے اس

(رباعی ۳۲۰)

(۹)

مولود خوشیاں آئیاں، مولود کی خوشیاں کرو
آئی ہیں

خوشیاں کے ناداں باجتے اس کوں منجے جہاں کرو
آواز بجتے میرے پاس

چوندہر گرچے سب خوشیاں ہور باس ہے بہار کا
چاروں طرف اور

رنگاں میں رنگ باکر کیتے رنگاں ستی ناداں کرو

جھمکے گلالی گال میں او مسے نوبلا چھند کا
وہ

منج دل کے تئیں اس دل اپر سب مل کے اب قرباں کرو
میرے

اس نور کے او نار کو میں رات دن سیوا کروں

نبیؐ و علیؑ دولت ستی دم دم سبھی ایماں کرو
سے

نانگی نمازاں ناد اب سب نار کو بہرائیا

او ناد بھرپا کن منے دشمن اپر بھاراں کرو
وہ آواز کان میں

اب تال منڈل عیش سوں مولود کا گرجا تو تم
سے

ساتو شراں کے نادسوں داؤد کا الحاں کرو
ساتوں

صدقے نبیؐ کے قطب شہ جم جم کرو مولود تم

۳۴۰
حیدرؑ کی برکت تھے سدا سب جگ پر فرماں کرو
سے

(ق)

---(✤)---

غزلیات
عبید

موالیاں سب کرو خوشیاں کہ آیا دن خلافت کا

خلافت وے رسول آپی بیاں کیتے شرافت کا

آپ ہی کرتے

سنوارے سب ملایک اونٹ زیناں کوں منبر انبر

کی سیڑھی سے آسماں

دیئے ہیں داد پیغمبر منبر پر چیسٹر فصاحت کا

بیٹھ کر

کہے من کنت مولا مرتضیٰ کوں شاہ دو جگ کے

بیاں کیتے فصاحت سات رتبا سب بلاغت کا

کرتے کے ساتھ رتبہ

کنانے ہیں ملک منگل عرش پر کا چتے منڈل

کرائے یا گوائے

غدیر خم ہے یہ دن اگر شاہِ ولایت کا

جہاں لگ ہے جگت سب عید کرتے اس دیں کا

تک

کیا افضل سو شہ تب سب میں وے فیض عنایت کا

نبی کوں حق کہیا یادِ علیؑ نادِ علی سوں کر
علیؑ مظہر امو لک ہے رتن میری سو قدرت کا

نبیؐ صدقے علیؑ کا منقبت قطبِ زماں کہیا
کہ ہے دنیا و دیں میں اے نشاں منجکوں سعادت کا

میرے لئے (ج)

(۲)

یمیاں کا عید پھر کر آییا ختم غدیر　　دو جہاں سب روشنی پایا ہوا اس عید کبیر

ایہ قرآن نازل جیوں ہوا حضرت کے تئیں　　مرتضیٰ ہیں پس دو جگ میں جیوں محمدؐ بے نظیر

انبیا ہور اولیا میں حق کیا تمنا بڑا　　۲۵۰　　سچ تمیں داماد پیغمبر ہیں علام الخبیر

مصطفےؐ کے امر پر سر تجھیں دھرن آیا چندا　　مرتضےٰ فرماں سو پھر کر آییا مہر منیر

دین و دنیا دونی ہیں حضرت کیے قایم تا ابد　　دو جہاں کی حکمتاں ہیں ہے تمہی روشن ضمیر

کلِ عالم سب تمن خدمت کو باندے ہیں کمر　　منج بندے بیچارہ کوں باندھو کمر ہو دستگیر

ازل تھے ہے غلام مصطفیٰ قطب زماں — سچ غلام کہتے ہیں کوں دست پکڑ دیا امیر

(ف)

(۳)

عید آئیا انند سوں یاراں مبارکی کا — خوشیاں سوں دوستاں کوں غم سب خوارجی کا

پھل بھاگ سب پھلے ہیں دشمن سو کیہ جلے — کلیاں انند کھلے ہیں ہے رت یوں سکی کا

شادیاں سُگل کلاؤ خوشبوی کدم کلاؤ — چودہیر عود جلاؤ دھد کار برمکی کا

پیالا ادھر چکانا ساجن وقت پلانا — لالن کوں سیج لیانا ہی وقت خوش فرخی کا

ٹیلا سو تج پیشانی ات بھاگ کی نشانی — کن موتی ہے نورانی زہرا و مشتری کا

بالی تو چھند بھری ہے یا حور یا پری ہے — ۲۰ — بھو روپ سندری ہے دھرتی ہے حسن نیکا

صدقے نبی ملاوے تل تل قطب رجھاوے — ات چھند بندی سہاوے سارباں من پی کا

(ج)

(۴)

سب کر مل کر مبارکبادی عیدِ غدیر

اس خوشی انگے سبھی خوشیاں دسیں دایم صغیر

مومناں کوں شادی ہور خوشیاں کا آتا ہے خبر

تو خوشی کے بحر کوں پھر آنیا... ...کبیر

میزبانی عید کا جگ میں کناو عیش سوں
ہے

مطرباں لا کر گوا اُو راگ ہور لاؤ عبیر
اور

بھائی پن کے صیغے پڑتے مومناں اس عید میں

تو لکھے سُنتے کے پانی سوں عطارد خوش دبیر

ساری عیداں کا خوشی سینپور ہے اس عید تھے
سے

تو اسی عیداں میں دستا ہے بڑائی بے نظیر
نظر آتا

مومناں اس عید تھے پائے ہیں جنت کا پون
سے　ہوا

جن شرف اس عید کا پایا سو او ہے جگ میں بیر

باجتے اس عید کے طبلاں بیرگ سا تو منے
جنت　میں

چاند سورج تو ہوئے ہیں دو جگت میانے منیر
میں

تس دنا بن کوئی دن نا ہیں دعا منگنے کتیں
مرتضیٰ تیں مصطفیٰ ہیں عید میں دیتے سریر

مدح کیتے مرتضیٰ کے نا میں پیغمبر ابہیں
تو ہوا حضرت کی برکت دین و ایماں جگ منیر

رکھ منجے حضرت کے صدقے یا الٰہی امن میں
ہور رکھو ایماں درست دو جگ میں ہو منج نصیر

مدح کیتا کون کہ آپ کی مدح کوں پایاں نہیں
گرد اُنو کی نعل کا سُرما کریں شاہ و وزیر

کر دعا توں بھیج صلواتاں محمد پر سدا
اس صلوات تھے ہوگا تجھے فتح کبیر

ہے محمد قطب شہ بارہ اماماں کا غلام
یہاں جو عاجز داس تیرا یا علی منج دستگیر (ق)

(۵)

خلافت دے نبیؐ کہے یوں کہ منج بعد از سو حیدر ہے

میرے

سکل مومن مسلماناں کوں دو جگ میں سو رہبر ہے

سب

خلافت حق تھے آیا آج مہراں سوں علیؑ کے تئیں

سے لئے

سو سات اسمان عرش کرسی کہ تو کھن کا جو منبر ہے

آسمان

علیؑ سے کفر بھنجن تھے تو تھا بنیاد دین کا پایا

سے اٹھے تھا

علیؑ سو دین رکھنہارا محمدؐ دین کا گھر ہے

ولیاں سب ایک چت ہو کر رہے سب معتقد ہو کر

دل

کہے سب سیس کے اوپر ولایت کا سو چھپتر ہے

سر

ہوا پرگٹ جدہاں سیتے دنیا ہور دین قدرت سوں

ظاہر جب سے اور سے

سکل پچت میں توں فاضل نہ کوئی تیرے برابر ہے

سب

عطارد وہج لکھیا ہے سو کہکش کلک سوں تیری
لکھا سے

سو آسماں کے ورق اوپر بدل ریکھاں سو مسطر ہے ۲۸۰
بادل کی ٹکڑیوں سے

نبی صدقے قطب شہ نے علی کا پکڑیا ہے دامن

کہ او منج کوں جیہڑ او نہار ہور سب ٹھار رہبر ہے (ج)
وہ مجھے اور جگہ

(۶)

خم غدیر دن تھے دو جگ ہوا نورانی
عالم سکل ہوا ہے جوں بہشت جاودانی
سے اب

سب دیس تھے بڑا ہے بو دیس کا مراتب
پہنچا ہے آج کے دن تھے عیش کامرانی
دن سے یہ دن نکلا

حق تھے نبی علی کوں اپ جانشیں کئے آج
تب مومناں خوشیاں سوں کسوت کئے شہانی
سے اپنا سے

بیٹھے علی تخت پر دن آج حق حکم تھے
پلنے ہیں شیعیاں سب اس دن تھی زندگانی
کے سے سے

ایتا بڑا مراتب تب عرش کوں دیا حق
رکھیا علی کے پگ تل جب عرش اپ پشانی
اتنا قدم کے نیچے اپنا

جو کوئی کریگا اس دن واجب سو عیش عشرت
دو جگ میں عیش انند ہے کرنے کا اس نشانی

حق کی نظر تھے قطبا تیرا بڑا ہے رتبا
سے
صدقے نبیؐ علیؓ ہے تج باعث ہور بانی (ج)
تیرا

(۷)

سب جگ کرے آنند کہ عیدِ غدیر ہے — عیداں منے یو عید بڑا ات گھنبر ہے
میں یہ گہرا

روشن ہوا ہے دین دنیا آج کی دینا ۳۹۰ دو جگ اُپرا میر سو حضرت امیرؑ ہے
دن

تج سبو..... سماں سدا دھیاں یوں پھرے — تج دھاک تھے زمین سو یک ٹھار تھیر ہے
تیری سے جگہ

سلطان دین ہور دنیا کا علیؓ سچا — تر لوک لوگ اُس کے سو گھر کا فقیر ہے
اور تینوں عالم

تلوا ہوا ہے سور بدل کا پکڑ سپر — کہکش نیزلے ہات چند خوب ا ہیر ہے
سورج بادل کہکشاں چاند

سب شیعیاں کوں آج خوشیاں پر خوشیاں اہیں — سب خارجیاں کوں آج دلاں میانے تیر ہے

صدقے نبیؐ کے دو نو جہاں میانے یا علیؓ
قطبا بندے کمینے کا توں دستگیر ہے (ج)
تو

(۸)

خوشیاں سوں آج کے دن مل ملک چوندہ طبق تھے سارے بھی
سے　　چاروں طرف سے　　پھر
کرن عید غدیر رات جپا و تھلاں تن سنگارے بھی
کرنے　　پھر
مقرب فرشتے چار و ربی کن تھے علیؑ کے تئیں
کے پاس سے
لے آئے دو بدبے سیتی ولایت کے پھرارے بھی
سے
کرن رشت علیؑ شاہ ولایت کا سو ہر ٹھارا
جگہ
کھڑے قطار کر رضواں استت کرنہارے بھی

جنت کے حور ہور غلمان کر سب کسوتاں نوری
اور
علیؑ کے چرن دیکھے کر علیؑ کے دار ٹھارے بھی
دروازہ پر ٹھیرے　　قدم
سپت گگن پھر نہارے سو دھرے چوندہ طبق تھے سرزمیں
سات　آسمان پھر نیوائے　　چاروں طرف سے سرزمین پر
ہوئے مل سب علیؑ پر تھے فدا چند سورتارے بھی
سے　　چاند　سورج　　پھر

۴۰۰

علیؑ شیر خدا کا چھانو اچھو کرجم اُپر سر پر

رہے ہمیشہ

ملک پیغمبراں پیراں دعا کر ہت پیارے بھی

ہاتھ پھر

نبیؐ صدقے قطب عید غدیر آنند سوں کرتا دیکھ

سکل ہاتف سو رحمت تجھ کو قطبا کر پکارے بھی

سب پھر

(ج)

شبِ براتؑ

(۱)

خدا کے کرم سینتے شبرات آیا　　خوشیاں کا اجالا جگت میں دکھایا

براتاں لیکر آیا ساریاں نبی تھے سوں ہو　　خوشیاں عشرتاں سوں کہ جگ جگ جگایا

اماماں میا ہے محمد قطب پر　　نبی ہور علی کے دیا سوں سہایا

خوشیاں عشرتاں ذوق دایم سو نت نت　　شہا کے مندر ٹھماٹھم بجایا

خدا قطب شہ کوں شہنشاہ کر کر　　سو سارے جگت میں دوراہی پھرایا

محمد قطب شہ کے سارے فدیاں کوں　　سونا بو دکر کر جگت تھے گنوایا

نبی صدقے امرت سر قطب شہ کوں　　سو ساقیٔ کوثر پیالے پلایا

(ج)

(۲)

جو شبرات اس جھلک سوں جگ میں آیا　　۴۰۱　　تو سب جگ اس جھلک تھے جگ جگایا

شرف شبرات تھے سب رات پائے　　شرف سب رات تے شبرات پایا

گگن درپن نمن جھگن لگیا رات — رین روشن سُرج بن دِن گنوایا
آسمان آئینہ کے مانند روشن ہوگیا — رات سورج بغیر

اَجھت اس رین کے رات لاج بیتے — کدھیں آپ مکھ رین ہیں نیں دکھایا
رات سے — کبھی اپنا رخ رات نہیں

رین ظلمات میں جوں خضر کا نیر — ہے مہتاباں کی تاباں کا سمایا
رات کی پانی مثل

سُورج چند تارپھل بازیاں تھے رہی دھرت — انبر گلشن تھے روشن جھلک پایا
سورج چاند پھولبازی سے زمین — آسمان سے

تجلی یوں دیا حق قطب شہ کوں

(ج)

کہ نِس کوں دن تھے روشن کر دیا یا
رات سے زیادہ کرکے چمکایا

(۳)

سُلکھن رات شب رات آبرا تیاں لیائی ساریاں کی
مبارک لائی سب

لکھیا خوش عیش انند عشرت سو روزے کھاہار یاں کی
کھانے والوں

محمد فتح کیتے ہیں اُحد جھگڑا علی سوں مل
کرتے کا کو ساتھ لے کر

تو تن کے کھرگ اُچالیاں تھے گئی بھگ فوج اندھاریاں کی
اُن تلوار کے سے بھاگ

دہن پستے، نین شکر، ادھر بند، گھر یکے نازک

آنکھ ہونٹ (گنہری کے؟)

کہ جوں خشخش ہمن باریک ہے خوے مکھ پہ ناریاں کی

مثل کے مانند پسینہ کے بوند چہرہ پر عورتوں کی

کجل نیناں سہیلیاں کے سو پر مل سیام باداماں

کاجل

تھوڈی ہے سیب، دنداں جوں کچھار و لبیاں میں چاریاں کی

۴۲۰

دانت جس طرح

برن اسمانی پانیاں تس منے دالاں ہوا پالک کے

جسم اس میں

تھسی کندن کی یوں دستی کہ جوں جھیلی ہے تاریاں کی

نظر آتی خوشہ

سورج مشعل، چندر جوناں، ستارے جو نکہ گل ریزاں

مثل

دیپائی تنکوں مکھ پیشانی خویاں آکنواریاں کی

چمکائی چہرہ کا عرق

یو حاجب ہور کھڑی بازی نلی پھل جگ میں پرگٹ سو

یہ اور ظاہر

جو ابرو ہور جوبن مکٹ تھے پیچ گلعذاریاں کی

سے

پنچل پیالے جو ہیریاں کے کمل ہاتاں ہیں لے سکیاں

اور کنول ہاتھوں ہیروں

کرن بھنجن ادھرے سوں خماراں سب خماریاں کی

توڑنے ہونٹ کی سے

جو سر تھے پگ لگوں موتیاں ہیں وپ ہور جوہر یاں ناریاں
سے پاؤں تک چمکتی اور

سبھیں تو ہے نبی صدقے قطب صاحب جہاریاں کی
(ج)

(۴)

سُہاگن رات شبرات آسجن گھر آئے بھی سر تھے
پھر از سر نو

جھلک جوتاں کے ابرن تن چڑا جھلکائے بھی سر تھے
پھر از سر نو

چندر سورج اُتن دونوں بچاریاں کا وُھادن لج
چاند

اوک جھلکار کے چند سور لاکھاں لیائے بھی سر تھے
زیادہ روشنی چاند سورج لائے پھر از سر نو

عجب کیا ہے جو دھرتی آج مارے لاف اسماں پر
زمین

کہ دھرتی کوں نچل اسمان کر جھلکائے بھی سر تھے
پھر از سر نو

سکیاں جی سکھ بدھاوا جو اپس ہوناں کہ منگتیاں تھیاں
خود کو مانگتی تھیں

اُتن کے من کے چنیتے تیو یچ سکھ دکھ لائے بھی سر تھے
اُن دل آرام

جگت سارا برس دن تھے جو تھا مشتاق درسن کا

۴۳۰

سو درسن دیکھلا میرے جگت ریجھائے بھی سر تھے

سجن کے پھول سے تن کوں لٹا پٹ ہو نندوں سوں

عروسانی سو باساں ییں ادک جھکائے بھی سر تھے

نبیؐ صدقے قطب ہو کے سوں کر سنبھوگ بھاگوں ال

قطب کی داس ہوں سچ کر اپیں کہوائے بھی سر تھے

غلام خود کو پھر از سر نو (ج)

(۵)

مبارک کا خبر شبرات لیکر آیا سر تھے

کہ میرے بخت کا طالع سورج جھمکا یا سر تھے

اُجالا عید کا لاجے سکی مکھ روشنی تے آنگے

انند کا نور منج پر جیوں سر تمنے چھائیا سر تھے

دنیا آروس انند بالیاں سوں عشرت مے پلاتی ہے

عروس

سہیلا شاہ کا الحاں سوں زہرہ گائیا سر تھے

نغمہ پھر سے

دکھائی عیش شبرات آکے اپنے حسن جھلکاراں

جیون کا جوت جگ کے جیو میں اُپجائیا سر تھے

زندگی نور دنیا پیدا کیا

پیاریاں شاہ کیاں مل عید کا سنگار کیتاں ہیں

کی کرتی

ایکس تھے ایک کا سنگار شہ کوں بھائیا سر تھے

ایک سے زیادہ ایک کا پسند آیا پھر سے

پیاری من منے کھلئی انند کے بھید چاواں سوں

دل میں کھل گئی

کہ اپ جوبن چمن میں باس خوش مہکائیا سر تھے

اپنے خوشبو مہکائی پھر سے

نبی صدقے قطب کوں جم اچھو لک عید ارزانی

کو ہمیشہ رہے لاکھ

کہ عیسیٰ کا دعا سکھ پھول باساں لائیا سر تھے (ق)

کے کی خوشبو لایا پھر سے

———(٠)———

(۶)

کہہ طور نور اُجالا شبرات اب دپائے ۔۴۴ آب حیات مُنج کوں اپ ست خضر پلائے

شبرات اب برابر لیایا خوشی براتاں قطبا برات لیکر نس دن انند گنوائے

ہے سرو قد ہوائی پھلبازی ناگ پھلڑی مہتاب بیلہ لائے رنگ ہور ادھر چڑائے

نس کیس ہیانے کیوڑے دستے ہن ہیرن کے جیوں تالال پھٹاک ناداں آنند گگن گجائے

چوٹی کا پھندنا ہے طاوس کا ملا جیوں حاجب ہوائی سینتیں اپنا دوراُئی پھرائے

کھوپی کے پھل لڑیاں ہیں چھوٹ کریاں کے منج شمع مجلس اوپر او شمع کوں ہولائے

صدقے نبی قطب شہ پایا بڑی بہاری پیالہ پلا پیاریاں پیاروں ستیں پلائے

(ق)

(۷)

شب برات خوشی شادی کوں کیا روشن موالیاں کا ہوا جیو کا دیا روشن

شب برات روزی کا برات پھر لیایا پیا کا مکھ کا عرق دیکھ مے پیا روشن

شب برات دکھاوے برس کوں یک نس جوت بھنواں ہلال تھے نس دن ہے ہو جیا روشن

چندر جوتاں کا اجالا پڑیا ہے گگناں میں ۔۵ ۴۔ نین ہوائی تھے رہنا ہے سب ہوا روشن

نکی کے جھاڑ تے جھڑتے اہیں دھوئیں کے پھول پیا بچن کے پھلاں آگے نہیں سدا روشن

دندیاں کے سینے پھوٹیں ہو رتر جیوں بھانڈ کال خدا معانی کوں فتح و ظفر دیا روشن

(ق)

(۸)

شب رات آ گیا ہے سب جگ کے تائیں روشن

جوں نور موسوی تھے روشن ہوا ہے ایمن

جھلگاؤ آپ مکھ کا دکھلا کے عاشقاں کے

نیناں کے تئیں کیا ہے اس نور سیتے گلشن

خوباں کے زلف سیتے نسبت ہے اس رین کوں

تو اس کوں سوہتا ہے سب تن پہ نور ابھرن

اُس کے سوتاب تھے ہے مہتاب کا اُجالا
سے
اُس جوت تھے ہے روشن چندر جو تان درپن
سے
جھڑتے ہیں پھول گل بر اس کی ہنجھی ہنسی تھے
سے
تو چند، سُرج، تارے، اُس تائیں کھولے دامن
اسلئے چاند سورج کے لئے
اس عید کے ہوس تھے دھرتی اہے ہوائی
سے زمین
نیہہ کا ہوا اپس ہیں تو دے ہوا کوں تن من
محبت
صدقے نبی کے قطبا جم جم خوشی انند سوں
سے
لک سال اچھے کہ اُس تھے ہے عیش، شمع روشن (ج)
لاکھ اہے سے (ک)، (ل)

(۹)

مکھ جوت سوں چندر مکھیاں شبرات کوں جھمکائے ہیں
رخ کی جھلک سے مہرویاں ۴۶۰
چندر، سورج، تارے دیکھت نِس جھلک کوں جھلکائے ہیں
چاند رات کی

ہر یک دھن ہر یک کُدھن، پین نوتن کے ابرہن
ایک عورت پہن لباس

پی مدمدن جھلکا بدن، شہ پگ چمن کوں آئے ہیں
شراب قدم

مُکھ شاب کے رنگ آب کوں، افتاب جوں ات تاب سوں
رُخ

دکھلائے کر مہتاب کوں، بے تاب کر پکلائے ہیں

سو دھن لٹک کے جب جھلک، دو نو الک کے سو مہک
حسین زلفوں

مہکیا فلک پر تھے ملک، بے سُد ہو لک لک آئے ہیں
سے لاکھ لاکھ کی تعداد میں

چھاتی اُپر چھاتی سُندر، لٹ سیام بھر کچ رتس بھتر
زلف

جانے مگر کالے ابر ڈونگر پہ چڑنے آئے ہیں
قلعہ

مہتاب دھن رخسار ہے، گل ریز گل کا ہار ہے
عورت کا

ڈو بھوں سو حاجب یار ہے، ییکس پہ یک چل آئے ہیں
ایک پر

قطب زماں حکم رواں، یک پل جاو داں رہے یو جہاں
کے یہ

امن و اماں سوں کر علیؑ جو تھے حکم یوں لائے ہیں
جیو (مدام) اسطرح

(ج)

(۱۰)

رعشق شبرات سر تھے دھن کری رے ۔۔۔ نین مہتاب سیتے دن کری رے

بیں بھر سے عورت ۔۔۔ آنکھ کے سے

عجب اُس دھن کے مکھ پر ہے تجلی ۔۔۔ ہلالاں تن رتن روشن کری رے

ہوایاں سو کے بنگڑیاں چکراں جوں ۔۔۔ گھڑیاں بازیاں سو آپ جوبن کری رے

خط سرمہ جسطرح ۔۔۔ اپنا

نین مستی کے گلریزاں سو بھر کر ۔۔۔ ۴۷۰ ۔۔۔ نلی طاوس چک چومن کری رے

پھلی ناسک جھلکنے تھے ہے شبرات ۔۔۔ دھرت کوں آج نس جوں گھن کری رے

ناک کی سے ۔۔۔ زمین کو جو آج کی رات مثل آسمان

لڑاں موتیاں کیاں تج ہنسنے کیاں جھیلاں ۔۔۔ تو جھیلاں تھے جگت درپن کری رے

کی ۔۔۔ سے دنیا کو آئینہ

ترے پگ دیکھ دھرتی کھلبلی دھن ۔۔۔ گگن کوں پگ منے پینجن کری رے

قدم زمین اے حسین ۔۔۔ آسمان کو قدم میں

نشانی گال تج مشرق و مغرب ۔۔۔ بُنداں خوے تار کی سُر پر کری رے

تیرے ۔۔۔ بوند پسینے کے

ترا صورت عطارد کیا لکھے گا ۔۔۔ تو قدرت سیتے تن ابرن کری رے

سے جسم پر لباس

رعشق کے نو بہار کی توں کلی ہے ۔۔۔ پھلاں امریت کے جوبن کری رے

میوۂ آبحیات

خدا بن کس نہیں ڈرتی ہے کھینو نلی　　　توساریاں میں نڈر کی من کری رے

(کوتلی)
کے بغیر کسی سے

جلکچ کہنے کا تھا سومیں تو کہیا　　　دوتن کی بات کی جتن کری رے

جو کچھ　　　غیر

نبی صدقے قطب شہ کوں بھولا کر

دیوانہ بنا کر

توسب ناریاں میں اپ جتن کری رے

حسینوں　　　اپنے لئے محفوظ کر لی　　　(ج)

ہلالِ عید

و

عیدِ رمضان

جگ کہتے آج گھن پر دیکھے ہلال ساقی — ۴۰۰ — سونئیں ہلال بیرے مہ کی مثال ساقی

عالم (مخلوق) آسمان

چک جا میں دیکھ شفق رنگ ریشم سو بیچ رقعہ — پڑیا ہے گھن پہ پر کر منج نہال ساقی

پڑا آسمان مجھے

نوری ورق پہ لکیا خمّار چرخ منج تجہ — انگور کی کنواری سوں دے وصال ساقی

میرا تیرا

یک ماہ تھے مرا دل لالونیاں گگن کوں — دھنڈ تو چند ریالا پایا ابتال ساقی

آسمان سے — ڈھونڈھ نئے چاند کو اب

تم تھال انبر شفق رنگ کے اوڑا تے بغل تھے — دیتا صُرے ثریا دیکھ جج اتال ساقی

آسمان اپنے سے — مجھے اب

بھر بھر پیالے بھر بھر دوراں پہ دور کر کر — مے سوں ملاکہ دیتا لب کا زلال ساقی

سے

گالاں جو گلرخاں کے لالاں کرن کو چج ندھر — پھرتا لیکر کمل میں پیالا گلال ساقی

کرنے کو چاروں طرف

نابات شیر خرما پیتے شکر ادھر دھر — کیوں روزے رکھنے سکیاں کر کر ملول ساقی

ہونٹوں میں رکھکر

من منس کہیاں کہ سوراں چاند یہ روزے ہی ہیں — جو پوچھتا ہے مے دے ست یو خیال ساقی

کہیں سورج چاند — ڈال

مے شرع میں منا ہے کر محتسب نہ کے توں — دے بوسے لب نمک سوں کرے حلال ساقی

کہے اسلئے منع

صدقے نبیؐ علیؑ کے ہے ست الست تھے قطبا ۹۰ رتس پر دیا تو مے لب ہاں اب سنبھال ساقی
اسکے علاوہ شراب لب (ج)

(۲)

چند امین عیدی بشارت دکھایا بھنواں سیتی ساقی اشارت دکھایا
چاند سے
ادھر گی مد کی گھر کوں کلف تھا سو مکڑا سوکئی کیلی کھل دل عمارت دکھایا
ہونٹ شراب قفل کو نجی کھولکر
چھپی تھی سو یک ماہ مد کی چھپیلی مشاطا ہو عید انگارت دکھایا
ایک مہینہ تک شراب
صراحی سرو سرو نانی چھنداں سوں پیالے رتن موج آرت دکھایا

کروں سیو یک چت سوں مد پیر کا میں کہ میخانہ کا منج اجارت دکھایا
دل سے پیر مغاں مجھے اجارہ
محمدؐ نبی فیض تھے عید آکر محمد قطب کوں صدارت دکھایا
سے (ن ا)

(۳)

آیا ہے عید کا چند پھر جیسے رخ بام ساقی لیا یا ہے آج کی نس خوشیاں پیام ساقی
چاند پر لایا رات
مد عیش تھے پیا ہے ات روشنی دیا ہے بالا سو خم کیا ہے لے نوں سلام ساقی
سے

بھر عیش کی پیالی دے منجکوں تو آلی — دن تیس کے ہلالی لیا سر بکام ساقی
عشرت منجے د لا اب جوں خضر جم جلا اب — پیالے مدن پلا اب آیا ہنگام ساقی ..ہ
متوال سب ملے ہیں جوں پھل چمن کھلے ہیں — اپ من منے ملے ہیں بھر بھر دے جام ساقی
دل لبید زاہداں کے صوفی و عابداں کے — لے خرقے طاعتاں کے دے مدن تون وام ساقی
پیالے پیتے پلاتے بھر بھر صراحیاں لیاتے — مدہی ہوے ہیں ماتے متاں تمام ساقی
کھلئے ہیں پھل چمن سب رنگیں ہوے ہیں تن سب — مدجام دے ہمن سب بھر بھر مدام ساقی
قطبا کوں اب خدا تھے صدقے سو مصطفے تھے — اپ پیار مرتضے تھے انپڑیا انام ساقی

(۴)

نھنا بالا نوا نازکر آیا جیوں نوا چند — چند اکھ چھواں ریکھ لگایا جیوں نوا چند
نکھار یکھ اُپر سیام بدل یوں گگن چھائے — سبھی لوگ نچھا دیکھنے سپایا جیوں نوا چند
خدایا توں نکھار یکھ چندا دشٹ دو کھاموج — یہی روز کھلادں لگا دیسپایا جیوں نوا چند

انچل چیر چھنالال تلیں مکھ پہ چند ر دیکھ　　بدل کون لے ہیں جھل مل موسہایا جیوں نوچند

ہوارات اندھاری ہیں انچل جوت جگت مانے　　۱۰　کہیں لوگ دیکھو دیکھو او آیا جیوں نوا چند

اتم لوگ چرن سیس لگاویں سو کہت چند　　سو میں پاؤں پڑیا ریکھ دکھایا جیوں نوا چند

معانی سو نکھار یکھ ہوا قبلہ منا تو کو　　اماماں کی دعائیں میں پایا جیوں نوا چند

(ق)

۵

رس عید جلوہ گر ہو گئے دن صیام ساقی　　نو چند سے ساغراں میں بھرے مدام ساقی

زہد ریا تھے بھو دن بدنام ہو رہیا ہوں　　پیالے پلا پرم کے کر نیک نام ساقی

مستی تھے اپ صراحی کرتی تھی سرکشی نت　　کرتی ہے جام کوں اب ہر دم سلام ساقی

تیں دیس کی خماری توڑن کے تائیں مجکو　　کم کم نہ کر توں دم دم بھر بھر دے جام ساقی

صدقے نبی قطب کوں انپڑیا ہے مے طہورا
کوثر تھے ساغر انپڑا صدقے امام ساقی

(ج)

(۶)

ابرو کا اتم دیکھ سو عیدی کا ثمر ہے — او چند دکھت منج میں غلامی کا اثر ہے

عیدی کا ئد یا کرا دیا کرنہ کہو کوئی — او صوم تجلی کی گھڑے گھر میں خبر ہے

سورج کا پیالا سجن ہت میں اہے بھر ۵۲۰ — کدھی تو تھی نا میں کون سترا اثر ہے

یا خضر قدح ہے سجن ہت کا پیالا — یا دست کی تاثیر یا عیسیٰ سا بشر ہے

شربت کے طبق دور نہ مجلس میں پھراؤ — مج جام منے پھو کی نظر نئے سرا بھر ہے

عیدی کے دما مے طبلاں بجنے جگت میں — پیچن گھنگرو ناوکے گرجن سوا نر ہے

نج خیال ہمن دل میں سنے جب تھی جیا سوں — او نقش ہمن دل کے نین جیو میں بصر ہے

بازاں میں تمارے سو تھا باز ہوا ہوں — اب باز من ناؤں تو چھپ کی نشر ہے

لے دیں کوں سناؤ نکو کوئی رمز برت کا — عالم منے وو خوک لقا مردک خر ہے

نا وتم ۔ ن۲ وو ۔ ن۳ مجہ ۔ ن۴ دو ۔ ن۵ مجہ ۔ ن۶ تجہ ۔ ن۷ جیا ۔ ن۸ ہمں ۔ ن۹ نپوچھو ۔

شوال کا چند آیا مبارک سوں قطب شہ[1]　آنند کا سرا ہیو کہ خوشیاں کی خبر ہے
چاند　شراب　(ق۔ج)

(۷)

انبر سمدور میں ہنسی نوا چند کا سا یا عید
آسمان کے سمندر　نئے چاند

سو عشرت ہور انند نیاں پکڑ لے حد لیا یا عید
اور　میں نہ ؟　لایا

گگن کا ہے محل بن تھام ہور بن طاق بندے کر
آسمان　بے ستون　اور بے　باندھے

نوا چند رو جر کا طاق بندے سو بندھا یا عید
نیا چاند

سکل متاں دیکھت تس کوں شکر کا سجدہ کرنا کر
سب　دیکھ کر　اس

نوا چند کا نوا محراب اسماں پر دکھایا عید
نئے چاند　نیا

گگن گج کا نوا چند دانت ہے تس کج اوپر چڑ کر
آسمان ہاتھی　نیا چاند　اوپر چڑھ کر

خوشیاں کے فوج سوں شہ گھر منے مہمانی آیا عید
کے ساتھ　میں

---

[1] متعالی

جو خمخانہ کوں موند یا تھا روزیاں کے قفل کر ساقی
بند کیا روزہ

نوا چند کیلی سوں خمخانے کوں منہ تھے کھلایا عید
نئے چاند کی کونجی سے پھر سے

رجھانے شاہ کے من کوں انند ہور عیش کے راگا
دل اور

نوا چند رکا چنگ لے چنگ میں چھند سوں بجایا عید
نئے چاند

جنت بن میں کھلیں جوں پھول کلیاں رحمت کے شبنم تھے
کے باغ جسطرح پھول کی کلیاں سے

سکیاں گل لاگ ادھر کلیاں کوں مد سوں تیوں کھلایا عید
گلے لگ کر ہونٹ کی کلیوں کو شراب سے

نبی صدقے قطب کے دشمناں کوں کاٹنے گھنس جوں
گھن کیطرح

نوا چند کا بلی خنجر پکڑ کر ہت میں آیا عید
نئے چاند کا ہاتھ (ج)

(۸)

خورشید مکھ اپردے سے ابرو ہلال عید
رخ نظر آئے

اُس ابرواں کوں سجدہ کیا ہے وصال عید
ان کو

خرم خوشیاں سوں شوے کی سیویاں بھری پڑی

ساقی پلا پیالہ کہ آیا ہلال عید

تج خندہ کا شکر دے منجے شیر خرمے میں — شربت پلا ادھر سیتے بھلیا گلال عید
تو اپنے مجھے — ہونٹ سے

لیایا شراب گھر تھے پون عید کا خبر — چنبڑی کی کستاں کرو آیا ہے لال عید
لایا منخانہ سے ہوا

طرے کے لال تاریاں تھے چویا شراب لال ۵۴۰ — جوبن بھٹی چڑاو کہ پایا ز لال عید
سے ٹپکا — کی بھٹی چڑھاؤ

بوبیاں کے منج پیرتا ہوں اپس مونٹ باغ — پھولاں پھلاں سنگ پنجا ہے اُتم نہال عید
میں جمع بوسہ — اُگا

رستم نہ کھینچ سکے ترے بھنو کماں کوں — پلکاں کے تیراں سیتی پھنکایا اچھال عید
سکے کو — سے

مکھ پر گمٹ چڑائے ہکٹ کا گمت منے — تو حسن بھار میں سہے سو کے کا ڈھال عید
تیرے بہار زیبا خطائر

ما چین و چیں چتارے چھنداں چیں تھی ہاز — نج ہار کے کندن تھے سو لیایا ہے مال عید
سے منقوش — تیرے سونے سے لایا

تانے ازل تھے منج یہ گگن رنگ کا چھنر — پیاریاں پریاں سو ماوے آپر اور وہال عید
سے مجھ آسمانی — وہ

صدقے نبی کے سورج چند رتا اچھے گگن
جبتک ہے آسمان
نیت نیت سوں قطب کرو تو لاک سال عید
لاکھ

(۹)

ساقی، ہو عید آیا دیکھ خیال موہنیاں کے

مے لیایا کرے نیناں متوال موہنیاں کے

لایا — آنکھیں متوالی

شیرِ خرما، قند، بداماں، پستے، جیواں ملاکر

صنعت سوں کیتا صانع لب لال موہنیاں کے

کے ساتھ کرنا

ڈھل کانوں تھے گلابی گالاں پہ لال لالی

لینگے چھنداں سوں موتیاں انتھ دھال موہنیاں کے

سے — سے

کیوں رشک میں نہ آویں دیکھ عاشقاں رقیباں

ہو جھلتے جوبناں پر کیسے تھمال موہنیاں کے

ہار

لکھ لکھ الک سرک سٹ دکھلائے فن سوں تل تل

لاکھ — زلف میں پیچ شکن ڈالکر

تو سینڑے خیال پنکھی دیکھ خال موہنیاں کے

گرفتار ہوں — کے پرند

سنولہ سنگار کر سب جب لٹکتیاں سو ہر نیاں
ناز سے چلتی ہیں
سن نادر تیج آئے خلخال موہنیاں کے
آواز
جگ میں چلیں لٹکتے ات چپا تورائی سوں سو
چاتری شوخی
کبکاں ہنساں گیسنداں سکہ چال موہنیاں کے
سیکھ کر
صدقے نبی کے قطبا مے لال لال پیالے
بھر پیولے پیالے کر لال موہنیاں کے (ج)
پی

(۱۰)

عید سیوی لیا نیا خوشیاں انند — اس انداں سوں کریں خوباں انند
لایا
رنگ بھریاں کسوت کیاں بہو رنگ رنگ — کرتے ہیں تس رنگ تھے مناں انند
بہت — سے
دیتے ہیں ساقی عروساں چھند کے — عاشقاں کوں نقل او دھراں انند
ہونٹ
سرو نمنے باغ و بستاں میں سکیاں — جب ڈلیں چھب سوں کریں چمناں انند
کی طرح — سے

شاہ کے مکھ سور تھے پایاں ہیں سب چند تھے جوں نارے تیوں ناریاں انند

بخ آفتاب جیسے سے چاند سے بطرح بطرح

تج سہاتا ہے سدا اے خوان عیشد ۶۰۔ تیری عیدی تھے کریں شاہاں انند

مجھے زیب دیتا سے

قطب شہ دایم علیؐ کا داس ہے

جم کریں شہ عید تھے عیداں انند

ہمیشہ سے (ج)

(۱۱)

روزیاں کا عید آیا ہے بہو چاؤ ہور بہومان سوں

روزوں بہت اور بہت

ساقی پلا مد عیش کا اپ حسن کے پرمان سوں

شراب اپنے

منج تائیں مد کا شیر بس ہور اس ہیں خرما ہونٹ کا

میرے لیے شراب اور

نابات اپ بوسے کا دے اے شہ پری ات گیان سوں

اپنے

مدخانہ عشرت کا کھلیا بہتا پون آنند کا

شراب ہوا

خوش بھید ہے مل پیوناں مد جیو کے جانان سوں

پینا شراب دل

سکیاں سنگاریاں ہیں اپس پیو عشق کے رنگاں سیتیں
اُس کے پڑے ہیں بھاگ جس کوں شہ منگے دل جان سوں

عید آکے کھ جھمکائیا اب چونپ دل میں لائیا
سنگار میں اُپجائیا ناریاں ملیاں سو جان سوں

گن عید کا گاتیاں سکیاں پیو وپ کیاں راتیاں سکیاں
سائیں کے من بھاتیاں سکیاں ناتیاں ہیں پیو دھیان سوں

صدقے نبی کے قطب شہ کوں عید سُکھ دن دن اچھے
جب لگ چندا ہور سور ہے ہے عیش جم فرمان سوں

چاند اور سورج ... رہے ... سے (ق)

(۱)

خبر بکرید خوشیاں سیتیں میرے تائیں لیایا ہے

خوشیوں کے ساتھ　لئے　لایا

خوشیاں اوپر تھے قربانی ہونے بکرید آیا ہے

سے

اے مجلس عید دیکھت عیش ہور خوشیاں سیتیں دایم

یہ　کی دیکھکر　اور　سے

انداں راگ کوں آلاپ کر بہو گن سنایا ہے

بہت

گلالی پھول منج مجلس تھے رنگ پاکر سہاتے ہیں

میری　سے

کہ ساقی اپ نین پیالیاں کو مدھ منج رجھایا ہے

اپنی آنکھ کے　سے شراب دیکر مجھے

سہیلیاں اپ سنواریاں ہیں پرم کسوت کے رنگاں سوں

خود کو　جامہ محبت　سے

کہ بکرید آکے سب جگ میں طبل عشرت بجایا ہے

سکھیاں منج مستی کیاں ماتیاں عشق کا کھیل منج سہتا

مجھے زیب دیتا　میری　کی　ماتی

جگت اے عشق کوں دیکھت اچنبا ہو لبھایا ہے

اس

منجے چوندھر اندان ہور خوشیاں کا گر جنا سُہے
مجھے چاروں طرف اور

تو مستی عید کا سر پگ پہ رکھو موئن منایا ہے
قدم میرے دل کو

نبیؐ صدقے قطبؔ شہ کوں سُہے جم عید مستانہ
زیب دے ہمیشہ

کہ میرے سیس اُپر دایم چھتر شاہی سہایا ہے
سر

(ق)

(۲)

خوشی خبراں سنایا عید بکرید — کہ قرباں ہونے آیا عید بکرید
کی
کھٹکتا مرغ دل کے بوستاں میں — طرب مطرب کوں لیایا عید بکرید
لایا
نگہ غمزیاں سوں کھینچا منج کوں ساقی — اپن سُد بُد گنوایا عید بکرید
کے غمزوں سے مجھے
اپنا
خدایا کعبہ مقصود دکھلا — دلیل رہ دکھایا عید بکرید

نہ کر غصہ شکایت عشق تھ بن — ۵۸۰ خُرم دُکھ میں نبایا عید بکرید
کی راہ
جکوئی ہے عشق میں ثابت قدم او — پرت میں اُس رُجھایا عید بکرید
جو کوئی وہ — عشق اُسے

معانی کے بچن بستاں تھے ئے گل

ہر اِک گل تھے سہایا عید بکرید

(ف)

(۳)

ہویدا ابھی ہوا جوں جان بکرید
کیا سب جگ کوں آباد ان بکرید

جتے شہ کے دندیاں تھے جگ میں سکوں
کیا ہے شاہ پر قرباں بکرید

جنت میکی سو الواں نعمتاں سوں
کیا تازہ جگت کا جان بکرید

ہوا بھر پور جگ کا مَیں ہور مَن
بچھایا ہر طرف یوخواں بکرید

خبر لیا یا کہ حق شہ کوں دلایا
حیات و بخت جاویداں بکرید

بھرائے بزم ساقیاں مد مد سوں
کہ ہے مستاں کا مہماں بکرید

نبی صدقے قطب لک برس جی تو
کہ تج تھے پاوے نت جیوان بکرید

(ج)

(۴)

اٹھم بکرید آیا جگ ہوا خوش اپنے من میانے

دل میں

گھرے گھر عید ہووے آج سارے تربھون میانے　　۵۹۰

ہر گھر میں　　تینوں عالم میں

سکل غلماں ہور حوراں ملک اس عید سوں خوش ہو

سب　　اور　　سے

بھرائے آج دن مجلس خوشیاں کی سرگ بن میانے

جنت کے چمن میں

چندر بھر پھول تاریاں کی رنگیلی اوڑلے چادر

چاند

لگا سینے کنک عنبر لگا ڈلنے کوں کھن میانے

آسمان میں

کرن زرتار کی پیرن سورج پن دور دھلکا کر

شعاعوں کی　　پیرہن　　پہن کر

ادک جھلکار سوں نکلیا جھلک نوری برن میانے

خوب　منور ہوکر　　نکلا　　جسم میں

سہیلیاں آج یوں تنہ کیاں رنگی کسوت میں سہیلیاں ہیں

کی

کہ یا رنگ رنگ کھلے ہیں پھول چمناں کے چمن میانے

کے　　میں

الالیاں سوں جوانی کے توَل شہ سوں رلیاں آنے
نئے بادشاہ کیساتھ ہمیشہ رہنے کیلیے
کریں لک چھند بند تِل تِل تمن کے یک سین میانے
ہر لمحہ تمہ نے
مدن کاسے پلا شہ کوں حُمن کی چپا کنی دے دے
بوسہ لذت دے دے کر
ادک متوال کر شہ کوں کیاں خوش مے مدن میانے

پوَن عشرت سہا وا یو لطافت شاہ کا دیکھت
ہوائے دیکھکر
ملک حوراں چندر سورج رہے کم ہوا پن میانے
یہ چاند
نبیؐ صدقے قطب شہ کوں دعا پنجتن کی ہے دایم
تو نت آنند سوں کرتا ہے شاہی سب دکھن میانے
ہمیشہ اطمینان سے میں (ج)

(۵)

شہا بکر ید ہے سالم دیہ کن تج پہ قرباں ہے
تجھ پر سے
دھرت خوشدل گگن خوشحال جگ سب شاد خنداں ہے
زمین آسمان عالم

توں ابراہیم کے فرزند نجے تج دوستاں سوں مل

تو ابراہیم قلی قطب شاہ تجھے اور تیرے کے ساتھ

جو اسمٰعیل کوں حق پیار سوں دایم نگہ واں ہے

۶۰۰ سے

علیؑ کا باگ توں تج جھل جھلا ہور دھاک ہور ڈر تھے

شیر تو تیری جلال یا رعب اور سے

گگن کے باگ کوں تج پر کیا مریخ قرباں ہے

آسمان شیر (اسد) کو تجھ پر سے

خدا تج کوں دیا عیدی یو ہندستان سالم کوں

تجھ یہ

تو ون پر دن قیامت لگ ملک تیرا آباداں ہے

روز بہ روز تک

جکوی تج سات یک چت نہیں سو دشمن ہے محمدؐ کا

جو کوئی تیرے ساتھ دل

جو دشمن ہے محمدؐ کا سدا خوار ہور پریشاں ہے

اور

تو موسیٰؑ تج کھرگ موسیٰؑ عصا تج مکھ ید بیضا

تو تیری تلوار کا تیرا چہرہ

توں عیسیٰؑ تج ترنگ ہے سورج ہور آسمان میداں ہے

تو تیرا گھوڑا سورج اور

ہے جم داود الحاں تج بزم میں تج بزم میں جم جم (۲)

(دواودوے ۶) تیری

انندان پر انندان پر انندان پر انندان ہے

دیا حق نج حکم تل سب پری ہور دیو وحش وطیر
تیرے حکم کے تلے اور

سو جن ہور انس عنصر چار و سا چا توں سلیمان ہے
اور سچا تو

سٹیا تیرا کھرگ دشمن پہ پر تو تو رگت میانے
ڈالے تلوار خون میں

ہوا دشمن کا تن سب جوں عقیق ہور لعل مرجاں ہے
مثل اور

دعا کرتے اُسے سب جگ جکوئی تیرا دعا گو ہے
جو کوئی

ثنا کرتے اُسے عالم جکوئی تیرا ثنا خواں ہے
جو کوئی

نبی صدقے خوشی گھر گھر انند ہی ٹھار ٹھارا ے قطب
اطمینان جگہ جگہ

ترے گھر میں ہزاراں سال لک بکرید مہماں ہے
تک (ج)

۶

دن آج کی بکرید کا سب جگ میں رجحان ہے

۹۱۰

گھر گھر خوشیاں عیشاں انند جہان پر مہمان ہے

ریگاں بدل سیخاں سہیں تارے ٹکے لذت بھرے
باول
کڑدل چندا سورج اگن گا نور سو اسمان ہے
چاند آگ

بادل سے سفرے کے اُپر جوڑے جنت کیاں نعمتاں
کی
سو اس کندوری کوں دیکھت ترلوک سب حیران ہے
دیکھنے یا دیکھکر

یو عید قربانی اپے قرباں ہوی سہیلیاں اُپر
خود
تو اس سبب اس عید کوں سب جگ میں اپتا مان ہے
اتنا

یا موہنیاں سنگار کر پھرتیاں لٹکتیاں دھرت پر
پھرتی ہیں لٹک کیساتھ زمین
یا گگن اُپر تارے سہیں یا کھیلیاں بستان ہے
آسمان زیب دیں

کوئی گاتی، کوئی آلاپتی، کوئی ہنستی، کوئی ناچتی
کوئی پیتی، کوئی پیلاتی، کوئی سرخوش، کوئی مستان ہے

صدقے نبی کے قطب کوں قایم اچھو شاہی انند
ہے
جب لگ دریا میں نیر ہور انبر اُپر چند بھان ہے
تک
پانی اور اسمان چاند سورج

(ج)

(۷)

نگار کر اضحیٰ اچپلے سو نور انواراں بھرے

پھل سور طو اکن لگا ترِ جگ میں جھلکاراں بھرے

سورج

خوش عید عشرت شہ کے گھر لیایے دیکھ اس شہ ہت لیکر

ہاتھ میں　لائے

لا گل گلے لا مشک عنبر جو بھیر مہکاراں بھرے

مے لب توں لبدانے میں لے بوسے تجھل بھانے میں لے

تیرا

مد پیالے میخانے میں لے چو طرف میخواراں بھرے

شراب

چندر رکھیاں پی جام اول تارے لیاں نقلاں بدل

مہ رخاں

مست ہو پھریں یوں شہ اگل سوراں کیاں جو بھاراں بھرے

۶۲۰

کے سامنے سورج جس طرح

تو قطب گھن زر کش ہو کر طبلے سورج رکھ چرخ پر

آسمان

کرناں سے تاراں کھینچ کر ساریاں میں زر تاراں بھرے

شعاعوں　ساڑیوں

پیو سات کیاں ہواپے جیو سات قرباں ہواپے
پیا کے ساتھ خود جی کے ساتھ
تسلیم کر اسمٰعیل اپے تو رحم گلے باراں بھرے
خود
حضرت نبیؐ صدقے تھے بلٰ یا قطب کیتا یو غزل
لکھتا یہ سے
آنند سوں سن لا عید گل کے پر گھر یاراں بھرے
(ج) (و)

(۸)

بکرید عید آیا صلوات بر محمدؐ
آنند علم اُچایا صلوات بر محمدؐ
خوشی کا بلند کیا
جیسکچ مراد میرا دل میں جو تھی خدا تھے
جو کچھ سے
وو ہی مراد پایا صلوات بر محمدؐ
وہ
بارہ امام پنج تن کا مہر جسم ہما ہو
منج سیس چھانو چھایا صلوات بر محمدؐ
میرے سر
میری خوشیاں کی بیلاں گگن منڈوے چڑو کر
آسمان پڑھیں کر کے
جبرئیل ورد لایا صلوات بر محمدؐ
یک دھیان ایک چت سوں دل ہور جیو میرا
دل سے اور جی
حیل ہر لکو صدق لایا صلوات بر محمدؐ
دندیاں کی ذات کوں سب یک دھیرکوہی کر کر
دشمنوں ایک طرح
دُکھ آگ میں بھونایا صلوات بر محمدؐ
دُکھ کی بھنایا

صدقے نبی کے قطب خان محل میانے
عشرت پکڑ بسایا صلوات بر محمدؐ

(ج)

(۹)

عشرت کے پھولاں کا یون لیایا بسنت بکر ید سوں
سب رنگ بھریاں کے من کے تئیں بھایا بسنت بکر ید سوں

اس باس کی جھلکار سوں آیا بہار اس جگ منے
آنند پھل جگ باغ او پر چھایا بسنت بکر ید سوں

سب بن ہرے انبر نمن پھولاں تارے کھل رہے
زہرہ سوں منگل ساز کر گایا بسنت بکر ید سوں

کھلتی کلیاں کے ہونٹ ہلتے ہیں جو نازک بھید سوں
کرنے صفت سشر کھیل کا آیا بسنت بکر ید سوں

سند ریکیاں پر رنگ سنہ میلے تو آنکھ تل یوں دسے
آنکھ کی تل اس طرح نظر آتی ہے
سورج ستار بادل پر کرن بایا بسنت بکرید سوں

عشرت بدل امرت پھوئی چھڑ کیا ہماری بزم میا
کہ بادل آبحیات کی پھوار چھڑکا
منج دل چمن میں سکھ برگ لایا بسنت بکرید سوں

یک ٹھار مل آئے بسنت بکرید عشرت میرے دشٹ تھے
جگہ کی نظر سے
قطب زماں آنند سکھ پایا بسنت بکرید سوں

(ق)

(۱)

نورانی نوروز نوراں سوں آیا — حمل سب جالاں لے حضرت تھے دھایا

ج جگاتا جو جگ میں وجھل کا زمم جھم — چمن جوگ چندر مُن جگت جگایا

م مدہر مد مستی میا سوں منوہر — مدن من کی مجلس میں غُنهر منڈایا

ک کدم کر سو کستور گُنکم کلاکر — کنٹی کو یلاں کا مناگن گوایا

و ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جنس کا — ہوس سوں ہری بن ہزاراں ہلایا

س سہیلیاں سو ہاتاں میں ہاتاں سُہایا — سہیلیاں صف تارے ثریا سہایا

ق قرب سوں قطب شاہ قدرت قدر سوں — قضا قوس تھے قاف تا قاف پایا

(ج)

(۲)

نوا نوروز نور نگ جوں کلیاں کلیاں کھلایا ہے

بنداناریاں کوں پھل جھڑیاں کمل کنچو کیاں ملایا ہے

سُرنگ پھل پیالے شبنم سوں دھولائے بھر گلالی لتس
خوشرنگ کے پھول دُھلا

سبز رنگی نہالاں نورنگیاں ہت دے پلایا ہے
ہاتھ میں دیکر

دسین جوں بلبلاں تلتل تلاں ناریاں کی نرگس پر
نظر آئیں مثل

پرم مے پرلاں دے تن کوں جیواں دے جلایا ہے
روح دیکر

تروتازے طراوت سوں کمل گلال ناریاں کوں
سے

بنداون تا فنی ہر یئے اُپر پھولاں پھلایا ہے

بھونر پھولاں کے بچھڑی میں مو کالا جوں کے کویل ہو
مثل

ہری ڈالاں اُپر پھر پھر سندر پھل کر جلایا ہے

چلانے تھے بھونر کے بھر رہے سروں آہن کر کہ

کلیاں مکھ موڑیاں سوں پھر خدا یکجا ہلایا ہے ۱۵۰

کچیاں کونلیاں کنواریاں ناریاں کلیاں کوں نوروز آیا
کچی کونلی کنواری ناری (عورت) کلی

محمد صدقے قطبا کوں انداں سوں ملایا ہے
(ج)

(۳)

سرتھے نوروز بشارت لے خوبیاں سوں یوں گھر آوے

پھر سے کی اس طرح

تو حمل برج میں اپنا سو شرف عزم دکھاوے

مو اُمیداں کے انند پھول چمن من میں کھلے ہیں

میری دل

گھنگروال بال پیالے مُنے مدبھر کے پلاوے

میں

سبز صورت سو سبز باغ میں سُہنی گھن انچل سوں

آسمان کے

کوکلاں نادسوں چوندھر پہ کھنچنی پیاری نچاوے

کوئلوں کی طرح کھنچنی کسبن

چنگ کرتا ہے پیالے و صراحی کوں سلاماں

روم تاراں سیتیں مطرب اپے چنگ چنگ بجاوے

سے خود

سرو قد ساقی جو بنیاد کرے ناچن کی

ناچنے

پریاں حوراں سیتیں ملکر سری راگاں سیتیں گاوے

سے سے

آئی مشاطہ نگارن سو نگاری پری تا ئیں

میری کے لئے

قدرت اس ہونٹ مٹھائی تو نبات اُس کیاں کھلاوے

نبیؐ صدقے قطب ایسی کرے نوروز رنگیلی

آب کوثر خدا حضرتؐ کے ہتوں منج کوں پلاوے

ہاتھوں سے مجھ

(۱)

بسنت کھیلیں عشق کی آ پیارا — تمیں ہیں چاند میں ہوں جوں تارا

تم — جیوں

نچھل کندن کے تاراں انگ جھونا — ۶۶۰ — بندی ہوں چھند بند سوں کر سنگارا

بسنت کھیلیں ہمن ہور ساجنا یوں — کہ اسماں رنگ شفق پایا ہے سارا

ہم اور ساجن

شفق رنگ چھینٹے میں تارے گٹ جوں — سرج کرناں من زرتار تارا

سورج کی کرنوں کی طرح

پیا پگ پر ملا کر لیائی پیاری — بسنت کھیلی ہوا رنگ رنگ سنگارا

کے قدم — لائی

جوبن کے حوض خانے رنگ من بھر — سورو مار وم چرکیاں لائے دھارا

میں — رواں رواں

بھیگی چولی میں بھیٹن نس نشانی — عجب سورج میں ہے کیوں نس کوں ٹھارا

بھیگی ہوئی — رات — رات

بسنت ونت جھد سو کندن گال اوپر — پھولایا آگ کیسر کی بہارا

بہار

نبی صدقے بسنت کھیلیا قطب شہ

رنگیلا ہو رہیا ترلوک سارا

(ج) — رہا — عالم

(۲)

پیارے بسنت کا ہوا آئیا سکیاں تن مشک زعفراں لائیا
آئی لائی

(کرم خوردہ) ______ کہ چوندھر ہریا رنگ ہو اچھائیا
چاروں طرف ہرا کی

______ کہ جیو اُس تھے جیون کا رس پائیا (ج)
سے

(۳)

(کرم خوردہ) ______ کہ کویل پرم نادا پینا سنایا
محبت کا نغمہ

______ سُرس ہور آواز جگ کوں چھایا

گلالی رنگاں کے بہو جنس سوں چھبیلیاں رنگیلیاں کے قد پر سہایا
بہت طریقہ سے

نبی صدقے اے قطب شہ اس بسنت میں رتن میگھ برسن عجائب دکھایا (ج)
موتی کی بارش برسکر

(۴)

بسنت آیا سکی جوں لال گالا کسم چولا ______

پپیہا گاوتا ہے میٹھے بیناں مدھر رس دے ادھر پھل کا پیالا
ہونٹ پھول جیسے

پیاری ہور پیا ہت میں ہت لے　　سرون میں نہنڈیں گل پھول مالا
اور　ہاتھ　ہاتھ
کنٹھی کویل سرس ناداں سناوے　　تنن تن تن تنن تن تن تنلا لا
نغمے
گرج بادل تمے داد گیت گاوے　　کویل کوکے سو پھل بن کے خیالا
پھولیں
سے
سدا سیوا کریں ایسی گسائیں　　دلدر دور کر کرتا نہالا　۱۸۰
نحوست　　نہال
نبی صدقے ہوا قطبا تراجینت　　دنداں سینے میں سلتا دکھ بھالا
دشمنوں　　(ج)

(۵)

پیاری کے مکھ میانے کھیلیا بسنت　　پھولاں حوض تھے چرکے چھڑکیا بسنت
میں　　سے
بسنت باس چن چن کے چنری بندھے　　جوابہر کے لہراں سوں آیا بسنت
جوین حوض میں نورتن رنگ بھرے　　بسنت راگ گاؤ یہ بھایا بسنت
رنگا نید میانک بندے گلسری　　گلے گل لراں سوں دکھایا بسنت
نوی بالی کونلی کدم میں بھیجے　　پرت پیالے بھر بھر پلایا بسنت
محبت کے

بسنت کی خماری نین میں بھری ہنڈولے نین ول ڈلایا بسنت

نبیؐ صدقے یوں ہوں محمد غلام نوی رت سیتی رت ملایا بسنت

(ق)

(۶)

او منگاں سوں بسنت آیا نورانی کریاں کسوت سکیاں سب آرسانی

منگوں کے ساتھ — کرتی ہیں — عروسی

بسنت کے پھل کھلے ہیں اپ رنگیلے ۶۹۰ ہوا حیران دیکھ اُس تائیں مانی

پھول — کو

کنتل کے پھولے ہنستے ہیں او مکھ پر کہ جو پھل پرڈلے بھونرا سو گیانی

بس — پھول

جو رت پر کیا کوں شہ پہلے بسنت جب پلاوے نیہہ مد تب شہ کی میانی

کوہک کویل بسنت کے راگ گائی کہ پائی ہے اپے رت میں سکت شانی

اس — سکھ کی

ہوا آکر صفا پھل بن کوں توں دے کہ دیکھ او نقش ہوئے حیران مانی

دیکھ کر وہ

نبیؐ صدقے قطب شہ تائیں جم جم

کے لئے

سہاویں رنگ بھرے حُسناں سہانی

(ج)

(۷)

شاہ کے مند سعادت کا خبر لیایا بسنت

نین پتلیاں کے چمن میں پھول پھل لیایا بسنت
تایا

سبز سارے نور تن کسوت کئے ہیں رنگ رنگ

سرو مینا میں سو شبنم کا سرا پایا بسنت
شراب

سارے پھولاں تئیں بسنت کا پھول مہانی کیا
کو

گل پیالہ ہو کے خدمت تائیں جت لایا بسنت
کے لئے

جوت مانک سوں بسنت کے گل کھلے عالم منے
میں

پھل بسنت تھے سب فلک پر لال رنگ چھایا بسنت
پھول سے

سور کا رخ میں بسنت کا رنگ جھلکتا نور سوں

ہور چندر کے حوض میں چندن سوں مہکایا بسنت
اور چاند

ترنیاں جپڑکہ ترنگ نکلیاں بسنت کے ڈھنگ سوں
پھول ہر اک کھل کے اب باساں سیتیں گایا بسنت

جھین چُنڑی پر گُٹ تاریاں کا کر آئے انگن
چپیر کتارے کے تیئں انبر کماں لیایا بسنت

سر تھے انچل ڈھال کر بھیج پر پلو کر یوں سٹے
سے
بجلی چڑکے ہانتھ لے تھاڈی تو رنگ پایا بسنت

چڑکیاں کے نیر بُند تھے سب فلک پکڑیا ہے رنگ
بوند سے
اُس گہر ابراں کے رنگ تھے موتی برسایا بسنت
سے

ن اُس گہر ابراں ستارے موتی برسایا بسنت

موتیاں یاقوت گھر گھر یوں دھک انباراں بھرے
ہر گدا مسکیں کوں خاقاں سم کا دکھلایا بسنت
برابر

ن سکہ

شکر ایزد کر معانی رات دن آنند سوں
نیرے مندر میں خوشیاں آنند سوں آیا بسنت

ن قطب شہ

(ج ۔ ق)

دوسری عید

پوریوں کی عید

رشنی ہو آئی ہے پوریاں کی عید — شہ درس دیکھنت ہوی حوریاں کی عید
رشن ع لانے والی — کا درشن

شاہ درس سینتی گمتیاں کا میناں — دید پر ہے دید منظوریاں کی عید
کے درشن سے عیش کرتی ہیں

شاہ کے مکھ سور سوں ہر دم حضور — نت نویلیاں ناریاں نوریاں کی عید
رخ آفتاب سے

وصل کعبہ کر پھریں سب آس پاس — شہ کی بھیٹن سوں ہے ستوریاں کی عید ۱۰

ناریاں جگ پر چمن دے شہ کرو — لعل ادھر پیالیاں سوں مخموریاں کی عید

بوسہ — ہونٹ
مل خوباں بنب جب ابماں جو پائے — تب تھے ہوی جگ میں کنڈریاں کی عید
سے

مصطفیٰ ہور مرتضیٰ کی پشت تھے
سے — اور — نظر
قطب شہ تھے ناریاں گوریاں کی عید
سے

(ح)

اِتبار (اتوار) عید

قربان ہوتے تنہ اپر آئی اہے اتبار عید
کے اوپر ہے
گھر گھر خوشی ہور عیش کا بچھیا ہوا بھوتا سوں
اور کی طرح سے
امید کے سب ملک کا سلطان ہے توں تو تجے
تو تب تجھے
مدشوق کے پیالے پیتے مستیاں کوں سب تان کر
شراب سے
قدسیاں سبھیں سما کے جہان ہو تنہ گھر آئے ہیں
سب ہی
بندے ہو کر بندگی سیتی پائی برائی جگ منے
بندہ سے میں

عشرت کیے پروے لیا رجے عنبر سوں تنہ کے وار عید
منائی جاتی گھر
ہے آج جگ خوشحال سب ہوتی ہے ٹھار ٹھار عید
ہر جگہ دنیا
مطرب انند عشرت ندیم خط داس ہے ہور یار عید
غلام اور
دے نقل تلتل ذوق کا یک دل سوں یو خمار عید
سے یہ
جگ میں اچنبا ہور رہیا دیتے ہی یو اوتار عید
حیرت رہا نظر آتے ہی
پکڑے ہیں نس دن شاہ کا یک چت سیتی دربار عید
سے

رات
صدقے نبی کے قطب کوں لیا لے کرا پنا کرے
مائل کرکے
عشرت انند کے چھند سوں یو چھند بھری چونار عید ۲۰
آرام سے یہ

(ج)

سکھ بلاس کی عید

سدا ہوے جشن بزم میں نہہ انند | کہ دولت ہے اس شاہ کا بھو بلند
سنوارے گگن سے رنگیلے محل | رتن جوت جھلکے کہ یا سور چند
سجن کے جشن میں سورج سے بھگت | دکھاویں عجب دیسے سوں چھند بند
سبھی ساز بجتے ہیں گن بھید سوں | پنکھنے ہیں اُس ساز تھے جیو کے چھند
گرجتے ہیں اُس دھن تھے ساتوں گگن | جگت رقص کرتا ہین بچ گزند
نہیں بزم اس ساز کا ہور کہیں | نظر نا لگے تیوں سٹو اگ سپند

نبی صدقے قطبا کرے سکھ بلاس
کہ دایم اچھو عید کی تیوں انند

عید

عیداں کیاں ہیں خوشیاں سب ہی اس عید میں — سالاں کے غم بھاگیاں سب ہی اس عید میں

(ہیں — کی — سالہا سال — بھاگ گئے)

فتح و ظفر ہور عیش ہے اس دن منے — نوراں کی ہیں کلیاں سب ہی اس عید میں

(اور)

ایسی خوشیاں پر لکھ گہر سر نیوا زماں — روشن ہوا ایماں سب ہی اس عید میں

(ہیں — لاکھ)

چند اسورج لیتے جھلک اس دور میں — پائے شرف پرجاں سب ہی اس عید میں

(چاند — رعایا)

جھاڑ سوکیاں کوں لگے پھل عید تھے — گوہر بھرے سیپیاں سب ہی اس عید میں

(سوکھے ہوئے — کی وجہ سے)

اس دیس میں کوئی غم نشاں پاتا نہیں — رقصاں کرو ذوقاں سب ہی اس عید میں

(دن — ذوق سے)

قطب زماں کے سب گناہاں بخش الہ

پکڑیا علیؑ داماں سب ہی اس عید میں

(ق)

(۱)

خدا کی نظر تجھے برس گانٹھ آیا — کریم کے کرم تجھے برس گانٹھ آیا

محمد کے میم تجھے مدنا تک گریں — علی عین عادل علم کوں اچایا

الف آسماں آسماں گیر بند کر — حسن ہور حسین حسن حاجت لایا

قمر قاف قبے اوپر جگ جگایا — پرم پی کا پیالا پیا منج پلایا

گلاں گاف گل گوند سہرا سنوارے — حمائل سو ہے حمد کا حق نہ پایا

تو ہی ستی کا ہانس منج گل نہ باکر — نبی ہاتھ نابات نیکا چکایا

صدق صاد کا صبح صادق صفا سوں — قرب قطب کوں قاف قاسم دکھایا

(۲)

نبی کی دعا تجھے برس گانٹھ آیا — خوشیاں کی خبر کے دمامے بجایا

پیا ہوں ہیں حضرت کے ہت آب کوثر — تو شاہاں اوپر مجھ کلس کر بنایا

مرا قطب تارا ہی تاریاں میں نہچل — تو مجھ پر فلک رنگ کا چتر چھایا

سلطنت گولکنڈہ کا شاہی رنگ نیلگوں تھا۔

فلک دور نمنے سو منڈپ اچا کر جڑت سب تارے کو اس پر جڑایا

کلس دستے نمانا ہان رجند سوج وو جھلکار نوراں سیتی جھک جھکایا

سورج چند اپنے تال ہو کر بجیں نت منڈل ہو فلک ٹم ٹمایاں بجایا

کرے مشتری رقص مجہ بزم میں نت برس گانٹھ میں زہرہ کلیان گایا

کلیاں عشق کی مجہ ہیے میں کھلا کر پھولاں غم کے ول بوستاں تھے گنوایا

مرا گلستاں تازہ اس تھے ہوا ہے ،۵، مجہ اس باغ تھے میوہ دم دم کھلایا

دندے دشمناں کوں سو یک جا ملا کر سو اسپند کے پاتراں کر نچایا

خدایا معانی کی امید برلیا

کہ جیوں سانت کے میٹھو تھے جگ سب اکھایا

(ق)

(۳)

خدا کی رضا سوں برس گانٹھ آیا ہہس شکر کر توں برس گانٹھ پایا

دعائے اماماں تھے مجہ اج قائم — خدا زندگانی کا پانی پلایا

سے میرا — آب حیات

نبی کا دعا ہے منڈپ سیس اوپر — اماماں دعا سوں طناباں بندھایا

کی سے

گل مصطفٰے سیتی سیرا گندھا کر — مجہ اس گل کا سیرا حمایل پنایا

سے سہرا — سہرا پہنایا

دعائے علی تھے سراجی چڑھا کر — اپن سایہ سوں سایہ باں مجہ پہ چھایا

سے — اپنے مجھ پر

ہر یک روم کی جیب سوا شکر کر توں — کہ تجہ بھاگ تارا شرف سوں نپایا

رواں زباں سے — تیری قسمت

معانی محمد پہ صلوٰۃ کر توں — کہ توں داس پن تھے جگت میں سہلایا

غلام سے — (ق)

(۴)

نبی ناؤں تھے پھر برس گانٹھ آیا — ۶۰، ۷ — قے فتح خبراں شہاں کوں سنایا

نام سے — نبی کی کو سنایا

نبی کی غلامی تھے ہے تاج تج سر — شہاں تاج پر تاج تیرا سہلایا

سے تیرے — سہلایا

پھولاں کے منڈپ ہور گڈنے کے تھانباں — کہ ساتوں سہیلیاں سوں منڈپ اچایا

پھولوں گنا کھم — اٹھایا

گلالی پھولاں کا بندے سر کوں سہرا — او پھولاں جڑت قرص حمایل نہایا

باندھے — وہ پہنایا

قطب تارہ دکھلائے قبلہ کی باٹ ۔۔۔ اِسے ہے بس شرف قبلہ جگ کوں دکھایا

قطب تارہ قطبا فلک کا کلس ہے ۔۔۔ سبھی تاریاں میں نکٹ ہو دپایا

چھتر کا کلس سو کیسلی نوا چند ۔۔۔ سو اس کا جھلجھل نور جگ کوں جگایا

کلس کا ہے جھلکار دو جگ کا سورا ۔۔۔ فلک آپ منڈپ چھو حوراں نچایا

سورج چاند تارے پھر کھول کھولا ۔۔۔ فلک تال منڈل گرج کر بجایا

خرچ زہرہ کے پھول ہو ریان کا ۔۔۔ عطارد کے لکھنے میں ہرگز نہ آیا

گلالی کلیاں کھلیاں دل باغ میں ۔۔۔ کہ باقی پھولاں کی رو تاں کوں گنوایا

تمن آرزو تھے ہے دل باغ ہریا ۔۔۔ اناراں او گل نار منج ہت وو لایا

کیا دشمناں کی نظر چاک چاک ۔۔۔ کہ جیوں چاک گاڑی کے نمنے پھرایا

خدایا قطب شہ کوں رکھ اپ پناہ
برس گانٹھ تج یاد سیتیں گنایا

(ق - ج)

(۵)

حبیب حق تے برس گانٹھ دیس آئے آج
علی کے مہر تے مجلس سو کچ کچائے آج

رحیم انبر کوں تاریاں سینے سنواریا سو
منڈپ پھولاں کا محمد کے ہیر اُچائے آج

سو لکھناں سو سلکھن گھڑیاں میں امرت بھر
سہیلیاں جھاڑ خضر نیر سو پلائے آج

جو سہرا ہیم محمل کا سر پڑا ہیرے
علی کی لے کی حمائل منجے پنائے آج

سنے کے صد او پر پھول گیند جوبن کے
ہزار چھند بنداں سوں سکیاں لرچائے آج

صراحی سنبلہ ہور مشتری کا لے پیالا
سُہیل ساقی ہو منج مدپلانے دعائے آج

فلک طبق میں ملک نُقل بھر تاریاں کا
چکھاوتے منجے آنند سات لیائے آج

سو لال کال طبق میں سکیاں عل نہہ بھر
سو شہ سجان کوں بہو چھند سوں لیا کھلائے آج

گگن طبق میں کرج چاند کے سو کانسے دھر
کہ زعفران و مشک رنگ رنگ بھرائے آج

نچھل وہ لک کا جھلک نت تو جگ میں یو دیسے نظر آئے
کہ تارے چاند سورج بھر کے جوت پائے آج

فلک بدل کے منڈل کرملک لے سورچند نال | نچا نتاں سکیاں منج کون جم یہ بجائے آج
باول سورج | مجھے
ندی رو ماولی موتیاں کی آرتی بھر کر | سو زہرہ مشتری لکے ہت پلا دلائے آج
کی | ہاتھ سے
سدا ہے دوس محمد قلی محمد کا | علی کے مہر سینتی سک انند پائے آج
| سے
نبی کے صدقے قطب منگ مد و علی کن تھے | سو میز بانی برس گانٹھ لکہ گنائے آج
کے پاس سے | لاکھ
(ج)

(۶)

گھڑی امرت منے ساعت سلکھن دیکھ اختر سوں
میں مبارک
گنائے ہیں ملک شہ کا برس گانٹھ آج مہنر سوں

محلاں میں ہر یکیس جادیا خوش زیب و زینت لیا
لا ہر ایک
چتارا ہو عطارد آ چتر ہر یک بچتر سمند ر سوں
مصور تصور آثار
کریں مل رقص آ حوراں ہر یک زہل چیند ر سور اں
چاند سورج
جھلکتے ہر طرف نوراں سو تن ابھرن کے جوہر سوں

سو مل آ مشتری زہرا جو لیکر چنگ نو چند کا
نئے چاند
اُتر گگن تے امنگ سوں آ جاویں لاگ گنہ ترہوں
اسمان سے سے
سو دیکھ حیران ہو سارے گگن کے سب رہن ہارے
آسمان رہنے والے
اپس سُدھ کھو کہ بچارے بجھا سے مَیں عنبر سوں
آنچ کے اپنا
مہکتی دور پر مل بھر زمیں اسمان سب یک سر
دماغ ہو تر جگت کے تر عنبر ہور مشک عبہر سوں
تینوں عالم اور
علی اثنا عشر سوں مل دعا کر قطب شہ تج تیں
تیرے لئے
گرہ باندے بسا سو کا نبی کے اسم اچھر سوں
ڈالے کے حرف
(ج)

(۷)

ملایک عرش پر شہ کیاں برس گانٹھاں گناتے ہیں
کی
سماں ساتو محل میانے بدل فرشاں بچھاتے ہیں
ساتوں میں بادل کے

کرم کر پنجتن بارہ اماماں چہاردہ معصوم

برس لکہ کی برس گانٹھ آج اپ چاواں سوں پانے ہیں

اپنے

سدا جگ میں جیو و شہ کر سکل حوراں کیاں سجدہ

زندہ رہو　سب

ملک آمین کہہ کہہ سب دعا سوں ہت اُچاتے ہیں

کے لئے ہاتھ اُٹھاتے

مکت مصحف کے تارے ہور ہے خوباں کے مکھ پر کی

برس گانٹھاں کی گانٹھاں ہو دو جگ میانے سہاتے ہیں

میں

سورج چند آئے مہماں ہو کہ مہمانی ہوتی شہ گھر

چاند

خوشیاں سوں ناچتیاں بجلیاں بدل عشرت کے چھاتے ہیں

بادل

ابھالاں میل کر آنے لگے چھندال سوں چوندھر تھے

بادل　ل　ساتھ چاروں طرف سے

کہ یا انبر کے سینے کوں ملایک مشک لاتے ہیں

آسمان

قطب شہ کوں مبارک کر دیا سوں بخشتن دایم

کے ساتھ محبت　کرم　سے

حیات ہور بخت دولت سوں خضر نمنے جلاتے ہیں

اور　سے　کی طرح

(ج)

(۸)

خدا ہور مصطفےٰ کی دشت سوں آیا برس گانٹھ
نیاسو برس کا نہٹاں کا خبر لیا یا برس گانٹھ

اور نظر سے
بڑائی چوده اماماں ناوں سوں منج ہند و سیرا
نبی دولت تھے عالم کوں مرُبھایا برس گانٹھ
لایا

نام سے مجھے باندھو سہرا
سہیلیاں مل گلالی گل حمائل منج پناوو
حمائل قرص چندر .. دکھلایا برس گانٹھ
سے

گلے میں پہناؤ
او چائی پھول منڈپ پیار سو پیاراں نویلیاں
دعا پھولاں کی خوشی جو رسوہا یا برس گانٹھ

اٹھائی
بجاتے دِن و ناں ترم ترم پلاتے گا ونے چھند سوں
خوشیوں پاتراں انچل کوں نچایا برس گانٹھ
گاتے

محبت آرتی یوں وارتے جیوں ڈھال
سو موتی ڈھال دریا کاں جھمکایا برس گانٹھ

جداں لگ سورہے کرنوں برس گانٹھاں انند سوں
شہاں میانے محمد قطب لیکھایا برس گانٹھ
جب تک سورج
(ق)

(۹)

خدا کی رضا سینتی آیا برس گانٹھ
سعادت ستارہ دکھایا برس گانٹھ
سے

جو امرت گھڑی دکھ دمامے بجائے
تو مہتر سیتیں پاں دلایا برس گانٹھ ۸۱۰
کھڑ

نگت موتی منجا بندی مانگھ سیتی
جگے جگ نبا تاں نیٹا یا برس گانٹھ

باندھے
سورج میگھ انبر کت کریاں کے جھیلے
چندر کے نہالاں سوچھا یا برس گانٹھ

امولے نین میں زحل مول را کھے
او شیرین کی شیریں دلایا برس گانٹھ

نبی کا غلام ہے محمد قطب شہ
خبر لاکھ سالاں لیایا برس گانٹھ
لایا (ق)

(۱۰)

نبی کی غلامی تھے آیا برس گانٹھ
سہاگن سکیاں میں سہایا برس گانٹھ

سے
جوبن کے طبل ل بجاو نوبتیاں
سبدنال برذنگ بجایا برس گانٹھ

رنبھا پاتراں ناچتے بردبارہ
........ماراں نپایا برس گانٹھ

نین چھند درپن میں دیکھنے نشاں
تواب چھند پیالا پلایا برس گانٹھ

ہنوں سوں نہنی لی ہے ہت میں صراحی
گگن کے گھنے گھن گنایا برس گانٹھ

صد سے
نبی داس تن پن تھے ہے قطب شہ
شہاں بیا تے شکر لکھایا برس گانٹھ
سے میں (ق)

جلوہ
اور
دیگر رسوم

پرم پیاری کا جلوہ گاو ساری — اُسے چند سورسوں پریاں سنگارے
چاند سورج سے

سُہاگاں بھاگ پھل منک کھلے ہیں — سہیلیاں آرتی تارے نوارے
سہاگ کے — کے پھول پیشانی پر

رچاو تخت جلوے کا خوشی سوں — کہ چوندھر جو موتیاں سوں سنوارے
کیا تھا — چاروں طرف موتیوں سے

چڑاو تیل اب سانتو سہاگاں — مشاطہ ہو کے زہرہ بہت نگارے
ساتوں — ہاتھوں کو

پلا شربت دیو ہاتاں میں بیڑے — بندا و ساریاں موتیاں کنارے
ہاتھوں — بندھاؤ

محمد قطب شہ ہور اُس پری کوں — خدا یار کھ جداں لک میں تارے
اور — جب تک (ق)

(۲)

بنے ہور بنی کوں پلاو سدا — سو عاشق و معشوق ملاو سدا
اور (پکارو؟)

نین میں دھر سائیں کے دھیان کوں — پرم کے ہنڈولے جھلاو سدا
آنکھ — محبت

مری نین پتلی سدا نیر میں — مہا جل موں میں کھلاو سدا
آنکھ

۸۳. سو بالی ہاتھ چوڑی گندی چاؤ سوں | نشاطہ عشق ہت کھلا وو سدا

حسین کمسن کو یعنی گُدی کیبہ تھ | کے ہاتھ سے

لی کونلی پیاری پیا بارے سیتی | اپس میں اپے سب ہلاوو سدا

کمسن کیساتھ | اپنے آپ

مجازی پیالا سو کیا کام آئے | پرم مد حقیقی پلاوو سدا

محبت کی مے

نبی صدقے قطبا نویلیاں سوں نت | وقت اپنا انس دن بلاوو سدا

نئی | رات دان

(ج)

(۳)

میں تیرے کاج جلوے راگ پایا | تو کارن چونپ سوں سہرا گندایا

انند کے موتی مانک تخت سنگار | گلے میں ہانس عشرت کا پنایا

ہنسلی | و پہنایا

رنگیلی مجبتدی ہت ہور پانو لاکر | کندن کلیاں کے ہاراں خوش گندایا

ہاتھ اور لگا کر

سہیلیاں نتا تو گل کنٹھ مال بایا | پیالے عیش کے سب کوں پلایا

گلے میں ڈالیں

نبی صدقے قطب نت سندریاں سوں

ہمیشہ

بدھاوا رات دن منگل گوایا

(ج)

(۴)

پیاری کا جلوہ من من میں گائے — عشق سیتی جیو پاتراں کوں نچائے

ہم — کے ساتھ نے

جوبن جوگی او پرم چو میوہ دل کا ۴۰ — او پدمن کوں تبیلا کر چند لگائے

طنبورا او کنگری ہیں اپے از گا کر — دو تن ہت سوں پیالیں مد کوں پلائے

اپنا — رقیب ہاتھ سے شراب

سنے کے طبق میں جوبن پھول گیندال — اس او پر دو کچلے بھونر خوش سہاوے

سونے

سرو قد صراحی جوبن اس کا پیالا — انچل ابر میں جھمک بجلیاں دکھاوے

بھواں خم سوں مج پانوں پڑ کر سکے سو — نین مستی سیتی پیالا پلائے

میرے — آنکھ کی سے

قطب پنجتن کا غلامی قبولیا — تو اس عشق انگوٹی میں چند سور پائے

قبولا — انگوٹھی چاند اور سورج ڈالے (ج)

(۵)

.... ناقص الاول ....

رچے جب عشق نوری میں سار دل کا — نین پھانسی سب کر موہن من رجھاوے

آنکھ کی — دل

رکھے جب کجل آپنے نین میانے — تو سوکیاں کے پاوے چھنداں سوں بجاوے

کاجل آنکھ میں — خطرے

جو آوے سورج نمنے سنگار سوں — تو ہر بال تجھے راگ نیہہ کا او چاوے

کی طرح — سے عشق اٹھائے

جو اوڑے ہے جلوے کا چادر صفا سوں — ۵ۂ — سو حسن کے گلے ہانس سہرا (؟) سہاوے

حسین ہنسلی

کنگی کوں بہت ناز سیتی پکڑ کر — عشق شیریں خسرو کوں چھند بند دکھاوے

نبی صدقے او ناری قطبا سوں میلی

ملی

کہ جس کے سو بھاوا جگت من کوں بھاوے

عالم کے دل — (ج)

(۶)

بھاگنی بھاگاں کا جیو اگاو تم — اس سہاگاں کے سیند بجاو تم

منجے بھولاں میرے دل میانے — عشق چوکی پر چڑا بلاو تم

لے بھولا، تب

نو رتن منج عشق کے چوکاں بھرے — موتیاں اہراں کے تم بجاو تم

تو

پھل ہنسی ہاراں گلی آنند بے — جلوے کا شربت پلا سمجاو تم

پھول

دن ذنا گرجے جو بن بادل نمن — کنگناں جھنکار منج سناؤ تم

کی طرح — کنگن کی — مجھے

رات کی بے خوابی میں پیا ترن — خوشبیں پاتا کے طبق بھر لیاؤ تم

نے — پان — بھر کر لاؤ

قطب شہ بھاگی نوے مندر چلو

خوش قسمت نئے

نھنی بالی تال سوں نچاؤ تم

کو — کے ساتھ نچاؤ

(ج)

مہندی

(۷)

امرت گھڑی گھڑی میں خوشیاں طبل بجائے

قطب زماں کے تائیں بھوگن سینتی پلائے ۸۶۰

دیتے ہیں یارگہ او جس رنگ ہے سُہاتا

او ہاں ناتوں لے نبیؐ کا سورج شمعے لگائے

صدراں میں زرنگارے تارے جڑے کندن اس

سُنتے کے سر وجھاڑاں زیبائی سوں سہاوے

زہرہ نمن محافے روشن ہیں اس انگن میں

یا سور کی ہیں کرناں جوناں سوں سرا وچائے

ا۔ بحیات، کو، بہت، کے ساتھ، وہ، نام، کی شمع، سونے، کے ساتھ، کی طرح، سورج، اٹھائے

سورنگ رنگیلی مہندی بہو رنگ سوں کلاکر
خوش رنگ　　بہت　　سے　　ملاکر
کیتیک چاواں سیتی شہ پانوں کوں لگائے
کتنے ایک　　کے ساتھ

سب پیارے ملکے پیاروں سوں جامیں شہ پہ ڈل ڈل
سب سندریاں سوں لکھیاں رنگ رتن سوں نچے

صدقے نبی قطب شہ تائیں سہے اے خوشیاں
کو　　زیب دیں یہ
جو اس خوشی انند تھے سب جگ کے تیں رجھانے
سے　　کو

(ح)

کنٹھ مال

(مالا)

(۸)

نبر وصیٹ شوخی سوں آکر کھڑی جب — سو او چیٹ نظر میری اُس پڑی تب

تو یلی پیرت لاکے ہے ٹھیر نین منج — سکی ملنے تیں پیو کوں جاتی قرن اب
کہ قرار نہیں مجھے — کے لئے پیا

چنپاری ہے نازک کلی جوں چنپے کی — تو ریشم تھے آلے ہیں بالاں کے اس کھب
جس طرح — سے اعلے

دو رخسار اُس کے ہیں رنگیں گلالاں ۸۷۰ — او چلنے کوں دیکھ ہنس دربائی ہوے سب
اسکے

او مکھ پاک نرمل ہے سورج کے نمنے — چنپے کی کلی جوں سہے نا سکا چھب
وہ مانند — زیب تاک کے

نین سائیں کے دیکھ کملاوے نرگس — اَدھر ہیں رسیلے کہ نابات کے چھب
آنکھ کمھلاوے — ہونٹ نبات

نبی صدقے کنٹھ مال جب پین آئی
پہن کر
قطب کنٹھ لاکر چومیا اُس کے دو لب
چوما

(ج)

اوزان شاہی

کِسوتِ زرّیں

کسوت مکلل زر زری شہ آج سنگارے اہیں
لباس پُر تکلف زریں پہن کر بادشاہ نے آج آرائش کی ہے

گوہر سوتن ملے نور کے چوندھیر جھلکارے اہیں
چاروں طرف ہیں

خوباں جتے دنیا منے، خدمت کریں شہ کے کنے
جتنے میں پاس

یوسف صورت نازک تھنے، چوبھر کھڑے سارے اہیں
کم عمر

کہکشں وندے جوڑے رتن، سورج کلس کنچن برن،
لباس

زرتار کیاں ڈوریاں کرن، ٹوٹے سوجوں تارے اہیں
کی شعاع مثل ہیں

تارے وو فاضل سور تھے، جھمکے اُنن کے نور تھے
سے وہ سورج سے

دیکھ سب ملایک دور تھے، حیران بیچارے اہیں
سے

بجلیاں کے ٹکڑے کر من دھر لے دھاتا کے چھند بند کر
(کن۔ کان ؟)

کو لانٹ کھیلے سر بسر کیا شوخ مہ پارے اہیں

سوکے ویسیں یوں نین سنگ جوں کاڑ جیبا نھونک (؟)
خط مرمہ نظر آتیں سطح آنکھ کے قریب (ہوں بھوجنگ)
چنگیاں میں ڈورے لال رنگ شعلے سوں نجارے اہیں
چنگاریاں

بُند مہندی کے ہاتاں منے گل لال جوں پاتاں منے
بوند ہاتھوں میں پتوں میں
موتی جھڑیں باتاں منے جھل تھے سمند کھارے اہیں
باتوں میں رشک سے سمندر

تٹوے کلاٹی لاگ کے ات روپ نت بھو بھاگ کے
قلابازی کرکے بہت
پتلی کمر کج پاگ کے جگ من بھولانہارے اہیں
دل بھلانے واری

سب مست گج گنبھیر جوں قد راست دھرتے نیر جوں
(گج یا ہاتھی) گہرے کی طرح
آہستگی میں نیر جوں بیگی منے بارے اہیں
پانی کی طرح تیزی میں ہوا

ہوتا انند خوشحال سب نٹ گائتے ناٹک سال سب
بجتے طنبورے تال سب منڈل کے دھمکارے اہیں

چنچل چتر مدونت فنی لک لک ملک جس درسنی
جنکے درشن کرنیوالے
سو قطب شہ پیو بھوگنی جگ جیو کے پیارے اہیں (ق)

شاہی ہاتھی

(۲)

خدا کا ہست بہت جور جہڑتا
ونڈے دشمن کے سر پر پاؤں دھرتا

(ہاتھی اور) (دشمن پاؤں)

انکس اس ہیں پر قدرت نواچند
کہ سنڈ پھانسے ہیں دشمن نت سنہڑتا

(نیا چاند سر) (سونڈ ہمیشہ گرفتار ہوتا)

فلک کے دور ہیں دوکھانتہ تیرے
سنیاد نت سوں درجن سینخ کرتا

(دشمن)

اندو جھلکار سورج نا دجبلی
کیوں اس کا کلن نمنے بجھیرتا

(کیوں؟) (آسمان مانند)

ترے حملے کوں ڈونگر تاب کیوں لیائے
کہ اس گرجن تھے بادل گرج دھرتا

(قلعہ لائے) (سے)

ہتی سنکھ جو کوئی درجن جو آوے ۸۹۰
سو ہیبت تھے ونڈے تن من ہدرتا

(ہاتھی مقابل دشمن) (سے دشمن کا لرزتا)

نبی صدقے چڑے قطبا سکھ آساں
(سواری کر)
سو کنجر قطب شہ ہت جگ سنورتا

تقسیمِ اوقات

(۳)

پہلی گھڑی سانتی کے مہ موتیاں سیتی نھانے پری
نہانے

دُسری گھڑی عشق چادر اوڑے ہے او استری
وہ عورت
(دوسری) (میں)

تِسری گھڑی باندھے پرم کی گلسری اپ کنٹھ میں
تیسری اپنے گلے

چوتھی گھڑی چوکاں ریچے پیلاتی مُنج مدحیدری
پلاتی مجھے

پانچویں گھڑی پانچوں رنگاں اگنا وپکڑی نان سوں

چھٹی گھڑی چھاتی اُپر باماں سُنگاتی عنبری

ساتویں گھڑی ساتو سکیاں ملکر بندا و چیر منج
مجھے

اٹھویں گھڑی چھنداں سیتیں اوڑے پون کا چادری
سے

گھڑیاں گھڑیاں ناگن کے میں گنتا ہوا اب پہلا پہر
نہ شمار کرکے

کنولی کے کیاں میں مہکے باس سوں پھل کیوڑی
پھول　　بالوں

دسری پہر دو پہری پھل اپ کن میتے بانی سکی
دوسری　　پھول اپنے کان　　تک　　بکائی

اے مد منجے کیب کام آوے مد پلاوو کوثری
مجھے　　یہ

تسرا پہر اللہ محمد ہور علیؑ کا ہے پہر
تیسرا　　اور

خوشیاں کا پیالہ ناد بجتا ہے غلام قنبری

چوتھے پہر آکر ملے قطب زماں سوں پدمنی
سے

صدقے نبیؐ قطب زماں ہے اس زماں کا انوری

عشقاں کی آتش تھے کدھیں یک تل نہ بیچوں معنیاں
سے　　کبھی　　لمحہ

کافر کے مکھ اوپر بندیا ہوں چھند سیتیں عنصری
باندھا

۹۰۰

(ق - ج)

راگ

(۴)

تمکٹ راگاں پیاری آپ راگے راگ گاتی ہے

تمھارے راگ گاتی مکھ لہراں سوں سہاتی ہے

صباحی راگ گاکر منج صبا کے تخت بیلاوو
بٹھاؤ مجھے

دھناسیری گا کے وصن منج کوں سرنگ پیالا پلاتی ہے
عورت خوش رنگ

مرے سنگ مل نجاتی نٹکے گاتی سنگھر ابھرن

ہرے راگان سو گافی استری توں منج کوں بھاتی ہے
اسلئے مجھ کو

الاپے گا ترا گنرا کماں بھوں کا چیٹرائی ہے

عشق کی آگ میں ابرو کماں کو شی سکاتی ہے

کہ گوری راگ جو گاوے تو گوریاں کا ملک جیتا

سو سارنگ نینی سب رنگ میں رنگاں سوں سہاتی ہے

سبھی راگاں کے گل پھل ہار پایا ہے سو ملہارا
گلے میں پھول کا ہار ڈالا

جو گاوے رام کیرے رام کر راوا ن رجھاتی ہے

سبھی راگاں محمد قطب شہ کوں جم سہائے تھے

نبی دولت شعر میرا شکر نمنے جگاتی ہے (ج)
کے مانند

راج ترانہ

(۵)

سجان کے بھوماں سوں جیو تمیں راجے سدا

زندہ رہو اے راجہ

جم جم جیو پت میت سوں آنند خوشیاں کاجے سدا

حضرت نبیؐ کا ناؤں لے سب مجلس آرائی کرو

نام

حضرت کے ناؤں سوں (؟) مہمانی شہ ساجے سدا

منجال ہے اسمان ہور تارے جڑے اسکوں جڑت

ہے اور

اسکے کلس سورج چندر دو جگ میں بیراجے سدا

۹۱۰

بارہ اماماں ناؤں سوں اسکے طناباں باندے خوش

کے نام سے خوش

اُسکی شیریں میٹھائی تھے خسرو شکر لاجے سدا

سے شرمائے

ال فاطمہ کے داس کوں سکیاں چیڑا و دتیل تم
یاقوت موتیاں کے طبق اس آرتی چھاجے سدا

ساقی پیالا پیم کا بھر بھر پلا عیشاں نے تیں
نٹوا ہونا چے مشتری بہت زہرہ چنگ باجے سدا
باتھ زہرہ

حق کے کرم سوں جم جیو قطبا تمیں پت میت سوں
تم
صدقے نبی دولت بخت جم راج کر راجے سدا (ج)

ترانۂ عیش

(۶)

دُکھ درد گیا عیش کے دن آئے کرو کام
رنگ لعل گلابی چووے اس مکھ تھے پیو جام
سے ٹپکے

جلتا سو شمے بزم طرب میں نکو لیا وو
شمع
مے سُور کے انگے ہوئے سب دیوے سو گمنام
سورج مقابل چراغ

عشاق کوں پیو یاد سوں مے پینا روا ہے
اُس مُکھ کے عرق باج روا نہیں منجے آشام

عطار توں مجمر میں کِتا بالیگا عنبر
تو کتنا ڈالیگا
منج جیو کے مجمر میں سدا باس ہے فرجام
میرے دل

شکر فروشاں کرتے کتنا نرخ شکر کا

کتنا

نزول شکر کا لذتاں پا یہ ہمن کام

پایا

ملبہ آیت تفسیر میں الجھے علماں سب

جیسے گئے عالماں

۹۲۰

عشاق سوں الجھے ہیں ترے لٹ کے سر کے لام

پھنسے   زلف جیسے

تج حسن خزینا سو مرے دل میں کیا ٹھاول

تیرے

گنجور رکھن ہار کہیا تب تجھے منج ایام

مجھے   سے   کہا

تج بندگی تھے سب ہی بندیاں میں سو بڑا ہوں

سے

کیا بوجھے نجے جگ میں کہ مشہور رہا نام

نا بوجھیں عشق پنتھ سو کاں پاوینگے اس انت

کہاں   انتہا

ہے طوق گلے قاف کہ قلاب سو جیوں لام

ن جوں ۔

مو بات سو جا دار نوغہ سوں کیا ہینگلے کوئی

میری

او بات کوں سب جانتے ہیں خاص میں مو رسام

وہ اور

دو دیس میں جانے کہ کریں عیش معانی

دن

دکھ بھان پیو وے کہ نہیں جگ کوں سرانجام

(ت۔ ق)

نسخہ دار وقہ ۔ نسخہ[۲] قطب شہ۔

✤

کھیل

چوگان

سائیں کھیلے نیہہ سوں چوگان خوش   پیو تھے بن کردیے میدان خوش
سے
بات چوگاں سیتی جوبن گیند کر   کھیلو اپ پیاں سوں تم سلطان خوش
اپنی
حسن سوں نیہہ کا ترنگ چڑ کر بھیاو   تج تھے پایا او ترنگ پرمان خوش
تجھ سے
سینہ ناریاں کا ہے میداں اسکے نال   دو جوبن ہیں کھیلو تم چوگان خوش

ہر طرف رنگاں سیتی کھیلے ہیں پھول ۹۲۰ کھیلو چوگاں ایک ہے بستان خوش
سے
چھند زوروں سیتے جینو تل منے   سونہتا ہے تم ...... خوش
جینو   لمحہ   سجتا

اب نبی صدقے قطب شہ شوق سوں

پیار سوں لیایا ہے اپ جہان خوش
(ح)   لایا   اپنا

پھوکڑی پھو

(۲)

سکی تال دے منج ٹٹکنی کھڑی — کہ ڈھان ڈھکنی کھل کر ٹٹکنی کھڑی
کھیل

جو ڈھان ڈھکنی کے کھل کھیلن آئی دھن — نہ یک پھوکڑی پھو کھیل مسکتی کھڑی
مجھے کھیل کھیلے — سیکھ کر

خوشی کے بنداں تھے نچھے زرزی پچیڑ — جیوں ابراں میں بجلی جھمکتی کھڑی
پسینہ بوندوں سے — جس طرح بادلوں

سہیلیاں کے گندنے نچھے چین گاس باندھے — او شہ چرکیاں سینتیں بچکتی کھڑی
گوندھنے سے — سے

نلی بن گنواری بوجھی اس کا تال — او چھند بند دھکارن لٹکتی کھڑی
وہ

سینتی حقہ بھر بھرنہ بوجھیں سو عشق — ہو بوجھیں ایس اپ لچکتی کھڑی
وہ — خود ہی

محمد شہ ہے اس زمانہ کا شاعر
نبی صدقے اس نیہہ ٹھمکتی کھڑی
اس کی محبت میں

(ق)

کھمڈی

(۳)

ناقص ردیف

عجب کھمڈی ہے دو جگ میں کہ اس کھمڈی کی دولت تھے
سے

۵۴۰

اپن دل کے انداں کے کریں جگ سروراں کھمڈی

اپنے
منڈپ دے عیش کی مجلس بھرا عیشاں کی کرتے ہیں

گہر کھافاں میں ہور جوتی دُراں بیچ سمدراں کھمڈی

بیچ   اور

جتنے جیواں ہیں عالم کے وتے جیو داں پامر تھے
سے   اُتنے
جتنے
اُمنگاں سوں کریں اپنے دلاں کم تج گھراں کھمڈی

ملایک سب دعا کرتے صدق سوں ہات اُچا تِل تِل
سے   ہاتھ   اُٹھا کر ہمیشہ
محمد کی قطب شہ ہر براں کرتے براں کھمڈی

(ج)

برسات اور سرما

اس عنوان کے تحت وہ نظمیں جمع کر دی گئی ہیں جن میں برسات کی
بہاروں اس کے آغاز اور برسات کے موسم میں دربار اور خلق کی
مصروفیتوں کے مرقعے پیش کرنے کے علاوہ دوسرے موسموں کی
طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ آخری نظم موسم سرما پر ہے

روت آیا کلیاں کا ہوا راج — ہری ڈال سر پھولاں نے تاج

رت موسم

مینھوں بند کا لیو بہت پیالا — روت ناریاں جیں کس تھے لے ساج

مینھ کے بوند ہاتھ میں — آئینے

تن ٹھنڈت لرزت جوں گرجت — پیا مکھ دیکھت بجلی کس بکسے آج

ٹھنڈے لرزتا ہے گرجتا ہے

ناری مکھ جھمکے جیسے بجلی — اجل باوک میں سہے اُس لاج

کیس پھول دسے تارے اسمان — اس زمانے کی پری پدمنی آئے آج

بال نظر آئے جیسے

چوندہر گرجت ہور مینھوں برست — عشق کے چمنے چمن موراں کا ہے راج

چاروں طرف گرجتا ہے اور مینھ برستا ہے — ہر چمن میں

حضرتِ مصطفےٰ کے صدقے آیا برن کالا — ۹۵ قطب شہ عشق کرو دن دن راج

برشگال

(ج)

(۲)

مرگ سلطانی تنارہ جگ میں آیا پھر کر آج — رکھ سکل سر سبز ہو کر سر تھے کھلے لعل تاج

سے — درخت سب پھرے کھلے

لال رنگ کمیلیا ہی مکھ پر لال کے لعل بدخشں — تو سرج اس رنگ تھی ہرات جاو لاج لاج

کمیلا چہرہ — سورج سے شرم

میرے اُتم سروکوں رکھو توں سدا پرپ سوں　　　بار رحماں! آبِ کوثر سیتے دے اُس کوں رواج

سے　کو　تو　　　سے　کو

تیرے مکھ پر خسروی فرِ منور دِستیا　　　تو ہی ترکستاں کے شاہاں دیونے تج کوں خراج

چمکتا　　　تب ہی　دیتے　تجھے

تج کھڑگ تھے تیغ رستم پست ہی عالم منے　　　رستماں ہیں تجکوں گنتے ہیں شجاعت کا سراج

تیری تلوار سے　میں　　　تجھے

وو کھڑگ جھلکار بجلی ہو کے جھمکے[1] گھن منے　　　کڑکڑا پر کڑکیا ہے سب ہی دشمن کوں براج

وہ تلوار　آسمان میں

بھنوں کماناں نا چڑا اپ لوچناں کے گوشہ سوں　　　کیونکہ تج شاہی کے دِشٹی تل دسیں دوجے دوراج

کماں ابرو　نہ چڑھا اپنی آنکھوں　سے　　　تیری　نظر نیچے نظر آئیں

آسمانی دور کا چوگاں لے چڑیے نہ ترنگ　　　دور چوگاں میں جو بلجے گیند تیوں بلجے ہیں راج

پھنسے　جوں

اے معانی[2] توں دعا تھے ہور رہیا تھا نا امید　　　تج دعا با مدعا ہے کر محمد نمنے راج

تو　سے　ہوچکا　　　(ق۔ج) تیری　　　کی طرح

(۳)

پلا ساقی مے ہور خوشی سیتی ناچ　　۹۶۰　　ہوا سبز و خرم ہوا جیسا پاچ

اور　سے

تمن شوق کا نین تھے میہہ چوے　　　اے باتاں نہیں جھوٹ تم دیکھو ساچ

تمہارے　آنکھ　سے　مینھ　برسے　　　یہ　　　سچی

ن[1] جھلکے ۔ ن[2] قطب ش ۔

کبو دا کھ جھاڑاں کوں یہ اسلام　　تمن آرزو دل ہوا شیشہ کا کاچ

خوشی شادی سیتی ہمن بزم میں　　صراحیاں اپر ساقی پیالاں کو اَچ

کھلیا عیش پھول مو باغ میں　　نکوا... تن سے منے مو نجا نچ

جلاؤ سپند تا نہ لاگے نظر　　دو تن آگ میں تم پکاؤ وکماج

معانی علی دم تھے خوش ہی ہوا　　کبو محرباں کوں بجاؤ وکماج

(۴)

سہیلی ہے نیلی رت میں تھونی　　گھٹا چھائے انبر نگارنگ نہانی

سہے سبز انچل دھو نور جیوں گگن پر　　مرگ میں مرگنیاں کی کسوت سہانی

پیاری کے خوی بند مشاطا نگارے　　بھواں کج سہیں یو جیوں اسماں سمانی

عشق کے بنے بن سوں یک ناد گاوے　　نیہا کے بولاں سوں پیو پیو فغانی

چمن ناد سوں تال دارو بجاوے　　جو بن کی پکھاوج بجاوے سمانی

گلالی ہیں گلاں پیالے ملھاری نویلی نوی کونپلیاں نھے جوانی

نبی صدقے ایسے مرگ ساں نت نت علی کی دعا تھے چھتر آسمانی

(ق)

(۵)

انداں سینتے بھی آیا مرگ سال دندیاں پامال عزیزاں ہوئے خوشحال

کنارے آسماں کے نیں شفق رنگ دندیاں مارے گئے اچھلیا رگت لال

فلک نیں گڑگڑاتا مست ہے ہست کہ شہ کے درجناں کوں کرنے پامال

اُنن کے دفع تیں کچھ نیں مجے کام کہ آپی سب چھپے اُس بیت پاتال

کماں قوسِ قزح دینے ملک کوں دندیاں مارن کوں لا مجوز کے تس بھال

ظفر شہ پائے کر سب درجناں پر خوشی سوں گاوے زہرہ قزح برلال

نبی صدقے نکو کر غم توں قطبا
علی ہور آل دایم تیرے رکھوال

(ح)

(۶)

مرگ مال آنبا پھر تھے مرگ نینی سنکاراں کر
آنبا پھر سے نے موشے
جڑت مانک بہوتیاں لعل موتیاں ایک ڈھاراں کر

بدل ہوئے میں کیوں سے پھنکڑیاں جھمکا و بجلیاں جیو
بادل
چھپا کھونپے میں پھل تارے بدل کے اندھکاراں کر
پھول بادل اندھیرا

رسیلے کنٹھ سوں آلاپ اب کویل کے کہکاتے
کوکو
کلے سے
پپیہے ناد سوں مد پیونت کدنا خماراں کر
پپیہے کی آواز سے شراب پی ہمیشہ کبھی نہ

ہریا شیشا، ہریا پیالہ، ہریا کسوت، ہریا جوبن
ہرا ہرا ہرا ہرا
ہریا جوانی ہریالی ہیں ندیاں موتیاں کے ہاراں کر
ہرا

بچھل مکھ نیر ہوراں میں مچھیاں لو جن ترا چنچل
مچھلیاں آنکھوں کی
جوبن گج گرجنے اوپر لشاں بادل کے بھاراں کر
ہاتھی زلفیں

ہوا اپتا دکھا کر چونپ سوں کرتا زملہارا

رجھالے شاہ کوں پیاری بجا کر جیو کتے تاراں کر

محمد قطب شہ کے کنٹھ لگ نس زن لگے جھڑ جیوں

گلے — رات — جھڑی جیسے طرح

(ق) دو جیں ات بھوگ گرمی تھے پسے خوی بند ماراں کر

سے — پسینہ کے بوند

(۷)

سہیلیاں مرگ سال آیا ہوا سوں — گرجن اس کا سہتا ہے اداسوں

سے — زیب دیتا — سے

مشک ہور زعفراں عنبر کلا کر — سکیاں تن کوں لگاوو بہو صفا سوں

اور — ملا کر — بہت — سے

چوا چندن اگر پرمل سہاوے — ۹۰ — سجن مجلس میں ہے رنگ بے بہا سوں

(اگر) — کی — سے

طبق پھل بان کی پیاریاں بھراویں — سنواریں چولی اپ تن پر صفا سوں

پھول (پان) — اپنے — سے

پیا اپ من کی پیاری سوں ہی یک چت — پلاوے نیہہ کا پیالا وفا سوں

اپنے دل — سے — یکدل — محبت

گوا وو راگ برسانت اس ہوا میں — سکیاں پیو کوں منا لیا وو میا سوں

گا — برسات — لاو — محبت سے

نبی صدقے مرگ آیا آنداں کرو قطب تماں اپنے پیاسوں
عیش کے ساتھ (ج)

(۸)

مرگ آئیا مرگنیاں اب مرگ کوں مناؤ
آیا ہے
مرگ ایسے پیارے پیانے لعل تھے بھرلاؤ
ہونٹ سے میں
جھاڑاں کوں پھول ہور پھل سہنتے ہیں جیوں جواہر
مثل اور
صدراں زمردی رنگ ہر اک محل بچھاؤ
میں
وستیاں جھڑاں میہوں کیاں موتیاں لڑاں کے نمنے
نظر آتی ہیں جھڑیاں بارش کی موتیوں کی لڑیوں کی طرح
اس موتیاں کا سہرا گند کر منجے بندھاؤ
گوندھ کر مجھے باندھو
رنگ بر بہوٹی کسوت کریاں ہیں پاتراں سب
آن کاس کے کنارے بجلیاں کا رت جگاؤ
آکاس رتجگا کرو؟
بر ونگ نمنے بادل بر ونگ ہو دکھایا
کے مانند
شہنائی وارو ان کا دو جگ کوں سناؤ

برسانت کے پُھلاں کا بھید پایا ہے باس روں روں
پھولاں — اتر گیا

۱۰۰۰

دُھپ کالے پھول باساں اب من تھے گنواؤ
دھوپ کاٹے کے پھولوں کی خوشبو — سے

اے قطب شہ محمد خبراں خوشی کی آیاں
آئی ہیں

(ق) جم فتح میزبانی ات مرگ میں گناؤ

(۹)

گرجتا دیکھ مرگ چوندھر تھے فوجاں کرملیاں بالیاں
چاروں طرف سے فوجوں کی طرح جمع ہو کر ملیں دوشیزہ لڑکیاں

مکل ہو لگیاں جھمکانے بھی جیوں بجلیاں بالیاں
لگیں — مثل بجلیوں کے

بکھایاں پھوی سوں چولے سب ..... کے بس ہنڈولے سب
بیٹھ

لگیاں کھانے کوں جھولے سب نویلیاں اچھپلیاں بالیاں
نئی — شوخ

متیاں ہو مد کے پیالیاں سوں نین غمزیاں کے چالیاں سوں
مست — شراب — پیالوں سے — آنکھیں غمزوں کے چالوں سے

جوانی کے اُلالیاں سوں کریں مل مل رلیاں بالیاں
ترنگوں سے — کرتی ہیں مل مل کر عیش

کھسا جوبن کسن میں تھے مدن، اُبلا کہ تن میں تھے
سے جو لی سے پاک تراب

کھلاتیاں میں نبن میں تھے چھبیلیاں بوندیاں بالیاں
سے نیبیاں

پہن ابھرن جگ مگیں چھن چھن گلے کے لگیں چمن چمن
پہن کر چمک دکھلائیں ہر لمحہ

چھن میں نگلیں چھن چھن ہویاں بی باولیاں بالیاں
انسان نولی بن بیچ دوالی

بکس تھے ایک ہیں جو تی، دکھت بھولیں جگت کوتی
ایک سے زیادہ چمک الی دیکھ کر

خجل ہویں ڈھال کے موتی، دستیں جب چلبلیاں بالیاں

نبی صدقے قطب ساتاں ہیں مل دیس ہور راتا
ساتھ دن اور رات

لوین سکھ اپنے من بھاتا، چھنداں سوں زمیاں بالیاں (ج)
سے پاک صاف

(۱۰)

گرجا ہے میگھ پھر تھے تازہ ہوا ہے بستاں
پھر سے

پھولاں کی باس پایا بلبل ہزار دستاں
خوشبو

اے خوش خبر صبا توں لے جا جواں قداں کن
چمناں کی آرزو میں بیٹھے ہیں مے پرستاں

۱۰۱۰

وہ نونہال پھولاں ہے جام خوے سو باوہ
نرگس اپس پلک سوں جھاڑو کرے شبستاں

مکھ نور پر دسے یوں مج خط عنبری او
جیوں سور اُپر ہے بادل ریحان سوں گلستاں

جاہل سو دیں گنواں کر ہم دین پر سو ہنستا
اپ دیں خبر نہ بوجے کرتا لوگاں سوں دستاں

دستور عشق کے تھے باہر توں پگ نراکھیں
ڈر ہے اگر رکھیگا تجھ دور خار رستاں

بے ہوش میرے دل کوں میٹھے ادھر جلائے
گلزار ہے عجب او دو لعل شکرستاں

مجھ عشق کے گداکوں اورنگ شاہی دینا
سب عاشقاں مجھ انگھے، ہیں طفلاں جیوں دیتاں
میرے سامنے

روزی ہوا معانی تجھ عیش کا پیالا
تجھے
بھر بیٹھے ہیں ہر طرف تو جم شوق کے تمناں (ق)
سب ہی

(۱۱)

گر جیا مرگ خوشیاں سوں شنگار و آ و سکیاں
سے آرائش کرو
پڑتا ہے میگھ پھوی پھوی چولی بھگا و سکیاں
قطرہ قطرہ
عطار باؤ پن میں پھولاں کے کھول طبلے
مہکار آچا ئیا ہے پھر من میں دھا ؤ سکیاں
اٹھایا
جوں لال پھول ڈالیاں پر تیوں دنداں پہ اپنے
۱۰۲۰ بازو بنداں کے سر تھے پھند نے پھلا ؤ سکیاں
پھرے

اسماں ہور زمیں سب یک رنگ ہو سُہاتا
اور
ہے آج عیش کا دن ملہار گاؤ سکیاں

کر کسوت احمری سب سر پاتو لک مکلل
سر سے پاتک
سورج شفق میں جیوں تیوں ہر یک دپاؤ سکیاں
چمکو

یاقوت ادھر پیالیاں میں بھر کے مے محبت
ہونٹ
شاہ نول محمد تیں بھی پلاؤ سکیاں

نئے کو پھر
تٹویاں کوں نین پتلیاں کی مدپلا مہنتی کر
مست
شہ کے مندھر انگن میں نٹوں نچاؤ سکیاں
مکان کے
(ج)

(۱۲)

مرگ چھینے کوں ملالے ملکاں مل گگناں میں
ملائک
سمد موتیاں کے جو برسائے سو بھرے انگناں میں
سمندر

دھرت بند چیر جواہر چولی رنگ پاچ کر انگ پر

پر ہوٹیاں لعلاں سوں اترے ہیں مناں نیں

کی کے ساتھ

گوکے چوندھر تے میوراں سے بن چوبنداں دیکھ

چاروں طرف سے بندیاں

نکھی رنگارنگی تے ... ست ہو چمناں میں

نیچے

ہرے صحرا ہیں نبوے لالی گلالاں تھوے بن میں

شبنمی تیل سوں شمعاں جوں زمردگناں میں

موہنیاں تانے طراوت سوں سرنگ انگ ... کی ایج

خوش رنگ جسم

بھونے بند چھند سوں لٹکتیاں جو بنالے ہو بن میں

امرت او صدف تجل سات ہے ظلمات سوں بھینٹن

۱۰۳۰

یا نچل دو بدلاں سیام ہے جوبن کے کھناں میں

دو سیاہ بادل

دیکھ عجب چھند دو نین مج ہے حیراں ہو کہے بول

جو اہے کیوں لگناں اپر سوں کنچک کسناں میں

کر نے نظارے ہوا کے پیاں مے مست سہیلیاں
بی ہے
میگ ملہار بھونرگاے سوتن تن مناں میں
بارشیں

ہوے مشکیں بھنوراں وو جو وطن کر رہیں پھل میں
پھول
نرل آچھے ہیں تلاں وو سمناں سے ذقناں میں
اُن

سر تھے پگ لک جو مکلل ہو زرینے مینے سکیاں
سر سے پا تک میں
من ہرن پچ لبدایاں گھنگرو ہور پینجناں میں
اور

خوش نبیؐ ہور علیؑ کے صدقے غزل مرگ کی کہیا
اور
سو قطب نور سوں جم ترے کہ جوں سورج کرناں میں

(ج)

(۱۳)

سالاں بسال مرگاں آنندسوں کجاؤ
ہے
جوبن طبل خوشیاں سوں نت نت تمیں بجاؤ
سے ہمیشہ تم

نچ تن کے جلوے میانے جلو کے راگ سُہنتے
میں
رجنی کے ہٹ پیالا مے سب کے تیں لجاؤ

چنری جو چن کے باندھے اوچیرا اس کو سہتا
بتیس برن سازوں اب تن اُپر سجاؤ

اپ کھونپ میں گندے ہیں کیوڑے کے پھول چھب سوں
اپنے بالوں گوندھے
چھند سوں پیالا ہتیلی ناریاں کے تیں لجاؤ
سے
صدقے نبی کے عیداں جلوا تمن سُہاوے
زیب دے
تم کو
(ق) ۱۰۴۰ قطبِ زماں کے تائیں تحفہ تمیں لجاؤ
لئے تم لے جاؤ

(۱۴)

مرگ رحمت کا گرج انبر پہ عنبر رنگ ابھالاں کے
ملا بر بیا حیات ہور خضر جوں بن جالنے جھالاں کے
اور

میہے پر برسیں جوں باراں ابی سم میگ کے دھاراں

ملک لے ہت ہو نیزداراں چلیے نیلوں میں ڈھالاں کے

ہاتھ

سُرج شہ پریٹ سوں ٹھمکیں سہیلیاں چاند جوں جھمکیں

سو کھن درپن میں پڑ جھمکیں نہ جل عکساں رومالاں کے

.. ناقص الآخر ... ... (صفحات غائب ہیں) ..

(ج)

مولودِ نبیؐ اور بارش

(۱۵)

نبیؐ مولود میں آیا مرگ سال — دنیا میں سو حظ پایا مرگ سال

ہنستی ہے

بدل کے منڈپاں چوندھر اچاکر — منداں بجلیاں کے گرجایا مرگ سال

بادل — چاروں طرف اٹھا کر

زمیں تازی ہو ہنستی ہے خوشیاں سوں — عجائب کچ ہو چھایا مرگ سال

سے

فرش ہر فی پہ موتیاں کے بچھانے — اپے فراش ہو دھایا مرگ سال

سب — خود

جہاں ہیں خلق کوں یک دھیر تھے — کرو کر عیش فرمایا مرگ سال

سے

انت آچھے میگ کا گلاب لیا کر — سنے پر جگ کے چھنکایا مرگ سال

سینہ — چھڑکایا

قطب مولود کرنا دیکھ انگ سوں

سے

نبیؐ سہیلا اپے گایا مرگ سال

۱۰۵۰

ٹھنڈ کالا

(۱۶)

ہوا آئی ہے لے کے بھی ٹھنڈ کالا — پیا بن ستیا تا مدن بالے بالا
ستاتا

رہن نا سکے من پیا باج دیکھے — ہووے تن کوں سکھ جب ملے پیو بالا
پھر
رہ نہ سکے دل کو بغیر

اے سیتل ہوا منج گمے تا پیا بن — مگر پیو کنٹھ لا کرے منج نہالا
مجھے گزرے
گلے لگا مجھے نہال

سجن مکھ شمے باج اوجالا نہ بھاوے — بھلایا ہے منج جیو کوں او اجالا
کی شمع کے بغیر
میرے دل کو وہ

جو رات آوے چندنی کی منجکوں ستاوے — کہ چندنا منجے نیں نین سوز لالا
چاندنی مجھے
میرے لئے چاندنی نہیں بلکہ چشم سوز لال

مرے من کا بھاتا ہے لالن سوں ملنا — منجے بھاتے ہیں پیو ہت کنٹھ مالا
خواہش سے
مجھے کے ہاتھ

نبی صدقے قطبا انداں سوں ملکر
اپس سائیں سوں پیو جم مد پیالا

(ج)

محلاتِ شاہی

خُداداد محل

خداداد محل کوں محمد سنوارے — نو اس میں جنت کے نگاراں نگارے
کو محمد قلی قطب شاہ — معشوق

بلندی محل کا ہے اسمان جیسا — سورج چاند تارے سو اُس تھی سنگارے
سے زینت پائے

نہ اِس جگ میں دیکھے کوئی ایسے محل کوں — مگر دھرت پر قدسیاں لیا کے بٹھارے ۱۰۶۰
شاید زمین لاکر رکھے

جوں آٹو بہشت نمنے آٹو تجھے اُس — خضر چشمے بہتے ہیں تس میں سدا رے
جس طرح آٹھوں کی طرح آٹھوں — (دکھ) جس

جگت کوں جیاتان بخشنے کے تائیں — جوں عیسیٰ کے دم تس میں بہتے ہیں بارے
لئے — مثل اکے اس

سرج چاند پیالیاں منے امرت بھرے — بدخشی لعل سم کئے رُخسارے
سورج میں آبحیات — کے مقابل

اُن مکھ مِن لب عقیق یمن جوں — سو مکھ را سہیل ہو کے تابش سٹیارے
کی طرح — ڈالا

اُن کے چہرے
پون تھے ہیں نازک سو پانی تھے پتلیاں — سرگ اچھریاں پاتراں سور سارے
ہوا سے — جنت کی حوریں سورج

فلک تھے جو زہرہ زمیں پر سو آکر	نچا کر بجایا چنگاں کے دھکارے
دیکھا دیں ارت ہت نین سوں تو کریے	فلک کھول کھڑکیاں ملک لک نظارے
رنگ آسمانی چینٹر یان چھبیلیاں سو بندکر	سورج مکھ کرن جھلکے تن کے کنارے
بھواں آسمانی کماں مس غلوں اُس	دو تن کے جیواں کے سو ہدفاں اتارے
نبی صدقے یارا اماماں کرم تھے	۱۰۰۰ کرو عیش جم بارہ پیاریاں سوں پیارے

خدا کی رضا ہور محمد نظر تھے
علی پیار سوں قطب کوثر پیارے (ج)

سجن محل

(۲)

ساجنی سجن محل میں ساج کر چھنداں سو آئی

جان جانی ہو کے جان کا پیالا سو منجکوں پلائی

مجھے

سر میں چڑیا ہے اثر سر تھے کئے ہیں مجہ خبر سُد

پھرسے تے چڑھا مجھے

نین خماراں کا بھی ناز سوں سر تھے چڑائی

سے بھرتے چڑھائی

کیس میا نے پھول تارے چاند سورج گُند ہے

میں بال

پھول کیاں تھے دوجا اسمان سچلا منج دکھائی

بال سے دوسرا سچا مجھے

بھنواں میا نے روس بار کہتی پیالا پیو مُنج کوں

بھوں میں گرہ آکر مجھ

نین ادھر کے تقل سینتی مُج کھلائی ہے ملائی

سے مجھے

گال گُلالی اوپر طرّا پھولاں کا گُند دھری ہے
گوندھ کر
گال برکاں نازک ہے اُن کا ہوا ہوں ہیں کھلائی

نور تن ہاراں کے پھانسے کر گلے میں بائی ہے اپ
ڈالی اپنے
تو ہزاراں بجلیاں انچل چمک میں پہنچانی

قطب شہ توں اس سکی کا کیوں بیان کرنے سکے گا
تو
نبی صدقے گرو گر ہو سب سکیاں کوں مل نچائی (ق)

اعلیٰ محل

(۳)

اعلا محل اعلا دسے اعلا خوشیاں مُہتر گھڑی
نظر آئے

اعلاسکی اعلا دسے جوبن کھڑی دوداں بھری
نظر آئے

انگ جوت کے چند نور پر کنجک دسے بادل نمن
جسم کی جھلک چاند نظر آئے کی طرح

تارے تگٹ پھولاں سُہیں باندی ہے ساری زرزری ۱۰۸۰
زیب دیں باندھی

جب سیس پر ڈھالے پلو چند نا چھتر تانی سکی
سر

اے ساز کرشمہ سوں ملی تب یوں دسے جیوں شہ پری
سے ایسی نظر آئے جیسے

تج بل کرّی کے لعل ہیں سب مملکت کا مول ہے
تیرے

تیری ہنسی کے بھید تھے چھپیا ہے سحر سامری
سے

تج مکھ کی لالی تھے دپے سورج کی لالی بھاگ سوں

سے چھپے

تاریخ بہو دیکھیا نہ کس تاریخ ایسی استری

بہت دیکھا عورت

مانک ادھر کے چشمے تھے شربت بنجتا جیو کا

ہونٹ سے پیدا ہوتا زندگی

اس نیر میں پیاسے اچھیں پاشہ اچھو یا لشکری

پانی کے ہیں ہو

صدقے نبیؐ اعلیٰ محل میں قطبؔ جم جم اچھو

ہمیشہ رہیں

جب لگ اچھیں اسمان پر چند، سور، زہرہ، مشتری

رہیں چاند، سورج

(ق)

حیدر محل

(۴)

حیدر محل میں دایم حیدر کا جلوہ گاؤ
عرش آسماں دھرت پر نصرت طبل بجاؤ

لیا نسیم ساق ساقی منج بزم میں صراحی
پیالے کی جوت میانے سائیں صورت دکھاؤ

سورج طبق سے گالاں میں مے نقل دھرو تم
پیاری پرت کے ہاراں پیاری کے گل میں باؤ

نہ کے نہالاں میانے کنچگ کے باد کہ دیو
زہرہ و مشتری سوں پاتر نبھا نچاؤ

جہتر گھڑیاں سوں ہاویں سینے اوپر کچویں
شہادیں
نا بات دو دیتی اُمرِت گھڑیاں بھراؤ ۲۰۹۰

پدمنیاں جیتیاں مل شہر روپ پر بھلیاں ہیں
ان ہات قول بیسڑا دیکر سکیاں اُچاؤ

صدقے نبیؐ قطب شہ جلوے کے تخت بیٹھے
حوراں پریاں سہیلیاں مل آرتی دکھاؤ

(ق)

محل کوہِ طور

(۵)

کہہ طور پر سدا ہے سبحان کا اُجالا — تو خلق سُرمہ کرتی رحمان کا اُجالا

اس طور کا سو ٹھارا مانند بہشت ہے — اس نور تل چھپیا ہے اسمان کا اُجالا

مقام — کے تلے چھپا

اس محل کوں سو دیکھت بھک پیاس سب کا جاوے — جانو جھلکتا واں شہ مردانؑ کا اُجالا

دیکھ کر بھوک

بارا بروج پر ہے بارا امام دستی — تو اس اُپر جھلکتا ایمان کا اُجالا

بارہ کی نظر — پر

ہر اِک کنگورا اُس کا جام جہاں نما ہے — ہے ہر منار پر شہ کنعان کا اُجالا

یا قطب سات کھم کا یا تخت ہے سلیمانؑ — جو جگ پہ ہے رواں اُس فرمان کا اُجالا

(کھمن-آستانہ)

انگن ہے اس محل کا جوں آرسی سکندر — دستا ہے تس پہ توراں ایران کا اُجالا

صحن مثل آئینہ — نظر آتا ہے

چند سور اُنو بچارے بتیاب ہو وین دیکھت — ..۲۱ اس محل کے نورانی میدان کا اُجالا

چاند سورج وہ دیکھ کر

ساتو سو ملک میانے مانند نہیں ہے اُس کا اُس اَنگے متار نمنے ہے بھان کا اُجالا

ساتوں مہ آگے مانند سورج

قدرت تھے سور چند سوں بنیاد اس محل کا سب کھان پر جھلکتا اُس کھان کا اُجالا

سے سورج چاند سے

اس محل کے کنگورے لاگے ہیں عرش پگ کوں جگ قبلہ ہو کے دِستا اس ٹھان کا اُجالا

لگے کے قدم کو نظر آتا جگہ

ساتو سو خسرواں کی بیٹیاں دیا خدا منج جم جھلکے تس میں بیٹیاں جاتان کا اُجالا؟

ساتوں مجھے

ہر شہ نشیں میں ہر دن ہر برج پر حکم سوں ہر شہ پری سوں مجلس جاں خان کا اُجالا

قطبا نبیؐ کے صدقے آنند کر اس محل میں

بستا ہے اس میں شبیر یزدان کا اُجالا

(ج)

قطب مندر

(٦)

نکلمن سعد ساعت سوں سُرج چند اختراں خوشیاں

سے سورج چاند

قطب مندر میں کینے مل دیکھ امرت منتراں خوشیاں

کرتے

ملایک نور درسن کے، محلاں باند درپن کے

دیکھت تاں فرش رتن کے کیے نوانبراں خوشیاں

آسمان

سکیاں چند سار راتاں میں پیالے مد پی باتاں میں

چاند کی طرح شراب کے

کریں صریاں سوں ہاتاں میں پیالے گوہراں خوشیاں

صراحیاں سے ہاتھوں

نین جھلکار جاکھن پڑ دیکھت ہنستے سرگ بن پڑ

باغ جنت

سوتن کے نور تن تن پر کریں جو ہراں خوشیاں ۲۱۱۰

خوشیاں عیشاں انداں سب، سر گنیاں سن یہ چھنداں سب

رہیا ہو پسنہ خنداں سب، بھراتر جگ گھراں خوشیاں

نکل کھن تھے گگن تل تل، محل یاقوت مرجاں مل

آسمان سے

کریں کھن سانت ہو یکدل، دراں سوں سمدراں خوشیاں

موتیوں سے سمندر اسمان

سہیلیاں جب بچن بولیں، نچھل نرمل رتن رولیں

پنکھی جیواں کے مرغولیں، دیکھت کھولیں پراں خوشیاں

دلوں دیکھ کر

سکیاں چن بند کل بیناں بجاتیاں امرتیاں بیناں

بین بجاتی ہیں

امنگ سوں باج ارت بیناں سرج ہو ہیں جنتراں خوشیاں

سے سرج

نبی صدقے قطب جگ کی غزل صد ہور دو دس کی

اور دن

کھیاوے گرہ کن اس کی تو سن ہوئیں کن سراں خوشیاں

کہاوے کر کان میں

(ج)

بارہواں پارہ
۱۲

۱
نھنی

نھنی سر تھے اپ کو سنواری عجائب — مشاطہ پری ہونگاری عجائب
(پیر سے — خود — عجب طرح)

نویلی کہ قد سم سرو کد نہووے — کہ نو کھنڈ منے ہے پیاری عجائب
(کے — برابر — کبھی — آسمان میں)

مدن پھول کی رنگ ساڑی بندی ہے — سُہے اُس کی موتیاں کناری عجائب
(کے — باندھی — زیب دیتی ہیں — موتیوں کی)

تمن یاد کی مستی منج کوں چڑی ہے — نین من میں کھلتی خماری عجائب
(تمہاری — مجھ کو — چڑھی — (چشم دل))

نبی صدقے قطبا ریجھانے کے تائیں — ۲۱۳۰ — بجاتا ہے تانا و تاری عجائب
(لئے) (ع)

(۲)

پرم موتی چوایا ہوں سکیاں گند و خوشیاں سیتی
(کے — ٹپکایا — گوندھ)

کہ مکھ روپاں کے جھلکارے جھمکتے ہیں نوراں سیتی
(سے)

عشق کا داؤ منج سوں کھیلتی ہے او نھنی پیاری

مجھ سے وہ

چندا مکھ پر نوے چنداں دکھاتی ہے نواں سیتیں

نئے

کبھوں تج بھیس کے باساں کہ یا تج بھید کی کہنی

تیرے کہانی

کہ تج باساں کے مہکارے مہکنے عشق جاں سیتیں

تیری خوشبو

مہکتا باس تج تن یوں کہ مہکے سانت کا مرجیولا

تیرے

پرم کی بات کرتا ہوں پرم کے عاشقاں سیتیں

ترے نیناں کی جھمکن میں سہاوے بھید کاجل کا

لگے ناچاک ذو تن کا نین کے منتراں سیتیں

محمد بال پن تھے ہے محمد کے غلاماں میں

محمد قلی بچپن سے

تو جیتا داؤ میں پنتھاں سوں سارے سنقیاں سیتیں

(ق)

(۳)

ہنستی ہے کھلتی ڈلتی پیالا پلاتی منج کوں
میری مستی تیری مستی جو لکھن سہاتی منج کوں

نوی ہنسی نوے غمزے پیاری توں دکھاتی
جلوے کے راگ گا کر پھیر پھیر پلاتی منج کوں

ہنس ہنس کے مکھ سوں مکھڑے کے پھل بچھاتی
عشقوں پیالا نازوں پیو کر ڈلاتی منج کوں

بولے جو بول سکاتی بولنے میں
یک یک پیالا دے کر نس دن گماتی منج کوں

۲۱۲۰

چکا چکا کہ انچل لیتی ہے مور چھب سوں
زلفاں کے پینگ میانے نہہ سوں پنگاتی منج کوں
میں

مستی بوتی نھنی اپ تن اُپر چڑائی
اپنے
اے بوتی میں رُپے کا چندا دکھاتی منج کوں
یہ روپیہ چاند

خاقانی و نظامی کا قطب شہ ہے شاگرد
(ق) شہنامے کی کہانیاں سرتھے سناتی منج کوں
پھر سے

(۴)

نازک نھنی بالی محبت میں سو نا جانے ہنوز
لوچن کجل جھمکیں ولے بارے نہ پہچانے ہنوز
کاجل
تہہ پر سو من دھرتے نہیں شیشے سرا بھرتے نہیں
میں شراب
پیالی میں مد کرتے نہیں جج عرض نا مانے ہنوز

امید مج تیرا اہے تج قول کوں سیرا ہے
معشوق توں میرا اہے جانے نہ دل لانے ہنوز

نمن پن کے کھیل مولاں نہیں، امرت ادھر تولاں نہیں

مکھ صاف تیں بولاں نہیں، اپ ترخ ناچلنے ہنوز

ایضاً

قطب زماں کوں جان توں نہہ کئے بچن میں آن توں

(ق) دے عشق کیرے دان توں کینا ابس نامنے ہنوز

کرنا

(۵)

دوڑ کر لاج سوں انچل وو نھنی لٹکی چمن

اُس نھنی ڈال اوپر کیوں لگیا ہے سبو یوں

سو کا سوں کرمیں جو غصہ و نازکی بات

۲۱۴۰

جب ہونٹاں تھے جھڑے پھوڈی جیو منگے اسکوں گمن

نیہہ نہالاں میں لگیا یک جھاڑ کوں خوش پھل رتن

باغ کا ہے او سرو مانی خدا رکھ اُس جتن

او بہشتی باس سوں کھیلے ہیں پھل سب جگ منے
اس
اس کی باساں کن نیت ہے سب خطا ہور سب ختن
کوئی نہ پا ملے
جب کتاں کے بھید گند الے ہی نٹ نٹ کا رسوں
او بہنکاراں ناؤ سن کر گرٹ براننے سب پتن

عشق کے طبلاں بجے دایم بہشتی عدن میں
بھید اولے کر دکھاتے ہیں آرٹ اپنے نین

تیرے مکھ تھے پائے ہیں سب خوبرویاں روشنی
ہے
جوہراں کیا کم تجھے دستے ہیں تج مکھ پر پچھن

چندنی میں جب چھند سوں لٹکے تو چندا جائے چھپ
چاند
آرتی ہونے تج اوپر آتے ہیں تارے گگن

میں نچاوں کیسے نوراں تھے ہوئی تو آفریں
سب پنکھی چھوڑے ہیں تیرے جوت تھے اپنا وطن

منج اوپر کا ہے چڑاتی ہیں بھنواں کا تم کماں
غمزے کے ناوک سوں دیا اپنے ہوٹاں کا چمن

اے معانی ختم کر ہے تیرا گوہر بہو بہا
مصطفےٰ و مرتضےٰ منج کوں کمر باندے کسن (ق)
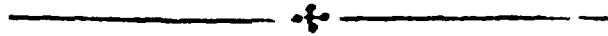
۲
سانولی

مری سانولی من نکی پیاری دیسے ۲۱۵. کہ رنگ روپ میں کونلی تاری دیسے

دل نظر آئے

سہے سب سہیلیاں میں بالی عجب سرو قد ناری اوتاری دیسے

سکیاں میں ڈولے نیہہ بازی گن جب اوکھ جوت تھے چند کی خواری دیسے

اس کے سے چاند

توں سب میں اتم ناری تج سم نہیں کویل تیری بولاں تھے ہاری دیسے

تیرے مقابل سے

تیری چال نکی سبھی من کوں بھائے سکیاں میں توں جوں پھل بھاری دیسے

پھول

بہوت رنگ سوں آپ رنگیاں سکیاں ولے کاں ترے رنگ کی ناری دیسے

کہاں

نبی صدقے قطبا پیاری سدا
سہیلیاں میں زیبا تماری دیسے

تمہاری

(۲)

پیا سانولا من ہمارا بھلایا ، نزاکت عجب سبز رنگ میں دکھایا

دل

__________ تو اپ حسن سورج سوں جگ کوں دپایا

اپنے کے سے

__________ کہ تاریاں میں اُس جوت سیتی سُہایا

سے چمک

رنگیلی دھڑی اُس اُپریوں سہاوے ۲۱۶۰ کہ اپ رنگ سوں جگ رنگیلیاں رچایا

اسکے ہونٹ تھی اس طرح

اپنے سے

چنچل سیتی رلیاں کیا آج سب نس انند مطرباں سوں خوشی سوں گنوایا

کے ساتھ رات

ہنسے اُس کنول مکھ تھے جھڑتے ہیں موتی تو اُس شاب موتی سوں جگ جگمگایا

سے

نبیؐ صدقے قطبا سوں مل مدھجن جب پیے اپ خوشیاں سوں توگل بانہ بایا

(ج) گلے میں ہاتھ ڈالا

(۳)

نھنی سانولی پر کیا ہوں نظر خبر سب گنوا کر ہوا بے خبر

نین چلبلائی سوں کرتی ہے ناز ہمن بوں روں بھید پایا اس کا اثر

ہنسا جب کرے ناز و وچھل سیتیں — دَسن جوت منج کوں وسیں جوں قمر
(سے) (دانت کی چمک نظر آئیں)

ترا قد سرو نکلے جب چھند سوں — اُڑے کھونپے کا تج اُپر تب چنور

(تیرے)
سو دھن کسوتاں کر جو آئی انگن — اجالا وو کسوت تھے پایا انبر
(اُس سے آسمان)

موتی رنگ کا نمتینی پینے توں — دیسے منج نظر تل ہشتی سندر
(نمیتنی پہنے) (نظر آئے میری)

معانی نزاکت ترا سب بوجھیا

۲۱۷۰

توں اُس کوں کھٹے کا چکاوو شکر (ق)

۳
کنولی

لے کھڑی کنولی پیاری اپنے ہت میانے پیالا
(ہاتھ میں)
لے جھکتی ہے جھلکنی میں پون جیون ہرن والا
(ہوا)
عشق پاساں کے سو پھانسے پاک کھینچے آپ دمن
(آپ)
کیس میانے بچھل جسٹری چوٹی منے دوناو بالا
(بال میں میں)
کونلی مکھ پر بہوں چڑائی ہے یوں نوراں سیتی
(سے)
عشق کے فرکھے ہیں پوچھو تم ان ناداں کالا
عشق تباں تھے لگے ہے میں نین میانے قماری
(سے)
نین لذت منج چکھا کر سیکر تن میں کراوجالا
(آنکھ مجھے)

کھنچتی کھنچاتی کھڑی ہے پیاری اپنی کمچ ستیں

انچل اوچھل تھے نچاتی ہے نین پتلیاں کا چالا

سے

نور تن روشن ہوئے ہیں اُس کے انگ کے رنگ ستی

آنکھ سے

جسم

چاند سورج کے حمایل بائے ہیں گلے کنٹھ مالا

سے ڈالے

ہے محمد قطب شہ بندہ علی کا کمتریں

(ق) تو ازل تھے اوڑتے ہیں منج سر پہ اسمانی رومالا

سے

(۲)

تج قد دیکھ سرواں ہا کے گئے ہیں بن میں

تیرا (کر)

تج قد سہاوتا ہے جنت کرے چمن میں

تیرا

پلکاں تمد تکلے کر راکھیا ہوں میں تکے تیں

رکھا

جو پوتلی وہندی تکہ آئے منج نین میں

پتلی وہ میری آنکھ

ڈولب ترے رنگیلے یاقوت کوں دیے رنگ

لے بیبک رنگ عقیقاں رنگیں ہوے یمن میں

خلوت میں گمتے شہ جب ڈبتا ہے چاند گھن پہ
گذرتے ڈوبتا آسمان

چھپ جائے سورنس میں نکلے جو شہ انگن میں
سورج رات صحن

باریک تج کمر دیکھ باریک ہوا ہوں جوں بال
تیری (کر)

ویسا نہیں ہے کوئی تار ایک پیرہن میں

کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں جو تھیاں سو بسر
تھیں بھول گیا

کھونلی سکی کوں دیکھت میں سُدبھولیا و گھن میں
کونلی دیکھ کر سُدہ بھول گیا

(ج)

(۳)

اُتم پیاری نظر بازی منج تج سوں کھڑی ہے
مجھے تیرے ساتھ

نظر بازی کوں مُج سوں نظر رکھ جب کھڑی ہے
میرے ساتھ

کندن رنگ تپلی کونلی ہور سروپ دیوں نویلی

(اور)

سُلکھن سندری آلی لچھن دیداں پری ہے

گلالی نین ہیں تیری سمد پور موج مارے

(سمندر پورا)

سُرج سے گال پر دنت نورتن مانک جڑی ہے

(سورج) (دانت)

یہو رنگ رنگ بالے بال ہے تج میں چنچل اتہہ

(بہت)

سُہے تج راج ناریاں کا کہ توں کونت پری ہے

کرنگ نینی سہیلی توں میرے جیو کی پیاری

محمد قطب شہ سلطاں سوں مل مل ہت جڑی ہے (ج)

(ہاتھ لگی)

(۴)

تازگی تھے تازہ چنچل آئی میرے بر منے
بیل کوں لے سبز آنچل پھول جیتہ پر منے

کونلی پیاری ہیلی باری ڈاو ساری داو سول ۲۱۹۰
نین ناری رنگ دھاری مدھماری سر منے

نیہہ دھن کا نارٹن کا پاوں جھنکا یوں سہے
آس من کا عیش تن کا ذوق کن کا ہر منے

دوتی گاری دکھ تے کاری ہوک گھاتی کرتی ہے
لاک چاڑی لوج پاڑی مج کوں آڑی در منے

اے معانی تیری مانی سب میں سیانی نار ہے (ہوکر؟)
بھید جانی نہ پچھانی تخت رانی گھر منے

(ق)

۴
پیاری

سکیاں جا سنا لیا و پیاری کوں آج
کہ سب چھند بھر یاں کا ہے سیس تاج

کہو یوں کہ مندر کوں بہو زیب سوں
سنوارے و لے نا لگے تج باج

مدن آسنا تا ہے گر گیاں کوں
کرو دا دا ہیں آ تما را ہے راج

عجائب ہے کسوت تمن حسن کی
کہ اُس تھے سہا تا ہے عشو یاں کا ساج

توں خو باں کا ہے روپ میں پادشاہ
تو لیائے ہیں سب تیرے تیں تہہ خراج

تمن مکھ کا نور جب دیکھوں میں
او یک چھن منجے سو برس کا ہے کاج

نبی صدقے قطبا تھے مجلس سدا
سہا تا ہے جوں حسن سوں ملک لاج

۲۲۰۰

(ج)

(۲)

پیاری نگر توں سجن سوں منم | جو جاگی جوانی تو پھر ہوگی خم
نکر کے ساتھ عزور | جائے گی
یقیں جان جگ میں آیا ت ہے | کہ گوہر پھٹے پر ہوتا مول کم
یہ
جوانی و جوبن ہے سب پاؤنا | کہ تجھ تھے ہووے عیش سائیں کوں جم
سے
میا آپ سائیں کا رکھ اپنے دل | کہ تج تھے ہووے عیش سائیں کوں جم (مکرر)
محبت اپنے | تجھ سے
چھنداں سیتی سنگار کر آئی دھن | سُہے مکھ اُپر خوی کہ جوں پھل پہ نم
سے | زیب دے چہرہ پر پسینہ پھول شبنم
پنواتے ہیں سکیاں بی اپ حسن کوں | او چائے ہیں گوباں میں اپنا علم
پلاتے اپنے | اٹھائے
نبیؐ صدقے قطبا ہے تج نہہ تھے | سُہے سب بتاں میں توں اُس کا صنم
تیرے عشق سے | سہائے (ح)

(۳)

خوشی دولت گھڑی باجے پلاؤ ہلچو ناداں سوں

عشق کی داونی لیاؤ بجاؤ عیش ناشاں سوں
لاؤ (تاشا)

ترازو عشق جو لکھی ہے پیاری آنکھ انکھ سینتیں

عشق کے ڈاو یک یک کھیلتی ہے ڈاو ڈاواں سوں

کہو الحمد للہ میری پیاری ہے پیاری

عشق کا شرط لکھے ہیں شرط سوں تیرے ناواں سوں ۲۲۱۰

نام

عشق گوہر چڑانی ہے اپس کی داونی میانے

خود

میں

اپس کی بانہ پر پھندنا بندی ہے بھاو بھاواں سوں

باندھی بازو اپنے

عشق کی باتاں میں منج کوں عشق کی کہنی سناؤ تم

کہانی مجھے

پری پر میانے ہلجیا ہے مرا دل نیہہ پریاں سوں

پھنسا

عشق ہور عاشقی کا جلوا لگاؤ عشق سوں سارے

اور

ہے

تھیتا ناچنے گاتے بجاتے سبد نالاں سوں

پلاتی مدبھرا پیالا مرے تیں مدبھری پیاری

(ق) محمد قطب ہت کنگن بندھی ہے لاکھ چاواں سوں

کے ہاتھ میں

(۴)

پیاری تو بول مارے تج بول نیں پتیارا

تیرے کو نہیں

دستا ہے بول تیرا ہر ایک جوں کنارا

نظر آتا ہے

چوٹی تیری سو ناگ ہے ہور زہر اس میں کڑوا

اور

او گھر کھیلاں میں دستی توں سا چلی سنپارا

نظر آتی تو سچی

پھر پھر بھنور کے نمنے تج باس ہوں تو لبوں

مانند تجھ

اس باس میں نہیں ہے نرگس کا خمارا

دیکھ دیکھ کر صندل کوں لانا مشک کی لانا

تو تن کی باس آتا سحیلا جبا سنبارا

پہنی ہے کاج کی کاج اچھری بندی ہت میں

پہنی باندھی ہاتھ

کیا جانیں پاچ ہور کاچ او ہندوی گنوارا

اور وہ

تج بول میں نمک نیں، تیرے ادھر میں رس نیں
تیرے نہیں ہونٹ میں

تیرے کنک میں کس نیں، ہور چوٹی ہے اندھارا ۲۲۲۰
اور

ایسے رتن رسن سوں دریا تھے قطب کاڑے
زبان سے نکالے

دو جگ میں اس کوں دائم ہے مرتضیٰ ادھارا (رج)

(۵)

پیاری تیرے بچھڑے تھے رین منج نیند آوے نا
بچھڑنے کی وجہ سے رات مجھے

توں قدرت کی گھڑی تج بن گھڑی پیتر موبھاوے نا
تیرے بغیر مجھے نہیں بھاتی

رین دن کوں ج جانے نا جو کوئی جیو عاشق ہے تیرا
رات دن کچھ جی سے

لگیا ہے یاد یوں تیرا کہ بھی کچ یاد آوے نا
کچھ

پرت تیرے کوں لقماں بھی سکے نادار وینے کوں
محبت نہ سکے

صحت کیوں ہوے عاشق تیں جو لب شربت چکاوے نا
کے تئیں

سیجی نج رات کا یک رات منج سنوارات ہودستا

نظر آتا

واقعی نری

کنا کس سیج رہنا مین جوتوں سیج اپ بلاوے نا

کہنا

اپنے

تری اس آنچ تھے دل ہے جیسا ابلوج کا کِلا

سے

کہ جوں نابات توں گھٹ ہی اپس کوں پگلاوے نا

نبات

تری باتاں تری دھاتاں تری ریتاں اہے بہو دھات

ریت رسم

دیتی جیکچ توں گالیاں دے یوسی دلاوے نا

جو کچھ

بوسے!

نبیؐ صدقے عشق باتاں حسن تج تیں دیا خانا

نہیں

کی

تجے قدرت یتا ہے جو قطب کوں سمجاوے تا

تجھکو

اتنا

(ج)

۵

گوری

نہاتا ہے مکھ حسن گوری کا شاب
او مکھ چند یہ چندکیاں میں لا جوں نقاب

او قد سرو نیں ہے کندن کا نہال ۲۲۳۰
جھمکتا ہے تو اس تھے سورج کا تاب

توں رنگ رس کی باغ کی ہے کلی
تو جھڑتا ہے جیون کا تج مکھ تھے آب

رسالے او دھر ہیں ترے مد بھرے
سو کرتے ہیں عشاق دل کوں کباب

کہوں زلف یا تازہ سنبل ہتی
او مکھ پھول پر جوں کہ چند پر سحاب

تری چال مدمت تھے لاجیں گج
نہیں اُن میں اے بھید ہور اشتاب

نبیؐ صدقے قطبا سوں گوری ملی
تو گل بانہہ دے اُس کوں پیوے شراب

(ج)

(۲)

عشق کی ہے پتلی ہے گوری رنگیلی — چتر ناریاں میں دسنی ہے چھبیلی
نظر آتی

تہیں تج پدمنیاں کے روپ برماں — کہ ہے چندر مکھیاں میں توں رسیلی

زیب دیں تجھے
بنے سولہ سنگاراں تیرے انگ تھے — کہ سب خوباں میں توں دستی گہیلی
نظر آتی

جسم سے
برستا ہیں تیرے نور جلوا — نہ دیکھی تجھ سی کوئی سندر سہیلی

نبی صدقے قطب شہ سوں او پیاری

سے
پرا و احسن کا کر آکے میلی ۲۲۴۰

(ج)

ملی

(۳)

عشق کی پتلی توں میرے دل کھڑی
سہے ناز نیہہ پتلی کوں نیہہ کا
عشق کوپ سوں کھینچ باندی کمر
پرم کی سہیلیاں کرو ہم سوں بات
تنے تن ترے رنگ بھرے پھول میں
عشق صحبتاں میں پیا لا پلا
نبی صدقے قطبا کوں گوری ملی

تجے نیہہ کے پر لگے اے پری
عشق سونتے میں منج اپر جیت تھری
جوبن پیالا لے ہات میانے کھڑی
پرم باغ میں سہتی کسوت پری
توں سیو رائی ہوناں سنے ہی کھڑی
تری نیہہ بھٹی کی مستی چڑی
ہلات اس کا ہے سورج و مشتری

(ق)

٦

چھبیلی

چھبیلی سوں لگیا ہے من ہمارا — کہ اُس بن نہیں ہمن یک تل قرارا

(کے ساتھ لگا) (کے بغیر ہم کو)

صبوری کوں نہیں ہے ٹھار دل میں — صبوری کیوں کرے سو کر نہارا

(جگہ) (کرنے والا)

الک پھانسی سوں پنکھی جیو پکڑنے ۲۲۵۰ — دکھائی گال اوپر تل کا چارا

(زلف) (پرندۂ دل)

بسے من میں سو اسکے خیال نس دن — نہیں اس خیال بن منج من میں ٹھارا

(رات) (میرے)

نین بھری چھوڑی سو کہ ڈورا سوں — کرے چنچل پنکھی دل کوں شکارا

(خط سرمہ کی) (بھری) (کو)

میا کرنا کرے معشوق اپے ہو — کہو نا کیا کرے عاشق بچارا

(محبت) (خود)

نبیؐ صدقے قطب عاشق ہے تیرا

سدا مل اچھہ نہو یک تل بی نیارا

(رہ) (بھی)

(ج)

ے

لالا

ہلیا من تو بالا سکی سن مو لالا — برہ تھے مو جالا بلی بالی بالا
میرا لال — فراق سے میرا

... جن بن ہی آلا مو کر متوالا — منگے میر اخیالا صراحی پیالا
مجھے — مانگے خیال

تر ...تا ...... پورا منجے باج ڈھولا — ہو لہے ابو لا مرا سائیں بالا

ادھر کا پیالا دے ہونٹاں ہوالا — توں کر پھول مالا تو تن جا وچھالا
ہونٹ

مو من تو سوں بھولیا گیا من سو تو لیا — برہ راز کھولیا توں دے اپ وصالا
میرا دل تجھ سے — اپنا وصال

میں گاوں یلّا بلے من تلّا ۲۲۶۰ — ہوا من اللہ اپیں آ گلے لا
دل اللہ (گلا)؟

نبی صدقے قطبا تو من سیج بسلا — بُلا لیا بُھولا لیا نوا رو ملالا
بُھلا ملال (ج)

(۲)

عشق میں مست متوالی ہوں لالا — توں اپ ادھراں تھی منجکوں دینا پیالا
اپنے ہونٹوں سے مجھ کوں

سُرا کے مَد نہیں اُو رس سرس ہے ۔۔۔ اَدَھر رنگ میں حیات آبِ زُلالا
شراب ۔۔۔ وہ ۔۔۔ ہونٹ

بھٹی جوبن جوانی بھیٹنی سوں ۔۔۔ مو دل میخانہ پیالا دیو گُلا لا
میرے دل کے میخانہ کو

خماری سن کا ہے منج دینا بوسا ۔۔۔ چمن گالاں میں ہے دنت پھل گُلالا
دانت

یوَن ماتی پیالے نین کیتی ۔۔۔ تیرے ڈھلنے تھے ہوے میں متوالا
جوانی کی مست ۔۔۔ کرتی ۔۔۔ سے

ترے وِساں تھی ہوتی رات کالی ۔۔۔ ترے ہنسنے تھے ہوتا دیس اُجالا
سے ۔۔۔ سے ۔۔۔ دن

نبیؐ صدقے رہے تج عشق میانے ۔۔۔ قطب سوں کیا پرت دیو کنٹھ مالا
تیرے ۔۔۔ میں ۔۔۔ سے ۔۔۔ عشق ۔۔۔ (ج)

(۳)

پیالا لیو میرے آپچھے لالا ۔۔۔ کہ او پیالا ہی سورج بھی زوالا
لال ۔۔۔ زوال

نجاوو پھر کہ آو میرے مندر ۔۔۔ کہ پکڑیا ہے تمہارا منج خیالا ۲۲۷۰
وہ ۔۔۔ مجھے ۔۔۔ خیال
نہ جاو

سنگاتی ہیں تمیں میرے جوَن کے ۔۔۔ لگو چھاتی کہ جاوے دل ملالا
(جوبن ؟) ۔۔۔ کا ملال

ہوی ہوں میں تمارے نیہہ کی ماتی ۔۔۔ کہ دیتا ہے وُ نہ منج کوں اُلالا
عشق ۔۔۔ وہ نیہ

تن تج عشق کے دھوپا میں پیا سی — ہوی ہوں منج بلا تج لب نے لالا

تیرے — مجھے تیرے

تیھاو یا منج تن کے ہار پیار با — منجے بھاتے ہیں تج بو ہمت کنٹھ مالا

مجھے — پیا کے ہار

نبی صدقے قطب شہ کے سو اوپر — اوڑاتی ہوں نکیاں ماوے و ٹالا

اڑاتی — رمال (ج)

(۴)

تمیں میرے مندر سو آج آو لالا — تم اوپر تھے واروں گی جوبن بالا

تم — سے

منجے وصل کا دیو پیرت پیالا

مجھے

زر نیا سو میرا تمارا میا ہے — تمارے سو باہاں منجے کنٹھ مالا

تمہاری محبت — تمہارے

تمیں میری چھاتی کوں چھاتی لگاو — برہ کی سو منج تن تھی جاوگی جھالا

میرے سے

مرے جوبناں تھے سو پھل باس لیو — ۲۲۸۰ — محبت کے موتیاں کا گل باو مالا

سے پھول خوشبو — گلے میں ڈالو

کسی ہات نا پیو سوں مد پرم کا — توں میرا اپے ہے پرم ساقی آلا

پی سکوں سے

نبی صدقے دایم قطب شہ انند سوں — کرین بھوگ رن کے تن تن تلالا

اُن

(ج)

۸

لالن

چتر مانی کے بت تھے لیو پیالا — نُقل اس کا ادھر پر ہے حوالا

ہاتھ سے — ہونٹ

مناؤں گی ادھر کا جھوٹا دیو منج — میں متوالی ہوں لالن متوالا

مجھے — ہونٹ

شہ بھیجے ہیں تماری نیہہ چھند تے — اُڑا اُو منج پرت کا شاہ نشالا

مجھے

بچن ہیرت کسے کچ نہیں بجھتی ہی توں — مگر توں ہے سکی نادان بالا

کچھ — بوجھتی

(ج)

(ناقص الآخر)

(۲)

نین پھاندیں دل رہیا ہے ہمارا — او بند کھولے نا کھولے جیو کا پیارا

آنکھ کے پھندے — وہ

__________ — اس او پر ادک سوہے او زلف بارا

زیادہ — وہ

__________ — اُس انگے دسے چال ہنس کا بچارا

نظر آئے

۲۲۹۰ نہوے پیو کے مکھ کا ہے جھلکار سارا

کلی پھول تجے بھی ہے نازک او لالن
پھولے ہے او چھب دیکھ کر تو ہی نارا

لگے پھل انداں کے منج نیہ برکہ کوں
کہ جس رنگ تھے ہوتا چمن کا سنگارا

نبیؐ صدقے قطبا کوں تج نیہ پنتھ بن
نہیں من کوں بھاتا ہے کچ ہور ٹھارا (ج)

(۳)

مرا لالن ہے لیلی اپن ہوں مجنوں
کروں تل تل زیادہ نیہ پیو سوں

اپس سر پر بندیا ہوں نیہ سہرا
کہ میں عاشق ہوں تج پر ہو (مضموں)

میا سینتی کرو چک سار میری
کہ بھیدیا ہے تمارا عشق رو رو

تجے دیکھیں تجے پاوے شکہ ہو تن میں
کہ جھمکیا ہے مرے دو نین میں یوں

محبت تیرا منج سب تن میں بھیدیا
نکر چالے چتر چھنداں کے مسوں (دفن سوں ۹)

دو تن ہمناں سوں کرتی آڑیاں باتاں او مورکھ کی سو باتاں کیا کہ بولوں

غیر ہم سے ہے ٹیڑھی باتیں

نبی صدقے کروں اپ دل سوں سیوا

۲۳۰۰

قطب شہ کا کہ ہے شاہاں میں مو زول (ج)

(غلامی ہے اپنے)

۹

موہن

اہو مانی مدن موہن پیارا ۔ پرم سو کھینچتا آنچل کنارا

نگینا لجو کندن کے میانے سنپڑے ۔ سو دوں سنپڑا لیا منجکوں پیارا

نگینہ ۔ درمیان ۔ اسی طرح ۔ مجھے

پیاکوں پاووں پر جینا مناووں ۔ نہیں وو مانتا کہیا ہمارا

پانے پر یعنی بعد ۔ کہیا ۔ وہ

یکیلی دیکھ منج انجھانتی ہیں ۔ کہاں ہیں نہاس کر کرتا پکارا

مجھے

نمیں منج تو لجاتی سیج اوپر ۔ ولے دیو وا ادھر کا منج ادہارا

تم ۔ مجھے ۔ ہونٹ ۔ مجھے

نبیؐ صدقے کہی لیلی ہیں قطبا

کہ ہم تم پیم میں مجنوں بچارا

تمہارے عشق

(ج)

(۲)

پرت تازی لگی ہے منج سکی موہن پیاری سوں
محبت — مجھے — سے

بندھیا ہوں دل او چاتر چھند بھری کنونت ناری سوں
باندھا

اُمیداں کے انجھو موتی کے راساں ہائے ڈھکر ڈھک
آنسو

رین ساری صبا لک منج گئی ہیں بیقراری سوں
راتیں — صبح تک میری

کیاں کسوت سکیاں ہر یک پرن کی اس چندر مکھ کوں

سُہانی سبز یاری سوں شفق انچل کناری سوں

اجھوں دستیاں ہیں تج مکھ میں نشاں نبیاں سائیں انگ سنگ کیاں
اب تک نظر آتی — تیرے چہرہ — کے جسم کی قربت کی

اجھوں کھاتی اہیں تیری نین رنس کی خماری سوں
اب تک — رات

۲۳۱۰

سجن کیے نیہہ میں بن مست ہوئے نیں کام حاصل تو
عشق — بغیر — نہیں

نہیں ہے عشق کوں کچ آشنائی ہوشیاری سوں
کو — کچھ — سے

پیا ملنے کے قصے شوق سوں گو رنگ رنگ سینتے

سے کہو

نہ گو ساجن کی دوری کی بچن نہہ کی دُکھیاری سوں

سے عشق کہو

نبیؐ صدقے ہوے ہیں منج کوں لایاں کے اوپر لابا

مجھے

کیٔی ہوں نہہ کا سودا قطبؔ شہ نہہ بھاری سوں

(ج) عشق کے عشق گراں بہا سے

(۳)

ہمن بائیں میں حلقہ کان میں ہاوے سو اُس دھن کے
چنچل فرمائے ہم سر پر کہ حاجب ہیں تمہی من کے

سورج ہور چاند کوں کرتے پیا کے مکھ کے سم لوگاں
و لے میں نا کروں ہم چاند ہور سورج کوں ساجن کے

پیا کوں دیکھنے مو دل کلے ہے آب و زیور سوں
کہ پھول پنکھڑی منن نکھرے نہ ہوے نظراں جو لالن کے

یکیلا مینہ الجھیا ہوں سو اُس زلفاں کے اے بند میں
بہوت ہیں تیر سحر اُس دو نین جادوے پرفن کے

اُسی تھے گل کوں جو پھر تھے چبھے کانٹے سو تن رنگیاں
جو تیری باس سنگ کرنے گئے پھولاں سو سب بن کے

برن تج حسن کا جگ کوں دیا ہے روشنی دایم
کہ تارے آرتی کرنیں تجے آتے ہیں سب گگن کے

کہ کرنا سک پیا کے وصف کا تعریف حیراں ہیں
۲۲۲۰ گنوائے عاقلاں سُدبُد سو دیکھت نین موہن کے

تجے سوتے نین دیکھا بر آیا منج کوں حاجت سب
ہوا یوں مدعا حاصل کہ گوہر نکلے معدن کے

نہیں ہے آج کل تھے بیو سوں یاری ہمن جیو کوں
جھمکتے جوت ازل تھے ہے معانی دل کے درپن کے

سے

(ق)

۱۰

حیدر محل

حیدر محل میا لے تا بانت گھول ساجے | دن دن انند سیتے طبلا مدن کے باجے
سے
اُس سروقد کے اوپر جلوہ ہے نورتن کا | عشق کے پاتراں سب اس کا س دیکھ لاجے
سب عاشقاں کے دلمیں ہے عشق پھول جلوا | پتلیاں نین کیاں میرے من میں انند سوں کاجے
عشق کا ٹیلا لائی اپنی پشانی اوپر | جو چھیر نورتن کے تاراں منڈل سو باجے
چادر عشق کا ووڑے جوں بر بہوتی ڈیسے | تیرے عشق کے لاجاں دیکھے ہیں لال جو بھاجے
اوڑے عشق نظر آئے
ماوے سو بروبنکر برداں سوں ناچے نرتن | ماوے رومال اڑتے ہیں راج کرتے راجے
صدقے نبی شکر کر تج کوں ملی اے پاتر | حیدر غلامی سیتی تج سیس تاج ساجے
یہ | کی سے تیرے سر

(ق)

(۲)

بھواں ابرو میں ماوے بردباندے ۲۲۳ عشق کے راگ تاں میں بھید باندے

ترے کیس میں کنول ہور سور آوے کماں بھنواں میں کاجل ساج ساندے

بال اور

چولی تنگ انگ میں نت نارنگ پیچے نین سو کاں سوں مو چت نت پھاندے

آنکھ کے خط سرمہ سے میرا دل

سنے جالی منے من میں الجھا .... عشق ناداں سوں نت آنند تھیں دے

میں سے

توں گھور کر دیکھ رکھی ہے کن پہ طرا کنے کاندیاں پوچھوں نا بوجھے کاندے

نبیؐ صدقے علی حیدر پیاری اے سیویاں سیتیں چت سوں چت باندے

ان بیوں سے

ترے انچل پہ ہے چندنی کا چھایا قطب داواں سوں براں کا س باندے

(ق)

(۳)

حیدر محل میں آتے جلوا عشق کا گاوا یا

سے

یزدانی تانت چوندھر رنگاں سیتیں بجاویں

سے

اب ہات میں بندی ہے جلوے کے نادنگن

سے، ماندھی

نیناں کی پتلیاں کوں پتلیاں نمن نچاویں

تاروں کی طرح

عاشقاں محبتاں کا پیالا بھرے پیاری

(ق) .... ناقص الآخر ....

نوٹ ۔ حیدر محل یا حیدر پیاری کا ذکر اس نظم میں بھی ہے جو محلات شاہی میں "حیدر محل" کے عنوان سے شامل ہے۔

۱۱
محبوب

دل چمن میں اوپری نازسوں دستی محبوب ۲۳۴۰ سروسنگار کے بن میں کھڑی، ہنستی محبوب

وہ

پھُل گلالاں ایسے گالاں تھی، ہوا بلبل مست رنگیلا جام لے اب ہت منجے کستی محبوب

پھول سے ہاتھ مجھے

تیرے دربار کوں قبلہ کے نمن بوجے جے سر بسر ہے اُسے مُنج عشق کی مستی محبوب

مانند جو میرے

اہے باریک کمر بال تھے اُس بالی کا اُس اُپر زر کمرات نازسوں کستی محبوب

سے سے

اے نوبلی نہ پوچھے کوئی تیرے مذہب کوں بہو مذہب منے مذہب ترا ہستی محبوب

بہت میں

نبی کے داس پنے تھے ہوا ہوں قطب زماں اُسی تھے تیغ ہے میرا سدا جستی محبوب

سے اسی لئے (ج)

(۲)

جگت حسن میں ہے ترا حسن محبوب میں طالب ترا ہوں مرا توں ہے مطلوب

تمیں بات دل جان کی بوجھتے ہیں — سو کیے قلم سیتیں لکھ بھیجو مکتوب

تم — خط سترکے — سے

ترا حسن یوسف سوں کرتا ہو لاوا — تری آرزو میں میں عاشق جوں یعقوب

ترے حسن کا ذکر ہو گل ہے تسبی — مرے دل کے گوشے منے توں ہی مرغوب

میرے گلے کی تسبیح — میں

اُسی تھے شہاں میں ہوا سر بلندی

سے

۲۳۵۰

نبیؐ کے غلاماں سوں ہے قطب منسوب (ج)

۱۲
مشتری

نین پتلی ہم سوں کری ایک بات — نین بن میں دعوے کے پھولاں کھلات

عشق کسوتاں تھے مجے مشتری — عشق انت ادھر میوہ تج کوں بہات

سے مجھے — ہونٹ تجھے

عشق تو سے جوبن کی ساراں کرے — ادھر نبیرے کوثر کا پیالا پلات

ہونٹ — پلاتے ہیں

ادھر پر ترے ہے پرم کا نشاں — ادھر چو منے تھے سو لاجے نبات

سے شرمائے

اچپت چاند ہتے ترے دو دو دل — ترا مکھڑا پرم کہانی سنات

سناتا ہے

چتر ناریاں میں چترپن سے تجھے — کہ آپس کے من میانے منگوں متات

نبیؐ صدقے ماوے چتر قطب سیں

کہ راباں منے قطب نار اجنتات

شاہوں میں

(ق)

(۲)

دعا معشوق کا کر کام تج با مدعا ہے
اُسے جیسے مُجھے سب جگ پر تیرا فرمانرواہے

تیرا ہستی اسی کا نانو ہے تن میں حیا ہو
تو تج مستی ازل تھے تا ابد لگ باصفا ہے

اسی ستی کے تئیں توں جب رہیا ہو دیس دل میں
ہزاراں شکر و سجدے کر کہ تج سوم رحبا ہے

ہمن دل کے گنوارے میں سجن کا نور دستا
سورج کرتاں کی ڈوریاں سوں جھلکتا خوشنما ہے

سکل دندیاں کے طالع میٹیا ہے زحل تارا
ہمارا مشتری طالع میں طالع کا بقا ہے

خدایا قطب کے تارے کوں دے توں سرفرازی
خوارج کے ستاریاں میں منگل کیسا اچھا ہے

نبی لت گر میں لنگر دار ہو کر رہ معانی
(ق) کہ لنگر داری میں تج کوں ہزاراں لک شفا ہے
لاکھ

دوپہریاں

بلقیس زمانی

عشق پادشاہی سو ہے تج آج
حُسن ملک میں نا سُہے تج باج

تو چُمنے مِٹھائی شیریں کو نہ آئے
دیکھ اُس مکھ تجلّی سورج پکڑیا لاج

سچی اِس زمانے کی بلقیس توں
انچل سیں سُہاتا ہے تج جیوں تاج

تو خدمت میں حوراں کھڑیاں ہات جوڑ
اُنن قول بیڑا دے کرو تم ساج

کھنجن تیر کھنجن پہ کرتی بڑائی
تیری چوٹی گُندنے ہوئے مشاطہ ساج

جوبن پیالا دے ہت میں پیالا پلا ۲۳۷۰
اُدھر نقل سوں توں دے کر کال ساج

عرضداشت عاشق کوں معشوق پاس
عشق تاراں سوں تم بجاو و کماج

ہے سر پانوں لک توں کُندن کی بنی
دو تن کوں توں نا دیکھ کر مکھ ملاج

نبیؐ صدقے پایا ہے جنت کی حور
محبت قطب کے خوشیاں سوں توں راج

(ج)

۲
حاتم

ناری سہے تجہ اتا لے چا لا
جھلکار سہی ——
زیب دے تجھے

چال
سنپولی اپر پھونگ سٹیا چا م
چھوٹے ا لکاں ہیں پھول مالا

رتن تھے ادک دیپ ہونٹاں پر
ادھراں کے اپر جبے ڑ سو لالا
سے
ہونٹوں
لال

دیکھ چندنی میں چند مکھی کوں
سورج کوں پلا چھند بوں پیالا
چاندنی
سے

دن رات ہوا جو کھولے دھن کیس
نس میں جو ہنسے پڑیا اوجالا
عورت نے بال
رات

ناریاں میں جو ناز بھاگ اچگل
انگ سنگ سوں کرے پیا نہالا

نت پیوے علیؑ کے صدقے حاتم
قطبا کے ادھر تھے مے پیالا
۲۳۸۰
سے

(ج)

۳
بہمنی ہندو

اس بہمنی ہندو کا کس دھر کروں شکایت　　نیں لیکھے ہیں مورخ تاریخ اس حکایت
　　　　نہیں
بے دام اس کا خدمت کرتا ہوں اپنے دل سوں　　دیتے ہیں دام انو کوں ہور کرتے ہیں عنایت
　　　　ان　اور
آسن اسا سوں تے سب ہوٹاں سو کھے ہیں تج نین　　نیں ہی صواب پانی دیتا تمن ولایت
امید کی آہوں سے
اُس شہر کی سو بتاں کن نا دیکھیا نہ سنیا　　نا کوتوال قاضی نا کس کا ہے حمایت
کوئی　دیکھا　سنا
غمزے کے سمند میانے تیر اتر بہت نہ دے کر　　ڈوبن ہوے ہیں اب تو تم ٹک کرو ہدایت
آہان اساس و لکا راہ خیال باندھیا　　اپ ناز روشنی باتا مجکوں ہو سرایت
توانت میں جیو کا دوری کد ھیں انٹر نہ سکتا　　تج حسن کے چھجے کا کوئی نا بوجھی بدایت

ن اُن -

یک چھن اگر نہ دیکھوں تج یاد کا جو شہلا — تج باج گمنا منج کوں مشکل اہے بغایت

تیرے بغیر گذارنا مجھے

نیناں کے لعل تھے دل پکڑیا ہے جوش میرا — سٹ چھانوں عشق کا منج توں آپنی لوایت

سے

تم یاد تھے ہوا ہے مومور تمنے موتن ٢٣٩. اب نا کریں تو ہم پر ہور کب کریں عنایت

تمہاری سے — اور

کوئی نا سکے معانی اپ کی تپر بیاں کر

پڑتا ہے اپنے دل میں سن علی روایت

(ق ـ ج)

۴

ہندی چھوری

رنگیلی سائیں تجھے توں رنگ بھری ہے
سُگڑ سُندر سہیلی گن بھری ہے

کی وجہ سے

لٹکنا بجلی نمنے اُس سہاوے
وُ ہندی چھوری بہو چھند شہ پری ہے

کی طرح اس کو زیب دے — وہ لڑکی بہت

چندر مکھ موہنیاں جب ناچتیاں میں
وُ تن میں توں سورنگی جوں پری ہے

چاند جیسی صورت والی — اتنوں خوشرنگ

سبھی حوراں نہ آئیں آج تج سم
کہ توں بالاں میں سب عنبر بھری ہے

آسکیں تیرے مقابل — بالوں

اُپجتا ہے ترے مکھ تھے جے شابی
او شابی تھے سدا تج سروری ہے

پیدا ہوتا ہے جو جوانی — اُس کی وجہ سے تجھے

گگن منڈپ تاریاں سوں سنوارے
او ہاں گاون سو زہرہ مشتری ہے

آسمان — وہاں؟

نبیؐ صدقے ریجھائے قطب شہ کوں
تو سکیاں میں توں جیسی شہ پری ہے

اسلئے

(ج)

۵

پدمنی

تج ناک موتی مکھ اوپر دیتا ہے آب سوں

یا خضر کے چشمے میں ترتا بُڑ بڑا اُپر شتاب سوں

وو بُڑ بڑے کا عکس تیرے مکھ اوپر یوں چھائیا

اُس ۲۴۰۰

جیوں چاند کی جوتی منے مشکیں کلنگ ہے داب سوں

میں

ل

تج نین کی راوت چڑھائی بھنوں کماں ناروں کر

سب عاشقاں میں منجہ اُپر راکھے چاپ ناب سوں

جب ناک میں مکرا سہاگن ہین آئی جلوہ میں

وو قفل وے منجہ گیان پر سکہ کرے شب تاب سوں

ملوا جو لٹکائی بہو نک بالاں میں پدمنی پدم کے
یک تل میں الجا ہی منجے اس کمر کے قلاب سوں
مجھے

قلاب سٹ من میں کوں کھینچی الک ڈوری سیتی
اپ عشق کے کھیلاں دکھاتی ہے عجب لکھ باب سوں
لاکھ طرح

ہستن لکھن ہور چیتنی بھل کر رہے دھن بھید میں
وو پدمنی مل کر شہے اب قطب شہ نواب سوں
وہ

(ق)

۶
سُندر

چندر مکھ تج لعل لب ہیں، دسن جوں تیر تارے ہیں

چاند چہرہ تیرا دانت مثل

کہو یہ چاند کاں کا ہے کس اسماں تھے اتارے ہیں

کہاں سے

اگر یہ چاند اس اسماں کا کہیں جگ تو قبولوں کیوں

اسماں کے چاند کے مکھ میں کون دیکھیا جو تارے ہیں

اسمان چہرہ

سرج چندسوں سندھر مکھ کوں دیئے تشبیہ سب شاعر

سورج چاند سے زیادہ حسین چہرہ کو

ولے پوچھیں جو مجکوں تو اُس انگے او بچارے ہیں

مجھ سے کے مقابل وہ

کہے دیکھے کرشمہ کرو و سندر نازنیں منج کوں

مجھے وہ

تو اُس نیناں کے جھلکارے جھلکتے جوں کٹارے ہیں

ان آنکھوں

سما آباج کے اوپر ہدف سو سور کرنا دو

بھواں کے قوس سوں تارے کے نیناں تیر مارے ہیں

سورج ۲۴۱۰

سے

سرج ہور چاند کے کرناں جھلکتے سو دیس مج یوں

سورج اور نظر آتی ہیں مجھے منطقہ

کہ جوں منگتے سندر کن او گدا ہو ہت پسارے ہیں

جیسے مانگتے ہیں سے وہ ہوکر ہاتھ

ایسی سندر کوں پایا ہوں خدا کے رحم تھے قطبا

سے

جو حوراں ہور ملک دیکھ کر ہوئے حیران سارے ہیں

اور

سجن

سجن باہاں پکڑ دیو وا دھارا
تمھاری سیج ہے جیون ہمارا

سنو منج بینتی سا جن دیا سوں
گھڑی تلتل تمن پر میں بلھیارا
(میری آپ بیتی عرض حال کرم سے — تم — بلہار)

مرے تن من میں نس دن یو لیسے شہ
تجی سوں جیونا میرا ہے سارا
(رات — تجھ ہی سے جینا)

تمن مکھ جوت سوں سب میں اُجالے
سورج چندا دیوے مشعل ہمارا
(تمہارے چہرے کی)

تمارے مکھ کے درپن میں دیکھوں میں
جوں اسکندر کے درپن جگ سارا
(تمہارے چہرہ آئینہ — جس طرح — آئینہ میں ساری دنیا)

سکی تج میں اچنبا ہے اچنبا
(تجھ)

نبیؐ صدقے کہے قطبا کی پیاری

—— کرم خوردہ ——

(ج)

۸
رنگیلی

مری مٹھ بولنی میٹھائی سوں پیالا پلاتی ہے

خماری رات کا اپنی نین میانے دکھاتی ہے ۲۴۲۰

آنکھ میں

مری شیریں کنگھی کرتی، کنگن بجتے ہیں ناداں سوں

آواز سے

رتن ٹیلا دھرے منگ میں نوے چھند سوں دپاتی ہے

ٹیکا مانگ نئے چمکاتی

نوی متوالی مد پیالا پلاتی نین نُقلاں سوں

نین خماری اپنے تن چرڑھا دھن کن بناتی ہے

انچل جھلکار کی چونیاں چندر سورج نمن جھمکیں

کی طرح

ڈھلک نار الٹک چالاں منے چالاں نیاتی ہے

مدن گا تھاں نوے جوبن نویلے تن اُپر سُہتے
پون کے راگ رنگ گا کر منجے چھند سوں رجھاتی ہے

رتن کی پیاری مانک جوت پیالا بھر پلاتی منج
رنگیلی بیر بہوٹی بر بہوٹیاں میں سُہاتی ہے

نبیؐ صدقے محمد قطب سوں مل اچ گرُڈی اب توں
(ق) چندرا ایسی سہیلیاں تئیں سورج سا مکھ دکھاتی ہے

۹
نور کی مورت

کجل انکھ میں سو ماہی کے مراتب سوں علم پکڑے
چگر بالاں چند انکھ پر سو حبشیاں کا حشم پکڑے

تو فوجاں حسن کے ہتے جوبن گج (ہاتھی) مست ہو چلے
کمند کنٹھ مال تج گلے کمندیوں کوئی کم پکڑے

ترا مکھ جام چندر ہے سو ہت (ہاتھ) درپن سکندر ہے
ولایت حُسن بندر ہے تو خوباں تج سوں ہم پکڑے

مصور تج لکھے صورت نہ لکھ سک نور کی مورت
اپن میں آپ ہت جوڑت قلم سٹ کر شرم پکڑے

۲۲۳۰

چلی لنکت چمن کھن میں اٹھے غلغل تو پھل بن میں
جھڑیں پھل برگ انگن میں جھلوں دیکھ سر خم پکڑے

عجب قدرت برن میں تج جگت خوباں سرہیں تج
لالات ان کا چرن میں تج دیکھت اپ دل میں غم پکڑے
تجھے دیکھکر اپنے

معانی ختم کراب توں سُنے جے کوئی ہوے مجنوں
جو یک شمہ سے تج رواں کدہیں نا جامِ جم پکڑے (ق)
کبھی

کسبن

(۱۰)

لاج کے خوے بند اُپر رات کا کہنے جواب

شرم بوند

کیوں چھپائے بی نہ بجیب سے نیر زل کا جواب

بھی کے صاف پانی

نکہ اچھر لکھے نکھ اوپر سرحِ صحبت کا بیاں

ناخن سے ترا... چہرہ کے

آرسی دیکھ ہوگا تب خاطر نشاں تج باحباب

آئینہ

طرحِ صحبت باغ میں کیتی ہے توں وضعی نوا

نئی وضع سے کرتی

جانتی توں کچ بوجا ہوں تیرے سب چالے وشتاب

ہے تو کچھ سمجھ گیا چالیں

پیتی...... سوں مدتج کسینا ناؤں ہے

سے شراب تیرا کسبن نام

جیف میری عاشقی تج جیف معشوقی کے باب

تیری

مُج محمد ناؤں ہے معنی سو بولیا راستی

میرا نام سچ

آ وُ خوش یا نہ آ وُ خوش ہے نام میرا آفتاب

(ج)

نازنیں

دھن دید پر نادید رکھ سورج نہیں رہنا کھڑا
عورت کی

تارے چنند رسن یو خبر سب رین میں ہے گڑ بڑا
چاند کرنیں رات

سو دھن کا مکھ جھلکا و تانس میں سورج چھپ جاوتا
نازنیں مُکھ جھلکتا رات جاتا

دن میں چندا نہیں آوتا تارے تٹیں سب جھڑ پڑا
۲۴۴۰
چاند آتا ٹوٹیں

ہیلی کا کھونپا ہے بدک بند خوے جھڑ جو منہوں نجھل
بوند پسینہ کے تیغہ

دیکھت چنچل نیناں چپل بجلی تو جاوے کڑکڑا

نیچ نیر کوی نا آئے کر کوی آگ پھرنا جائے کر
نیچ پانی

باڑی سو پلکاں لائے کر سو کا کرے آڑا اڑا

دھن سیس پر پھولا چڑے انبر پہ جو تارے جڑے
سر خط ہرہ اسمان

حوراں ملک دیکھن کھڑے دستا تماشا یو بڑا
دیکھے نظر آتا یہ

ہاتاں میں لالی یوں لسے کیتے شکار و سب کسے
ہاتھوں کرتا شکار وہ ہر ایک کو

خونی نشانی سچ دسے عشاق لے چنگ سنپڑا
نظر آئے

صدقے نبی کا داس ہوں میں داس اسک راس ہوں
غلام

قطبا علی کا داس ہوں پکڑ کھڑا دل دل کڑا
غلام پکڑ کر

(ج)

(۲) اسرارِ شباب

—(٭)—

سورج تارے دپائی ہے سُندر چندر پشانی میں
چمکائی حسین چاند حسین پیشانی

نگر دستا ہے عکس اُس کا گگن سمد ور پانی میں
نظر آتا آسمان سمندر

بو باندی ڈال ساڑی لال پیتلی جبین کے چن کر

دھرت پر سور ہوں دیکھیا شفق رنگ زعفرانی میں
زمین سورج میں نے دیکھا

رچی اپنی پشانی پر وو خونی خون کرنے کوں

نہ سمجے خوب کر عاشق نہیں چوک اس نشانی میں

ادھر کے رنگ لالی سوں سکی یعقوت کوں بالی

ہونٹ یاقوت

شکر نا بات کوں پکلائی ہے شیریں زبانی میں

بیکائی چاک گج ہنس کوں پھلائی پھول ہنسی میں

سکھائی چال، ہاتھی کھلائی ۲۴۵.

جواناں کوں نہ خاطر لیائی مغروری سوں جانی میں

جوانی لائی

ادھر امرت پیا جانوں سو مکرا جیو پا جھلتا

ہونٹ

سدا کیوں نا جیوے ہنسا ہے آبِ زندگانی میں

نین ہور بھوں سوں جیو لینے و دینے جانتی ہی تو

گفتگو اور اشارے سے دل لینا اور دینا

نبی صدقے قطب ماہر ہے تیرے بھید جانی میں

(ج)

(۳) انداز شباب

یوں سینتی ہت رکھی ہے اپ کمر | سورج چند نمن جھمکے وو زر کمر
جوانی سے ہاتھ رکھی اپنی پر | چاند کی طرح وہ

میں اس نور سوں لبدیا ہو کیا عجب | ڈو جگ روشنی پایا کس نیں خبر
سے | نے ہے

تو دوری ڈراوے منجے دو رتھے | وو کیا بوجھے جو دل میں ہے تو نگر
سے تیرا فراق | تیری سمجھے ہیں وہ

نہ اردھنگ سوں سیس اپر پائے انچل | کہ جیوں ابر چھاتا ہے سور و قمر
آدھے جسم سے سر پر ڈال | جسطرح سورج اور

اچھوں وراکرنا اچھو فرق نہیں | وو نمونت ہے میری نظر کا بصر
اسکی

کہتے لوگ جو کھو حسن حسن سوں | جو صراف ہوے کا بوجھے گا گہر

منجے اپنا کہہ نہیں کتے آپنا | کہونا کہو ہلجیا تیرے منتر
مجھے کہکر کرتے | تیرا پھنس گیا ہو

مکر حیلے کی دارو نہ بھاوے منجے ۲۲۶۰ | وو لعل نین تھے چڑھیا منج اثر
مجھے | اس سے چڑھا

معانی کی باتاں تھے جھڑتا نمک | جے چاکھے کہے ہے نمک سوں شکر
سے | جو

(ق)

(۳)

چنچل نین

دو نین تج ابرو تلیں ہیں نارکیہ سے خواب میں
دونوں آنکھیں تیرے کے نیچے
دو مست شوخی سوں ہتے مسجد کیرے محراب میں
سے سوتے
تج نین چنچل .... کان کر دو زلف سوں
کھیلیں جو دھر تھڈی کے کو تج مکھ کے مہتاب میں
تیرے
یہ کیا عجب پڑتا نظر جو دوپ پڑتی چاند پر
دھوپ
یا مکھ نورانی جوت بھرے نین کیرے شاب میں
آنکھ روشنی
ہیں لشکری نیناں تری سنجور سلح کلا کرے
آنکھیں
کوئی ریس تس کی کیوں کرے یو ندل کرے ایاب میں
اُن

نینو گھلاتی سندری تب قطب شہ کوں بھاؤتی

مل سیج میں ریجھاؤتی چو سار توں ہر باب میں
چاروں طرف تو (ج)

(۵) ماہ ابرو

(✤)

تج ابرواں کے چند تھے دستا تجل چند عید کا
تیرے چاند سے نظر آتا چاند
ساقی بھواں کا دور تج پیالہ ہے منج امید کا
تیرے میری

نس دن دعا تھے مو نظر پڑیا ہلالی بھواں پر
رات سے میری پڑتی
اس روشنی کے سم نہ آوے روشنی خورشید کا
مقابل

تیرے ادھر پیالے کا ہے شیرینی ہور تلخی دھرے
ہونٹ اور
اس کے برابر نا کہوں پیالا کدھیں جمشید کا
کبھی

راکھوں نظر تج حسن پر صلوٰۃ بھیجوں شوق سوں
۲۴۷۰
تو میرے طالع .... کا

سب سرو قداں میں کرے سو سرو خوشیاں سوں سماٹ

سے

تو جیو کا جاں بھاگ دے دیتا قب جاوید کا

کوئی آج لگ بجھے نہیں تج حسن کے نکتے کے تئیں

تیرے

معنی نہ بوجھے عالماں ہرگز کدھیں تج بھید کا

تیرے کبھی پہچاننے

تج مکھ مسی کا سکہ ہے عاشقاں کے دل منے

میں

تا بُج رقیباں جھوٹے کوں دیکھیں کتب تقلید کا

بوجھ

تیرا نزاکت حسن کا پڑھنے میں لکھنے میں نہ آئے

او نور ہے روشن بہوت نیں ہی سکت یک دید کا

نہیں

تم یاد بن ہور یاد نیں یک تل معانی کوں کدھیں

اور نہیں لمحہ کبھی

شاہا نظر منج پر دھرو تشریف دیو و عید کا

(ق) مجھ

(۶) کعبۂ رخ

(*)

سکی کا مکھ مکا، ہور کیس کسوت جوں بنائے ہیں
چہرہ مکہ اور بال کی طرح

دیسے یوں مانگ موتیاں کی کہ حاجی حج کوں آئے ہیں
نظر آئے کرنے کیلئے

سُہے تل حجرالاسود، ہور ذقن جو چاہ زمزم ہے
سجے اور

سو مکھ اڈول جوں پانی سے بُند موتی چوآئے ہیں
بوند ٹپکائے

سکی کے زلف حلقے ہیں سو جوں کعبے کے درمیانی
مثل

یوں ہت قطب کے داعی دعا کر کرں بلائے ہیں

چنچل کی نیں تھے حج کوں نشانیاں خون کیاں دستیاں
آنکھ سے کی نظر آتی ہیں

مگر قربان کرنے جیو حاجیاں کے دن آئے ہیں

ن منگ کر

منا عرفات دھن جوبن ترے ہور عاشقاں حج کے
اے عورت اور
کینتے قربان کر کر جیو نشانیاں لہوں کی لائے ہیں
۲۴۸۰
دل لہو
دیسے یوں جالے موتیاں کے نچھل جوبن پہ چنچل کے
نظر آتے ہیں
کہ جوں طنبو دو تھانیے کا پون سوں کس دو لائے ہیں
(ق ۔ ج)

(۷) سروِ خوش قد

سروِ خوش قد دیکھیا سب سرو کے بن میں عجب
دیکھا
اُس کے سر کوئی نہیں سب باغ و گلشن میں عجب
(سر یکا) طرح

سرو سروِ سرواں مرا سر اونچ ہے سورج نمن
سربلند
او سورج کرناں جھمکتے مجہ نین کھن میں عجب
اُس سورج کی کرنیں چمکتی ہیں میری آنکھوں کے

باغ میں کرتے چمک چالے سکل سرواں ولے
چالیں سب
چل نہ سک تجہ چال سم گاڑے گئے بن میں عجب
کے

باغ میں سب...... سرواں ڈولیں حیران ہو

سیس خم کر بات کرتے یک کے یک کن میں عجب
کے کان

گل کھلے تارے نمن کنولے رنگیلے سرو کوں
کی طرح کو
چند سورج اُس پھل لگے سب سرو کے بن میں عجب
چاند سورج اسکو

سب پھولاں کی باس میں مہکار مجہ پھول کا نہیں
خوشبو میرے
لذت اُس جھلکار کا چبیا ہے مجہ من میں عجب
چبھا میرے دل

یارب اُس سرو رواں کوں نا دکھا بادِ سموم

کیونکہ اُس کا نور دستا دل کے درپن میں عجب
نظر آتا

تر تڑی دم دم میں اتاروں سرو رعنا کے اُپر
سب رقیب اسپند کر جالوں اگن فن میں عجب
جلاؤں آگ

جاں چھپا رکھوں معانی پاوتی دو تن نشاں
جہاں ابھی رکھوں پالیتی خیر
طاق لوچن میں چھپا او نور لوچن میں عجب ۲۴۹۰
آنکھ
(ج)

(۸) چاندنی اور سجن

سجن مکھ کا اوجالا چند تھے آلا
چاند سے اعلیٰ
ادھر تھے چوڑے جم امرت پیالا
ہونٹ سے نیکے

سپورن ہے کلا چند تھی اے شاکی
چاند سے
توسب جگ پر سٹیا ہے اپ اجالا
ڈالا اپنا

ستارے نمنے جھلکے کن کے موتی
کی طرح کان
دیا اس رنگ سائیں مکھ گلا لا

دسیے جوں دو دو چندا اس میں ہن موہن
نظر آتے
ہتیا جوں کہ نرمل چند بالا
جسطرح

جھلکتی ہے رین الماس نمنے
رات مانند
سجن دیو اس صفا میں نرالا

چندن کے اونٹ چندنی ہے زیبا

نبی صدقے قطبا کوں نیاں سب

(ج)

(۹) چاندنی اور پیا

چلے چندنی میں جب لٹک پیو ہمارا
اون عکس دیے چند رتھے اپارا

بسے جس ہیا میں پرت ہم سجن کی
پن اُسکی پرت کچھ نہیں اُس پیارا

جنے سائیں کے عشق کا مد پیا ہے ۲۵۰۰
نکر سے اُسے ہور مستی اُتارا

جکوئی ماتی ہے سائیں کے حسن چھب تھے
او سے مانیں نہیہ پنت میں جگ سارا

پیا نور بستا ہے مُنج دل جھمک میں
کہ جس نور تھے ہے سورج آشکارا

سکی پیو جنتا لگیا ہے ہمن کوں
سجن بن نکر سے لے ہور کوئی نوارا

نبیؐ صدقے قطبا کا من تج سوں لاگیا
کہ اپ جیو میں تیرا کیتا ہے ٹھارا

(ج)

نیاز

علم عاشقی

جس پیو کوں ڈھونڈتی تھی نا بج جہاں جہاں میں
تہ پہچان کر
سو پائی تس اپس میں جیوں سوں تہاں تہاں میں
اسکو اپنے دل سے ہر جگہ
سمجی کہ کچ اَدھر تے مج . . . . . (پی) کا تھا تھا
سمجھی کچھ ہونٹ سے مجھے
تو ایسے بے نشاں کوں دیکھ کے نشاں نشاں میں
تجھ جیسے دیکھکر
مُج دل نین میں نورا و سنبور کر کے خوش خوش
میرے کی آنکھ وہ بھرپور
پھر پھر دکھائے مکھ تو دیکھی عیاں عیاں میں

کئی بِرَہ آ چُرایا جو ہر وصال سو سو

اب سنپر آئی ہوں اُس ڈھنڈ ڈھنڈ کہاں کہاں میں
حاصل کرلی ڈھونڈ کر

معشوق پیو کی عاشق ہوئے کر کے جگت منج منج
پیا
او علم معشوقی کا کرتی بیاں بیاں میں
اُس
کینتی دیکھت پیارے تیری ہو داس داسی
کہتی
کی صاحب اپنے سوں ہل رونگی ایاں ایاں میں ۲۵۱۰
کیوں ہ رہوں گی
حضرت نبی کے صدقے تج پیو اہے جو جاں جاں
تیرا پیا ہے جہاں جہاں (ہر جگہ)
کہہ توں جہاں جہاں او قطبا تہاں تہاں میں

(ج)

(۲) رسم عاشقی

نین بت خانہ پتلیاں کوں اچھوتا کرتا ہوں سیوا
سندور ٹیلا پیشانی راکھے تل تل ریت ادے نیوا
لگائے

مسلماں ریت کافر ریت کیا ریت اے نہ جانوں میں
کہ جگ کے لوگ ریتاں چھوڑ پکڑے ریت تج جیوا

دھری ہے کان میں مندرے چڑائی ہے ابو قی تن
کہ پتلیاں میانے دستی ہے سو بجلی پتلی جیوں دیوا

اُمنگ ندی کی کشتی میں سکھیاں چڑ کھیلتیاں میں خوش
انچل اردھنک سٹ پکڑے اونا کا ہت ستی ریوا

پرت جھنتر سوں آئی ہے سکھی اب دو د جوبن پر
نین ال کھلا کھینتی صراحی نہ سرا پیوا

میرا امرت انچل اوچھل لذت منجکوں دکھائے ہے
پسار یا ہات میں آساں سوں اوس منجکوں تک دیوا

نبی صدقے پرت باغاں میں عشرت کرتا ہوں کر سوں
قطب شہ کوں کھلاتیاں میں سہیلیاں رنگ بھرا میوا (ق)

کتابِ عشق

(۳)

کجل سے آنکھ کے رنگ میں بھید ہے — تو بھید بھید میں جوت خورشید ہے

گھر پاکاں میں تجھے بہنجیا گھر ۲۵۲۰ — عشق کا جنیتا سو امید ہے

عشق حرکتاں میں سو حرکت لہے — خوشی پھول چادر میں جمشید ہے

خوشی سیتے بوسا دے منج تخت پر — گھرے گھر عشق میوے کا بھید ہے

خوشی خوشبوی خوش ہے اپنداتا — عشق باس کے جلوہ میں بھید ہے

خوشی خرمی میں زبانی گنائے — عشق کے نشاں پر مراد بد ہے

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں
لکھا
قطب شہ نبی صدقے جاوید ہے

(ق)

نقشۂ وصال

(۴)

اے نار میرے نین کوں دے آپنا دیدار عیش

آنکھ کو

سہ وَن بھی تپتے ہیں مَسے ان کوں بھی دے گفتار عیش

کان

منج ناک دھن تج ناک تھے دم باس کا دھرتا ہوں

میرے تیرے سے

دم باس دیکر توں اُسے دایم دیئے آپار عیش

خوشبو تو بے حد

...... تج دَرا دھر تس میں نبات امریت بھر

تیرے موتی جیسے ہونٹ آبحیات

میرے ادھر پر دھر ادھر منگتا ہوں میں آثار عیش

ہونٹ رکھ ہونٹ

تج رخ سیتی مُنج رخ اہے نہیں اس تھے رُخ فرخ کہیں

تیرے سے میرا سے زیادہ

رخ سوں ملا رخ کوں کہ ہے رخسار کوں رخسار عیش

سے

مُنج کنٹھ دھن تج کنٹھ کی کنٹھ کوں بہت منگتا اہے
میرا گلا عورت تیرے گلے

مُنج کنٹھ سوں ہم کنٹھ ہو دے سور کا جھلکار عیش
۲۵۳۰
میرے گلے سے گلا سورج

باہاں میریاں مشتاق ہیں تج بانہہ کے گلہار کے
بازو تیرے بازو گلے کا ہار

باہاں منے بانا سکے تج بانہہ کا گلہار عیش
بازوؤں میں نہ سما سکے تیرے بازو گلے کا ہار

مُنج ہات منگتا ہے ادک تج ہات سوں ملنے کے تیں
میرا ہاتھ بہت تیرے ہاتھ سے لئے

منج ہات کوں اپ ہات سوں کرنے دے تو اے یار عیش
میرے اپنے سے تو

بھیٹن کے ڈو بٹ سیتی دھن کچ کچ اپنا طول کر
سے

ہم دو تو کچ سوں کچ لگا کچ کچ کریں ہر بار عیش
پستانوں سے چھاتی تھوڑا تھوڑا

چھاتی سوں چھاتی ایک کر یک جیب ہور یک میت سوں
اور دوست

تج نکھ سیتی نکھ منج کرنے میں ہے ٹھارے ٹھار عیش
تیرے ناخن ناخن میرے

میرے ترے رُوما¹ دلی جمنا و گنگا جوں مل اہیں

رواں رواں سو مچھلی ہوے کر کرتے ہیں تج گنگ و دھار عیش
رواں تیری گنگا کی دھارا ہیں

¹ وہ لکیر جو ناف سے نیچے کی طرف سیدھی جاتی ہے۔ اسکو بیلی بھی کہتے ہیں۔

ڈونا بھی ڈو بھونرے اہیں سنگرام کے دریا منے
وصل میں
دو من نرادو تیر تیر کرتے اہیں اس ٹھار عیش
جگہ
نج منج کمر کے کٹ منے ہیرت بکٹ سنپڑ یا بکٹ
اس کٹ منے کرتا اہے دایم مدن کا بھار عیش
میں
تیرے مرے پاواں سکی جوں ناگ ناگن مل رہے
مثل
صدقے نبی کرتا قطب کرتار تھے آپار عیش
خدا کی عنایت سے بیحد (ج)

عیش وصال (۵)

سدا منج عید سوری ہے کہ میں دھن وصل پایا ہوں
مجھے عورت کا
وفا کے منتر اں سیتی سو دھن کا من ریجھایا ہوں
سے نازنیں دل
کہو چند سور کوں جا جو یکا یک آج نا نکلیں
چاند سورج کو ۲۵۴۰
کہ دھن مکھ نور تھے اپنی مجالس میں دیپایا ہوں
عورت کے چہرہ کے نور سے

ہنداراں منتاں کرتا تو ٹک ہنس بولتی نیں تھی

نہیں

سو آج اُتری ہے باتاں میں کہ میں مدبی پلایا ہوں

شراب بھی

شراب ہور عشق بازی باج منج تھے نا رہیا جاسے

اور کے بغیر مجھ سے رہا

کہ یو وو کام کرنا کر میں لے سوگند کھایا ہوں

بہت قسم

سکی ہرگز نکو کہہ ہو کھیا میں بات تج کوں جو

تجھ سے

کہ دو تن پھٹ پڑے گی وو اُسے میں آزمایا ہوں

غیر رقیب پھٹ پڑے وہ

سمند دل میانے غواص ہو کر غوطے مار برسانتھی

دل کے سمندر میں (برسانت میں)

بچن کے موتی ..... ڈھنڈ سکی تج تائیں لیایا ہوں

ڈھونڈ کر تیرے لئے

سخن

سو دھن جا عیش کوں پوچھے کہ توں آیا ہے کس خاطر

نازنیں

کھیا ہنس عیش ازل تھے بن قطب شہ خاطر آیا ہوں (ج)

کہا سے

بعدِ وصال

(۶)

رین سب شہ سوں مل جاگی سو چھب نیکا ہی پیاری کا
رات
اچھا
نین ماتے الک بکھرے اثر گھلت اخماری کا
زلف

دیا جھولے پرم بارا ڈولے پھُل ڈالی ہو تارا
پھول
چھوٹے گل موتیاں ہارا ....

چلے لٹ پٹ لٹک بالی سو ہو شہ مد سوں متوالی
انچل ہر چھوٹ گل لالی جھولے اس متواری کا

چنچل کا مکھ چھبیلا ہے ادھر امرت رسیلا ہے
ہونٹ آبحیات
اجت جھلکار ٹیلا ہے چکندار ان ساری کا

دسن کے داغ گالاں پر بھنور جوں پھل گلالا پر

پھول

دیسے پھل جھلک بالاں پر سو جگنار ا آندھاری کا

۲۵۵۰

نظر آئے پھول

سولکھن جھند بھری چنچل کھاے میں تھی انچل

عشوہ مرکائے سر سے

متی ہوے مست جوں منگل سو مد پی پیو کی پیاری کا

نبی صدقے قطب راجے طبل آنندنت کاجے

راجہ، شاہ

سدا اچھل گیند کنٹھ ساجے سو جوبن دھن ہماری کا

(ج)

محبت افسانہ

پریم کی کہانی

سنو لوگ میری پرم کی کہانی ۔۔۔ کہ پیلا ہے رنگ عاشقی کی نشانی

تمن عشق بھیدیا ہے منج بالے بالا ۔۔۔ کہ ہوی ہوں تمن پیم میں ہوں دِوانی

تمہارا ۔ اثر کر گیا ۔ میرے بال بال میں ۔ تمہارے عشق ۔ میں

محبت کی لذت فرشتیاں کوں نیں ہے ۔۔۔ بہت سعی سوں میں سو لذت پچھانی

نہیں

پرت میں جنے اپنا دل کیتا دریا ۔۔۔ عشق پنتھ میں آس کوں ساجا کہ مانی

محبت ۔ جو ۔ کرتا ۔ راہ

جکوئی عمر کھویا ہے ساجن ہوس میں ۔۔۔ جیون پھل وہی پا پیا کریں جانی

جو کوئی ۔ زندگی کا ثمرہ ۔ پایا

اوسی کا ہے دو جگ میں جیونا انند سوں ۔۔۔ جنے نیہہ بوجھیا ہے سن اے ایانی

جینا آرام سے ۔ جس نے عشق

نبی صدقے قطبا جگت میول پایا

دنیا کی قیمت

سو او عشق ہے اس تھے نیں خوش کہانی

وہ ۔ سے نہیں خوشتر

(ج)

پریم کے چھند بند

(۲)

پرت جل میں جنے رہے ہور نجانے ۔۔۔ او پیرت بات کوں ہرگز نمانے

محبت کے پانی جو رہے اور ہے ۔۔۔ وہ

جنے جم نیہہ دھیاناں میں رہیا ہے ۔۔۔ اُسے معلوم ہیں سب نیہہ کے مانے

جو ہمیشہ عشق کے دھیان رہا ۔۔۔ عشق معنے

جو آپ پیرت کے تیں دو جگ نپایا ۔۔۔ بڑے بھاگ اُس کے جن ایسے نیہہ پچھانے

اپنی ۔۔۔ جو یہ راہ

عشق کا جن نبوجے ان نگٹ بھاؤ ۲۵۶۰ ۔۔۔ پرت میں اُن کرے بھو آنے بھانے

جو ۔۔۔ وہ بہت

ہمارا بھید نیں بُجتے نکو آؤ ۔۔۔ ہمارے ہور پیا کے درمیانے

نہیں پہچانتے نہ ۔۔۔ اور

کرے سیوا پرم کا رات دن وو ۔۔۔ برہ کی رین جن کوئی بہانے

فراق رات

نبی صدقے پیاری قطب آکھے

پرم کے چھند بند سب توں اپچھانے

(ج)

رقیب

(۳)

اے دو تن نرا سی توں ہے سربسر غلیظ
چڑ چڑ کہ منج سوں ہر گھڑی باتاں کرے غلیظ

لئے چیز تو غلیظ اہیں جگ منے ولے
ہوسے نہ کوئی جین کہیں تجھ سے سر غلیظ

بہتر جو بحر و بر میں نہ لے نانو کوی ترا
تج نانو لینے تھے ہو ویگا بحر و بر غلیظ

تیرا چیتر خدا نہ کرے جو چتارے کوئی
تیرا چیتر چیترنے تھے ہوگا چیتر غلیظ

شکر کوں آپ ادھر سوں شکر کر نکو کہہ توں
تیرے ادھر غلیظ تھے ہوگی شکر غلیظ

دیکھے گا ٹک جو خواب میں تیرا اشٹ چھانو
لک گانو نھاس جاوے گا شیطاں ندر غلیظ

کس دھات تج کوں قطب کہے خوب ہے کر
اے دو تنی نرا سی توں ہے سربسر غلیظ

۲۵۷ (ج)

رشکِ رقابت

(۴)

دیکھو سہیلیاں یہ دوتی جا پیا کوں کچ سناتی ہے

میں شہ کی پیاری ہوں کر دیکھ نسک نقشاں چھاتی ہے

نہ سک کر

مرا نیہہ شاہ سوں قایم دوتی کیتا کوا کی توں

جھوٹی باتاں پیا سوں کر سبب دند کی بساتی ہے

دشمنی

پیوا کی توں کیتا اپسے للن سوں ملکہ لے دوتن

ملکر

دو دین کے پرت میں اپنے شرم توں کے گنواتی ہے

کیوں

رہی ہوں جان بُج کر میں پٹے سب عشق کی بھی مُنج

پڑا کے کیا برہ نیہہ کا بچھولیا کے لڑاتی ہے

سجن کے دشت جس ناری پہی تس کیا اڑا کی توں

مکر حور حیل چھوڑے توں پھر اس کیا آزماتی ہے

نہوے باتاں میں جس کے گن سو وہ شہ کوں ریجھاوے کیوں

ترکماں سوں اُن یکیاں ہے جتی کنکر رنجھاتی ہے

سو اُس ہیلی سیانی کوں آہا تلہے سہاگ یہ سب

جکوئی خوشحال سو اس شہ کا ہنس ہنس و فتاں گماتی ہے

کہی پیاری نبیؐ صدقے محمد قطب شہ کوں توں

ایسے اوگن نبھاوے منج دو تن جو کن ڈراتی ہے (ج)

بڈھی کی کہانی

(۵)

پریاں کے باغ میانے دیکھیا مندھر گلالی　　واں یک پری کے مکھ تھی سب بن لیا تھا لالی

اوتارنا پہ چنچل گل لال گال پھل پل ول ۲۵۰۰ کھڑکی منے تھے اچل سر پر تھو سر تھے ڈالی

میں سے سے ڈھلکائی

تارے چندا پرو کر راکھے سو مانگ سر پر جگنی جڑی منور اوڑے جھبنا سو آلی

پڑیا نظر یکا یک، ہلجیا سو جیو بے شک چنگی اٹھی جیوں چمک حسن و ہمن ملالی

مج اس لگیا ہلاوا دو تن سو دیکھ سہاوا اس گھر میں لائے لاواں گستاں سو جا اچھالی

تن عقل اس بڈھی کی سا اس آئی اس گڑی کی سو جیو مکھی کھڑی کی کھڑکی پہ جھانپہ کھالی

بوڑھی

بھنواں کوں گانٹھ باکر مج کوں نپٹ دپا کر غصے تھے اس جدا کر دیتی ہزار گالی

مکھ پر بڈھی کی جھڑی کم شان کی ٹل کی جھڑی سو چنڈپ کرنا تڑی او پا کنی ہے مالی

وہ

قطبِ زماں معانی بس کر بڈھی کی کہانی

شیطان کی ہے نانی آپس کوں آپ جالی (ق)

جلائی

عشق و عقل

(۶)

پرم آپنا چتر جگ پر سو چھایا
جہاں اپنا پنی چھایا اس واں کھایا

پرم پھول بن میں سگند باس مہکا
پرم آپنے ہات ارگج کلایا

سبھی عالماں آپ ٹرن جاہیں ۲۵۹۰
نہیں کوئی پایا اے پیرت کا مایا

پرم کے سو پیمانے سوں مد پلا کر
پیا طاق ابرو سوں سجدا کرایا

عقل کے تخت پر پرم تخت بیٹھا
عشق عقل کے ہات ایسے نوایا

نہ عاشق کوں کٹتا ہی بن عشق یک تل
وو عاقل سدا جن پرت سوں گمایا

پیارے سوں گمتا نبی صدقے قطبا
پرم اس کوں سلجے جنے یوں گمایا

دنیائے فانی

(۷)

سنو عاقلاں سب کہ دنیا ہے فانی
جو کوئی بوجھیا اُس ہی صاحب قرانی

دنیا رنگ سوں جن بہوت دل نہ باندے
شہاں میں سُہاتا اُسے ...... سلطانی

وہی مرد ہے جے دنیا میانے دین کا
کرے کام ساجے اوسے کامرانی

دیو و جگ کوں بہو جن او بخشش کر جم
کہ جھلکے گا اُس نور تھے تم پیشانی

طمع کوں پیا یاد پانی سوں دھو کر
اپس دل میں تھے ہو پچن کن کہ دھیانی

نبی ہور علی سوں قطب کی ہے پیرت
سدا تو ہیں پایا ہے تخت شہانی

۲۶۰۰

(ج)

مُتفرّقات

فتنۂ دکھن

ہلجائے جیواں کوں کی اپ چوٹی کیرے تاب میں
پھانسے دلوں کو اپنی بل

پتلی نمن لڑکائے ہے دل اپ نین محراب میں
اپنی آنکھ کے کی طرح

کہیا کہ مکھ دکھلا منجے، چھاتی سوں چھاتی لا منجے
کہا چہرہ مجھے سے مجھے

کہئی اپن گھر آ منجے، یو سُدھ ہوا اس جاب میں
کے جواب

سورج بدن جھلکائے جب، چھپ جائیں تارے لاج سب
اپنے (جیسا) شرم سے

دیکھت سو اُس کا جوت چھب، طاقت نہ رہے مہتاب میں
دیکھ کر رہے

کیا چلبلی سو دھن ہے توں، ہر فن منے پُرفن ہے توں
نازنیں میں

ہور فتنۂ دکھن ہے توں، سرزور ہر یک باب میں
اور

صدقے نبی قطبا سوں ل کرتے لیاں ہر یک تل
عیش ایک لمحہ
لبدائے کر مج جیو دل پگلائے جوں قندا بیں
میرا پگھلائے

(ج)

ایک تلنگن سے

(۲)

پیاری جو وتی ہیں پنت تج بیم
تیری محبت کا
منجے جیو دینا ہے پیم میں نیم
مجھے دل دینا محبت میں دستور
کرب سوں ہیں نو جی تھی پیا کوں
کہ یک تھا مج نین تل کوہ ہو بیم
میری آنکھ میں
ڈھونڈیا ہوں میں نہیں پایا پرت جیہ
نہ پہچانی
بہوت جو یا ہوں نیں پایا ہوں نھیم
ڈھونڈا نہیں
پرم پیو کا ہمارا جیو سیجو
پیا کی محبت کا
پرم پنتھ میں ہی عشاقاں کا یہ نیم
راہ عشق اصول
نبیؐ صدقے قطب شہ سانولی سوں

۲۶۱۰

بچن ہندی کوں بولا ایم مربیم
زباں ہندی میں ایم رے ایم (کیارے کیا)

(ج)

دکن کی پتلی

(۳)

سدا مجہ مست کرتی ہے نین سیتیں نین پتلی
کہ بالی غمزے کے پیالے پلاتی ہے یوں پتلی

نین سوں صبر کر کہتی کروں اب صبر میں کیتا
نین موتے ہیں روشن دیکھتی توں ہے گگن پتلی

بھنواں کشتی منے نین یوں رہیا جیوں نوح کشتی میں
پرت دریا منے پایا پری ایسی رتن پتلی

ترا مکھ لوح کلبا یا ڈروں ناں میں پری جن تجھے
ہندو پاتر سنے پڑتی نین بھکتی جیوں ہرن پتلی

اگر منگتی رنجانے عاشقاں کے تیں گھڑی تل
انچل جھلکا رویاں سوں چلے ڈگ ڈگ کوں پتلی

نین کے حوض میں پتلی نوی چالیاں سوں ترتی ہے
نین عاشق ہیں دیکھن کے بچن سننے کرن پتلی

نبی کے صدقے ہر تجھے جینتیا نادان بالی کوں
انداں سوں ملی قطب زماں سے تیں دکن پتلی

(ق)

موہن اور حیدرنگر

(۴)

سو حضرت کے گو نشاں پہ اپ تکھایا　　اُن ہت تھے حق پیالہ کوثر پلایا

جو　اپنا　　اُن کے ہات سے

مرے سیں موہن سہرا سو متا ہے　　تخت ہور بخت کا قطب نجم اُدیا

سہرا　سجتا　　اور

فلک مادے منڈپ چایا ہے رنگ رنگ　　پریاں ہور حوراں کوں اُس تل نچایا

اسکے نیچے　اور

دماے سو، دل کے کھن کا چتر ہے　　کلیجا سوتن و شمناں گڑ بڑایا

بریاں نظراں تھے اسکوں اسپند اُتارد　　نہ حیدرنگر اُں انداں بھرایا

سے　　کو اس نے آنند سے بھر دیا

محمد قطب شہ بندہ ہے علی کا

علی آپ صدقے دو جگ میں بچایا

کلیات محمد قلی قطب شاہ

دوسرا حصہ

غزلیات

تفصیلی فہرستِ غزلیات

(جُملہ غزلیں ۳۱۲ اور جُملہ اشعار ۲۲۵۴)

نمبر شمار	ردیف	صفحہ	تعداد غزلیات	تعداد اشعار
۱۵	ظ	۱۴۶	۳	۲۱
۱۶	ع	۱۴۹	۱۲	۸۵
۱۷	غ	۱۵۹	۵	۳۰
۱۸	ل	۱۶۳	۲	۱۶
۱۹	م	۱۶۶	۹	۷۰
۲۰	ن	۱۷۴	۳۹	۱۷۶
۲۱	و	۲۱۳	۵	۴۱
۲۲	ہ	۲۱۸	۶	۵۰
۲۳	ی	۲۲۴	۸۱	۵۴۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف الف

(۱)

دلا منگ خدا کن کہ خدا کام دیویگا
(مانگ — کے پاس — دیوے گا)
تمن من کے مراداں کے بھرے جام دیویگا
(تمہارے دل — مرادوں — دیوے گا)

خوارج کی اگن قہر کے پانی سوں بجھاگا
(آگ — سے — بجھائیگا)
براہیم نمن تجکوں سکھ آرام دیویگا
(ابراہیم کے مانند — تجھے)

دو عالم کے دوارے کھلے ہیں عیش کے خاطر
(دروازے)
جے کوئی نبی نام سوں دل رام دیویگا
(جو — سے)

جے دل میں محبت علی و آلِ علی ناہ
(جس — نہیں)
اسے خون جگر دارو ئے ناکام دیویگا

نکھا غم توں زمانے کا ترا کام خدا سوں
(تو — سے)
ہر اک پستی منے تجکوں بلند نام دیویگا
(میں — تجھے)

اپن بخت جفیرے تھے کدیں دل میں نکر غم
(اپنے — سے — کبھی)
تجے دار دئے صحت سوں شفا جام دیویگا
(تجھے — سے — کا)

رقیباں کے دکھوں سیتی قطب شہ توں نکر غم
(سے — تو)
خدا سارے رقیباں کے گلے دام دیویگا
(پھانسی)

(۲)

سب اختیار میرا تج ہات ہے پیارا — جس حال سوں رکھیگا ہے او خوشی ہمارا

پیارے

نیناں انجھوں سوں دھوؤں پگ اپ پلک سوں جھاڑوں — جے کوئی خبر سو لیاوے پکھ پھول کا تمھارا

تیرے — سے — وہ ہماری

آنکھیں آنسو، تیرے دھوؤں قدم اپنی پلکوں سے جھاڑوں — جو لاوے تمھارے

تجہ نین تیرے ہور بت نین کیان پتلیاں — مجہ نین میں پوجاری پوجا ادھان ہمارا ۱۰

آنکھیں اور کی — میری آنکھیں مشرب

اس پتلیاں کی صورت گئی خواب میں جو دیکھے — رشک آئے مجہ کرے مت کوئی سجدہ اس دوارا

کوئی — دروازہ

تج عاشقاں میں ہوتا جنگ جدل سو سب دن — ہے شرع احمدی تج انصاف کر خدارا

تیرے عاشقوں — تیرے پاس

تج خیال کی ہوس تھی ہی جیو ہمن سو زندہ — او خیال کد نجاوے ہم سر تھے ٹک بہارا

تیرے — سے — ہمارا — وہ — کبھی — سے — باہر

جب توں لکھیا قطب شہ مہر محمد اپ دل
تو لکھا — اپنے
ہے شش جہت میں تجکوں حیدر کہ تو ادھارا
تجھے — سہارا

(۳)

نزاکت حسن و دولت ہے منگے جا ہی کرن سکتا — نوا یوں نوجوانی سوں سکل شاہی کرن سکتا

مانگا — سکتا — نیا — سے پورا — کر سکتا

۳

دیپا مشرق و مغرب میں جھلک درپن مکھا تیرا ‏ ‏ ‏ ‏ کہ تو جلوہ فلک تجے ہے سو تا ماہی کرن سکتا

چمکا ‏ آئینہ ‏ رخ

تمن مکھ میں خدا کا نور مج نینا بھر یا دیکھے ‏ ‏ ‏ ‏ کِنِن صورت تمن سر بھر نہ ہمراہی کرن سکتا

تمہارے چہرے ‏ میری آنکھیں ‏ ‏ ‏ کسی کی ‏ تمہاری ‏ مقابلہ

مکھا سورج کتابا تجے نوا خط سو لکھایا تو ‏ ‏ ‏ ‏ اسی خط پر سبی عاشق سو یک اہی کرن سکتا

تو ‏ نیا ‏ سے ‏ ‏ ‏ سبھی ‏ ہمراہی کرنا

کتے دن تجے پڑا کر مج کتا پڑھیا نو چھاٹک ‏ ‏ ‏ ‏ الف پڑھنے ہمن چوگان اگر خواہی کرن سکتا

کتنے ‏ سے ‏ مجھے کتنا پڑھا نہیں پوچھا ‏ ‏ ‏ ‏ ہزار

تمن جو آہن ہمن زردی نپایا مکھ بچارا ہو ‏ ۲۰ ‏ دکھے عاشق شفا خانہ تمن لاہی کرن سکتا

فائدہ

تمن مکتب میں نہ ہوا داں بڑہ بچاں سدا کرتے ‏ ‏ ‏ ‏ سکاوِن علم شیخاں کوں نچل کاہی کرن سکتا

تمہارے ‏ بچے ‏ فراق ‏ ‏ ‏ سکھانے ‏ شیخوں ‏ مشکل ‏ کیوں

دم عیسیٰ کتے مردے جلاون ہی و تیرا لے ‏ ‏ ‏ ‏ دوری مارن ملن جیون مجہ آگاہی کرن سکتا

کتنے ‏ جلاتا ‏ ‏ ‏ دوری موت وصل زندگی

زمانے کے اندھارے تھی معانی توں نکر غم جگ

اندھیرے سے ‏ دنیا میں

پیالا ہت پیا کے پو توں جگ شاہی کرن سکتا

پیا کے ہاتھ سے پیکر دنیا کی بادشاہی کر سکتا ہے

(۴)

سکی باتاں شکر کرتی ولے میٹھائی آسے نا ‏ ‏ ‏ ‏ دوانی نیشکر میں کوئی کدہیں نابات باسے نا

سکی ‏ نہیں آسکتی ‏ ‏ ‏ اے دیوانی ‏ کبھی ‏ نبات نہیں رکھتے

خبر ہوئی شہ ہوئی سو ایکایک آئے مج ٹھارا نپوچھے ٹک پھرے بھار اتواب ہا سما سے نا

کہوں آپن برہ جس بن اگن شعلہ پڑے اُس تن سو مشکل ڈاتیا مج من ہمن دکھ کوئی سنا سے نا

مگر کھولے خدا ای دکھ دکھاوے اُس سُرج کا مکھ اندھاری مین پاویں سکھ نہ مجھ پر دکھ دہا سے نا

معانی ٹھاوں تمن جانے غوص ہو کر تن پانے
سو خالی سپیاں لیا و حباں سم تجکوں آسے نا

(۵)

مکھ مین نقشہ رنگ تلا کا نور میں توں پائیا جیوں سابم رنگ چند اسوں ل سب جگت چندنا چھائیا

مکھ کعبہ کے میانے منے مقصود مج پانے منے ۳۰ امید کے خانے منے گوہر کے دیوے لائیا

کُنتل مین کیوڑے بھیس ہیں لوگاں کہیں نس دیس ہیا مانک اجالے سیس میں منتر سوں میں الجھائیا

مجنوں سوں میرا نام ہے وحشی توں مج سوں رام میں اس مکھ الک مجہ دام ہیں یک پیچ میں گل باہیا

تج گال پھل الے اپر لٹ ہے سو گل لالے اپر یا ہے بھنور لالے اپر سو نقش مج من کائیا

تج خیال بیانے توں سچ گیان دیوا توں وسے ۔۔۔ کتا کسوٹی پرکسے میں دھیان تج سوں لائیا

میرے میں تو میرے چراغ تو نظر آئے کتنا ہی تیرا ہی

بریا معانی ہل اہے اس کا ولا مج دل اہے

خوب اتنا

پھل سنگ تیاں ہل اہے کیوں بی تو من بلکائیا

پھول کے ساتھ بھی خیال

(۶)

ہے عشق ہر اک دھات ہر اک دل میں پیارا ۔۔۔ مج عشق پیاری کا اہے جیو کا ادھارا

مجھے سہارا

تپلیاں نیناں کی سو کل جگ کو بھلائے ۔۔۔ اسماں میں اٹھے شور دیکھت زلف تمارا

طرح بھی آنکھوں سب دنیا دیکھکر تمہارا

تری ٹھڈی کے جل منے سو جیو کا جیون ہے ۔۔۔ او چشمہ منے میں نمن جیو کیا ٹھارا

آب ذقن میں روح زندگی اس میں مانند جی مقام

زاہد جو ترا انکھ دیکھت جیو دئے ہیں ۔۔۔ تج نیر ٹھڈی کی پچھی ہے عیسے کا بارا

چہرہ دیکھکر بھی تیرے آب ذقن دم

انکھ پاس کے سم پھول اپن پاس نوائے ۔۔۔ ۴۰ کملا کر جھڑے برگ کتے پاس میں ہارا

برابر پھیلائے کمہلا

کرتار تیں کیس میں توں پھول نگوندا ۔۔۔ قدرت کی کلیاں کا ہے لٹاں میں نکھارا

بال بالوں

بن نیر تمن ساری کلیاں سوک رہی ہیں ۔۔۔ ٹک آکے کرو گشت چمن جی اٹھے سارا

تمہاری سوکھ ذرا

سب مالی نجھل نیر پلا جھور رہے تھے — یک تل میں ہر یک پھول ہوا نور ستارا

(جھولی) پاک پانی — آن

دیکھیا ہوں ترے من منیں صنع خدا کا — تو ستر نہانی سوں جھلکتا ہے پسارا

(آنکھ سے) — ہے

عالم منجے تعلیم کریں علم و ہنر کا — لکھے ہیں ازل تھے ہمنا عشق قرارا

مجھے — سے ہمارے لئے

دو تن سو حسد کیوں نہ کرے نت ہمنا پر — ہے تاج مرے سیس منور جھمکارا

رقیب ہم

پایا ہوں اماماں کی دعا تاج شہانی — مج تاج میں ہے نورِ الٰہی جھلکارا

تجھ

اے قطبِ معانی کہ ترا قطب خطاب ہے

کر شکر خدا پر کہ قرار ہے سو ستارا

(۷)

باغ دل میں تج محبت کا اچنبا پھل لگیا — باس سنگ پھولاں عرق کا مینہ ہوا ہوں ڈگمگیا

تیری عجیب پھول لگا — سونگھ ڈگمگایا

یے علم ہور یے کتب ہور کس تھے بوجھیا جانا — ۵۰ عالماں بیچارہ دکھ کر اسکی تک میں ہے تھکیا

یہ اور یہ اور کسی سے — دیکھ تاک

سانولی قد سرو کوں لاگے ہیں اب میٹھے نبات — چکھنے جا کر میں دوراں ستی رہیا ہو دیکھیا

کے کو لگے — دور سے

شیشے کی قلقل تھے پیالے میا باندھی بڑ بڑے ‏ ‏ بڑ بڑا او ونیہ کِنے زواں سوں جگ میں جگمگیا

توں اندھارے پنتھ میں نا منگ روشنی اغیار تھے ‏ ‏ روشنی تج دیوے کون قدرت اجالے کا لگیا

میں اُمی کر گنتے ہیں سب امیاں تو علم میں ‏ ‏ موزبانی کا قلم تج وصف لکھ نا سک بھگیا

تم معانی کے گناہاں کا رقم کرتے ہیں کیے

میں محمد ناؤں تھے دونوں جہاں میانے جگیا

(۸)

سکندر کے درپن ترا مکھ دپایا ‏ ‏ میں اپ کام اُس آرسی میانے پایا

تری یاد سوں نکلے مو دل تھی لالی ‏ ‏ کہ اپ پیالہ سوں لالہ سب کوں چھایا

صراحی میں پنہاں ہے مے گنج قاروں ‏ ‏ گدا گنج پا کر اپس کو پسوایا

اپس خیال میانے دکھیا گنج زر کوں ‏ ‏ سُنے بڑ بڑے پر اپس جیو چو بھایا

نہ پیچو منجے مشک نافے کے نمنے ‏ ‏ ۶۰ ‏ ‏ ازل تھے گرہ پا کہ طبلاں بجایا

ہمن تم میں اے باو شرط وفا تھا وفا چھوڑ باتاں رقیباں سنایا

کہے ظلم کٹوال کا شہر میں ہے

معانی کوں ڈر کیا توں لطفاں نپایا

(۹)

کل مو تو نور دیدہ یسو شاب تاب تھا — اُس مکھ شراب و دشت مرا آفتاب تھا

متا دیس اُس تماشہ مکھ سور نور دوست — میں روتہ تھا سو یوں کہ نہ او وقت خواب تھا

مجلس ترا ہزار پر یخا نہ یک سکل — جیو اس میاں بصورت و معنی اخراب تھا

اور ہر ڈنک نینو جو پئے گا نیں سو دہاک — دیوانہ سیں آگ برہ تھے کباب تھا

میں تو میاں ریختہ جیوں دانہ سنک — تب ہر طرف تھے کار رقیب اضطراب تھا

مو آہ و نالہ تب تھے دکھایا ملن گھڑی — او نقد عمر مو دو نفس در حساب تھا

او کی بنت جیا کا نہ سکے دیکھن سو کوئی — او شرم مو کا اس رخ چند پر حجاب تھا

تسبیح زاہداں کر و نقل و مدہوا ۔۔ تسبی گنہ سو کیا ہی یہ بات اس کتاب تھا

تسبیح — میں

ساقی تو آہِ گرم معانی کے تھیں نرج

سے — رنج نہ کر

اس کیا ہی اختیار گناہ شراب تھا

(۱۰)

یوسفِ گم سو پھر آگا اب بکنعاں غم نکھا ۔۔ گھر ترا امید کا ہوگا گلستاں غم نکھا

آئے گا

ای ہمایہ دکھ دکھیا سو خوب ہوگا حال تج ۔۔ من کا چنتا ہوئیگا پھر آکہ جاناں غم نکھا

اے دل عشق کا دیکھا تیرا — دل کا — کے

برہے کہا او دو دن تھا دور اپنے پیو تھی ۔۔ دایم یک دھا توں نہ رہسے کا ہجراں غم نکھا

سے — رہ سکے — طرح

جم بہارِ عمر تج ہے پھر کہ آگا باغ میں ۔۔ چنبر پھل کا کھلک رنگیں مرغ خوشخواں غم نکھا

تجھے پھر سے آئیگا — آسمان کے پھول کھل کے

ہاں توں نا امید نا ہو کو نجانے سرِ غیب ۔۔ کیا اچھیگا پڑے او چھل کھیل تپلیاں غم نکھا

کوئی — ہوگا

او جنگل ہی شوق سوں اکعبہ خاطر رکھ قدم ۔۔ تج اگر بولیں چبیں کانٹے مغیلاں غم نکھا

اس — تجھ سے — چبھیں

ای ھیا موج جا تھے نا ڈر منکا بھاتا ہوئیگا ۔۔ تو تجھے ہے نوح کشتی بان طوفاں غم نکھا

اے دل موج سے دل کا

باٹ تیرا دوا اگر ہے عشق پنتھ دکھلائیگا ۔۔۔ شاہِ رایاں تو ہے رایاں میں زرایاں غم نکھا

راہ ۔۔۔ از

حال میرا دوی ناداں ہور کوپ رقیب ۔۔۔ سب توں بوجھیا ہے خدا ہور شاہ مرآں غم نکھا

غصّہ ۔۔۔ اور

قطب شہ اس کنجِ فکر و خلوت دینی منے

میں

تا اچھے وردت دعا و درسِ قرآں غم نکھا

جب تک رہے تیرا درد

(۱۱)

منج جیو کی آرزو کوں بندے موں ستیں پیا ۔۔۔ دو تن کی بات پکڑے ہے پکرو ستیں اپیا

میرے دل ۔۔۔ مجھ سے ۔۔۔ غیر ۔۔۔ سے

ملنے کوں عاشقاں کوں نہیں باو آتہ ٹھاؤں ۔۔۔ پکڑے کماں آپنی ابرو ستیں پیا

آتنا ۔۔۔ جگہ ۔۔۔ اپنی

قربان جاؤں نا میٹھے باطل کے سحر پر ۔۔۔ سب جادو پکڑے نین کے جادو ستیں پیا

آنکھ

مشکی خطا کا باس بچیارہ دیگا کاں ۔۔۔ پکڑے ہیں سب ہی باس کوں ابو ستیں پیا

مشک ۔۔۔ خوشبو ۔۔۔ دکھائی دیگا کہاں ۔۔۔ خوشبو

کیا کم پلاؤ نا منجے ساقی پیالہ بھر ۔۔۔ جوڑے ہیں سر تھے یاری او سندو ستیں پیا

پھر سے ۔۔۔ اس ۔۔۔ سے

داؤد وراگ پنچی صراحی کے ناد سے تھے ۔۔۔ رنگیں کئے ہیں بزم کوں داؤد ستیں پیا

طرح سے ۔۔۔ سے

ہر غم پچھے خوشی ہے معانی توں غم نکھا
تعویذ باندھے ہیں ترے بازو ستیں پیا

(۱۲)

تیرے ہونٹاں کے حقے میں تھے دلا مجکوں دوا
میرے درداں کوں سدا تیری شفا تھی ہے شفا

نین جھلکار تری بجلی نمن جب جھمکی
دشٹ تھی منج شوق کا مینہ پڑ کہ ہوا سب ہی ہوا ۹۰

پھول و پھل کھیت ہمارے کوں لگے من بھتے
نین و دل بحث الس آپ میں کرتے ہیں بجا

کیا غرض تجکوں اے بختاں سوں پلامی ساقی
غم تجھیں عیش و خوشی کا ہے صفا ہور صفا

حسن تیرے کا کریں چاڑی نین آپ میں آپ
یک نین کیا بوجھا یک کیا دکھیا توں ان میں بجا

عشق بازی جو منگے کرنے ہونا صبر اسے
غم ندیاں اُبلے تو کرنا ہے اسے صبر روا

وعظ تیرے سوں معانی بندھیا ہے دل یا رب
کرو آمین نبی و علی تھے اُس کی دعا

(۱۳)

دیکھو کہ کیوں کئے اتو ہمنا سیتیں وفا — یک تل نہیں ہوا کہ کرے سیر تھے بھی جفا

لیکھے سو پایا ہوں نہیں کچ یار کا گناہ — جن ظلم کے تو اسکوں اہے درد بے دوا

مارے پنکھیاں ہو دل کا کبوتر تو نینھ میں — دیو نہ دانا پانی یہ تم شرع ہے روا

تم ظلم ہے ہمن کوں خوشی سو دیل لیں ان — کرنا نہ کچ پکار کہ چپ رہے تو ہے شفا

ساقی وو تن کے رشک نین ناز پیالہ دے — ۱۰۰ — جم کوں نتھا ای پیالہ نیں اس آیا یں ریا

جاسوس سیدھی باٹ دکھانیہ نینھ میں — رہ باٹ میانے ہور نکر سب سوں ماجرا

کرتے ہیں دعوے شعر کے سب اپنی طبع سوں

بخشیا فصیح شعر معانی کے تئیں خدا

(۱۴)

جگ جوت عشق کا او لائی انچل کنارا — لیدیا جیا پنکھی جیوں اس جوت کوں ہمارا

جب توں بلائی ہمنا پیرت میں آپنا کر
جو سی نگر توں پھر کر ہم خاطر استخارا

تج مکھ کی جھلک ہور پیشانی کی تجلی
چھپتا ہے زنس کوں جیوں چھپتا دیس تارا

اے دیدواں تعدی نا کر مُنجے نہیں ڈر
نیہ شہر میں ہے قاضی کو تواں سیچ کارا

اب انکھیاں کوں کہہ توں ٹک مرحمت نظر کر
طالع لکھے سوں اینڑیا اسکوں نہیں ہے چارا

زاہد ہور عالم ہور جوہری صراف
نا بوجھیں توں بوجھیا سو کر بات آشکارا

نیہ بند انجھواں تے جاتا پھسر تڑخ گل
حیران ہے معانی ادو دل میں نہیں ہے ٹھارا

(۱۵)

جے کو کہ ہتیلی جام لیتیا
سلطانی جم مدام لیتیا ۱۱۰

پانی کہ خضر حیات پایا
مد گھر تے ...... جام لیتیا

سر .... کام راکھو
اے ۔ ھا ۔ سوں نظام لیتیا

مو یار کن بھتے رام لیتیا
سے

....   میرے

باہر تو اُدھر تے ساقیا نا   اُس دور کنے کہ کام لیتیا
تیرے ہونٹ سے نہیں ہے   جس نے

لوچن تیرے شیوہائے مستی   او دِشٹ چنچل نِنے وام لیتیا
آنکھ   اس نظر

ذکرِ مکھ و زلف تج ہمن دل   پوجن سو صبح و شام لیتیا
چہرہ تیرا ہمارا   پرستش

مو سینہ داغ درد دوکھوں   روپوں نمکی تمام لیتیا
میرا   دکھوں سے

او چاہ ٹھڈی معانی کی جان
اے ذقن

تو حسن دو سو غلام لیتیا
تیرا

(۱۶)

زلف کی جدول میں الجھا ہے دکھو بادِ صبا
پھنسا دیکھو

الجھتا ہے باو ایسا بوجھو و کیا ہے بلا
پھنس جاتا   پہچانو وہ

نین میٹھائی سوں لبدے زاہداں تج نیہہ میں
چشم شیریں سے کھینچے (مائل ہوئے) تیرے عشق   ۱۲۰

ہم مکھی کوں چاکھتا ہے او میٹھائی سب روا
چکھتا وہ

تیرے مکھ کے نور تھے ہوتا منوّر چاند اچھت

سے ۔ نہ جیتا ہوا

دل کی تحقیقاں سوں دیکھو ہر بی باتاں بے ریا

سے ۔ بھی

تیرے مکھ کے مصحف اوپر کھینچے سو کے کازبر

سُرمہ کا خط

جزم ہور ہیا ہے دل تشدید نا کر آپیا

تشدّد

سبز خط انگے کہتے ہیں بات لوگاں سبزی کا

کے آگے

کیا خبر ہے اُن کوں کیوں پیلا ہوا ہی سب گیا

انھیں کہ ۔ گیاہ

کیس کھولے کرنے کنگھی رات ہی ہمناں کوں وو

بال ۔ تو ۔ ہمارے لئے ۔ وہ

مانگ کاڑے جب سکی وو دیس ہمناں کوں صبا

نکالے ۔ تو وہ دن ہمارے لئے ۔ صبح

تُج کِتا کوں اے شمع اپ روشنی تھے نئیں کھینچ

تجھے ۔ کتنا ۔ کہوں ۔ شمع ۔ اپنی ۔ سے

مارتے ہیں دم بدم گردن کہ توں ہے بے حیا

تو

سیدے کر تہنراں ستی دکھلاتے اس کا نور سب

سے ۔ سیدھا ہے

نور جانا اُف سیتی اس تھے سدا ہے بے نوا

سے ۔ سے

رات ساری تیرے غم کھینچے صفاں ہمناں اُپر
ہم پر
میٹھے بچناں سے لکھیا میرے خلاصی کا رقعا
باتوں سے رہائی رقعہ
اپ گناہاں سوں ہمیں کھاتے ہیں غوطے رات دن
اپنے سے ہم
اپنی قدرت ہات سوں مُنج کو بچا و وائے خدا
کے سے مجھے
تیری انچل باد تھے ہے عیسوی دم جلوہ گر
ہوا سے
وو انچل مُنج ہات میں ہے جیوں کے موسیٰ کا عصا
وہ میرے
میں نہ جانوں کعبہ و بت خانہ و میخانہ کوں
۱۳۰
دیکھتا ہوں ہر کہاں دستا ہے تج مکھ کا صفا
ہر اس جگہ جہاں نظر آتا ہے تیرے
بھاتے ہیں پردے اندھارے کے معانی تیرے سب
اٹھ جاتے ہیں اندھیرے
شکر کر حاصل ہوا ہے مدعا توں اُس دعا
سے تیرا

(١٧)

خبر لیایا ہے ہُد ہُد میرے تئیں اُس یار جانی کا
لے آیا / پاس
خوشی کا وقت ہے ظاہر کروں رازِ نہانی کا

مرے جیو آرسی میں خیال تج مکھ کا سو دِستا ہے
دل کے آئینہ / تیرے / نظر آتا ہے
کرے او خیال مُنج دل میں نشانی زر فشانی کا

میرے
چیتا ہو عشق کے جنگل میں بیٹھیا ہے دری لے کر
چیتا بن کر
لیا ہے جھانپ سوں آہو مَن دل مُنج اَیانی کا
چھپا / مانند / بھولا

خدا کا شکر ہے مُنج سلطنت تھے کام پایا ہوں
تیری / سے مقصد
ڈنڈے دشمن کے مکھ پر پیوتا مئے ارغوانی کا
سامنے / مخالف

چھبیلے مست ساقی کے پچھیں دوڑیں سو مخموراں
پیچھے
پلا دو مئی ہوا اب تو ہوا ہے گل فشانی کا

دو تین انسوں کے بارے تھے ہمن کوں کچھ نہیں ڈر ہے
غیر کے پھونک سے ہم کو کچھ
ہمارے دیوے کوں ہے روشنی صاحب قرانی کا
چراغ کو

لگے ہیں انجواں کے پھل ضعیف اس نخل کوں میرے
آنسو
ہر اک انجو ہے دُر دانہ منجے وو خسروانی کا
آنسو وہ

ہمیں ہیں عشق کے پنتھ میں دونو عالم تھے بے پروا
راہ سے
ہم
لگیا ہے داغ منج دل پر سو اس ہندوستانی کا
لگا میرے

پڑے دنبال ہیں میرے سو اس نیناں کے دنبالے
آنکھوں
خدایا عشق مشکل ہے بھرم رکھ توں معانی کا
۱۴۰

(۱۸)

کل جج کوں نور نین لسو شاہ بے تاب تھا
اس مکھ شراب و دِشٹ مرا آفتاب تھا
مجھ اسکا چہرہ نظر
ستا ویس پیو کے مکھ کے تماشا کے نور تھے
میں عیش میں نتھا یوں کہ نہ او و قت خواب تھا
صبح تک سے چہرہ وہ

مجلس ترا ئہماتا ہی خوباں کے حسن سوں   مج جیو انہی کے روپ سینتی کامیاب تھا

میرا دل   سے

اس من سو کا سیتیں پرت مج کوں لیّو پیا   دو جیاں کا دل ہماری برتھے کیاب تھا

آنکھ خطا سرمہ سے   محبت مجھ کو   اغیار   فراق میں

(19)

سلیماں کن لجاوے کن خبر منجھ مور یک بارا

کے پاس لے جائے کون   چیونٹی کی   بار

کبوتر دل کوں عرصہ بند کروں پرواز اس ٹھارا

جگہ

عجب سحر ہے کہ سحر سامری اس تھے گیا ہے چھپ

سے

او لب خندے کے افسوں پر سو واروں آپ لکھ بارا

ہنس   نثار کروں   اپنے کو لاکھ بار

بِرہ کی تاب تھے منج کوں خدایا توں سلامت رکھ

فراق تپش   سے   مجھے   تو

تمن امید سوں بیٹھیا ہوں بھیجو لطف کا بارا

تمھاری   سے   ہوا

نمن راوت لئے سو کی کے نیزے ہاتھ غمزے سوں

آنکھ   خط سرمہ

سو کرتا نیزہ بازی ناز سوں منجہ دل میں او پیارا

سے میرے   وہ

صفاں سب بستاں کے بھاگ گئے تج خسروی فر تھے
تیرے سے

شہاں تورات دن کرتے مدارا جیو سوں سارا
تیرا

کریں طاقت گنوا کر عابداں میخانہ کوں سجدہ
دل سے
کو

۱۵۰

کیا زنار میں تسبیح دیکھن روئے زیبارا
دیکھنے کے لئے

تجھے سوں ہے معانی کوں جواں کر آپ بوسیاں سوں
قسم کو

اہیں صد بار قرباں جاؤں اس لعل شکر خارا
اپنے سے

(۲۰)

خبر لیا دو کہ میرے تئیں سو اس بے رحم عالم کا

نجانوں میں کہ او بے رحم ہے سب جگ میں آدم کا
نہ
وہ

اگر وہ ملتفت ہووے ہماری بات پر یک چھن
لمحہ

نواروں میں خزینہ اس اپر اس دل کے درہم کا
نثار کروں

گدا تج عشق کا ہوں دے زکاتِ عشق مُنج سائیں

تیرے مجھے اے سائیں

لہ ہے اعجاز مُنج من کوں کہ جیوں عیسیٰؑ مریم کا

میرے دل کو جیسے

فقیر و ناتواں ہوں میں کہاں شاہاں کی مجلس مُنج

مجھے

مگر اپ خیال میں دیکھوں او صحبت آبِ زمزم کا

وہ اپنے

مراقد ہے سو تج نیہ باو تھے لرزاں سو جیوں جبغہ

تیرے عشق ہوا سے مثل

عصا دے ہاتھ میں میرے کہ جیوں موسیٰؑ محرم کا

جوں

توں ہے خورشیدِ خاور ذرہ میں جب نا گنے مُنج کوں

تو نہ شمار کرے مجھے

گِنو یا نا گِنو تج ہات ہے سب حکم خاتم کا

تیرے ہاتھ

پیا تج بند میں الجھا ہوں کر آزاد مُنج بند تھے

تیرے گرفتار مجھے سے

معانی کوں غلاماں میں خطاب اب دے مکرم کا

کو

(۲۱)

یاد مج اُس رات کا دیوانہ کیتا — وو تھنا مج خواب میں افسانہ کیتا

مجھے کرتا — وہ کم عمر مجھ سے

رات میرے نین مج سونے نہ دیویں ۱۶۰ — او ہمن گھر میں نپٹ ویرانہ کیتا

آنکھیں مجھے — وہ ہمارے بالکل

کم نکو کر یا خدا اُس زلف کے تئیں — مج دل آزاری بدل آں شانہ کیتا

میری

شمع جہاں جیوں کرے پروانہ کوں اب — مرغِ بسمل مجھو نکر پروانہ کیتا

جیو میرا اُس پری کے نینہہ سوں لِ — عقل و ہوش و سُدھ مرا بے گانہ کیتا

دل عشق — سدھ

مین نہ جانوں کیوں اچھے گی حورِ جنت — حُسن تیرا مج عجب دیوانہ کیتا

کیسی ہوگی — کرتا

مجھے

اب پچھے گا قطبِ معنی حال کیوں

معانی

پوچھے

قبلہ کوں اُس کام میں میخانہ کیتا

کو اسکے عشق میں سمجھتا

(۲۲)

صبر سوں معمور تھا مندر سو مُنج دیوانے کا — عشق آپی آ گیا سودا سو میرے خانے کا

سے (دل) مجھ — آپ ہی

وصل کہہ یا دوری ہے دونوں کا معنا ایک ہے
معنی یہ
نس میں جگن شمع پروا کیا شمعے پروانے کا
رات شمع کو

سب ہی کچ کوں انت نیں نا نیم حرف کوں اتھہ میں
کچھ حد نہیں حد نہیں
بہوت ڈھونڈ دیکھے نہ پائے اتھ نہہ افسانے کا
بہت ڈھونڈھ حد عشق کے

عاشقاں کا دور ہی آلودہ تیرے بادے تھے
سے بادہ سے
سنگ سنگیں باندے ہیں بنیاد اس میخانے کا
تنگ سنگ سے باندے

قطب کے میخانے تھے مے پینا آساں کام نیں
سے نہیں

۱۷۰

بن محمد کوں پیوے مے سو اس پیمانے کا
بغیر محمد قلی کے پی سکتا

(۲۳)

پیا باج پیالا پیا جائے نا
کے بغیر نہ
پیا باج یک تل جیا جائے نا
کے بغیر ایک لحظہ نہ

کہتے تھے پیا بن صبوری کروں
کیسے بغیر
کھیا جائے اما کیا جائے نا
کہا لیکن نہ

نہیں عشق جس وہ بڑا کوڑ ہے
جاہل
کدھیں اس سے مل بیسیا جائے نا
کبھی بیٹھا نہ

قطب شہ نہ دے مج دوانے کو پند
مجھ دیوانہ کو
دوانے کوں کچ پند دیا جائے نا
کو کچھ نہ

(۲۴)

کل منج وزیر دل تھے قاصد بشارت آیا
میرے سے
یا حضرتِ سلیماں کن تھے اشارت آیا
کے پاس سے اشارہ

خوش نین نیر سیتی تن خاک کوں گلاوو
آنسوؤں کے پانی سے جسم کی کو ملاؤ
دل کے مندِ ہر کوں سر تھے وقتِ عمارت آیا
مکان کے لئے نئے سرے سے تعمیر

میرا سو عیب ڈھانکو لے مے سوں بھیگے کپڑے
شراب سے بھیگے ہوئے کپڑو
او پاک دامن آپی ہمنا بچارت آیا
وہ آپ ہی ہم کو بچانے

منج یارِ حسن تھے جے بولے ہیں باتاں بے حد
میرے کے سے جو
یک باب ہے سو اُن میں جو اس عبارت آیا

جاگا سو ہر یکس کا ہووے گا آج پرگٹ
جگہ مقام ہر ایک (سب) ظاہر
او چھند بھریا سو چند ا بیٹھن صدارت آیا
وہ عشوہ ساز چاند بیٹھنے صدر میں

جم کے سو تخت اوپر جے تاج سو رچند ہے
جنکو سورج چاند ۱۰۰
چمٹے کی دیکھو ہمت جو اُس تجارت آیا
چیونٹی

اُس شوخ دید تھے یوں ایماں اپس سنبھالیں
کی سے اپنا
او سا حر کما ندار کرنے سو غارت آیا

قطبا توں داس شہ کا جم فیض اُس تھے مانگیں
تو غلام ہمیشہ سے
سودا ہے تج پرم سب وقت تجارت آیا
تجھے محشق کا

(۲۵)

سجن میری چنچل اہے پیم ماتا
ہے عشق بھری
سکیاں کوں پیا بات رنگیں سو بھاتا
سکھیوں کو کی بھاتی

مہن کو پ کرتے ہیں اپ ناز سیتی
موہن غصہ اپنے سے
دو تن جا کہے ہے مگر میری باتا
غیر یا رقیب بات

ستاتے ہیں چھنداں سوں ساجن ولیکن
ستاتے فریب سے
سجن کا میانیہہ منج دن (دل؟) نپاتا

مری چنت کرتے ہیں ساجن پرت سوں
فکر محبت سے
اُسی تھے سدا برہ کوں میں ستاتا
محبت میرے
سے (ابھی لئے) فراق ستاتا

دو تِن گلتی ہور بلتی جوں موم بتّی   گنواتی ہے جلنے منے ساری راتا
رقیب اور بل کھاتی میں رات

سدا انگوں میں جیو ہور دل سوں پیو کوں   کہ اُس بِن دوجا میرے من نئے سماتا
جان اور سے پیا کو تجھ دوسرا نہیں

بنی صدقے قطبا سوں کہو بنتی میری
سے عرض

کہ تم حسن کا چھب مرا من رجھاتا
تمہارے

(۲۶)

سنو میری ساتی پیا ہور وں راتا   ۱۹۰   کہ پر سیج پر سائیں پر سنک گماتا
ساتھی سہیلی اوروں کے ساتھ مشغول رہتا   غیر کے سیج پر پیا عیش و عشرت سے بسر کرنا

ہوا بے سبب سائیں ہمنا سوں کروٹ   پکڑ دوتی کا من ہمن من ستاتا
یار ہم سے ناراض   دوسری ہمارے دل کو ستاتا

پیا مجھ سوں یوں مِل کہ جھل کھا دو تِن   میں ہوں تیری ماتی تو ہے میرا ماتا
اے پیا مجھ سے اسطرح جل رقیب   شیدا شیدا

حکایت پرم کا نکو منج تھے پوچھو   پیا ہات دے ہوں میں سب من کا بھاتا
عشق نہ مجھ سے   ہاتھ دے چکی ہوں دل کی پسندیدہ چیز لیا

میں بھولی ہوں تیرے چھنداں سوں پیارے   کہ خاطر دکھا کر بھی پھر پھر مناتا
فریب خوردہ عشوہ طرازیاں سے

نہیں امن خاطر منجے وصل بیانے   کہ ہر دم منجے بِرہ سائیں ڈراتا
مجھے میں   مجھے فراق یار

بنی صدقے قطبا کی ماتی کہتی ہے
دیوانی کہتی
قطب شاہ سُندر گنی تد ماتا
بچھ گن والا عشق میں مگن

(۲۷)

تری نیہہ کا مُنج کو بچھو لڑ یا — مرے سب ہی تن میں بس اُس کا چڑیا
عشق مجھے زہر چڑھا
میں آئی ہوں تج پاس اُتارا کرن — تمیں کرے بارا اُتارا پیارا
تیرے کرنے تم ہی والے
جو دیکھی ہیں اُس روپ و نتا سجن — نین اُس سلونی تھے پھر بس چڑیا
آنکھ سے زہر چڑھا

(۲۸)

کھوا بچھڑ کے آویں گے من ہرنا — ۲۰۰ لگوں گی آج پیا کے چرنا
دلبر قدم
سنوا نری ہوں ہیں صندر سینا تو تیں — موا نگن میں توں پیا یک دھر نا
سنواری سینہ تیرے لئے میرے صحن تو قدم
رکہ دیو و مُنج کوں اَثر تم لِلتا — کہ تمیں من کے میرے ہیں پر نا
مجھے دل لائق تم ہی دل توڑ قوت
دوتے کا کوڑ کیٹ دوتن کوں — نیہہ نگر میں تو سکیاں سوں پھرنا
غیر کے ساتھ عشق کے شہر کے ساتھ

پھول بن میں تیرا نازک ہے دہن ۔ چپ رہنا آہ سکی نا کرنا
خاموش ۔ آہ نہ کرنا

نبیؐ صدقے قطبا کے من میں
جوں سسی نا سکی چپ رہنا
چاند مانند کرنا ؟

(۲۹)

سکی آپی توں سائیں سمجاؤنا ۔ مندر میرے سمجاؤ کر لیاؤنا
تو آپ ہی سائیں کو سمجھاؤ ۔ مکان سمجھا لاؤ
پیاری کا کرنا ہے من بھاؤنا ۔ پیا مکھ بچن لے منگل گاؤنا
دل کو بھانے والا ۔ بات بول
پیا ہات میں ہے مرا اختیار ۔ منج اپنا کیا ہے موہن بھاونا
کے ہاتھ ۔ مجھے میرے دل کو بھانے والا
منجے غنچے کوں دیکھ یاد آوتا ۔ النکار سوں سائیں مکاؤنا
مجھے آتا ۔ دیور سے کا مکرانا
جلانا دو تن کوں اگن رشک میں ۔۲۲۰ ستانے دو تن منج سوں آؤنا
غیر آتش ۔ ستاتے غیر لے راؤ ؟
بلانا وخت منج ہنسی بازی سوں ۔ دو تن دیکھتے منج مندر آونا
بلاکر بے وقت مجھے ۔ رقیب کو دکھانے کو لئے میرے مکان میں آؤ

نبیؐ صدقے قطبا توں اس چھوکری
سیَن کی سرک میں سو ہلکاونا
بستر کروٹ پھانسونا

(۳۰)

پیا بچھڑا ہے منج کوں دکھ گھنیرا — نہ جانوں کب ملے کا پیو میرا
مجھے زیادہ

جو سلطاں وصل نیہہ سوں نہ ور لیاوے — تو بھاگیا برہ اپنا چھوڑ ڈیرا
عشق لاوے بھاگا فراق

پیتر رخسار کر سوٹے[1] کے قلم سوں — کجل سیاہی سوں لکھے ہے گھنیرا
خط سے کاجل سے لکھے گہرا

اپیں ساییں سوں یک چت سوا کرنا — اگر یوں نیں تو دوسی ہے کیرا
اپنے سے یکدل ہوکر بطرح نہیں

صبر سوں کام دونہ جگ کر تو اپنا — اتا لا دیو گن کن سبھر دھیرا
سے دونوں اتنا عقل گہری آہستہ آہستہ

محمد قطب شہ راجا اپن سر — محمد نانو لے باندیا ہے سیرا
راجہ اپنے کا نام لیکر باندھا سہرا

نبی صدقے سدا کہتا تر کماں — کہ منج سر تاج ہے حضرت امیرا
میرے

(۳۱)

نوازیں اپ میا سیتیں توں منج کوں ۲۴۰ کہ میں باندی ہوں تج سوں حب سارا
اپنی سے مجھے باندی تجھ سے محبت ساری

[1] سوٹا = سرمہ کا وہ خط جو آنکھ سے زلف تک کھینچا جائے۔

نکو ہو نکو ہو سہیلی کھیلی تجے سٹ کرس گے میا سوں نہالا
تجھے محبت سے

ردیف ب

(۳۲)

تج دل پیا دل ایک ہو میانے نہ آسے کوئی تب
تیرا کے سے درمیان آسکے صنعت انو پراس
یک چیت ہو مِل پیو سوں جو سہی نہ پوچھن ہوئے تب
دل پیارے جو تشی

خاطر خوشی خبراں سیتی خوش ہو خوشیاں کرتا ہے خوش
سے خ
خسرو خماری ہوے خوش یاں کے خیال سوں خوشبو ہے تب

رنگوں رقیباں کے رسیلی راج سوں راجاں کرو
سے ر
رنگ کے رین میں رنگ کر رخ ہوے رنگیلا خوبی تب
رات

پیو کی پرت کا پھول پا لو پیم پانی پور کر
پیا محبت عشق کا پ
پلکاں کے پینگا میں پگا وہ پیو کوں پل ہوتے تب
پلکوں کے بیچ بہے گا

سائیں نگھر کے سامنے سکیاں کی سُتراں کیوں سوں
نادانیاں

س

سُہتا ہے سائیں سیج سب سُندر رمناں سونے تب
سجتا پر

جوبن جوانی جوت پر جھولا چڑائی چنت سوں
چمک جسم نثار کردیا فکر

ج

چنچل چپل چت میں جھولا نے جھولنا جگ جوئے تب
دیکھے دل

صدقے نبی صدقا قُطُب ہی صدق سوں صاحبقراں

ص

صہبا صراحی صاف پی آتا صبا کا بوئے تب

(۳۳)

صباحی او مُکھ دیکھ پینا شراب
صبح کو وہ چہرہ دیکھ کر
فرح بخش ساعت میں لینا شراب

ترے حسن تھے وان دے شاہ کوں
سے خیرات
۲۴۰ اومکھ کے عرق تھے سو پینا شراب
اُس سے

تری نین ستی ہو روں روں چڑی
آنکھ (روم) رواں رواں چڑھی
پرت مے بھریا دل کا لینا شراب
عشق کی مے سے بھرے ہوئے

رعشق ساز کے تار مطرب بجاؤ
کہ قانون تاناں میں لینا شراب

ازل تھے نبیؐ حب قطب پیوتا
سے حب نبیؐ پیتا
ترے پیالے سوں ساقی دینا شراب

(۳۴)

جب سپن دیکھوں توں آتا میرے خواب
خواب تو
رات دن نہ سوں گماتا میرے خواب
(نیہہ) عشق میں گذارتا

میں ہوں عاشق تیری چت نیناں سوں دیکھ
دل آنکھیں
تیرے بن کوئی نہ بھاتا میرے خواب
بغیر

تج امولک نور تھے روشن جگت
تیرے بے بہا سے
عشق جھلکاراں دیا تا میرے خواب
روشن کرتا

میرے روں روں تھے بدل غم دور ہیں
رواں سے غم کے بادل
چاند سورج توں دکھاتا میرے خواب
تو

جم اچھو صدقے نبیؐ عشرت سوں قطب
رہے کے ساتھ
نیہہ سوں نیناں دکھاتا میرے خواب
محبت کے ساتھ آنکھیں

(۳۵)

خوشا مستی تمہارا ہی ہمن پر بل کیا ہے اب
بھی ہم
کہوں مے کا خماری تج کدہر توں ساقیا ہے اب
تجھے تو

سدا دیتا ندا مطرب مقام دلپذیری کا

۲۵۰

ہمارے تم میانے آشنا باتاں کیا ہے اب

تمہارے درمیان

دم صبحے، مُی لعلے ادہر بھر توں پلا تِل تِل

ہونٹ بھر کر تو لحظہ بلحظہ

عنبا مرغاں کریں تہ تہ نواسوں نو کیا ہے اب

نئے سے

سلیماں دوجی انکھی صبا بار اخبر لیا یا

تر تنائے ترن تاران بجا کر دل چھپا ہے اب

چاہا

جیا جیوں پھل پگ گلے باندھے گئے تیوں توں بچن پاکر

تیرا

پون دل گل کھلاں ہارا طرب کا مدپیا ہے اب

شراب

دوادارو مرا ساقی کا پھر دیکھن مجھے بس ہے

دیکھنا

منگیا توں سو خوشیاں کر دوالیا کر دیا ہے اب

مرید پیر میخانہ ہوا ہوں دیکھ اے زاہد

ہماری مے پرستی میں تمن تسبی ریا ہے اب

تمہاری تسبیح

نڈر اچپل چنچل لوچن ہمن ساجن کے خوش ڈہب ہے
انھاون مل کٹے وشٹی سوں سنجر کار یا ہے اب

فلک سارے سکل تارے اپن رغبت سوں دہن میں
سدا قطب سعادت کا معانی تج دیا ہے اب

(۳۶)

اب مجھے وامی وے اُس لعل شراب آلو داب
یا ہدف تو کراو تیر نین شاب آلو داب

ہنس ہنسا شیریں زبانو سوں دیو منج گالیاں جھنک
میری آساں کم نکر توں مہرتاب آلو داب

دل چمن بند قبا کھولو گریبان چنپہ کا
فرح دیو اس بتیاں ثواب آلو داب

۲۶۰

کب لگن آسروتیوں پھل بیج عرق رکھے سدا

تک — پھول

او لبجان خوی کینہ لیلات نقاب آلوداب

اس ادھرانگے معانی گزُر کے تیں منگت کھڑا

اس کے ہونٹوں سے — مانگنا

منگتا سو دے یا بگالیاں سوں جواب آلوداب

گالیوں کے ساتھ

(۳۷)

خوش رات نب سو تیرا مطلوب آئے طالب

مست آک مستی سیتی گالیاں دلائے طالب

آکر — سے

تند کامرا میٹھائی بے حد اتھیا ہے ڈرتا

اس دن کی مار کر تو جیبی جو کھائے طالب

اچھر کسی کے مکتب نا لیکھیا بت پرست او

حروف — لکھا

دل گھر میں چیتر کر کر صورت دکھائے طالب

تصویر اتار کر

اس سات ہلجا ہوں میں چنگی ہے عشق کا سو

پھنس گیا ہوں — مشہور

سب کنکرے جھلالاں جگ میں دیائے طالب

چمکائے

جو طالباں کوں دیکھوں سب آرزوئے یارمیں
مطلوب میرا بارے پھر پھر بلائے طالب

کو تو نہیں کہن تمن تپنتلی و وتن کو بالیا
کہو کہتے ہیں نیر
او ظلم کسں وضاسوں کرنس جگائے طالب
وضع سے رات لو

مکھ برن تھے ہزاراں کھنیا ہیں لکھ کتاباں
ڈنگ سے وکھ
منتر سوں ناصحاں کے کانٹے چوبائے طالب
سے چبھائے

کہتے ہیں طالباں تیں دیرا اچیائے تو رخ
سے اٹھائے
او مکھ کی بندگی تھے تک دل نار کھائے طالب
اس چہرہ سے

مکھ پانی اے سجانی ٹک سٹ معانی اگ پر
ڈال
نہ پیا لا مو پلا سو آننند پائے طالب
عشق کا مجھ

۲۷۰

(۴۸)

سجن تج مکھ عرق بُند بُند بہت وَرزُ ورتا اب
تیرے چہرے کا بوند بوند نظر آتا
او مد جن کو پیئے سو عاشقی میں ہور دستا اب
وہ شراب کوئی اور ہی نظر آتا

کماں بھنواں کے نا ندے ہیں سجن کیا بھید ہے دیکھو
دو تن کچ کو نمے ہے غیبت کشش بل دورتا اب
رقیب کچھ

ڈراں تھے بھوں اچا کر چپک نہ دیکھو بہوں ساجن کے
ڈر سے بھوں اٹھا کر چوک کر بھول
کہ مکھ سمدر کی موجاں تھے ابلتا خور دتا اب
سمندر سے

سکت تج جیو دینے ہے ولے مارن قواعد نا
تجھے دل
تری خوبی پہ نچل با زار میانے سور دتا اب
پاک میں سورج نظر آتا

معانی قطب شہ کیں دِمعر نکہ رمز نہاں ہیو کا
کسی طرح پیا
کہ ہے جے سر مجلس کا سو سچلا حور دستا اب
جو صدر سچا

(۳۹)

باغ کے پھولاں سرا سر مست ہیں بن و یک آب
بغیر دیکھے
بات اب باساں سے کرتے ہور پیتے ہیں شراب
اور

اپ عرق بنداں تھے بھرتے ہیں پیالہ دم بدم
اپنے عرق کے بوندوں سے
او پیالہ کن پیوے ہے آس سد امستی کی واب
وہ کون پیئے میں دباؤ

تم بہشتی کرندا آتا ہے مے خانہ میں تھے
سے
خوش طہورا مے تمی پیو کہ ہے وقت شباب
تم ہی

اس بچن میٹھے تھے جھڑتا ہے نمک بھونا زسوں
اس کی میٹھی گفتگو سے بہت
او نمک واں تھے نمک دیو کہ ہو گا سم کباب
اس سے

عرضہ کرنے پھول سب آئے ہیں تج کن ہات کھول
تیرے پاس
نرخ ہمارا نا توڑو ہیں ہم تمن تھے نور یاب
تمہارے سے

تج میں دیکھیا ہوں سلیماں فر عجائب حسن کا
سر و خم کھاتے ہیں تیرے پاؤں پڑنے کوں شتاب

مے فروشاں لاج تھے باندھے ہیں میخانہ کے در
عیسوی دم موسوی فر تھے ہمارا کھول باب

بیہدہ کرنے پرستش چاند ہور خورشید کوں
میں کروں سجدہ تجھے توں نور کا ہے آفتاب

مکھ عرق تھے بھر صراحی ساقیا منج بزم میں
تا معانی پی کے گاوے ہور بجاوے نیہہ رباب

(۴۰)

جب کھلے امید دروازے دعای مستجاب
اب تو اپ تسبیح ہور قرآن تھے پایا ثواب

غم کی آہاں واٹیاں تیہہ کا پانی چھنک

عشق چھڑکنے سے

داکھ کا ہنگام ہے ساقی پلا مے جیوں گلاب

انگور مثل

ہے ٹھنڈی پانی ترا سرچشمۂ آبِ حیات

آبِ ذقن

حقہ ہے جیوں نوشدارو کا ادھر تیرے خوشاب

مانند ہونٹ

آپ مکھ آئینے تھے مو دل کا کریں سب زنگ دور

اپنے آئینۂ رخ سے میرے

بھی کدھیں زنگ اس کوں نا پکڑے تمی دیو آب و تاب

پھر کبھی کو تم ہی

نٹوے سد لاکان لیتے ہیں جیوں پون نت ناٹ کا

ناچنے والے مثل ہوا

یا تراں غمزے کتیاں و کھلاوتیاں مو نین خواب

رنڈیاں کرتی ہیں دکھلاتی ہیں میری آنکھ میں

عاشقاں کوں نہیں ہے حاجت کچھ سلح سنجو دسوں

کے لئے ہتیار جوڑنا

۲۹۰

تم نین بھالے ہمن دل پر رہیں حاضر جواب

تمہاری آنکھ کے ہمارے

اب معانی شوق کے موتی جھڑمل تج نیہہ پلچ

جوت اس موتیاں کہ یوں دیسے کہ جیوں سمدر پر آب

چمک کے نظر آئے

(۱۴۱)

اے بہشتی حور تج کیا کم نقاب — دو ونی جگ میں روشنی تو مکھ کے باب
اِس سبب دیوانہ و حیراں ہوا — مت پٹیں گے کس اوپر تم آب شاب
مستحقِ عشق کوں دیو زکات — تا اچھے فردا قیامت تم ثواب
باٹ مارے تیر پلکاں کی ہمن — کس سیتھے اِی شیوے سکھ کرتے کباب
نینہہ ترنگ چڑکر کرے سب کوں شکار — میں پھروں پروانہ ہو دیو خطاب
عاشقاں سب جلتے ہیں پروانہ نمن — کرتے ہیں بے رحمی و منگتے جواب
دین و دنیا کھوئے ہیں تج عشق میں — بے خبر ہوں لطف سوں سٹ نینہہ ب
عشق کے پنتھ میں ہماری پند ہے — غیر کے باتاں نہ سن ہیں بے حساب
دو نو جوبن ہیں ترے قصر بہشت — دو اَدھر تیرے ہیں جیون کوثر آب ۲۰۰
یارب اس علوی کوں رکھ علویاں منے — آب نینہہ میں رہ پلا کوثر شراب

حلقہ نہہ کا ہے معانی کان میں
عشق کے
راکھ اپنے حلقہ میں نا کر عتاب
رکھ

(۴۲)

سونے میں دیکھیا کہ پیتا ہوں شراب — عاشقاں کا دل ہوا اِس تھے کباب
دیکھا — سے

ہور کھولے روزہ شیخاں باس تھے — آ بجاوے میرے میخانہ رباب
سے — میں

میرے بت کوں پوجتے سارے بتاں — سبھی رمالاں کہو اس کا جواب
معشوق حسین

ٹھگر و ٹھگر و شکر لاکھاں شکر ہے — میری مجلس کوں ملک نا دیکھیں خواب
میں بھی

ٹھارتے کیے نیں بوجھو چند سور کوں — ہور کے دھرتی مکھ اپر بادل نقاب
ٹھہراتے کیوں نہیں پہچانو چاند سورج کو — اور کیوں زمین کے چہرہ پر کے

چاند سورج تاریاں کوں مینج عذر کہو — ایک تل نا ٹھار کے لئے نقاب
تاروں کو میلا — ٹھہر لیو

آسماں کہتے کُنہہ مشکل بہوت — گر کہیں گے تو کہیں گے بوتراب
کا راز بہت

تج نین تل میرے دل تل تل لبے — ۳۱۰ — ایک تل انکھ نا اوچا چوتا شراب[1]
تیری آنکھ کی میں ہر لمحہ — ایک لمحہ اُٹھا

[1] ایک تل انکھ کھول تا پچوے شراب

عاشقاں کے شعر تھے جگ مگ اُٹھے — میری آہ کا آگ ہے جیوں آفتاب
سے

قطب شہ بندہ گناہ گار اَب اَہے

سب کرو یاراں دعا ہو گا ثواب

ردیف ت

(۴۳)

نھنی کے ناز مستی دیکھ کر سر تھے ہوا مست — بہوت نیکا برا گا مدعا کا کام منج دست
پھر سے — بہت اچھا برآئے گا میرے ہاتھ

نین غمزے سیتی پیاری گلے میں بائے زنجیر — نجانوں کس جنش ہو گا منجے اس ہانس تھے رست
آنکھ کے ڈالے — طرح ہنسی سے چھٹکارا

ترے مکھ صفحے کے خط تھے جتے علماں سو بسریا — پڑن ابجد پٹے سب عالماں مکتب میں خشت
چہرہ سے جتنے علم بھول گیا — پڑھنے

کنگی کرنے کوں کھولی کیس شیرینی سو شیریں — کرے اُس باس تھے میرا دماغ باور رست
کنگھی بال — اسکی خوشبو سے

وفا منگنے ہمیں بے عقل شہر حسن میں آب — وفا کا باس نہیں اس شہر میں کیسا ہے یہ بر نست
سے — دیوانہ
کی خواہش کرتے ہم

ن ب: عاشقاں کے شعر جگ میں جگ جگے — اُن او ساساں روشنی ہے آفتاب
آہوں سے

ورد تیرا ڈر اتا ہے یکیلا دیکھ کر مج   کروں جب[۱] یاد دکھ کی آہ سوں غم جاوتا پست

(اکیلا ... سے ... باآتا)

قطب شہ سب شہاں میں ہی شہنشاہی خدا کا

(مجھکو[۲] ... شاہوں)

کھڑے ہیں رست انس و جاں و دربار کے بند دست

(ہس)

(۴۴)

یوَن کی شاخ کوں لاگے ہیں پھل جوبن کے مست   ۲۲۰   صبا کا باو لیجا عرض میری دست بدست

(جوانی ... کو لگے ... ہوا (جھونکا) لے جا)

او بال پن میں دیا جوبناں کا مکا سخت   او توں سیتیں مو دل بھانڈہ کاچ کا شکست

(اس کے بچپن ... نظر آیا جوبنوں کو پھل ... جلدبازی / اتاولا پن ... سے میرا برتن)

نکو پلا منجے ساقی پیالہ بھر بھر کر   کہ پیتے ہیں ہمیں دایم پیالہ اُس کے دست

(نہ ... مجھے ... ہم ... ہاتھ سے)

روا ہے گرچہ سبھی طاق ابرواں کوں نماز   تو طاق ابرواں کوں جن نماز کیتا وجست

(تیرے ... جو ... کرتا)

دلیل پایا ہوں تو زلف سیتیں آب حیات   اچھے جو زندگی کا نیر تیری زلف میں بست

(سے ... تیری ... پانی ... ہے)

ترے خیال کے مرغاں ہوئے ہیں جگت پنکھی   تماری یاد سوں بے خبری تھے مرغ دل ہو مست

(پرند ... تمہاری ... کی ... سے ... میلا ... ہے)

ن۱ آہ ۔ ن۲ معانی

نکو کرو پنکھی تم بال و پر سوں مغروری — کہ بے پنکھاں سیتی تم میں ہوا ہو مست الست

پرندے غرور — بغیر بال و پر سے

تماری یاد بغیر نیں ہے بزم مور نگیں — کہ میرے بھاگ لکھیا ہے عیش وزالت

تمہاری نہیں میری — حصہ قسمت لکھا ہے

سدا تو مدح نبیؐ و علیؑ کی کہتا ہے

قطبؔ شعر نزا تو لکھے ہیں و بدست

ن معانی

(۴۵)

میرا رے پیارا سو سراپیک جو دولت — میں تو کہ کیا جانو کوں بخت سوں بولت

پیکر — بولتا ہے

انچل تو بکیا پرن گنا موتی سو تارا — ۲۳۰ نا یک و پیا موتی ثریا نم جھولت

رنگ — چمکا

دو جوگ ٹلا موتی کٹل بیکھرے تارے — کھ نور کہ جوں سور تاریا کوں سو رولت

بکھرے ہوئے — تبسم سورج روتا ہے

ابھری ہے من رنگ خماری کی گلابی — مد پیک گلے لاگ جوبن کھولک بولت

آنکھ میں — شراب پیکر گل کھولکر کہتا

ساقی تو اُبار یک ملکا مو پ مراسٹ — گل گشت چمن پیالا ہتا لیک سو سولت

ہاتھ میں لیکر

دو تن تو رکھے وتث نیٹ میر خیالوں — برہے کی کتابوں سوں دلا لیکھ امولت

غیر نظر — فراق لکھ

سب دن تو متا اچہ معانی کہ نکر غم
رہ

برہے کی شکایت تو کسی دھیر نکھولت
فراق — طرح نہ کھول

(۴۶)

مج تیرے لال لب کے چپن سوں کام دیت — خوش دل ہو ہو گا تٹ سوں آباری کا جام دیت
مجھے — میرا

تو ناؤں یاد دل تھے سبھی یا دل تھے دھوت — وو ناؤں ورد کرتے سو دو جگ میں نام دیت
تیرا نام — سے — سے دھوتا ہے — اس نام کو — دیتا

یک چھن سوج کوں صبر تیرے مکھ بنا تو ناہ — کس دھر کہ کس دھر آکھوں دلا مونہ رام دیت
مکھ — مجھے — بغیر نہیں — طرح — دیتا

ٹک دیکھ اب تو حسن بلکاؤں تو اسے بچار — اب تیرا حسن دیکھ منگیں مجہ کوں دام دیت
مجھکو

شکیں کرنگ دل میں سدا رکھے کرب خیال — ۲۴۰ — میں دام کس وضا سو بچھاؤں کو فام دیت
باہر — رکھے — وضع — فہم

کوئی تو محرماں کوں رضا ناہیں چند وصال — عاشق بیچارہ کیا کرے کونا پیام دیت
کہو

کیا تا ہیں توں غم کرتا معانیؔ انند کر
کس لئے تو

قلقل پیالہ بھر ندا ہاتف مدام دیت

لہ قطب شہ ۔

(۴۷)

مدن مست بدل مست کچن مست پری مست — ہوئی مست پون مست لگن مست پری مست
عشق کا دیوتا — بدل — ناز و انداز — ہوا

چڑھی مست بہی مست ڈلی مست رہی مست — گھا مست سدا مست ڈہن مست پری مست
سجتی ہے — چہرہ

کھڑی مست انچل مست ڈھلی مست اوڑھی مست — گزک مست نقل مست بچن مست پری مست
وہ

پری مست پیون مست سرا مست ہوئی مست — ملی مست کھچی مست رسن مست پری مست
شراب — زبان

کھپا مست پھلاں مست کجل مست کھلی مست — لٹاں مست نین مست دیکھن مست پری مست
پھولاں — کاجل — زلف — آنکھ — دیکھتی ہے

تلا مست ٹرا مست دھری مست دھڑی مست — شکر مست چمن مست ہنسن مست پری مست
ٹیکا — چومنا — ہنسی

چولی مست کھلی مست کمل مست بھنور مست
کنول
قطب مست کری مست یون مست پری مست
جوانی

(۴۸)

نکھ تیرا دیکھ کر میں آج مست — ۲۵۰ — تیرے نکھ کے تئیں ہوا ہو بت پرست
چہرہ

مکھ عرق میں زور مستی ہے عجب | میری مکھ زردی میں رنگ لعل بست
(چہرہ کے) | (چہرہ کی)
وا مکھ وانے انگلیاں کی بوٹ میں | رنگ بوٹاں[1] میں مے عناب ہست
(انگور کے)
زاہدا کیا پند کہے اے بے خبر | رب کی حکمت میں سو کنج حکمتست
میرے آکھر میں لکھے سونا پھرے | خوش لکھے ہیں عشق سطراں رست رست
(حرف)
جانتے وارو حکیماں درد کا | نہیں دوا ہو سے نہ ترکاں[2] ان کے دست
(عشق کی) (ہو سکے) (ہاتھ سے)

ہر یکس میں مستی ہر یک دھات ہے
(ہر ایک) (طرح طرح)
قطب معنا[3] مست از روز الست

(۴۹)

تمہارے مکھ کے گھر تھے سو نور پایا بہشت | عدن چمن میں تمن جھر کا ہوا ہے کشت
(سے) | (تمہارے) (کے)
پیا کے حسن تھے سورج چھپا ہے مغرب میں | گلے میں طوق سو دیکھ چاند کے مرا یہ سرشت
(سے) | (دیکھ)

---

[1] بوٹاں ۔ [2] ترکاں ۔ [3] معنا ۔

رقم ہوا ہے مرے خیال میں سچا تو خیال
نہ حک تھے جائے نہ آبِ لال تھے او نوشت

تو مکھ کے باغ تھے مو آرزو کے پھول کھلے ۲۶۰
سو اس نہال کوں بسلانے باغبان نشست

سو باس تیر تھے اپ دل میں لالہ داغ دیا
پھولاں کے باغ میں تج باج دستے ہیں سب زشت

نہ کر خیال ہمیں پی شراب مست ہولے
کہ مکھ کے پانی ترے تھے سدا ہیں من بہشت

پیا کا حسن معانی ہے جگ میں جیوں اوتا
سپند جالوں لگے مت او سے کسی کی دِشت

(۵۰)

خال ہندو کا بھلا کر مجھ کیا ہے بت پرست
سب خیال لا اپنے سٹ کرتا ہے میرا خیال دست

وو طلسما خال تج در بند ہے منج جیو کا
کس نظر اس خال پر پڑیا کہ ہیں بند تھے نجست

ماوہ قابل دیکھ کرتا اس زمیں کو کھان دار
میرے دل کی کھان تھے گوہر نہ پایا لعل مست

۱؎ سو اس نہال کوں بسلانے باغباں کاشت ۲؎ قطب شہ ۳؎ جوں ۴؎ او سی مت ۵؎ کدہی ۔

جن چہرے چاڑا و دانے کا اچھے عمو رب دایم الایام پیالہ عشق کا ہے اس کے دست

عالماں سب خضر کے تج سبز خط تھے لکھیں جدلاں اس زلف کے میرے دل اوپر نقش شکست

علم کا عالم پڑھایا یہہ کی آیت منجے آیت اس پرکار کا پرکاری کوں منج دل نشست

کن کمر باندھے من لہو رنگ انگے یک تل اجلا یلا ہو رہیا بیچارہ نرگس سب بیں بست

نین کے تیز آب تھی چوتے ہیں منج نیناں تھے بند دو بنداں دریا کے موتی ہو لگاتے دست

قد الف ساقی توں ہت لے جام و شمع وآل کا بڑے نمن قد میرے کوں سید کریں توں اپنے ہت

بادشاہی مرتبہ پایا ہوں تم درگاہ تھے بے رقیباں دیکھ کر دکھ تھی کئے اپ جیو پہ خست

اے معانی توں چھپا کر کاہے پیتا ہی شراب

کوتوالاں لکھ رہے باتاں تریاں سب رست

(۵۱)

نظر تج پہ ہے کیا تماشا کا حاجت نہیں تج سبز خط آگے چنپا کا حاجت

ا۔ کا ۲۔ نون ۳۔ یے قطب شہ ۴۔ نہیں سبز خط انگے خضرا کا حاجت

طبیباں کریں منج کوں[1] بالی سوں دارو | کہ بالی[2] ہیں موہن ہے بالا کا حاجت

ہمیں نیشکر نمنے الجھے ہیں بندیں | نہیں ہور ہمنا[3] کوں جالا کا حاجت

تمھاری نین تھے کھلے پھول جیوں میں | نہیں مو کو دونا و بالا کا حاجت

مرا دل ہے زربفت کا کارخانہ | نہیں منج کوں بازار والا کا حاجت

تو کنیاں کتاباں کے جیو میں لکھیا ہوں | معلّے ہے نین کھول کہنا کا حاجت

انگوٹھی سلیماں کی تج ہات نیں ہے | سکندر کے درپن اجالا کا حاجت

مرا دل کندن حسن کا کھان ہے تو | نہیں ہے سناری تقاضا کا حاجت

ہمن مدعا مدعی نا بوجھے کچ | نکو بحث کرنیں ہے آعدا[4] کا حاجت

معانی[5] ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں
کہ اس علم میں نیں ہے دانا کا حاجت

---

[1] تس کوں [2] کہ اس بالی کوں نہیں ہے بالا کا حاجت [3] ہمناں [4] غوغا [5] قطب شہ

(۵۲)

نہ جانوں کیا اُتم ہی رات پایا اُس کا یں صحبت
اچھا
دعائے صبح میرا اب دکھایا ہے اپن قدرت
اپنی
انچل کا ناز کا جب چھانوں پاڑی منج پہ او چنچل
ڈالے مجھ وہ
سبھی بھاگاں میں دِستا ہے مرے بخت نہہ کا دولت
قسمتوں نظر آتا عشق
بہت دن تھے لگیا ہے پیاس تیرا آس کا منج کوں
سے لگا مجھے
پلا دو نیر اب ہوٹاں کا ہے او نیر مُنج جنت
پانی وہ میری
نزاکت حسن تیرے کا نہ آوے جیب سوں کہنے
زبان سے
اے باتاں سُن کہ سب پکڑے ہیں تیرے شوق سوں حالت
کے سے
تمارے مکھ کے چھاواں تھے ہمیں روشن ہوے ہیں سب
تمہارے پرچھائیں سے ہم
اے چاواں دیکھ کر دوتن کوں پکڑیا تاب ہور دہشت
لاڑ غیر کو پکڑا اور

دیکھو تم عاقلاں کا عقل کہتے جام کوں چھوڑو

۳۹۰

کہ رگ رگ بھید پایا ہے دیوانگی کا اُن کوں سب علت

چھید دیا ہے
اثر کرگیا ہے

منجے پائے ہیں بھن پن کھوتے اس چاہِ زنخداں کا

بچپن بسر کرتے

کریں کیوں ترک اے مذہب ازل تھے پایا ہوں ملت

سے پایا

ہمیں ہیں شیعہ کر کرتے خوارج دشمنی سب سوں

ہم سمجھ کر سے

علیؓ ابن ابی طالب انن کوں مار و بہت ضربت

ان کو ہاتھ سے

معانیؔ عاجز و بیچارہ ہو آیا تمن در کوں

تمہارے

کھولو دروانے لطفاں کے کرو مو پر نظر رحمت

مجھ

(۵۳)

یک چمک ناز کا دیکھیا ہوں رات جن سُنے دین کا گنوائے بات

میں دیکھا جو

ا۔ قطب شہ۔

سوہوناں کا پھسی برہ آگ پر — آگ سرناں او چائے سب جنات
(اُٹھائے)

چھاوں انچل بچھیاں نین کی تپلیاں — ان نہ چمکا طلسم ہے ہیہات
(بیٹھی ہیں آنکھ)

برہ کی اگ کھلا سمندر کوں — میں ہما ہوں کھلاؤ منج نابات
(فراق — مجھے)

قدِ رعنا و ہور لٹکتا چال — پایہ ڈوضع تھے دو جگ لمعات
(اور — سے)

زلف سحراں میں طالباں ہلچے — باطل السحر نیں ہے اس ابیات
(پایا)
(کے جادو — بھنسے — نہیں)

نین دریا میں اُبلے ہیں موتی — عشق گدڑی بکاوے ہاتے ہات ۴۰
(آنکھ کی)

حسن کے دعوے ہور کی کرتے — اس دئے ہیں ازل تھے حسن برات
(اور کیوں — اسکو — سے)

شعر تیرا معانی صدقے نبیؐ

لکھ لیتے ہاہات گاتے پلات
(تے — پلاتے)

(۵۴)

رُخ کئے میخانہ رُخ لے پیالا ہات — ڈگمگی چالاں سوں سب کس کوں بھلات
(کی طرف — میں — سے — ہر ایک کو بھول جاتے)

نعل جنگی کے تھے ہوا پیدا اے نور — چاند سورج جگ میں ہیں نوراں سہات

تھا ازل تھے اس پیا ہور ہمنا میں راز — کیوں کہوں نیں بات میں ہے اس کا آت

میری آہاں جوت سے تجھ یو جیتا دِوا — کیا پکارے تج پکاراں ہونے صحات

کیا کرے گا نیشکر کا توں مٹھائی — پایا اس اُدھراں سیتیں شاخ نبات

داکھ کے تھنواد پیچے تیرے باغ — عیش و خوشیاں کر سدا دو نو سرات

حسن تیرا لکھے ہیں قدرت قلم — کیا کم آوے تج مشاطا کا رِجھات

موگرا چنپا جت خوشبو اچھے — کیس کے پچھاں میں پیچے ہے رات

تیر مارے سو معانی پھر نہ آئے

ہے عجب تیر مار کر لیتے پھرات

۱۔ کیوں کہوں ہے بات میرا اس کے ات ۲۔ قطب شہ

ردیف ث

(۵۵)

کرے سب شے اپے اونار احداث — مٹھائی اپ اُدھر ولدار احداث

آپ ہی وہ معشوق — اپنے ہونٹ

اَپس مکھ پھول ایسے رنگ بھرتے تھے — کیا ہے جگ میں سب گلزار احداث

اپنے چہرہ سے

ترے دو زلف ہیں جے کفر رنگ کے — کیئے عاشق کے تئیں زنار احداث

جو

سلونی روپ وَنتی جیو کی پیاری — ہمن پر لی (لے) کرے ہی پیار احداث

طرح خوبصورت

بچن اس کے کریں راویں کے سم کیوں — کہ ہے اُس بات میں گلزار احداث

مشابہ اس برابری — اس کی

خداوندی اُسے سُہنتی دو جگ کی — کیا اپ پیار سوں سنسار احداث

زیب دیتی — اپنے — سے دنیا

نبی صدقے قطب شہ دل میں کیتا

کے سے کرتا

محبت حیدرِ کرار احداث

(۵۶)

اپ حسن سوں لٹکے جو توں مردے سبھی پاوین بعث
اپنے سے چال تو زندگی

سوکے سو پھل تج وشت تھی تانے ہو کر لیاوین بعث
سوکھے پھول تیری نظر سے لاویں

سب عاشقاں تج عشق میں جوں پھول بن تازے جھیں
تیرے عشق جو جائیں
۴۲۰

موراں، پپیہے، کویلاں تج شوق تھے گاوین بعث
تیرے سے

تج نین تھے، سُک چین سب پائے ہیں آدم ہور ملک
تیری آنکھ سے سکھ و اور

امرت بنی سیتی سدا تج ہونٹ برساوین بعث
آب حیات سے تیرے

نابات ہور ابلوج تھے، دھرتی ہے میٹھائی بہت
نبات اور مصری سے دنیا میں

تیرے بچن تھے پائے ہیں میٹھائی سب راوین بعث
سے مٹھاس

بھواں کماناں، تیر پلکاں، ساند کر اے جو توں
کمان ابرو جوڑ تو

ہر تیر سوں تُو لاک جیو سو تن میں الجاوین بعث
سے لاکھ الجھ جاویں

جب توں کرے یک دشٹ اَپیں دونوں جگت سب جی اٹھو

تو نظر تو

تُج نین نرمل روپ سوں تِل تِل کوں دکھلاویں بعث

تیری آنکھ صاف شکل دکھلاویں

صدقے نبیؐ قطبِ زماں، عیسیٰ نمن بولے بچن

مانند

چوندھر تھے جیوَن کے بدل عالم اُپر چھاویں بعث

چاروں طرف سے زندگی بادل کے اوپر

(۵۷)

سکی چھند کوں ترا ہے ناز باعث
غرض کو

منجے تج عشق کوں ہے راز باعث
مجھے تیرے کو

پیا مِٹھ بول تھے، ہور اُس ادھر تھے
پیا کے میٹھے سے اور اس کے ہونٹ سے

ہمیں ہیں مست، نیں چنگ ساز باعث
ہم نہیں چنگ و ساز کی وجہ سے

نین تیرے کے کیتے دِشت چاڑی
آنکھ کرتے نظر چار آنکھیں

چھپے کیونکر کہ ہے غماز باعث

نظر جیو کوں پیا بھُل مکھ سبب جوں
دل بھول کر

پرم مد کوں ہے خوش آواز باعث
محبت کی شراب کو

بچن بولے رنگیلی سنے جیسے موتی

۴۳۰ کہ جس موتیاں سوں جیو دم ساز باعث
جن موتیوں سے

کھلے ہیں پھول نیہہ کے مرغ من کوں
عشق دل کو

ہوا ہے اس تھے اے پرواز باعث
سے یہ

نبی صدقے ملیا قطب زماں سوں

او پیو جے چھند میں ہے ور ساز با عشت

(۵۸)

گنوانے دین کوں تیرے نین بتخانہ ہے با عشت
پیئے زمزم کی ندیاں کیا کم مجھے میخانہ ہے با عشت

موتیاں کے پتر پر دوڑتا ہے عشق کا پانی
ہزاروں شکر کرتا ہوں نہ اس پیمانہ ہے با عشت

بچھایا ہوں پلو میں آرزو کا کام دیو کر
توں نا دیوے تو کن دیوی وو تل کا دانہ ہے با عشت

ہر شہراں منے جب تھی سٹیا ہوں بیج میں نیہہ کے
ہر یک پھولاں ورق ہیا نے پرت تماشہ ہے با عشت

نین کی چلبلائی میرے دل کے بن منے بنچیا
پڑے بلبل فسانہ کی منج او افسانہ ہے با عشت

نہ ماریں دم ہمیں ہرگز کہ مت دم نکلیگا اس کا
ہمیں کیا کام ماریں دم ہمن جانانہ ہے با عشت

معانی کے پرکھنے پر ہنساں کیا کام کرتے ہیں
نکو لیا دو گھڑوں موتی مو یک دُر دانہ ہے با عشت

(٥٩)

تیری نین کے چوٹاں منج پر کیا حوادث — ساقی دے منج پیالا جاوے صیا حوادث
(مجھ — نہ — مجھے — دل سے)

پلکاں کے بال بھالاں نا مارو میرے تن پر — آسان اُساساں بھتے دل میں لیا حوادث
(کے بھالے نہ — امیدوں کی آہوں سے)

کیا کام آوے منج کوں اے لال دا کھ مستی — مو سر منے چڑھیا ہے نیہہ مے پیا حوادث
(مجھے یہ انگوری — میرے میں چڑھی عشق کی شراب کی)

باتاں کتے ہیں لوگاں دشواری ہور غم کیا — غم ہور محبت اپنے دل پر لیا حوادث
(کہتے اور کی — اور)

تم ناز حسن سکہ ہے دل اُپر ہمارے — رقیباں تم نہ بوجھیں ہے اے جیا حوادث
(تمہارے کا — یہ)

دل دل کی بات کہنے کوئی کھول کہنہ سکے — کھل کھل کتاباں پڑتے دل کوں دیا حوادث
(نہیں سکتا — کھول کھول کر)

اُو طاق ابرواں دیکھ موں پی معانی فرست
(وہ)
بے کیف جیو نا ہے جگ میں دیا حوادث
(جینا)

(٦٠)

مرے جیو بادشاہی کا سدا تم ہی اچھو وارث — عریضہ اپ بندی کا ٹک کن دھر سنو وارث
(دل کی — ہو — اپنے — یہ ذرا — کان دھر کر)

تمہارے عشق کا میں دو دن پن تھی پیا جو سول — منجے سب عاشقاں میں اب ترا ہے کر گنو وارث
(دو دو بچپن سے دل سے — مجھ کو شمار کرو)

نکل سکنے وا کن عشق درداں کا کدیں ہرگز — طبیباں سب ہوئے عاجز کہ یک دارو کہو وارث
(کے کوئی کے کبھی)

گنگا ابلیا ہے میرے نین کے انجھواں کے بنداں تھے — منجے ڈر کیا ترا اون ہار دریا کا ہے تو وارث ۵۰
(ابلا آنکھ آنسوؤں بوندوں سے — ترانے والا)

تمہارے نور تھی پایا ہوں میں پنتھاں عشق کے سب — رقیباں پکڑے ہیں دنبال اس تھی تم رکھو وارث
(سے راہیں — وجہ سے)

اودر امید کا ہے توں پکڑو و زور یک چت سوں — اودر کا حلقہ کن میں بالکے ہیں تیرے انو وارث
(وہ تو سکو دل اس — کان میں ڈالکر)

معانی کوں وو انگن کا گرد عنبر تھے ہے خوشبو
(کے لئے اس صحن سے زیادہ خوشبودار ہے)
منجے پھولاں کا بو کیا کام آتا ہے جو او وارث
(وہ خوشبو)

(٦١)

تو حسن کا جھمک ہے جیون کی دیلیری حارث — تو پگ پکڑ کہیا ہوں تم ہیں ہمارے وارث
(تیرے زندگی — تیرے قدم کر کہا)

اپنے نین کی کد تا باتے کمت د کر گل — کھنچیں نہ اپ طرف کیا ان کوں ہوا ہے باعث
(اپنے)

مسجد نمن کیا ہوں اس ابراں کوں سجدہ — میں بندہ ہوں گنہ گار بخشو مرا خباثت
(مانند اُن کو)

پرکار منے پکڑے تو زلف دور میرا ....

مانند تیرے

دیتے ہیں خوبریاں سب کے نین مین جلوے — مکھ خال نقطہ منج پر کرتا اہے حوادث

آنکھوں — چہرہ کے خال کا مجھ

نیناں کے دھارے اوپر خوشیاں سوں ناچتا ہے — کہو اے رقیب کا ہے تم ہو رہے ہیں ماکث

آنکھوں سے کیوں

بوجھیا اہے معانی راز و رموز پیو کا

٤٦٠

ہر کوئی فہم کر کچ ہوتے اپس مین ناجث

کچھ اپنے آپ

(٦٢)

بچھڑی کے درداں کوں تم ہوٹاں کا منج کوں مے غیاث

فراق تمہارے مجھے

او اثر سر کوں چڑے تو منج کوں ہے او مے غیاث

وہ چڑھا ہے میرے لئے وہ

میرا شد بد سب لے کر کے ہور بتاتے ہیں جدا

اور

دل کے آساں ہور اساساں کا ہوا ہے نئے غیاث

آہوں

وصل کا دیوے خبر جن دے کر داپ جیو کا

جو اپنے دل

تو فرشتے آئیں کہہ دیویں منجھے پے پے غیاث

دیں

جوشِ غم پکڑیا ہے دیو ہمیشہ کا لنگر تمیں
آس کی کشتی میں بیٹھا ہوں کرو تم سے غیاث

میں پلک او پر پلک نا مار کھوتا عشق باٹ
منج کوں اپنا ہیو کہے تو سب منے او ہے غیاث

حسن رنگ کا مے پلائے منج کوں نعن پن تھے پیا
دین میں کچ نا بوجھوں منج کوں ہے دین و مے غیاث

تیری یاداں کا معانی کرتا ہے تسبیح نت
مصطفےٰ ہور مرتضےٰ تھے ہے تو جی لے لے غیاث

(۶۳)

مومنیں ہور دل میں لگیا ہے مدام بحث
چپ رہ تو عقل کرتی وو دوں کلام بحث

کہہ مطرباں کوں ساقی کہ اب صوت کم کرو
کن رکھ سنو کہ کرتے صراحی و جام بحث

بوسے کے تول سیتی نہ آئے اے جیو سسم — ہر کن کرے وہ بحث اہے اس کا خام بحث

دل مقابل — وہ

رستم ہے تس کا ہٹ اپ نیہہ فن منے — کیا کام آوے ایسے وقت زال و سام بحث

سے — ہمارے عشق کے میں — میں

لازم گناہ کرنے ہیں کو قوال و قاضی سن — میں شرعی ہوں کی کرتے اہیں لوگ عام بحث

سنکر

نازک ہوا ہے شیشہ منجے دل اس رکھو سنبال — لا گیا ہے ہم تمن کوں ازل تھے مدام بحث

کو سنبھال سے — تم کو سے

دیکھے اعجب معانی کے انگارہ تج رقوم

لکھے ہیں

کچ ہور باد آوے تو وہ ہے حرام بحث

کچھ اور

(٦٤)

اس کے مشکیں خط کا میرے دل اپر لکھو تو حدیث — عالماں عاجز ہوئے ہیں ایک تل بولو حدیث

ایک لمحہ

بات میری کہہ رقیباں دھر لئے طاقت مرا — تم سلیمان ثانی ہیں کن دھر سنو یک مو حدیث

کان دھر کر میری

تیرے طاق ابرواں کا کن میں پایا حلقہ سن — اب منجے زیبا ہے کہہ بولو پیا یک دو حدیث

کان ڈالا

عالم اپنے علم کا کرتے ہیں سب لوگاں میں لاف — تو نین کے جام کا مے پیکہ پڑتا اد حدیث

تیری آنکھ — پیکر

تیرے تل میں میرے دل کنٹھمال کے موتی صحی — کرتا ہوں تسبیح اس موتیاں کا تم آکھو حدیث

کہو

شمع تم مجلس میں قصا اپ زباں سوں بولیا ۴۰۰ — رشک آتا ہے منجے کیوں بولتا ہے تو حدیث

تمہاری قصہ اپنی سے بولا مارا سچے — مجھے تیرا

سب گنہ تیرے معانی دھو گئے اس یاد سوں

سے نکی

نقش کر اپ دل منے توں دو جہاں میں سو حدیث

اپنے میں

(۶۵)

جنے پیوے او نین جام اُسے جام عبث — زلف پھاندے منے الجیا ہوں منجے دام عبث

جو پئے اُس آنکھ سے — کے پھندے میں پھنسا میرے لئے

بزم میرا سو تمن یاد تھے روشن رہے جم — جیو کی دوری بندھیا ہوں بھیجنا پیغام عبث

تمہاری سے ہمیشہ — دل باندھا

جیو کی آرسی میں کن نہ دیکھیا تمنا کوں — اس کا ناؤں نا لیو و کوئی لینا ہے او نام عبث

دل کے آئینہ کوئی تم کو — نام

عشق کا ملک تری یاد ستی جیتیا ہوں — دستے ہیں میرے انگے رستم ہو کہ سام عبث

سے جیتا — نظر آتے آگے وہ

تمہارے عشق میں جیوں موسیٰ لگن لگ انپڑیا — اس چھجے پر چڑھیا ہوں بھی منجے ہے بام عبث

آسماں تک حاصل کیا

تمہارے حسن کا دیوانہ ہوا ہوں جگ میں — اس تھے جھگڑا کریں لا خاص بھی ہور عام عبث

سبب سے اور

اے معانی توں پرت شوق کا پایا ہے لذت
تو محبت کے
قند نا بات مٹھائی اہے تج کام عبث
تیرے حلق کے لئے

ردیف ج

(۶۶)

طبیباں دیکھ کر مو درد نابوج
کہ دارو مد دبھیتر کا یو نابوج

میرا نہ پہچان سکے
ملن کا سد دیا بوجک ستارا ۔۹۰ ولیکن فتنہ جیو کا تو نابوج

وصل کا یاد دلانا بتلانے والا
کون شعلہ تھا کنیار خ جو مج من
کہ عاشق غیر عاشق کون جو نابوج

کیا میرے دل کی طرح
وہاں تھے باس خوش بار لے آیا
ولے مجہ باس مخفی تو او نابوج

سے میری اسکو
گگن کہتا جو دو تن تجھکوں دیکھیا
ادھر پر چین دو انتاں کا مو نابوج

خراب گن غیر (رقیب) مست ہونٹ نشان میرا
کہتے ہیں تم کہ عاشق دیکھیل مج
جنوں تھا دو رپیرن کا سو نابوج
کہتے دیکھا مجھے

ن طبیباں ناز میری دیکھ نابوج دیویں دارو جھٹیں مو درد یو نابوج
ناطبق

معانی[1] مست تھا او نرگساں نس

رات کو

مو باتاں عرض کی تل یک دو نا بوج

میری

(٩٧)

تمہارا مکھ سو کعبہ من دسے مجہ آج　　دو جگ کے لوگ سب آویں کہ قبلہ حاجت آج

کے مانند نظر آئے مجھے　　رکھو کر

تمہارے مکھ کے پہل جل میں مجہ عجب ترتی　　خضر کا چشمہ تمن روزی ہے رکھو سر تاج

صاف پانی مچھلی تیرتی ہو　　تمہیں حاصل

ترا او دن سو دیا نور حور جنت کوں　　بھوں[2] تیری سو اعرافیاں کوں دینے داج

چہرہ

تمن دوائر مکھ ہے نگیں سلیماں کا　　طیور و انس و پری پر کرو سدا تم راج

تمہارا چہرہ

ازل تھے عشق کے پلڑے کتیں کئے مج بٹ　　فقیہ و زاہداں میانے منجھے کئے ہیں سراج

سے　　میں مجھے

ہمار اور دتمن دوری تھیں ہے گاڑا سخت　　سو درد دوری کا اپ وصل سوں کرو موعلاج

تمہارے فراق سے　　فراق اپنے سے میرا

نبی کا داس معانی[3] ہے عرض خوب منو

غلام

سکل شہاں نے شاہی کا منج کوں دیو رواج

تمام　　میں　　مجھے

۱؎ قطب شہ　۲؎ بھونک　۳؎ قطب شہ۔

(۶۸)

دن ازل تھے جیو تاراں سوں بنیا ہوں خیال تج
روز سے دل کے سے بنا تیرا

نقش بندی خیال میں مو دل ہوا ہے خال تج
میرے میں تیرا

نین پتلیاں یاد کے دریا میں غوطے کھاتے ہیں
آنکھ

نیہہ کے طبلاں بجا درپن دکھا مو گال تج
عشق آئینہ مجھکو تیرے رخسار کا

اُس کے نیناں کی سیاہی میانے ہے آب حیات
آنکھوں میں

کیا بوجھیں غواص زیبا حسن کا ہے حال تج
پہچانیں

عشق کیاں باتاں سمجھنے ہر کسی کوں آوے نا
تیرے کی

جانے وو اپ دل میں بسلایا ہے پیرت ڈال تج
وہ اپنے بٹھایا محبت تیری

مکھ تیرا دیکھ کر پایا خوشی دل مو صباح

ایک چھن کر صبر دیکھوں مکھ مصحف خال تج
میرا

لحہ

تیری باساں تھے ہمارا جیو دایم تازہ ہے

خوشبو سے دل

ناچ کر ہور بوسہ دیوؤں میں تزنگ کا نال تج

اور گھوڑے کے نال جیسا

شکر کر چھن چھن معانی آپنے پروردگار

تیرے لیے

نیہہ باغاں میں گلابی پھل کھلے ہیں لال تج

محبت پھول

(۶۹)

چندا مکھ پر سکی کن دیکھنے باری تھے بالاں کچ

چاند جیسے چہرہ سہیلی سے

غصے سوں اس پر کھینچوں کماں ابرو ہلالاں کچ

کچھ سے

تمارا حسن میرے دو نین میں نقش باندیا ہے

تمہارا آنکھوں باندہ دیا

تجے کوئی دیکھیں تن کوں کچ ہوویں انگے نہالاں کچ

جو تم کو کچھ

نہ آوے سرو کوں ہرگز کدہیں او ناز کا ڈلنا

کبھی وہ

سہاتے ہیں اوں کوں ناز ہور چالنے وچالاں کچ

زیب دیتے اُن کو اور

لہ جی کوئی دیکھوں۔

جیتے ہیں سمند، ہور خشکی کوں بھی کیا جیتے منگتے

اور

حمائل نمنے بائے ہیں گلے میں کنٹھ مالاں کچ

مالے

کی طرح ہار

گنوائے غم گیا میں باغ میں دیکھیا عجائب کچ

دیکھا کچھ

پیا کے پاؤں پڑنے تیں ہوئے ہیں پھول ڈالاں کچ

کے لئے

دو دل ہور پونگ کے موتی تن کن میں کرے باتاں

اور تمہارے کان

اسی تھے ہو کے نرل ڈلتے ہیں خوباں کے گالاں کچ

سے صاف

معانی عشق کے تاراں سوں بنتا ہے سراسر سب

سے

سراسر کن نہ بن سکیں اُنوں کے ہیں خیالاں کچ

کسی سے سکیں اُن

(۷۰)

رقیباں ناز دکھلاتے دکھو رنج | توں اپ پائیں سوں اچھ آن تھے نکو رنج

دیکھو | اپنے کے ساتھ رہ سے رنجیدہ ہو

تمارے ناز جھلکاراں کا نیں تاب | کہ عاجز ہوں منج او پر نا کرو رنج

نہیں | مجھ پر

۱ے قطب شہ

پیا منج خاص خیلاں میں گنے ہیں　　کہ ہے منج شب نویساں تھے بہو رنج

خدا اپ صنع تھے دیتا ہے تم ناز　　۲۰ پرستش نا کرے اس دل رہو رنج

منگے عاشق جو اوپھول حسن سنگنے　　کہ اپنے جیو کتاباں پر لکھو رنج

ازل تھے حسن کا دل کارخانہ　　کہ اس کے تارپوداں کا ہو رنج

معانی کوں تمن غمزیاں تھے ہین ہوش

نبی صدقے ہے نبی کتا ہے نا رکھو رنج

(۱۷)

او چشمۂ حیات کوں نا لا خدا توں رنج　　اس وہن تھے عاشقاں کو ملیا ہی بریت کا گنج

مو درد کا علاج کرن توں حکیم ہے　　مو آہ درد دیکھ حکیماں کدہیں نہ رنج

یوسف کا ہور قصہ زلیخا کا جگ بھریا　　ہم تم کوں دیکھ کاٹ لئے ہات جوں ترنج

موسیں اپر بھنواں کا انکس کا ہے راکھتی　　نیناں کے شہر میانے بندے ہیں تجے سنج

ۓ قطب شہ

تو نازکی سوں جانو نا کس کا بھلاں کیے دل — پیشانی ٹیکا لاۓ ہیں سیندور جیوں سرنج

مو سر منے چڑیا ہے خماری اویار کا — اس یاد میتی پیالے پلا ساقی چار و پنج

تو نین قصہ حسن کے معانی ہوا ہے مست

اب نیہہ کی ترازو میں کھکر توں اسکوں سنج ۵۳۰

(۷۲)

مج جیو منے ازل تھے ہی جاناں کا احتیاج — غم کے جنگل منے اہے رضواں کا احتیاج

پیرت کا نازر از تمن کو عیاں اہے — روشن ضمیر کوں نہیں داناں کا احتیاج

تم لعل ادھر تھے پاۓ ہیں یاقوت رنگ سر — سو رنگ بھرکوں نہیں اہی پاناں کا احتیاج

تو نین وشٹ تھے نہیں ہے صبر کوں قرار — تج کفر زلف تھے نہیں ایماں کا احتیاج

مو خاک کوں تمہاری محبت سیتیں گھڑے — ہم تم میں اس تھی نہیں اہے پیماں کا احتیاج

مو نین میانے بیس کے بھی کے نہ آوتے — مجلس ہماری کوں نہیں دریاں کا احتیاج

لہ قطب شہ

ہونٹاں کے نیر پی کے معانی دیسے خضر
پانی نظر آتا ہے
دربار تیرے کوں اہے شاہاں کا احتیاج
کو

(۷۳)

سکی آج پیالا انند کا پلا منج
خوشی مجھے
ویا قوت اودھراں کی مستی دلا منج
اور جیسے ہونٹوں مجھے

محل دستے ہیں نور کے ات صفا سوں
نظر آتے بہت سے
سکی لیا سجن کوں منا کر بلا منج
لے آ کو مجھ پاس

گگن سے طبق موتیاں سوں بھری ہوں
موتیوں سے
پیا آرتی تا ہیں ہیو کوں ہلا منج
کی پوجا کے لئے پیا

ترے نیہ بن جیونا منج نہ بھاوے
عشق کے بغیر جینا مجھے نہ پسند آئے
مسیحا منں آپ دم سوں جلا منج
کی طرح اپنے سے مجھے

ادھر تیرے بن منج نہ بھاویں عقیقاں
ہونٹ بغیر مجھے پسند آئیں
بدن تیرے بن نیں ہے نیکا طلا منج
بغیر نہیں اچھا سونا

ترے حسن بن ہور منج نین میں کد
کے بغیر اور میری آنکھ کوئی
نہ آوے کہ ہے اس سیتیں ابتلا منج
سے

نبی صدقے قطبا علی مہر سیتے
سے
بندھا دل کہیں نیں اُن بن ولا منج
نہیں ان کی بغیر محبت

(۷۴)

دنیا کے کارخانہ کا نہیں زر باقی مولک کچ　　سُنے کے تار جب جانگے نکل کر تب رہسے وچ

بخشش قیمت کچھ　　سونے　جائیں گے　بیچ کے دو مرقلہ چیز

سو دھن میں کونپلیاں پنچے سو لیو کونپلیاں قیمت　　تو اس تجھ مدعا پاکر دسے گا عاشقاں میں کچ

اچھی عورت　پھوٹے　اپنے ہاتھ میں　　سے　نظر آئیگا　کچھ

ترے قد سدرہ طوبیٰ نمن سچلا سہاتا جو　　لگے تو رس بھرے میوے رنگیلی تجکوں او دو کچ

کے مانند سجا زیب دیتا　　تب　تجھے　وہ پستاں

سینے کے باغ میں تیرے بہشتی میوے چنتا ہوں　　کہ تازے میوے کے انگے سو کے سو میوے ہیں سب بچ

سینہ　　سامنے سوکھے ہوئے　بیچ

امیداں باغ میں تج کوں لگے ہیں تازہ میوے سب　　شکر کر میوے کھا کر توں کھ اپنے جیو تھے او لچ

کے　مجھے　　تو　بیج　دل سے نکال دے

بنگی شاخاں اُپر پالی رکھے آرا غصے سینے　　رکھے گا یدحی شاخاں پر اگر آرا تو ہو گا لچ

ٹیڑھی

سمومی باو اب ہمنا ڈراتا کیا ہے گرمی سوں　　۰۰۰ ہمارے باغ کوں نہہ باو لگتا، باو تیرا ہچ

بادسموم　ہم کو　سے　　کو عشق کی ہوا　ہوا　ہیچ

(۷۵)

برہ منج جاجتا ہے سائیں تم باج　　مرے مندر تم آ دیو وصل کوں راج

فراق مجھے جگاتا　تمہارے بغیر　　مکان

جو عاشق سائیں کارن جی چھپاوے　　اُسے نیں عاشقاں کے صف منے لاج

کی خاطر　　نہیں ہے　میں شرمندگی

جنے ثابت قدم ہے عشق میانے — دھرے گا پیم اُس کے سیس پر تاج
(جو — میں — محبتا — سر)

جنے کامل کیا ہے پیم اپنا — غنی ہے دو جگت میں نیں وہ محتاج
(جس نے — عشق — نہیں ہے)

پرت کوں جان عاشق جو اہے فرد — توں یوں بوجے تو تج دکھلائے منہاج
(محبت — سمجھکر — ہے — تو اگر — بوجھے — تجھے)

پرت تج کوں کرے گر نیسر باراں — توں اپنا سینہ کر اُس نائیں آماج
(محبت تجھے — کی بارش — تو — کے لئے آماجگاہ)

نبی صدقے قطب شہ دو جگت میں
علی کا مہر تج سر درۃ التاج
(تیرے)

ردیف ح

(۷۶)

اگر تو دین میں ہی ٹیلا لاؤنے کوں مباح — پیشانی ٹیلا لگا دیو تا کہ پاؤوں نجاح
(تیرے — ٹیکا — لگانے — جائز — ٹیکا — نجات)

لوچن کی پتلیاں کے بتخانہ کوں کیا سجدہ — فقیر و ناتواں ہوں میں کروں اسی الحاح
(آنکھ)

کھولے جو کیس کنگھی کرنے کوں دسے ظلمات — ۵۶۰ جو سر تھے بائے پھر اکھو تپہ مکھ دسے اصباح
(بال — کے لئے تو نظر آئے — پھر سے — چہرہ چمکے)

تمہارے ہونٹاں کا یک بوسہ نوش دارو ہے
کہ سر تھے ہوواں جوان اُس تھی پاوو قوتِ راح

پھر سے سے
بھواں کماں نین تیر تھے کنن نہ چھوٹیا
ہدف ہو بیٹھے ہیں مارو نہ مارو تم ہے صلاح
کمان ابرو، چشم سے کوئی نہ بچا

تمہارے ہجر دریا میانے بابا نہیہ کشتی
ہلیا ہے ذوق کا پار نہ جانے کن ملاح
کے میں ڈالا عشق کی طوفان نہ معلوم کون

پیا کے مکھ میں وسے جوت خضر و موسیٰ کا
کہ اس کی یاد کوں توں ذکر مسا و صباح
نظر آئے کو تو

ہمن سیتی نہ کرو ہٹ منیا کرو ساقی
خیال بزم میں یک دو پلاؤ منج اقداح
ہم سے کے

محبت
معانی بھید پایا اُس یاد نور تو دل میں
تیرے
اُسی تھے دستا ہے روں رو ترا کہ جیوں مصباح
وجہ سے نظر آتا ہے روا روپ

(٧٧)

ساقی پلا پیالا منج کوں ہوا ہوا صبح
دو تن کی چاڑی ڈر تھے منگتا ہوں میں دعا صبح
مجھے خواہش غیر رقیب چغلی سے

سائیں کا راز مستی تج پر چسٹریا دعا کر
شکرانے کا دو رکعت کرتا ہوں میں ہوا صبح
کی تجھ

مجلس ہوا معطر اس زلف عنبریں تھے
کیوں یک دو پیالے نا پیوں دستا ہے صفا صبح
سے نہ نظر آتا

باتاں عشق کیاں منج یوں وو لگکر نہ پوچھو ...ہ — غم کی بیا ہی دھویا یک چھن منے صبا صبح

کی مجھ سے کبکر — میں

دو دل سیتی تمن سوں جن کوئی کیتے پیرت — جیو کے نین سوں ہرگز نا دیکھے دلکشا صبح

سے تم سے کرتے محبت — دل آنکھ سے

میرا خمار توڑ د اپ حسن کی نگہ سوں — جیوں مے پرست کرتے پیالے سیتی دوا صبح

اپنے سے جس طرح سے

تسلیم کر معانی او طاق ابرواں کوں

بس

...... گدا کا حاجت بر آیا ہے کو صبح

(۷۸)

ترے ہونٹاں کے رتن تھی سنیا ہوں بات صحیح — عالماں اس کوں نہ مانیں تو وہیں سب ہیں قبیح

سے سنا — نظر آتیں

دل کے باتاں بوجھے معشوق پیر کے حق میں — کہ نجانوں نہیں کہتے ہیں منجھے کھول صریح

پہچانے کی محبت — مجھ سے

تمہارے حسن تھے دستا ہے ہمن مکھ پر نور — تو ہمن علم کو کیتے اہیں سب لوگ فصیح

سے نظر آتا ہمارا — ہیں

سینہ چھیلے گیا ہے باو اُساساں تجھ پیا — ہونٹاں کا پھونے ملم لاو کہ تا ہوئے ملیح

آہوں سے — مرہم

زندگی نیر اُپر میل نہ کرسوں ہرگز — مے تمن ہونٹ کا ہووے جو ہمن جیو کا مسیح

آب حیات — تمہارے ہمارے دل

دل کے سینے میں بھریا تیری محبت کا مے　　　او خماری چڑی منج سر میں صحیح ہو یو صحیح

تو کنک دشت تھے ہوا ہے معانی سُنا
نہیں حاجت ہی نبی چودہ کوں کرنا تشریح

(۷۹)

نین تمہارے کرے ہیں ہمن سوں بات صریح　　　خدا کا شکر کہ سب کوں کیا ہے مات صریح

لوچن کے بھالے چبھے ہیں تو عاشقاں دل میں　　　اُساس آہ کی باتاں تھے دیسے رات صریح

لوچن اُپر بند ہیں نم خماری کا پردہ　　　عشق کا آب نوا باندھی ہے دعات صریح

ہوا ہے نقش مرے دل میں جیوں تمن صورت　　　خطا ختن میں نہ لکھیں تمہارا گات صریح

تمہارا خیال لوچن نیر میں ترے مچھ ہو　　　کہ سبھی ..... میں تو منجے دکھات صریح

بہوت ہیں رمز کی باتاں پیا او سائیں میں　　　دو تن غرض کیا تیری ذات ہی نجات صریح

معانی تج کوں محمد غلامی ہے شاہی
توں غم نہ کر کہ مناجات میں نجات صریح

(۸۰)

تمہاری یاد میں نس گئی پلاؤ ساقی صبوح
او یک قطرہ اہوتا میں توڑیا توبہ نصوح

رات — وہ ایک

رتن ہونٹاں کا پلاؤ تمیں منجے جلاب
کہ مر تھے ہوواں جوا اُس تھی پاؤں قوت روح

تم تجھے عرق — پھر سے — سے

تمہارے پاس بھیجیا ہوں خیال کا حاجت ۵۵.
سنے جو یک چمن او عرضہ ہوئے منجکوں فتوح

بھیجا — ایک تو وہ

تمہارا حسن دِکھیا جب ہوا ہوں جیوں جمشید
تمہارے ذکر تھے پایا ہوں عمر میں جیوں نوح

نظر آیا — مانند — سے — مانند

معانی کوں نہیں ہے ڈر اندھاری راتاں کا
کہ رات اودن دسے اُسکوں پیا کا مکھ جیوں لوح

نظر آئے

(۸۱)

تمن کوں آمین اچھو ساقیا دعائے قدح
کہ مطرباں کرو مجلس نوا برائے قدح

تم — قبول ہو — نئی

خبر لے آد تمیں میرے تیں پرت جاسوس
کہ میرے سر میں رہیا ہے اچھوں ہوائے قدح

تم — پاس — عشق کے — رہا — اب تک

اُسے نہیں ہے سورج چاند پیالے کی پروا
تمہارے ہونٹ اچھیں تگے جیسے بجائے قدح

کے — ہونٹوں کے جس کے لئے

شراب خانہ صراحی تھے چڑھے نہ مستی ہنج — ہوا ہے نین کے لعل تھے ابتدائے قدح

ہماری مستی تہیں تیرے پیالے تھے ساقی — دوناؤں سیتی پلاتا ہو دیں فدائے قدح

ہوا ہے مست معانی صراحی بخت تھے

کہ پیو کے نین کے دستے اہیں لوائے قدح

(۸۲)

تو مکھ کی نازکی ہور باس تھے سمن مجروح — کئے ہیں تیرے چو چھپر تھے کانٹے تن مجروح

تھڈی کے خم تھے پلا و ہمیں کوں لعل مد — ہمارے ہونٹ ہوئے تم کو بے چومن مجروح

ہوا ہے جہا خیالاں تھے شیشہ مو دل کا — نہ دیکھوں نورسوں مست بینگے نگن مجروح

موتن کو کیئے ہیں جیو بیل زلف کی پھانسے — انجھو تھے پاکنتہ کرمالی کا وطن مجروح

ہمارے سائیں کو ظاہر ہیں دل میں کی باتاں — دو تن کی بات کہوں تو ہوئے دہن مجروح

کمال ہجر تھے چھوڑے اہے محبت تیر — ہزار شکر کروں بھی نہ ہوئے بچن مجروح

معانی کوں نعیں ڈر غم کی موج طوفاں تھے
سے
پیا کا لطف نہ کرسے کدھیں ہمن مجروح
نہ کرسکے کبھی ہم کو

(۸۴)

ہونٹاں کے بوسہ تھے پایا جیا روح
سے دل
ہونٹاں کے نادمیانے ہے دوا روح
مانند درمیان

نگین نمنے ادھر کوں چین پکڑے
کے مانند ہونٹ نشان
نجانے چین میں او چین کا بہا روح
اس نشان قیمت

شکل بن آرسیاں تگ کیا ہوں میں صاف
آئینہ کی
دیکھو مکھو آرسی دیسے صفا روح
چہرہ آئینہ میں نظر آتے

پیا کا شغل مستی کس نہیں سر
جھکے سر میں نہیں
اُنوں تھے ہے بگانہ آشنا روح
اُن سے بیگانہ

نین پتلیاں ہوئے ہیں بھوت آتانی
آنکھ کی بہت
حسن پانی کے پیالے میں دکھا روح ۶۱۰

ہوا درپن سکندر تم تھے روشن
آئینہ کا سے
کروں کیوں جام جم پر میں فدا روح

معانی دل بھرے تو حسن کا گنج
کے تیرے
کرے نت نت خوشیاں سیتی نوا روح
سے نیا

ردیف خ

(۸۴)

پڑوں بلبل کے نمن حسن کا قصا سب شاخ
جن نہ سمجھے یو قصا سینہ ہوا اس کا سنگلاخ

بات وو تن کی تمن کان منیں ہے محرم
اس ہوا ہے تمن آرزو تھے تو گستاخ

جب کنگھی ملے تمن کیس منے ناداں سوں
عاشق او نیس کنگھی دیکھ کا ہوتا سوراخ

مصطفےٰ اٹھانوں ازل تھے دئے ہیں حیدر کوں
جنے شک لیا وو دیکھے جیوں کہ تنورِ طبّاخ

نار کے نور کا پیالا دے منجھے ساقی توں
بھکنا اغیار کا دیکھ کر پڑیا ہے مو دل نفاخ

حال تمنے دِسوں ہیں عاشقاں ہیں تھے پیا
بات چوگان لیو نیہہ کا میداں ہے فراخ

پیو کے درداں تھے معانی اچھے کیوں دور کہو
اس کی یاداں سیتی جنتا ہے عشرت کا کاخ

(۸۵)

چندنی مکھ کے اُپر مکری کا ڈُلتا گستاخ ۶۲۰ جب رکھے کان اُپر تو دِسے ہمنا گستاخ

باس پھولاں کا تمن کیس منیں ہے محرم — کنگھی اپ شوخی سوں تم کیس میں ہے بنا گستاخ
(تمہارے بال میں — اپنی سے تمہارے بال)

پوچھنا عاشق و معشوق کی باتاں مشکل — یے معما میں دو تن بات کوں سننا گستاخ
(پہچانتا — یہ رقیب کی)

تم ادھر تھے پانے ہیں پانی ہیں رنگ لعلی کا — وو ادھر باج ادھر ہور ہے چمنا گستاخ
(تمہارے ہونٹ سے خوش رنگ لالی — وہ ہونٹ بغیر اور دوسرے چومنا)

حسن باغاں میں کھلے پھول بہت ہور رنگ رنگ سوں — تمہاری باس تھی بھی پھول ہے سنگنا گستاخ
(سونگھنا)

مرگ کا نافہ تمن یاد تھے ہوا خوشبو — نافہ میانے تھے دو جا نافہ کوں چننا گستاخ
(ہرن تمہاری سے — میں سے دوسرے کو گستاخی ہے)

تمہاری یاد تھے ہوا ہے معانی مجنوں
مجنوں انگے ہے پرت کہنے کو کہنا گستاخ
(سے — کے سامنے محبت)

(۸۶)

غیر جب لبوے تمن نام ہووے میرا وہن تلخ — شکر و شہد پلاویں تو نجاوے وو سخن تلخ
(تمہارا — وہ)

بھالے پلکاں کے تمہارے اہیں جراح قلم جیوں — میں قلم بال ہوا ہوں کر دمو یہ نین تلخ
(مجھ)

دل لہو رنگ تھے یاقوت رنگیلے ہوے ہیں سب — جن کنگر جوت نہ پاوے اہیں اس کے سو چھن تلخ
(کے کے سے — چمک ہیں)

پھول کلیاں کیئے مجلس خوشی سوں مل چمناں میں ۶۳۰ دسے یک بیل کوں یک پھول میٹھا ایک سمن تلخ
نظر آئے

عاشقاں کیئے ہیں منج کوں ہد ہو پیت پریں
مجھے پیا کی محبت
بن تمن تیر اہے منج کوں دوجا تیر دیکھن تلخ
بغیر تمہارے تیر کے مجھے دوسرا دیکھنا

تیرے سنگھار کے موتیاں تھی پڑیا جگ میں اجالا
سے
دسیں اس جوت کے انگے تارے ہور رین تلخ
نظر آئیں روشن اور

چاکھیا شیرینی معانی تمہارے مکھ مٹھائی کا
چکھا
تو ادھر تھے جو وو مٹھائی نہوے کدھی بچن تلخ
تیرے ہونٹ سے کبھی

(۸۷)

نیناں کی شوخی میں دیکھیا ہوں آج نوا تلخ
آنکھوں نئی تلخی
پلکاں کے بچن سوں نہ کرو میرا ہیا تلخ
ذکر سے دل

ہم درد کا گانا ہے تمن بزم منے راگ
ہمارے تمہارے میں نغمہ
پیو نیہہ کے کھونٹے بنا ہے میرا جیا تلخ
پیا کی محبت بغیر دل

تم ہونٹ مٹھائی تھے ندی بہتی ہے منج ہونٹ
تمہارے کی سے میرے میں
اپ نیہہ مٹھائی تھے مٹھی منج پہ کیسا تلخ
اپنے عشق کی سے شیرینی مجھ

پیرت کا پیالا پلائے منج کوں ازل تھے
عشق مجھے سے
ساقی چھپاؤ میرے انگے شیشہ سرا تلخ
سامنے شراب

شہ کر گئے ہیں عشق کے شہراں منے منج کوں
شاہوں میں شمار کیئے میں مجھے
صندل رکھو سر پر نکرو کدھی پیا تلخ
کبھی محبت

عاجز ہوا اس فن منے سب ساحراں کا سحر ۔۔۔ دو تن گنداں تھے ہوا ہے سب ہی فالنج
میں ۔۔۔ رقیب کی تھے

جم عیش سوں کر راج سکل جگ ہیں معانی
ہمیشہ سے ۔۔۔ سب دنیا
کیتا ہے ترے دشمناں کا کام خدا تلخ
کرتا

ردیف د

(۸۸)

سہیلی نہ کر توں ہمن سیتے دند ۔۔۔ کہ میں بوجھے ہوں تیرے سب چھند بند
تو ہم سے دشمنی ۔۔۔ سمجھتا

منتر پڑتی ہے دوتی پیو دشٹ پر ۔۔۔ کہ زیبا دسے اُس نین اپنے چھند
غیر پیا کی نظر ۔۔۔ دکھائی دیتے ہیں اسکے آنکھ کو

سکی چال لے نا کرموپیاری سیتی ۔۔۔ کہ سلتا ہے منج سینہ میں تیرا دند
چال نہ میری سے ۔۔۔ کھٹکتا میرے

پیا کوں سچا نیہہ بھاتا اہے ۔۔۔ دو تن اُس کے نیں پیو اُنگے ارجمند
عشق پسند ہے ۔۔۔ رقیب اس وجہ سے نہیں کے پاس

نہیں دیکھے ہیں کس چمن میں کدھیں ۔۔۔ سجن قد ایسا سرو کوئی بلند
کسی کبھی ۔۔۔ کی طرح

محبت پیالہ پریاں لے کھڑیاں ۔۔۔ دسے یوں اُنن ہت میں جیوں سورج چند
کا کر کھڑی ہیں ۔۔۔ نظر آئے ان کے ہاتھ جسطرح سورج اور چاند

محمدؐ غلامی تھے قطب زماں

سکیاں گل میں بایا ہے اپ نیہہ کا پھند

(۸۹)

پیاری بھنواں ہیں تیر باں جوں کہ چند
اُسے دیکھنے میں ہیں عشاق بند

توں سولہ سنگاراں کوں جب پین آئے
تجے دیکھ کر پائے عیشاں انند

ہوئے عاشقاں بے خبر دیکھ تج
تجے کون سکلائے اے مست چھند ۶۵۰

بہوت بھید سیتی تو فتناں سو آئے
نظر نا لگے تیوں کرو اُن سپند

سُہاتی ہے مہتاب کی رات چھب
کر اُس نور کی تپلی سوں مل انند

پیا گھر میں دن دن صفت عید ہے
کہ عیداں ہو باں اُن تھے سب ارجمند

نبیؐ کی غلامی میں ہے قطب شاہ
صفت اُس کے ہے ناؤں کی چاروں کھنڈ

(۹۰)

ہمن سوں بک ہو غم کرتا ہے فریاد — کرو ہم دو نو کوں اس غم تھے آزاد

سٹیا متبید کے تخمان میں یں — میرے سب تخم کوں تم کرنا آباد

کہ ہے منج روح تم باساں سوں زندہ — کرو باد صبا سوں منج کوں ٹک شاد

لبو رنگ کا بسنت لیا وو کہ کھیلیں — ہمیں اس کھیل عاجز ہیں توں استاد

خیال اُس حسن کا منج جیوں سوں پکیا — پکیا بن آگ سوں تم دیو ٹک داد

نہ بوجھے آدمی اُس نار کا ناز — ۶۶۰ لکھن وو ناد نا آوے کس اوراد

کتے ہیں گوہراں سوں حسن دستا — وو خط و خال کرتا منج دل آباد

ہنر ہور لے ہنر ظاہر ہمارا — محبت کا قبا پینا ہوں میں شاد

پیا کی یاد سوں پیتا ہوں میں مے — ہمارا حال کیا جانیں گے سکھ زاد

اُنا ساں آس سیتی کرتے ہیں بات — ہمارا آس بر لیا قد شمشاد

معانی بے خبر باتاں توں کہنا
ولیکن رکھ خدایا توں اپ امداد

(۹۱)

مو عمل بنیاد نا جا توں کہ کیوں کہتا ہے بنیاد
مرتضیٰ کا با نظر بنیاد تب نا ہوے فریاد

رنگ میرا کس رنگاں تھے ناپکڑے رنگیا ٹک
سب رنگاں تھی دھو گیا ہو یا علی منجکوں کر آزاد

مستی کی باتاں کہو یارات کی باتاں کہوں اب
دونوں قصہ کھول کہتا چو کت ختوتم ہیں استاد

اے ہما میرے خیالاں کی ہوا میں اڑتا ہی توں
گھر کہاں ہے تیرا دکھلا تا کروں میں گھر کوں آباد

جیقہ کی باد اتھے بجتیاں ہیں نفیریاں صد ہزار
اس نفیریاں میں کریگا کن نفیری منجکوں امداد ۶۷۰

لکھ رکھے ہیں سب ہی ابجد میں الف بے کی کتیباں
تم پڑھاؤ موکوں ابجد تا دسوں میں سب ارشاد

صحیح کرے ہیں سبھی استاداں اس ابجد کی کتیباں
جن بوجھے وو علم سب علماں تھی ہو ویگا ان آباد

بے نقط اعراب سوں کرتا ہے تعلیماں منجے ان
میں اگر چہ کوں گا سیں تم نہ پکڑو وہم پیا ایراد

اے معانی سب کے بولاں تے ہیں شکر و لیکن

بات تیری بھول نمنے اس نمک شکر خداداد

کے مانند میں

(۹۲)

سکی کے ہات کنگھی کیس دیکھ کرتا ہے فریاد — اُٹھیا فریاد از حد یو ٹک ہمناں کوں تم داد

بال

نین تپلیاں چنچل چاپک اران جو کے منج — جنا و رین میں تیرے ہمارا توں ہے صیاد

ہم — آنکھ

سکی تج ناک کی پھلڑی کہہ یا قوت کا دانہ — کہ سب دانے بسر کر میں ہوا او دانے تھے آباد

تو — اس — سے — تیری

لٹر بھر یلگاں کا تج نین تپلیاں میں الجیا — پیچ رہ کر ہوا ہوں میں تو اس کاماں میں استاد

آنکھ کی — پھنس

الف ہور میم و عین بن جگ منے ہور کچ نجانوں پچ — کہ میں ہوں خاک تج رہ کا کرو مو خاک آباد

اور — بغیر دنیا میں اور کچھ — میری

اپن شیرینی سوں شیریں کئے سب کام شیریں — ۶۸۰ کہ میں لڑتا ہوں غم پہاڑاں سوں جیوں لڑتا ہے فرہاد

اپنی — ہے جسطرح

بسر کر قبلہ میں تم طاق کوں کرتا نمازاں — ندیوں داد میرا کس کروں میں داد و فریاد

بھول

کمینے گھانس پر توں چھانوں مت اپنے کرم سوں — کہ جیوں سٹتا ہے چھانوں اپ گھانس پر وو قد شمشاد

سایہ ڈھال — جسطرح ڈالتا سایہ اپنی وہ

دنیا کی دھر پے آ بچاں تھی معانی توں نڈر تل
دکھاں کی آنچ تھے تج کوں خدا کیتا ہے آزاد

(۹۳)

جنے رکھے قدم اب کام بھی نکو فریاد
تمہارے کام میں مو کام کا نفیز بجیا
تیری کمر کوں سرائے ہیں باد تے نازک
گنوایا دین تمن بت پرستی میں اپنا
گدا ترا ہوں کروں میں گدائی کس در کن
وال کرنہ تم اپنا کدھیں نکو چھوڑو

جو کوئی قدم رکھے کج باٹ میں سو اُن افتاد
پڑیا ہے کن میں وو آواز سب آواز آباد
او باو گانٹھ کنے عقل تھی کدیں نکشاد
او پوجنا تھا یقیں اُس تھی میں ہوا آباد
سوال کرنے دو دینے تھے میں ہوا آزاد
ترا نصیب ازل تھی لکھیا ہے یوں استاد

کہیں معانی کوں تھوا دعا قلاں سارے
ہجے بسرا میں ابجد کے کرتے سر تھے یاد

۶۹۰

(۹۴)

کہو کس نور تھے یاراں ہوا ایے نور پدید　　میں نجانوں تمیں پوچھو کہ کون ہے یے عید

اب تو تج دیکھتے سد بُد تو مرا کھوئے گیا　　کس کی مجلس کوں معطر کرے موئے کس کی رشید

اُس چوبن تھی مو چومن دور خدایا نہ کریں　　کہ حیات آب و لب ہے مرا دل اُس پہ کشید

ہے بڑائی جو ہمن شمع پہ تم نور پڑے　　پوچھو خورشید کوں کس تھی تجھی یے نور رسید

نیند بھانے سو نین جب تم ہی اپنے مونچے　　ساحران کا سبھی سحر اُسی لحظ درید

کیمیا وشٹ دم عیسیٰ ہور بھاگ ہیں فتح　　ایسے دُر وانہ کہ ہر بات میں میرا سو کلید

کہو یاراں کہ معانی ہوا دیوانہ سو اُس

ہوئے انجان سو پیو جانوں کدھیں آپ نشنید

(۹۵)

ہوت وں تھی ہیں منگتے دا کھ لعلے ساقی کہ ور　　چکا کر اپ نین تھے لعل مد میخانہ کوں پرور

تمن ویسا موتی کن جوہری پایا نہ ہور پایا — غوطے کھا کر ہوویں حیرا غواص انیں کن ہو مرد

نین دل کا ہے جھگڑا کن کے دھر کہتا بہوت مشکل — اگر آکھوں تو ان کچ جیو میانے تھے اُٹھے کا گرد

نین کے حسن پر ہو سوار دیکھیں آرسی ہت کی — عجائب نیمخنی میں کھیلتے آپ حسن سینی نرد

تمن کوں حکمتاں کن سکھلایا کہ پوچھیا پیو کوں — سکھایا ہے حکیم او منج جنے تصویرتن کا گرد

علم سو گیان تھے کرتا ہوں تو میں ساری عالم میں — اندازا کیا ہے رستم کا کہو سب میں ہوں فرد

اگر منج پر اچھے دایم پیا کا فیض یک چھن میں — نہالا نہہ کے پنجاں دو کرونگا دکھ کے بھوں لا سرد

جے کوئی آپ حسن کا کرتے ہیں جگ میں لاف دعوی سوں — دسیں تج مکھ کے مہتاب انگے انکے مکھ کے دیوے زرد

رقیباں اپنے تار پو دو میانے ملے غم سیتی — خدا یا انکے بستر کوں نکر ہرگز کدھیں گسترد

ادھر کے پھول چننا عیش ہے داناں کے چمنے سوں — وو چمناں نا دجنے نا فہے اُس کے دل اچھو سو درد

ظناباں تمنے کاہے تاب دیتے زلف کوں تم نا
ازل تھے نہہ تمہاری جب معانی کوں خلاپرورد

(۹۶)

جنوں کے دل میں او صورت ہے انکو ہے آنند — دیا ہے روشنی تحقیق حسن اُسی تھے بلند

عشق کا جزو ہوا چند بند سیتی تمام — ای جزو کوں نکرو ہور جز سیتی پیوند ۱۰

بنی مو تن کا تمن نور تھے ہوا روشن — کہ تِل تِل اسکوں نہ کترو ان تھی ہے خرسند

جی کوئی کہ عید کے دن پیو کے پگ پہ انکھے ہاتھ — ہر روز ہر مہ ہر سال اُس نہیں مانند

زاہد کی باتاں مکر کیاں ہے پلا ساقی — کہ ایک دو پیالے پیکر لہو سو آرنہہ کا سمند

شراب فائدہ نیں کر کہتے ہیں لوگاں سب — مُنجے ای بس کہ کیا ہے خلاصی عقل کمند

جو عالماں غم رکھیں مد سے تھے بہار قدم — سو آکے سکھتے ہیں میخانہ پیر کن سب پند

قلم کے نمنے جنے ہے تمہارے فرماں میں — پلاؤ چاؤ سوں شربت او سے محبت قند

معانی کوں نکو دیو یاراں خاص و عام شراب
سو اس کے نہہ کا مد پی ہوا ہے دولت مند

(۹۷)

تم کی ادھر کے بھومی سیتیں باندھیا ہے گلہ قند
یک چھن ہنسی تھے نیشکر اب کیتا بند بند

گر منگتے ہو کہ لہو کے دریا میں نہ تیرے توں
خوباں کے کسی میانے وفا ہے کہ دل نہ بند

طوبیٰ کا پھل آوے ادھر پھل کے سم کدھیں
اے بات ہیں حدیث سیتیں کہتا ہوں بلند

گر غصہ کرتے ہیں تمیں گر ناز کرتے تم
اس کے ہمیں بندے ہیں جسے دل کرے پسند

پکڑیا ہے جوش شوق کا دریا کہا ہے فوج
تل تل اتاروں تر تڑی لو اوں گا ہو سپند

سائیں کی سیوہ فرض ہوا ہے معانی تج
او فرض کوں ادا کریں ہور نت کریں انند

ردیف ذ

(۹۸)

پیا کا روپ نرمل ہے سدا میرے نین تعویذ
پیارے کا پرت پیاری کے بچپن پن تھے من تعویذ

سجن کے ہونٹ امرت کا لذت یک ولیں چاکے تھے
کے آبحیات ون چکھنے سے
سو وو لذت کوں اجنوں لک کیا ہے منج رسن تعویذ
وہ کو ابتک میری زبان

پیا نکہ کے قلم سوں خوش نویسی کرنے منگتے ہیں
ناخون سے کیلئے مانگتے
ضرورت ہے سکی پیو ہت میں دینا اپ جوبن تعویذ
سے پیا کے ہاتھ اپنے کا

سکی منج لب پہ وستی سو نشانی بوجتی ہے کیا
میرے نظر آنی پہچانتی
دِسے میرے او دھر کوں پیار سوں پیو کی رسن تعویذ
نظر آئے ہونٹ زبان

عجب تاثیر ہے تج ناؤں میں پیاری جو سن نے میں
تیرے نام سنے
سکیاں بھل جا کر لکھ لکھ لیکے کرتیاں ہیں اپن تعویذ
بھول اپنا

مرے بازو کوں جب لالن پکڑتے پانچوں انگلیاں سوں
کو سے
سو انگلیاں ہیں سکیاں منج بازو کے کندن رتن تعویذ
میرے

پیا کا نیہہ لگیا ورزور منج کھو بند گویاں کوں
عشق مجھے
کہ کچ بر چیت نا ہو سے ہمن پر اپ تمن تعویذ ۔۳۰
کچھ موثر نہ ہو سکے ہم تمہارا

پیا جس دن نہیں لگتے گلے منج سوں تو دکھ ہے منج

مجھے   مجھ   سے

گلے لگنا پیا کا ہے سو میرا دکھ بھنجن تعویذ

توڑنے والا

نہ جانوں کسکوں اپ نیہہ پھندیں سنپڑانے منگتے ہیں

کو   اپنے عشق کے پھندے   پھانسنا چاہتے

سُنی ہوں میں کہ لکھتے ہیں اپس ہاتوں سیتی تعویذ

اپنے   ہاتھوں سے

منگی تعویذ پیو کن وصل کا نہیں تر تے دیوانی ہو

مانگی   کے پاس   عشق   سے   ہوکر

ہوے میری دیوانی جب دیئے منج کوں للن تعویذ

مجھے   لالن

سجن یک دن بسر کر منج سلاماں کے لکھ بھیجے

بھول کر مجھے

سو اس کاغذ کوں جیو منے جتن کر کے ہوں تعویذ

کو   دل کی طرح احتیاط   ہونے

بسا تو برس لک قطب زماں ہں جگ منے جیتیں

تک   جینے کیلئے

ازل من تے دیئے لکھ کر دیا تھے بخشش تعویذ

سے   کرم سے

(۹۹)

میں اُس بت ہندی کے رکھیا ہوں دل میں لکھ بچن تعویذ
رکھا لکھکر باتیں

وو منج تھے دور نا ہوئے تیوں کیا مج پر بندن تعویذ
وہ مجھ سے نہ بازو بندھن

دعا ہور منتراں سیتی وو چنچل منج کوں سنپڑے کر
اور سے وہ شوخ مجھ کو ہاتھ آئے

بندیا ہوں اُس کے دو زلفاں سیتی میں جیو کمن تعویذ
باندھا سے دل کو کمند

پرت ورزور دھن ورزور ہور ورزور نازا کا
عشق عورت اور

بہوت پرچیت کا ہونا منجے نصرت کرن تعویذ
بہت اثر مجھے کرنے کیلئے

عشق کے بھار میں جانے کوں منج دل کوں نہیں کچ ڈر
بار بوجھ کو مجھ کو کچھ

کیا ہوں اُس کی پیرت کوں میں آپس کا سومن تعویذ
عشق اپنے لئے دل کا

پرت کے قول دیتی ہی ولے منج کوں پتیارا نیں
عشق مجھ نہیں

پتیارا تو ہووے منج کوں جو دیوے منج چمن تعویذ
بھروسہ مجھے مجھ چوستے

وبرد ابیت کٹرا بیت ہور چالاک اچپل ہے
اور شوخ

نظر میں کس نہ آوے تیوں رکھے ہے دو جوبن تعوید
کسی اپنے کو بناکر

محمدؐ ہور علیؑ کا نانو لے کر قطب شہ جینتیا
اور نام جیتا ہے

سو چنچل کے دو جوبن گرتس اوپر کے بھی تن تعوید
شوخ تنگ

(۱۰۰)

نکی وبتی ادھر کا جام احناذ — لذت دکھلاتی ہے منج کام احناذ
ہونٹ — میرے حلق میں

مرا دل تھا بہت ہشیار اول — کتی ہے مست منج ہر کام احناذ
کرتی — مجھے

ہوا ہوں مست میں اس نانوں تھے جم — منجے دیتا اہے او نام احناذ
اس کے نام سے — مجھے — وہ

ہزاراں شیخ کوں ات شوخی سیتے — کئے بے ہوش تج بادام احناذ
زیادہ سے — تیرے (آنکھ)

کرے ہے عاشقاں کوں مست بے سُد — نکی کا کام صبح و شام احناذ

سکل عشاق کوں متوال کرنے — دیتے تج ناز ہور لٹ لام احناذ
سب — تیرے اور زلف

قطب مد بن نہیں گمتا ہی یک چھن
شراب نشہ کے بغیر گذرتا لمحہ
دیا ہے مُنج علی کا نام احساذ
مجھے

(۱۰۱)

سکی ول جگ میں تج فرمان انفاذ — سبھیں خوباں میں ہی تج شان انفاذ
کی دنیا تیرا — سب ہی تیری
اُدھر تیرے جو ہیں قدرت کے یاقوت — اُن کے حکم تل سب کھان انفاذ
ہونٹ — اُن کے تحت واں
ترے بوسے تھی ہے جیواں کوں راحت — ترے لب تھے اہے درمان انفاذ
سے دلوں کو — سے
نیلم ٹیلک ترا تِل حجرالاسود — ترا مکھ کعبہ ہے ایمان انفاذ
چہرہ
عجب معجزا ہے تیرے بچن میں — کہ ہے تیرے بچن دِل کان انفاذ
خوش آوازاں جتے اس جگ منے ہیں — اُنَن پر ہے ترا الحان انفاذ
جتنے میں اُن

نبیؐ صدقے علیؑ کا داس قطبا
کے سے غلام ہے
تو اُس فرمان ہے سب ٹھان انفاذ
کا جگہ

(۱۰۲)

سُندر کے اَدھر ہیں شکر تھے اَلَذ — ترے بوسے نابات تر تھے اَلَذ
ہونٹ سے — نبات سے

چَندر تو اہے جوت میانے لذیذ — ولے مکھ سکی کا چَندر تھے اَلَذ
چاند — (پہلے) چاند سے

دکھاتی سکی جھگد کان نَین میں — ترا بی (ابے) ہنر سب ہنر تھے اَلَذ
آنکھ — سے

۷۶۰. گھنگروالے تیرے لٹاں کے کھبال — دِسیں نیر پر کی لہر تھے اَلَذ
بالوں — دکھائی دیں پانی لہروں سے

کمل پھول پر تو بھنور ہے لذیذ — ولے مکھ پہ تج تل بھنور تھے اَلَذ
کنول — چہرہ تل کا بھنورا سے

ترے مکھ بَرَن سم سو کنچن نہ آئے — ترے کیس ہیں مشک تر تھے اَلَذ
رنگ مقابل سونا — بال سے

خضر نیر تو جن پیوے سو جیوے — ولے تج اَدھر میں امر تھے اَلَذ
تیرا آب خضر جو پیئے جئے — تیرے ہونٹ امرت سے

گہر کوں تو ہے رنگ ہور جوت لے — ولے تج دَسن میں گہر تھے اَلَذ
اور کی — دانت سے

ترے دو کچاں پر سجن نکھ کی لکھ — سُہاتی بچتر چِتتر تھے اَلَذ
پستان خاوند کے ناخونکی لکیر — عجیب تصویر سے

سو رنگاں میں لے لذتاں ہیں و لے — تری دِشٹ ہے مد اثر تھے اَلَذ
اچھی رنگ کی شراب کئی — نظر شراب کے سے

خبر تو ترے وصل کا ہے لذیذ — تجے دیکھنے ہے خبر تجے الذ
(مجھے، دیکھنا، سے)

نبی صدقے تج نیہ شہر میں ہے قطب
(کے، سے تیرے عشق کے)
نہیں کوئی شہر اس شہر تجے الذ
(سے)

(۱۰۳)

سکی تج ادھر تھے پلا منج نبیذ — چمن کے نقل سوں پلا منج نبیذ
(تیرے ہونٹ سے مجھے، چومنے (بوسہ) سے مجھے)

جیا کوں دیا ہے صفا نیہ شراب — دیا دل کوں کوثر جلا منج نبیذ
(روح کو، عشق کی، کی میری)

مرے نین جوں سور پر نور کر — دلا کوں دلا کر کھلا منج نبیذ
(آنکھ کو مثل خورشید، دل کو، میرے)

تری نین تھے منج چڑیا ہے اثر — دیا تج تلا کی کلا منج نبیذ
(آنکھ سے مجھے چڑھا، تیری تل، مجھے)

جوبن کی صراحی قطب ہت میں دے
(کے ہاتھ)
بشارت دیا قلقلا منج نبیذ

(۱۰۴)

دو جگ منے منج کوں اہے کرتار معاف — بندا ہوں اسی کا وہی ہر ٹھار معاف

میں مجھے ہے خالق — جگہ

امت ہوں محمدؐ کا کروں شکر خدا — تو ہے منجے جم احمد مختار معاف

مجھے ہمیشہ

پایا ہوں ملک کوٹ اُنن پیار تھی ہیں — منج کوں ہے سدا حیدرؓ کرار معاف

اُن کے سے — مجھے

پنجتن کا منجے داس کیا پیا تھے حق — پنجتن ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاف

مجھے غلام سے — سے میرے لئے

اللہ محمدؐ علیؓ ہور بارہ امام

اور

یو سب اہیں قطبا کے سو آپار معاف

یہ ہیں اوپر

(۱۰۵)

رقم دیکھو اپس پر جب پیا کا نیہہ بچن کاغذ — گلابی رنگ سوں نازک ہوی جوبن کے سمن کاغذ

اگر لکھا ر کھو اپنے پاس عشق کی بات کا — سے پھول

تھوڑی پر چوی تو نیں ہی پرت کے راز نیناں کے — وو حرفاں ہیں جو دستے ہیں اسی سیب ذقن کا غذ

نہیں محبت آنکھوں — وہ نظر آتے ہیں

بڑائی منج یہی بس ہی پرت کے نیہہ بازاں میں — پیا لیکر رکھے اپنے نین اوپر ہمن کاغذ

مجھے محبت عشق بازوں — آنکھ پر ہمارا

نین تپلی لکھن ہار سیاہی کاجل انکھیاں لے — اپھر تج حسن کے اس میں سفید سو من کاغذ
آنکھیں لکھنے والے کا — حروف — آنکھ

توں حسن کاغذ اپر کرتا ہے نقطا دلنوازی کا — جھمکتا ہے او سب کاغذاں میں یو جو تن کاغذ
نقطہ — وہ (یہ) مثل

لکھنے تا صنع کا کاتب خدا کے وصف مصحف کوں — سو اس تیں لیکے آیا ہے بہت رنگ کے چمن کاغذ
لئے

نبی کا مدح لیکھیا ہے قطب شہ جیو کلک سیتی
کو — لکھا — دل کے قلم سے
تو اس خوش مدح کوں سہتا ہے جم سورج بران کاغذ
زیب دیتا — کے رنگ کا

(۱۰۶)

شہد و شکر نبات تھے ہے تج ادھر لذیذ — لاگے تو قد سرو کوں سو جوبن ثمر لذیذ
سے تیرے ہونٹ — لگے

امرت چشمہ ٹھنڈی ہے نا سک چمپا کلی — تو بینی آئے نیں ہے الک کے بھونر لذیذ
آب حیات کا — ناک — نہیں زلف بھنورا

سنگ باس چنپی کا رہے مکھ موڑ الک بھونر — پایا نہیں بھونر مگر اس کا اثر لذیذ
سونگھ — زلف

پنکھی نجانے بات سو اس باس چنپی کا — اس چنپی باس راس پچھانے بشر لذیذ
پہچانے

مکھ کے کنول پہ چھائے ہیں چھند کے بھونر ۷۰ — متوال ہو کے جھلنے ہیں وو بے خبر لذیذ
چہرہ — ہیں فریب — وہ

کاوڑ بھواں ہی پتلیاں سنپارے ماسبد ہے ناگ چوٹی ناگ سُہے ناگ سر لذیذ

بیڑھی

گھمتے ہیں بھونرز سورسو سراں کی سراں پکڑ مکھ دیکھ کرتے ہیں سورسر بسر لذیذ

گھومتے آفتاب رخ

وانتے تِلان تنتر کہ اگہٹ مارگار ڑے دنت چھند اودھر پہ ہی سو منتر کی اچھر لذیذ

شکل دانت ہونٹ حروف

صدقے نبی کے رات دنا بھوت انند سوں

رات دن بہت آرام سے

امرت ادھر پلاتے قطب کوں سُندر لذیذ

آبِ حیات ہونٹ سے کو

(۱۰۷)

یک دو پیالی پیار سوں منج ہات تھے اے یار خُد

ہاتھ سے ، سے ، میرے ، نے

اپنے اودھر امرت میں منج لب نقل کے ٹھار خُد

ہونٹ کے آبحیات ، میرے ، کے

تج سات مد ل پینے کوں بھو دن تھی دھرتا ہوں ہوس

تیرے ساتھ شراب ملکر ، کو بہت ، سے

اَپ نیہہ مد پیالے کے تیں منج ہات تھے یک بار خُد

اپنی محبت کی شراب کے پیالے کو ، میرے ہاتھ سے

تج سنگ میں جب شوق سوں لاگوں گلے اے چھند بھرے

سے ، لگوں ، فریبی

کچ سنک نکو منج لب سیتی توں بوسے دو تن چار خُد

کچھو سکھ نہ چاہیے ، میرے ، سے ، تو ، تین

مُنج من اتالا ہے اَدِک اے نازنیں سنگرام کا
میرا دل جلد باز زیادہ عورت تیری وصل

لٹ پٹ ہوا ات پیم سوں تج بانہہ کے گلہار خذ
بہت محبت سے میری بازو گلے کا ہار

عشاق اپن من ہمیش کش لیاتے ہیں تجہ سے زلف تیں
اپنے دل لاتے کے لیے

ٹک دیک کر خاطر میں لیا اپ زلف سوں آیا رخذ
ذرا دیکھ لا اپنی سے

بہوت مجھے نہیں سنیا بچن تیرے ادھر امرت تھے میں
بہت سے نہیں سنا بات ہونٹ آب حیات سے

عشاق کتے ہیں اے پری اپ لب تھی کہہ گفتار خذ
کو اپنے سے

تج عشق کا میں برہمن ہو کر سو آیا تج کنے
تیرے تیرے پاس

انجھوں کتے ہیں کے مُنجے منج زلف تھے زنار خذ
آج تک کہتے کیوں مجھے میری سے

سنگار تج سینے کا ہے اپ سینے تیں توں نا چھپا
تیرے اپنے کو تو

منج نِت کیرے ہار کوں اے چنچلی دلدار خذ
میرے

صدقے نبی کے آج دن ہے عیش ہور عشرت اُدک
کے اور زیادہ

قطبا پیئی سوں کر لیتاں ہور خطای چوسار خذ
کے ساتھ عیش اور

(۱۰۸)

سکی تج زلف ہے جیوان کے آخذ
تیری دلوں

دسن تیرے اہیں رتناں کے آخذ
دانت ہیں موتیوں

تری نیناں تھے پیچے ہیں انتر سب
آنکھوں سے نکلے

ترے نازاں ہیں سب ستھراں کے آخذ

سہے تج سیس پر انچل سہیلی
زیب دیتا ہے تیرے سر

سہے سب عاشق دراں کے آخذ
زیب دے درباں؟

تری پتلیاں بھلائیاں ہیں جگت کو
بھلائی دنیا کو

نین دو مست ہیں مستاں کے آخذ
آنکھیں

نکھاں تیرے ہیں تج جوبن کے مشتاق
ناخن تیرے

اَدَھر میرے ترے بوسیاں کے آخذ
ہونٹ بوسوں

علیؑ ناوں سو کہیا یو غزل قطب
کے ناموں کہا یہ

علیؑ ناواں ہیں سب ناں کے آخذ
کے نام

(۱۰۹)

خدا تج حسن کوں دیتا ہے تعذیذ
تیرے

ہمن من کوں او سوں کیتا ہی تعذیذ ۱۰
ہمارے دل کو اس سے کرتا

نہیں آتے سنگاراں تج نظر تل
تیری تلے

تجے اپ حسن کا بھاتا ہے تعذیذ
تجھے اپنے

کیا لکھ نور چیارا منج نین کا وہی منج نین کوں منتہا ہے تعویذ

رخ میری آنکھ میری آنکھ تو زیب دیتا

ردیف ر

(۱۱۰)

خیالاں سوں پکڑنے کوں ہیں اس پیکر پتہلی کے نمنے چمکتا اہے مو دنشٹ کے گھر

مانند میری نظر

شوق کا جالا سٹیالیو سو سمند عشق میں پھر آس بندھیالیو وو جالے میں تھی کیا ہوئے مظہر

ڈالا سمندر اس سے ظاہر

سر چڑھا نیہہ کی مستی منتی کج چترائی ان لیکا اُسکے اُپر پڑکہ دموں میں صرصر

عشق پڑ کر دم کروں

عشق کا کچھ سبے ہیں بھید سوں منج راہ منے پنتھ یو بوجھو ہیں پنتھ کا سواہی توں داور

مگر کچھ سے میری میں راہ

بن بک ناز کا منج پیرتے ہیں دل میں مرے کہو کس ناز سیتی باندھوں مو جیوا سرور

تجھ سے میرا دل

چمنے چمناں تو نزاکت تھے جھڑیں پھول ورق باو رنگاں تھی انوں سب کوں کیا ہے ابتر

چمن چمن سے سے ان

تو طلب کا کرے تسبیح معانی دن رات

تیری

مرتضیٰ نور تھے یارب کریں مو گھر انور

کے سے میرا

(۱۱۱)

خدا جیو کی جاں کوں دکھائیک بار ۔ دکھاں عرضہ کر غم کروں خوار و زار

سمند ناز کا گردش مت کرو ۔ کہ انکھیاں دچلنے سو ہو وے قرار

اساس آمس کا باٹ باندھے ہیں سب ۔ نزاکت چپل چلبلی نین نار

کہ جیوں ذرہ یک پیف سیتی بند ہوں ۔ اگر پیف کریں سب ہیں ہوؤں گا خوار

کرے کن دلیل وو لائل سوں عشق ۔ دلیلاں ہیں بلجے ہیں عالم ہزار

جھلک نین شمشیر تھے توں نہ ڈر ۔ نمک چاک کر ہم ہوئے اختیار

کرے بھوں کا تل تل میں بید ہمن ۔ وو تل باج غصیں ہو رتل موا دھار

کرے نالہ تج نار زلفاں تھے جن ۔ وو مجلس تھے کرنا ہے اس کوں بہار

معانی کا دھاگا بندھی زلف سوں

اسی تھے دیئے مصطفیٰ وو اتار

(١١٢)

صورتاں سب مرے نیناں تھے کئے ہیں باہر
جیوں مجنوں ہوا مرتے ہی تمہارا ذاکر

باندیا احرام کہ تیرا کروں گا جیوں سو طواف
لعل رنگ انجھو ہمن کوں نہیں ہونا ناصر ٨٣٠

نین بیچاں سنے الجھے ہیں مرغ سب جنگلی
خانگی مرغ نہ الجھے تو کرو اس وقاصر

اپ پیشانی پہ دھریا داغ غلامی کا ترا
کھرا کھوٹا نہ گنو اس کوں کرو تم وافر

دو انچل ناز میں جب ہات چڑھیگا میرے
او انچل پر ہے منجے میں اڑوں گا جیوں طائر

عیسیٰ دم پھونک کے مردے کوں کری زندہ ولے
تو نزیک آنے میں مردے ہونے ہیں رغب ظاہر

تیری باداں سیتی کد آہ نہ ماروں ہرگز
آہ ماروں تو کہیں نیہہ میں نہیں ہی صابر

میں کتاباں تو علم کیا پڑیا ہوں بہوت ولے
گال خط مشکیں جتا پڑتا نہ ہوتا آخر

کروبیے ناز معانی کے جیا میں تیرا
کد بجا سے اور رقم بیٹھیا ہے اس کے خاطر

(۱۱۳)

کھلیاں ہیں کلیاں یوں مستی سیتیں جیوں نو بہار
کھلی — مثل سے
مے پلا ساقی ہوا ہوں سر تھے میں بے اختیار
پھر سے

ویداو پر جب وید ہووے ہے غنیمت وو گھڑی
سب گھڑیاں کوں نا بوجھوں ہے وو گھڑی منج کوں شمار
وہ — میرے شمار میں

کیس تھی ظلمات پنچے مکھ کے پانی تھے حیات
سے — بال سے
۸۴۰
یک دو بنداں تجھ کرو تم کام میرا خوش گوار
بوندوں سے

میرے جیو کا دھاگہ اُس کے موتیاں باندھیں کھینچ
نکلے — دل
دن ازل تھی کیتے ہیں قسمت منجھے یہ روزگار
سے — کرتے

دو نین کی چلبلائی کھیل ہر یک وضع سوں
سے — آنکھ
کس سوں دل باندھوں کہو دو تو تھے ہوں میں بے قرار
سے

میرے دل کا بھید نہ سکیں سمجھنے مدعی
سکیں
عاقلاں میں دستے ہیں اس تھی اہون سب شرمسار
سے — سے — نظر آتے ہیں اس وجہ سے وہ

تیری یاداں سوں معانی پیتا ہے پیالا مدام
یاد میں
آپنے پیاراں سیتیں توڑو تمیں اُس کا خمار
سے — تم ہی

(۱۱۴)

تیری طلعت تھی نہوے کم جو کرے منج پر نظر
سے — مجھ
ذرے سب تیرے سو مکھ نور تھی ہونے ہیں قمر
سے

راز بھو ساں کا میرا کئے آنجھو ظاہر — کیا گنہ انجھواں کا نین دریا ابلیا دگر

طوفان انسو — انسوؤں آنکھوں کا ابلا

موتی انجھواں کے رکھیں کان میں صاحب جاں — صبر کر راز ترا لکھتے انو دھر سر سر

آنسوؤں

تا بوجھیں بھید من جا سو ساں کا مورکھ کد — کچ نہ بوجھ بھوٹے کوں پکڑیا کپٹ سیتی وو در

نہ پہچانے ہمارا نادان کبھی — کچھ نہ سمجھ کر دغا وہ

کیوں پڑیا اگر و چمن کا نرمے امن پہ پیا — ذہلیں وو گرد کی خاطر انجھواں نین تھی بہر

پڑی — اس آنسو آنکھ سے باہر

پھول سم موتی کوں منتر سکے بن کانٹے سب — باطل السحر نہ جانوں نہ تو پڑتا منتر

کے مقابل سیکھے

قد ترا دیکھ پگلتا ہے گلا قند کا سب — کیا اندازہ کہ تیرے سم آوے بیچارہ شکر

مقابل

کلک قدرت تھے لکھے حسن ترا اول تھے — کس قلم سوں نہ لکھے کوئی لکھیں تیرا چیتر

سے سے — تصویر

یاد تیری تھے ہوا نام و نشاں ہو ظاہر — عاشقاں حسن کا گوئے نہیں بھی آپ خبر

تیرا سے

عشق کے پنتھ منے بلجے ہے ماں منگل — عاقلاں دیکھ انوں کوں ہوئے ہیں سب ابتر

راہ میں پھنستا — ان کو

درد میرے کوں طبیباں کا دوا حاجت نیں — منجے ہو یاد کی مد تھے چڑیا ہے سر کوں اثر

نہیں کو — تیرا ہے چڑھا

اب معانی کوں نہیں ڈر دنڈ ہور دشمن کا

ہے اور

پڑتا ہوں جیو سیتی ناد علی کا مظہر

دل سے

(۱۱۵)

لوچن دکھائے جیو دلم حشانہ خانہ کر ۔۔۔ عشق تو مج تنم زن و مستی بہانہ کر

ای وصنعہا کہ کل جو کیا تازہ اے صنم ۔۔۔ او غمزہ تازہ تازہ ترا عارفانہ کر

جے دشت عشوہ کا کہ زنیناروان کرے ۔۔۔ او دل دل گستۂ میرا یگانہ کر

لے چابکت ابرشت لے ناز کے سوار ۔۔۔ منج سینہ میانے اسپ ترا تازیانہ کر

بیدار یم تمن سوں ہماری کہانی ہے ۔۔۔ او چشم ساحرانہ ترا ٹونہ ٹانہ کر

پیوستہ بادیا تو معانی عروس عیش

قلقل کی صوت بجتی ہے مجلس شہانہ کر

(۱۱۶)

کافر سلاح سجک سراپیک آیا بہار ۔۔۔ صاحبقران اپ تو مرے جیک آیا بہار

جیتہ سو جوہراں کا وضا پیس پر رکھا ۔۔۔ سو جیتہ لاکھ مجنوں گندا یک آیا ...

عاشق ہنے ناتواں نہ کرے بادے وفا ۔۔۔ مجکوں بیار کرانے سار یک آیا ...

ہستن سکیاں سو گھنٹ ننت گرڑبڑا اُٹھیاں   باور گیند تنت پچھانیاں سو سر بسر
ہنسنے والی گھنٹہ گھنگر اٹھیں اصلت پہچانی

قطبا تو دکھ بسار حق علیؑ ولی
بھول جا
لے ہات کھرگ مار کمر خارجی جنسر
ہاتھ میں تلوار

(۱۱۸)

تمہارے مکھ کی تجلّی تھے پایا نور   تمہاری چھاؤں تھے چند اپنم ہوا سنپور
چہرہ سے سے چاند پورا

تمن پرت کری پچھاں پڑے ہیں اب دل میں   ملائکان مقرب سندر بہشتی حور
تمہاری محبت

میا کی دشٹ سوں یک ون لٹک عدن میانے   مریاں جلاؤ ادھر کے زلال تھے بھرپور
محبت نظر سے ناز سے آ میں مُردوں کو ہونٹ سے

نچھل جل آرسی تج مکھ میں قوتِ روح دسے   ہمن حیات سو جاگا کیا باذنِ غفور
صاف پانی آئینہ تیرے نظر آئے ہماری

خدا کے پیار تھے پایا ہوں میرے من کی مراد   اسد اللہ کی کھرگ تھے ہمارے دند چور
سے دل تلوار سے دشمن

تمن خیال منے میں نہ بوجوں مسلہ چک ۸۰۰   پڑیگی عاشقاں میں مسلہا حل کروں مشہور
تمہارے میں

بچن معانی ہیں گوہر کے دل جو اول تھے
سے
سجن نظر کی کرن تھے سدا پے جیوں سور
کی سے چمکے شل سورج

(۱۱۹)

ہندوئے ہند جب کرے مجہ جان لے آرام کم — نابات مصری مفرسوں ہیں اڑس اسکے جام پر

سے

ساقی اُباریا جام دے ہے او مجھے آبِ حیات — پی کر او جھوٹا ہیں کروں نہ قاصی جنت بام پر

وہ

نیناں کے پانی میں سدا مجہ دل تراوین کر — کوڑیال پتلیاں سوں چرالے جائے استہغام پر

آنکھوں

میرے سرامنے تجھے کہو آن کیا سرابا جائیگا — پایا ہے اوپر ورش جنّات کے احکام پر

سراہنے سے آنکھو سراپا — ہے وہ

قصا ہی جگ میں لیلےٰ و مجنون ہور فرہاد کا — اب عشق میرا جلوہ کرتا ہے ترے پیغام پر

قصہ دنیا اور

گالیاں ستے او نازیں مجہ یاد کرتا کر سنیا — اب دل کروں قربان اُس دشنام کے انعام پر

کے ساتھ وہ مجھے سنا

ہم بت پرستی چھوڑ کر زاہد نکہہ پوجو صمد — ہم کام میں تج کیا غرض رہ دھیان لاپ کام پر

ہم کو نہ کہہ — ہمارے تجھے اپنے

دنیا کا حکمت نا بوجھیں ہرگز حکیماں علم سوں — گاؤو ترانا عیش کا نس دن پیا کے نام پر

سے نہ پہچانیں — ترانہ رات

شعر معانی آن بند موتی ہیں جگ میں حسن کے

۸۹۰

ہردے صدف موتی جمیا اپ وارا ایزد نام پر

دل کی نثار کر کے

(۱۲۰)

سورج نمن پیالے میں ساقی شراب پور کر
مو غم دبر یالہ کوں یک دو قدح سوں دور کر

سائیں کے مکھ گلال تھے ستی عشق اپ چڑھی
دور کروں بنفشہ رنگ پیسرہن آج پور کر

میرے خیال کھیل پر ہنستے ہیں عاقلاں سدا
جا تو نجا تو کھیل کچھ کھیل پیا کے سور کر

باد سحر کتا کرے بہد یہ دوا دوی
یک دو خبر خوشی کی لیا موں جاں سرور کر

میری سو آہ تھے شفق چھایا ہے رنگ شیام کا
برق نمن جھمکتا ہے شعلہ بطور نور کر

گوشہ کروں مو جیو کوں گوشہ تھے سر بر ور کرے
خاص و عام میں منجے اب تو اپس حضور کر

مست نگاہ ہو سدا اس بت ناز میں اپر
مو دل درد مند تھے صبر لجائے گھور کر

سر نہ بھائے دیکھنے یک تل اگر او قد دکھوں
باوں اساس دمبدم شوق سوں ہات چور کر

صبر نہیں ہے نتیجہا صبر توں نیک جھن دکھا
اب تو معانی عشق سوں درد و جہا ظہور کر

(۱۲۱)

اندھارے شہر پر خورشید تاباں ٹک منور کر ۹۰۰ اچھالاں آہ کے دھنے میں تج سینے منے در کر

کھیا عرضہ منوں ناز سوں کبھی کام ہے منجکوں غروری آہ کرتے ہیں کتا احسن کے زر گر

کرے ایراں زمیں پر بادشاہی تج نہیں ہے غم مدن کانٹیاں پہوتا ہو پیا توں دیکھ سر بر کر

سو اُس زنجیر زلفاں سوں کتاں کوں تو کریا ہے بند مسا داغ غلامی دے منجھے مجمر میں عنبر کر

ہمارے عکس تھے روشن ہوا ہے چاند سب جگ میں وگرنہ رنگ کا ٹھکرا ہے تج بن خاک بر سر کر

غباری خط سو اُس مکھ پر عجب خط ہے جو بنچا ہے سو پڑنے اُس ورق نا یک ہے بیت جو ہر ہر کر

ہماری آہ کی شعلیاں تھے پایا ہے شفق لالی اُساسا دود میرے تھے اُپر چھایا ہے منظر کر

خدایا لطف کا باراں بھیج اُس شعلہ کے اوپر کہ جیوں نمرود کی آتش میں ابراہیم سُر در کر

رقیباں کہنیاں سُنکر ہماری ہوتے ہیں حیراں

معانی آپنے دل میں علیؑ کا مظہر کر

(۱۲۲)

ہمیں ہیں بے ہنر گر ہوے نظر یار — ہنر داراں میں دیسیں گے ہنر دار

نظر آئیں

طلب کر تے سو نیں ہے منج نظر میں — ۹۱۰ — نین ہوتے ہیں اس تھی مونیاں بار

نہیں میری — آنکھیں

سے

نظر تج پر الہی کا ہوا ہے — تو بیٹھے ہیں شہاں سب بے ہنر دربار

تجھ

دنیا کا پھول اچھیا ہے جفا سوں — پنہ میں رکھ خدا یا منج اس آزار

آنکا — پناہ

سے — تجھے — سے

محبت مے دسے اس مکھ صفا میں — ہمن پیالے میں مے بھر ساقی گلنار

لی نظر آئے اسکے چہرہ کی — ہمارے

دیا استاد منج تعلیم کچھ ہور — ہمیں کچھ دیکھ کر باندھی ہیں زنار

[illegible] اور — ہم کچھ

صراحی نے او پر پیالا اچھجا ہے — کہ اس چھجے بغیر چھجے ہیں بے کار

درد جانے حکیم خوب دانا — ہمارا درد کیا بوجھیں گے اغیار

پہچانیں گے

معانی پر نظر اس یار کا ہے

سدا اس نیہ سوں ہے بیدار دیدار

کی محبت سے

(۱۲۴)

مو نظر سامنے نہیں ہے یار نین پانی میں تیرتا دلدار

میری گے آنکھ کے

پلک پر میں پلک جتا موندوں ووں بھی نکلے بھرا اُبہالی مار

جتنا

قبلہ کا نپتھ نہ کوئی دکھاوے ساج ۹۲۰ منجکوں چوندھر نماز بیک قرار

سچا راہ چاروں طرف ایک

سامری سحر میں جتا کہ کروں باطل السحر ہے بچن درکار

جتنا

دارو کرتے ہزار وضع طبیب توں دکھا غمزہ ناز سوں یکبار

تو سے

غم کے خواراں میں نین مُند بھرے تجھ سٹتا ہوں تا کیوں آوے یار

آنکھیں موند ڈالتا

عشق ناگر کیا زمیں دل کا سٹوں انجھو کہ ہوئے شجر دبار

گراؤں آنسو

بار دِہ میرے جھاڑ کوں یا آز پھول و پھل ہووے تا سبھی گلزار

دے کو

ہے معافی گناہگار بندا

رکھ محبت نظر سوں تج دربار

کی سے تیرے

(۱۲۴)

سکل باغ پانی تجھے ہوتا ہے پرور — ہمن شاخ بن پانی ہوتا ہے سرور

ہندو ریت کوں دیتے ہیں تم رواجاں — کہ بتخانہ نمنے ہے تو بی ہمن سر

تری یاد کا بحث غم سینی کرتے — ہمن جینت ناسک وو کرتا ہے غرغر

ہیں استاد تعلیم تجھے سر نہ کھینچیا — ۹۲۰ — جنے کوئی کھینچے پکارے گا جیوں خر

ہوا ہے ہمن قصہ یک بے سینی بند — جے کوئی بسم نا جانے ہی خر تجھے کمتر

بلائی منج اونازیں مست ہوکر — سدا رکھ یارب وو مستی کا شکر

کلاقند و تا بات کا کیا کروں گا — سو مکھ چھوٹی تجھے باندھیا گیا قند تھر

صفا مکھ تجھے پیتا ہوں مے ارغوانی — تو وندیاں سوں لڑتا ہے مریخ اختر

ترے مکھ کے پانی پہ ظلمات ہے زور — نہ دستا کہاں پیوں اللہ اکبر

ترے عشق کے نیر تجھے میں ہوں زندہ — ازل تجھے ہوا ہے یہ روزی مقرر

معانی کی شاخاں کوں نبات لاگیا
وو میٹھائی رکھتے ہیں شہراں میں گھر گھر

(۱۲۵)

ہونٹاں کے چین ہیں توں چومن رکھیا ہے پرکار — چومن وو منجکوں روزی کر توں خدائی یکبار

منج دیکھ کر یکیلا غم کا ہے کرتا فریاد — تو عشق منج کیا ہے سب خسرواں میں سردار

قرآن کی ہے آیت سب سیتی راجوت کر — اس پنتھ میں ہوں دیوانا لیجا منج اسکے دربار

تج دیکھ کر بھولے ہیں سب کافر و مسلمان — نا جانوں ریت کیا ہے اس کا ہے گرم بازار

کھوٹے ہمارے پیکے بازار میں نہ چلتے — گر ہوئے نظر تمہارا ہم زر چلیگا سنسار

اپ عشق کے نگر کی کتوالی دیو منجکوں — پہنچیا ہے ریت تمنے میرے گلے وو زنار

آیا ہے وقت مہدی ہادی جگت میانے — جس کوں اچھے گنجینا اسکوں کھلیں گے اسرار

اس یاد میں ہے جے کوئی اسکوں نہیں کدھیں غم
غم توں نہ کھا معانی تج کوں خدا ہے غم خوار

(۱۲۶)

پیا مکھ تے چوتا شرابِ منوّر — پلا ایک دو پیالے ہمن ساقی بھر بھر

چکا نقل ہونٹاں کا مستی سوں منجکوں — خوشی سات غم کوں بساروں گا از سر

شمے بے شرم نور میں ہے دھواں تج — نپٹ کور دل اس سوں ہووے برابر

ترے کام میں گام راکھیا ہوں میں تو — دیا عشق شاباشی کی منج کوں چادر

منجے آگ کوئلیاں کی کرسے نہ تاثیر ۹۵۰ — ترے عشق کی آگ کا ہوں سمندر

سنا نو نبی کا ہوسے مرے سم — گھڑیا عشق کندن سیتی منج کوں زرگر

براہیم کا قصہ بیچیا ہے جگ میں — نکو لیا و بھی کوئی کہانی آذر

عشق کے منارے اوپر جیو و دل سوں
معانی کہے بانگ اللہ اکبر

ردیف ز

(۱۲۷)

سبز مکھ پر دمیا ہے سبزہ ہو امتی خیبز　　آرزو مد چوڑے منج جیو مے تھی جیوں گلریز
کی شراب چھلکا دے میرے دل میں سے　مثل

دایرہ تا دحریفاں پکڑے ہیں دُنبال　　ہوش سوں رَاکھ قدم کانٹے ہیں تج نیتہ خونریز
کی طرح　　سے　رکھ　تیری دہ

کیوں چھپا ہویں ہیں مے پُھلاں گلزا ر منے　　کہ صراحی کرے قلقل اُس اوپر قاضی تیز
ہم　پھولاں　میں

دل کباب آساں اُماساں تھے ہوا ہے میرا　　لھو سیتی دھویا گیا ہے پیرہن لھو آمیز
آہوں　سے　　لہو　سے

دنیا کے پھول میں تو تُن باس وفا کا نہ منگیں　　کہ سبی پھول کوں چو پھر لگے ہیں کانٹے دُکھ آمیز
تو　مانگیں　　سبھی

کہاں کیخسرو دارا و سکندر جمشید　　دل پیالے میں بھریں ساقی شراب لبریز

شعر تیرا دُر و گوہر ہے معانی سب میں

۹۶۰

شعرِ حافظؒ کے سر اوپر ہے تاج پرویز
ہے

(۱۲۸)

دیکھیا ہوں شہنہ کہ میخانہ کا ہوا درباز
کروں گا شکر گزاروں گا سو دوگانہ نماز

بجانے سو بجنتر کیا کم آوے گا مج کوں
ہمارا او ہے بجنتر کہ آوے خم تھے آواز

ہمیں سو عجز کریں او کرے بڑائی کی بات
سوال نا دینے سک کرتا ہوں او در پہ نیاز

مو دل کا بات کھیا میں کدھیں کسوں ناکس
نہیں ہے کینے کہ حاجت عیاں ہے انکوں راز

نہ لکھ سکیگا کنے شرح منج کتاباں کا
ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

برہ کا درد کرو سنج پرت کی باداں سوں
اے دونوں مل چلیں گے تو کریں گے ہم پرواز

سینے ہیں میری دونوں انکھیاں بھری کے نمنے
انکھیاں کھلے تو تجھے دیکھ کر ہو انتہاز

تمارے مکھ کے کعبہ کوں جن طواف کرے
نہیں ہے حاجت اسے جاونے کو تا بہ حجاز

معانی اس تمیں کیا بوجھیں اے میخواراں
تماری بزم میں کرتا ہے شمع بات مجاز

ردیف س

(۱۲۹)

تج روپ دیکھ پاتے ہیں جیت کیے نین اُمس ۹۰۰ استت تری کرن کرے تل تل بچن اُمس

تیرا دل آنکھیں تعریف کرنے کے لئے ہر لحظہ بات

تج حسن کیرے دور میں رقاص ہوے کر کرتا ہے رقص مستی سوں پا کر گگن اُمس

تیرے سے آسمان

جس دیس تجھے تج دیکھیا اُس دن تھی بے سدھ ہو بھی تج سوں ملنے تائیں کرے جیون اُمس

دن سے تجھے دیکھا سے بیہوش پھر تجھ سے کے لئے دل و

ہے بے بہار تن سکی توں تو ترے اُپر آپس کے تئیں نوارنے کرتے رتن اُمس

اے سکھی تو اپنے تئیں نثار کرتے

تیرا اُمس سکی کدھیں جاسے نہ منج سینے راکھیا ہوں دل کے طبلے میں تیرا جتن اُمس

کبھی جاسکے مجھ سے رکھا وخصلت کی

تج مکھ کے نیر تھے سو تری پائے کر سدا پاتے ہیں تازہ ہوے کہ سب پھول بن اُمس

تیرے عرق سے

صدقے نبیؐ کے قطب سدا عشق بازی

اس کام میں منجے دیتے ہیں پنجتن اُمس

مجھے

(۱۳۰)

اے نار موسی نار ہے تیرا سرس درس | جس ہین پر جو دشٹ کرے ہوا وپرس
عورت ریلا درشن | تحقیر نظر وہ پارس

دل لوٹے باج تل رتی نیں شوخ سندری | دل لوٹنے کے کام میں تجکوں بہوت ہے جسب
بغیر نہیں | تجھے شہرت

ناجانوں تج درس میں سکی کیا منر اہے | لیلی تجے سود یکھ کہ مجنوں سکے اپس
تیری دید | تجھے دیکھ کر اپنے کوں

شیریں ہے توں و خسرو شیریں ہے تیرا ناؤں ۹۸۰ | فرہاد ہو کہ جیو کرے تج سیری ہوس
تو نام | تجھ سے ہونی

یوسف حسن ترا ہے زلیخا ہے دل مرا | تج منج پرت کسوٹی پہ دیکھیا لہو کس
| دل تیرا اور میری محبت دیکھا

معشوق ہور عاشق ہمیں مل کے دونوں ہیں | نا آ دو تن ہمن منے تیرا ہے سنگ لبس
اور ہم | نہ آ رقیب ہمارے درمیان ساتھ قرب

صدقے نبیؐ قطب کے دل میں جو عشق ہے
او عشق ہے جگت منے سینسار کا کلس
وہ دنیا میں

(۱۳۱)

تج مکھ کمل پہ پھرتا ہے بھونرا ہو کر اکاس | دیوے پہ جوں پتنگ پھرے بے خبر اکاس
تیرے چہرے کے آسمان | چراغ پروانہ

تج عشق کے وفا میں کمر باندیا ہے کر | چند سور کا سو بابہ لبے زر کمر اکاس

(تیرے — باندھا — چاند سورج — ڈالا ہے)

بہر خدا نہ دیکھ تجھا آسماں کدیں | تج نین دولتی ہو ناز یرو زبر اکاس

(تیری آنکھ — دولتی ؟)

تو میری باس ہے سگی ہور تیری باس ہیں | پھرتا ہے ڈاواں ڈول کدھر کا کدھر اکاس

(اور)

تج ورس دیکھ دور تھے بے تاب ہوئے کر | سر تج چرن سوں لانے کوں آوے اُتر اکاس

(تیرا درشن — سے — تیرے قدموں پر)

چند سور کے انکھیاں سوں تج دیکھنے کے تیں | لایا ہے نور نین تھے بچھر اکاس

(چاند سورج — سے — تجھے — لئے — پاؤں آنکھ سے)

کرتا ہے شاہی قطب محمد کے ناؤں تھے

(نام سے)

توں داس ہو پیاری محمد کے گھر اکاس ۹۹۰

(تو — غلام — ہو رہا)

(۱۳۲)

ہر بار منگتا جیو مرا تج لب سینتی اے نار بوس | ہر ٹھار ورے ہر بار منج اے نار دو تن چار بوس

(مانگتا دل — تیرے — سے — عورت بوسہ — جگہ — مجھے — عورت)

روز ازل تھے مست ہیں دو نو ہمیں آنا سکے | توں مست ہے میں مست ہوں مستی سوں دے ابار بوس

(سے — نہ آسکے — تو)

مستی میں سٹ.... کے بوسے نہیں دیتے منج | مانگیا ہوں عاجز ہوئے کر تج پاس کیتے بار بوس

(گرا — کیوں — مجھے — مانگا — کتنے — بوسہ)

بوسیاں کا لذت آسکی اس کج منے تو بہوت ہے — آما لذت دھرتا ہے کچ تیرا سو شکر بار بوس
بوسوں — ہیں بہت

تج بوسے امرت کا لذت منج باج ہور کوئی جانا تے — بیں جانتا ہوں قدر وے تِل تِل منجے دلدار بوس
تیرے — آبحیات — میرے سوا اور — نہ جانے — ہر لمحہ

تج بات ہور گفتار ہیں ناجانوں ہیں کیا ہے منتر — منگتا ہے تِل تِل کوں آدل شکر ترا گفتار بوس
تیری — اور — نہ — مانگتا — ہر لمحہ

تج لب منے عیسیٰ کا دم ہور خضر کا امرت ہے
تیرے — میں — اور — آبحیات

صدقے نبی کے قطب کوں دے اے سندر جو سا تو رس
کو

(۱۳۳)

اے خیال لجا وو تو خبر میری پیا پاس — منج تا ہیں طلب زندگی کا نیر اس الیاس
لیجا — میرے لئے — پانی

دل توں پنکھی ہو مار پنکھاں عشق کے پنتھ میں — چوندھر تھے خیال اسکا منجے پڑیا ہے اس پاس
تو — پھڑپھڑا — راہ — چاروں طرف سے

مقصود کی باٹ آوبہوت دور دسے منج … ۱ — نا مار پلک پر پلکاں ٹھاوہ ہوں تج آس
راہ — بہت — نظر آئے — مجھے

دن رات اجالا اچھے او دن توں دعا کر — مقبول دعا تیرا ہو غم جاوے کہ سب نکاس
رہتے اس دن کے لئے تو — بھاگ

شکر کی صفاں کھینچ کہ غم آیا ڈرانے — کیا ڈر ہے منجے ہات میں ہے کھرگ جیوں الماس
مجھے — تلوار — مثل

دل آس و منے سو سر سیتی ہیں قیباں — دو جگ میں کریں لعن انو پر کہ ہیں خناس

درپن ہے سکندر کا ترے مکھ کی صفا میں — دیکھیں دیو مکھ تا کہ دسوں کا بنے قیاس

آئینہ

دکھ درد کی فریاد نہ کر صبر کر اک تل — ہے یار ترا سب میں حکیماں منے جاماس

میں

رشتہ ترا اس رشتہ سوں ہی بند معانی

اس کے — سے

شادی و خوشی کر کرا ہے مشتری تج راس

تیرے لئے

(۱۳۴)

راز رس کا تم سیتی کہنا ہوس — تیری بات انکار کا سننا ہوس

رات — سے

لے کچی کلیاں بھری باغاں منے — رس کی کلیاں باغ باغ چننا ہوس

بہت — میں

بزم تیرا دستا ہے رنگین بہشت — یک دو باتاں پیالہ سوں کہنا ہوس

نظر آتا — سے

کیسے موتی ڈھال قطراں سوں ڈھلے ۱۰۱۰ اشکوں ہی نظراں سیتی بندنا ہوس

سے — باندھنا

کنولی ڈالی کوں لگے پھل رنگ رنگ — اس پھلاں سیتی طرا گندنا ہوس

پھول — پھولوں سے — گوندھنا

سب بہشتی حوراں باس جیو یں　　روح کوں اس باس ہی سنگنا ہوس
سونگھنا خواہش

شاعراں پڑنے معانی شعر لیک
لیکر
شعر حضرت مدح پر پڑنا ہوس

ردیف ش

(۱۳۵)

ہوا ہے فرح بخش ہور ساقی سرکش　　سمند ناز چڑ باندی ہیں کس پہ ترکش

اور
سو اس نعل کا گرد عنبر ہے جیو کا　　دو خوشبوئی سنگ ہونے عطار بے غش
پہنچکر

سونگھ
تھنی کوپ میں کونپلی کچ کا کچ ہے　　لکھیا بات قدرت سوں صورت منقش
وہ

پستان
سورج چاند کوں کیوں کروں تج برابر　　ہمن نین کا نور ہے توں پری وش
سے

تیرے　　ہماری آنکھ　　تو
کہکتا ہے تن پنجرے میں جیوں کبوتر　　کہٹکنا ترا صبح کا ہوگا دل کش

بنے نوی روت　نے کہکتا اُسے۔

ادھر تیرے کا عکس پیالے میں جھمکے | عجب ہے کہ دستا ہے پانی میں آتش
بہت دن تھے تھا آرزو منجکوں تجہ میں | کہ پیوں سرنگ آگ کا پیالہ بے غش
دلا اہل مجلس کوں ساقی سماعاں | کہ تشریف تج دیوں گا لالہ رنگ وش

معانی ریا ترک کر عیش سوں اچہ
کہ سنپڑیا ہے تج ہات آنچل سبز وش

(۱۳۶)

منجے اس دھات سوں کیتی او چنچل چھند بھری بے ہوش
کسے یوں آج لگ جگ میں نہ کیتی کوئی پری بے ہوش
جواہر نیں کہیں تج سار کا خوبی کے دکاں میں
جو آوے مول کرنے تج تو ہووے جوہری بے ہوش

۱۔ عشق ۔ ۲۔ قطب شہ ریا ترک کر خوش اچھیں جم ۔

عجب کچ سحر دھرتے ہیں سکی تج نین ساحر دو
کرتے تیری آنکھیں
کہ تج نیناں کے سحراں دیکھ ہوئے سامری بے ہوش
تیری آنکھوں

اگر محمود ہور فیروز بے ہوش ہویں عجب کیا ہے
اور
ہوئے تج وصف نا کر سک ظہیر ہور انوری بے ہوش
تیرا نہ کر سکنے سے اور

پون مورت اہے تیری نہ آوے چھانو جوں ہت میں
ہوا کی ہے کی طرح ہاتھ
ترے پاواں کے سنگا کی تھے ہوئے دھرمری بے ہوش
سے (دھرتری۔ زمین)

نہ منج مد کی پیالی اس جنس بے ہوش کیتے ہیں
میری شراب طرح کرتی
دکھا جھلکار اپ مکھ کا کینی وہ سندری بے ہوش
اپنے کرتی

نبی صدقے قطب کو ندیا بچن اچھی ثریا سے

فلک پر یو غزل سن سن کے ہوئے مشتری بے ہوش
یہ

(۱۳۷)

نہیں تج نین پتلیاں سار او باش ۱۰۳۰ یکس تھے ایک ہی عیار او باش

تیری آنکھ کی کی طرح ایک

ترے دو زلف ہیں سحراں میں ماہر ترے دو لعل ہیں خونخوار او باش

خونخوار

لکھے تج سیس ازل تھے چھند چالے زسرتا پانے تج رفتار او باش

تیرے سر سے چالیں تیری

جگت میں تو بہوت او باش اما نہیں تج سار ہی کوئی یار او باش

بہت لیکن تجھ جیسا

انکھیاں پتلیاں و پلکاں ہور بھوواں اہے یک ٹھار میں دو چار او باش

اور جگہ

نبیؐ صدقے قطب سوں راستی ہے

سے

اگرچہ ہے اوک او نار او باش

زیادہ وہ عورت

(۱۳۸)

منج تج میں جے کچھ راز ہے کس سوں نکرے نار فاش

میرے تیرے درمیان جو کچھ

اے راز ایسا میں جو کہیں کوئی جا کرے ہر ٹھار فاش

یہ نہیں کہیں جگہ

پیرت کوں کہتی نار ہے آمانہ کوئی دیکھیا اوسے

اس نار کوں ہر تل گھڑی کرتا ہے تج مکھ نار فاش

لمحہ تیرا

میں راز اپنے جیو کا تل تل چھپاتا ہوں ولے

دل ہر گھڑی

آپس سیتی او راز اپے ہوتا اہے اظہار فاش

ہے خود سے وہ

از بس نزاکت میں اہیں نازک ترے دو نو ادھر

ہونٹ ہیں

بویاں کی نیشانیاں کیئے او لعل شکر بار فاش

کرتا ہے

کہتی پیا تیرا ہوں میں سنبھال توں اس راز کوں

تو ۱۰۴۰

دوتن سنے گی بات لے کس دھر نکر اسرار فاش

رقیب یہ کسی طرح نہ کر

میں فاش کیوں نا ہو سکوں کی تج عشق تھے دو جگ منے

سے تیرے

منصور سا عاشق ہوا آکر تو تیرے دار فاش

صدقے نبیؐ کے قطب شہ منگ پنجتن سیتی مدد

در پر مانگ سے

تج عشق کے میدان میں چالاک ہو رہوار فاش

تیرے

(۱۳۹)

دکھت تیری نچھل صورت نورانی ہور شکل نقاش

دیکھ کر پاک اور

گنواں سُدبُد ہوئے ہیں کم اپس میں اپ سکل نقاش

گنوا کر ہوش اپنے سب

سو دھن کا تن نچھل جیو ہے یہی ہے منج کوں حیرانی

اچھی صورت پاک دل مجھے

کہ کیوں لکھنے سکے گا جیو کی صورت چپل نقاش

دل

نہ جانوں کس وضا سوں اس وضا کا نقش لکھیا ہے

وضع وضع لکھا

کہ ہرگز نیں لکھیا ہے یوں ابد لگ بھی ازل نقاش

نہیں لکھا تک

صورت لکھنے میں جب لیکھے نمونہ زلف کا تیرا

لکھے

بھونک یو ہے بسالا کر پری جھل جھل اچپل نقاش

جو دھن کا روپ لیکھے تو نقاشاں نقش چھنتے ہیں

صورت چہرہ لکھے

کہ دھن چھند ناز کوں کیوں لکھ سکے وہ کم عقل نقاش

صورت کے

نپھل تج روپ لکھنے تھے قلم جیو پائے کرناچ
لکھے منشور نا ما تج حسن کا بے بدل نقاش

قطب دل کے صحیفے پر اول تیرا لکھیا صورت
کیا مج پر کرم آخر دیا سوں وو اول نقاش

(۱۴۰)

مج دل منے جیو کے نمن تج نہہ کیا ہر ٹھار نقش
نقاش تیرے خیال کا کیتا ہے ...... نقش ۱۰۵۰

تیرا عجب کچہ نقش ہے دستا نہیں یوں نقش کہیں
اول نہ آخر لیکھ سے نقاش تیرے سار نقش

جس صدر کی صورت اُپر توں پگ دھرے اے موہنی
تو جیو پا کر پھر لکھے تج نازنیں او تار نقش

جب نار لٹکے سوں چلے یوں نقش بیٹھے ہیں اُپر
عورت ناز سے بھوتی زمین
گویا کہ پانی کے اُپر تیرا کیاں...... نقش

تج نکھ تھے نو چند نیچے آ بچھے شفق رنگ تن اُپر
تیرے ناخن سے نیا چاند نکلے
جوں پھول پر ریکاں سہیں تیوں تن پہ ٹھارے ٹھار نقش
سطح لکیریں زیب دیتے ہیں اسطرح جسم پر جگہ جگہ

دیکھے نہیں کوئی نین تج توں سب نین تھے ہے چھپا
آنکھ تجھے تو آنکھوں سے
تیری سونیکے حسن کا دستا اہے سینسار نقش
اچھے نظر آتا ہے دنیا

صدقے نبیؐ کے قطب شہ اپ دل کے صفحے کے اُپر
اپنے
حضرت علیؓ کے حب کا لیکھا ہی جیو کے سار نقش
لکھا روح کی طرح

(۱۴۱)

پیا سوں رات جاگی ہے سو دستی ہے سو دھن سر خوش
پیے کے ساتھ اسلئے نظر آتی نازنیں
مدن سر خوش سیجن سر خوش انجن سر خوش نین سر خوش
کام دیو بستر سرمہ آنکھ

پیاری پیار سوں پی ہے پیالا پیم کا توسے

سے محبت

دہن سرخوش، دسن سرخوش، رسن سرخوش، بچن سرخوش

دانت زبان گفتگو

نین متوالی ہو جھلتی، پیالی پیم پی پی کر

آنکھ محبت کی

جوبن سرخوش ہے، من سرخوش، سوتن سرخوش، کرن سرخوش

دل حواس

سکی لٹ سنبلستاں تھے بتاے باد پرمل تو

زلف سے ہوائے خوشبو ۱۰۶۰

چمن سرخوش ہے، بن سرخوش، سمن سرخوش، انگن سرخوش

پھول

چڑی ہے نیہہ کی مستی سکی کوں پیو کے سنگ تھے

عشق پیا قربت سے

چرن سرخوش، چلن سرخوش، ہلن سرخوش، ڈولن سرخوش

قدم چال ہلنا پھرنا

مدن سو لٹ پٹائی سو عجائب کچ ہے چھب دھن کا

کچھ حسن عورت

ذقن سرخوش، چومن سرخوش، لگن سرخوش، ہے من سرخوش

بوسہ محبت دل

نبی صدقے قطب ہو گن رین دن عیش کرنے تھے

بہت خوبیاں رکھنے والا دن سے

یون سرخوش، مدن سرخوش، جگن سرخوش، مکن سرخوش

جوانی کام دیو جاگنا

(۱۴۲)

نین کے سحر دستے ہیں ترے گالاں جھلک تھے خوش
آنکھ نظر آتے کی سے
سُہاتے ہیں ترے عشاق..... تلک تھے خوش
زیب دیتے

سکی چندر مکھی سوں مل تجے مد پینے کے تائیں
چاند جیسا چہرہ رکھنے والی سے ملکر تجھے شراب لئے
سنوارے ہیں ہزار اں مجلساں رنگیں فلک تھے خوش
سے

عجب دستا او مکھ چند سور سے اوپر تلک روشن
نظر آتا وہ چہرہ چاند سورج تک
جھلکتی ہے پشانی سندری کی اس تلک تھے خوش
ٹیکے سے
پیشانی

او قد رفتار سُہتا ہے ہر یک یک دُکھ تھے یک بہتر
وہ زیب دیتا سے
او چند رخسار دستا ہے..... الک تھے خوش
وہ چاند جیسا رخسار نظر آتا ہے سے

جھلک تیرے دسن الماس کی تج لب تھے ہیں رنگیں
دانت تیرے سے
ڈھلک تیرے نین مخمور کے ہیں چھند پلک تھے خوش
آنکھ ناز سے

دوتن کا ناؤں میں منگتا ہوں لیانے کد زباں اوپر
غیر نام نہیں چاہتا ہوں لانے کبھی
کہ اس کا ناؤں سب ناواں منے دستا ہی جگ تھی خوش
نام ناموں میں نظر آتا ہے سے

نبی صدقے قطب کا دل اماماں نیہہ سوں ہی روشن
کے عشق سے
موجیو کچپن کے تئیں اے بارہ ناواں ہیں مجک تھی خوش ۱۰۷۰
میرا دل لئے نام سے

(۱۴۳)

پیدا کرے دو جگ منے سنگار کی روش
میں
یک ٹھار اچھے کے دھرتی توں ٹھار کی روش
جگہ رہگر رکھتی ہے تو جگہ

وعدا پتیارے کا توں مجے دے ہی پیم سوں
بھروسہ تو مجھے دیتی ہے محبت سے
پارے دیکھیں سکی تری گفتار کی روش

اپروپ روپ نت کرے جگ کوں باولا
یوں دل رلجانے کوں اہے اس نار کی روش
عورت

نا کچ میں کوئی دیکھیا ہی نا کبک ہنس منے
میں
اس نار میں جو دستی ہے رفتار کی روش
عورت نظر آتی

لیلے .... چل کے روش ولے
تازی روش اپس سکی چوسار کی روش
اپنی

جیواں کے مانکاں کے گلے ہار پینی ہے
دلوں موتی پہنی
کوئی آج لگ کیا نہیں یوں ہار کی روش
تک

تج سات یاری کرکے قطبؔ شہ پچھوڑے
تیرے ساتھ سے
یاری میں لیپنچ اچھتی اہے یار کی روش
اس طرح رہتی

(۱۴۴)

چنچل چھبیلی چھند بھری رفتار پکڑی ہور روش
شوخ ناز اور طرح سے
ساری رویشاں چھوڑ کر اونار پکڑی ہور روش
وہ عورت اور

سب مذہباں کی تیہ بیس لے پاتا ہوں اس سوں بیٹھنے
دل دیتی نیں ہے منج کوں دلدار پکڑی ہور روش
نہیں مجھے اور

جگ خون کر بھی خوں کرن ٹیلا پشانی لای لال
کرنے ٹیکا پیشانی پر لگائی
۱۰۶۰
نا جانو کس عشاق تیں اتبار پکڑی ہور روش
نہ معلوم کے لئے اور

دو زلف سیاہی رنگ ہیں تج گال کیرے مال پر
سیاہ تیرے رخسار
جگ بس چڑانے نیں سو دھن ہت مار پکڑی ہور روش
زہر کے لئے حسین عورت ہاتھ میں اور

دھن ہات کی لالی نہ یو مہدی کے رنگ تھے لال ہے
عورت ہاتھ یہ مہندی سے
رنگیں کئے اپ ہات او خونخار پکڑی ہور روش
اپنے وہ خونخوار اور

سب جگ کی ناریاں کے تیں ٹک دھرتی فتوا دیونے
دنیا عورتیں لئے
کل کار پر اختیار ہور پر کار پکڑی ہور روش
اور اور

یو جھیا نجائے و کس کوں لجھن تری سنپڑیا ہوں میں
سمجھا نہ جائے
بولی کہ اے قطبا پتی اتبار پکڑی ہور روش

ردیف ص

(۱۴۵)

ہوئی تج نین پتلی دل میں رقاص
تیری آنکھ کی
سدا منج نین کی منزل میں رقاص
میری آنکھ

تہیں منج خواب و بیداری میں دیسے
تو ہی مجھے نظر آئے
جدھر دیکھوں کھڑی تل تل میں رقاص

بھواں کی طاق میں سجدا کروں میں
ہوے سائیں مری محفل میں رقاص

نیں مں ...... سو ہے بھونرجوں انچل او چھل گھنگر پایل ہیں رقاص
جسطرح

قطب شہ پا پیا ہے بے بہا دُر
پایا

ہوی اپ ناچ تھے کال ہیں رقاص
اپنے سے

(۱۴۶)

سکی کا مکھ برن جھلکے کنچن حناص ۱۰۹۰ کرے پھل پھانک کسوت اپنے تن خاص

ہوا غرق عرق شرموں تھے پُھل نیر کھولے ڈورے سکی تن یاسمن خاص
رنگ سونا سے

وو پیاری ناری قدرت کی سنواری سُہاتا اُس کے تن تھے ابھرن خاص
سے

نہ تھا کچ روپ رنگ اُس تو کرہ کوں چڑیا خوباں تھے رنگ اس ہور برن خاص
وہ عورت کچھ چڑھا سے اور

نین تھے سیت آ سیت نیلم و موتی ادھر تھے لعل رنگ مانک رتن خاص
آنکھ سے ہونٹ سے

ہوا خط سبز تھے رنگیں زمرد وجر رنگ سیت پایا تس دہن خاص
سے دانت

نبی صدقے ترکماں کوں میا تھے دیتے دکھن کی شاہی پنجتن خاص
کو

(۱۴۷)

تیری زلفاں کے قلابے میں نلج دستا ہوں خاص — بنسی کھینچو نہ کھینچو الجھا ہوں میں تو اخلاص

نامراداں کی مراداں کوں اگر برلیاوے — سبھی خیراں منے او خیرا ہے خاص الخاص

تری نہہ پر اوتاں میں کوئی نہیں سم میرے — تج کے سوں نہہ میں عوض میں جوں سعد وقاص

توں گھری گھر نکو پھر ہو نہ منگ کس کن بھیک — ۱۱۰۰ — بھیک اس گھر کنے منگ شوق سوں تج اچھے قاص

مشک نافا تری کھونپے تھے ہوتا ہے ظاہر — عقل نابوج چرندے کوں جھوٹے کرتے قصاص

چین و ماچین کے نقاش صورت لکھتے کتے — صورتاں کھینچے تو کیا لکھ نہ سکیں تیرا خواص

تیری بیعت میں معانی[1] کا قدم ثابت ہے

سیس اوپر ہات صندل کا دھر کر غم تھے خلاص

(۱۴۸)

ازل تھے ہے مجے خوباں سوں اخلاص — ابد لگ مج ہے محبوباں سوں اخلاص

---

[1] قطب شہ۔

اگر توں عاشق صادق ہے طالب — نکر توں باج مطلوباں سوں اخلاص
تو — ذکر تو بغیر سے

سکی کا حسن کیتا جذب مولود — اُسی تے مُج ہے مجذوباں سوں اخلاص
کرتا — سے مجھے سے

پیاری کے چھنداں ہیں سب کوں مرغوب — مجھے لازم ہے مرغوباں سوں اخلاص
فریب — مجھے سے

جو ہے مکتوب مانند خال خط سوں — دھروں ہیں اس تھے مکتوباں سوں اخلاص
سے — اس لئے سے

نین ناری کے قلابے ہیں مشہور — دھروں ہیں اس تھے مقلوباں سوں اخلاص
سے — لئے

نبی صدقے قطب شہ کی محبت ہے

۱۱۱۰

سدا دھرتا ہے توں خوباں سوں اخلاص
سے

(۱۴۹)

ہوا ہوں یک چت سوں جیو سیتی یار کا مخلص — نہیں مج باج کوئی دوجگت اس نار کا مخلص
ایک دل سے جان سے — مجھ بغیر

حقیقت برتتا ہوں نیں مجازی عشقبازی منج — دکھاو و چلکہ درس مج میں تمن دیدار کا مخلص
برتتا نہیں ہے مجھے — دکھاؤ ذرا دیدار مجھے تمہارا

کروں تن من تماری درشٹ پر تھے آرتی چھن چھن — فدائی ہو ہوا دیدار کی ترو ار کا مخلص
تمہاری نظر سے لمحہ بلمحہ — تلوار

اے چاند جانا کی توں یوں جھلکارتا ہے آج نس

کیوں تو — رات

اُس پیو بن منج کوں تری جھلکار میں نیں کوچ حظ

پیا کے بغیر مجھے — نہیں کچھ لطف

جس ٹھار جاتی ہوں بی میں کچ وقت گمتا نیں مرا

جگہ — بھی — گذرتا نہیں

انگن دیسے کونڈ بار سوُ ہور دار میں نیں کوچ حظ

نظر آئے بند کرنے کی جگہ اور دروازہ کچھ نہیں کچھ لطف

۱۱۳۰

ہر حال میں اس حال سوں خوشحال ہوں میں اے سکی

سے

کی یوں توں منج سنگار نی سنگار میں نیں کوچ حظ

کیوں تو مجھے سجاتی — نہیں کچھ لطف

گا ہے منجے گلزار میں لے جاوتی توں کھینچکر

کیوں مجھے — جاتی تو

اُس سرو بن ہرگز منجے گلزار میں نیں کوچ حظ

کے بغیر مجھے نہیں کچھ لطف

میں اپنے پیو کے پیار سوں دھرتی ہوں دو جگ میں غرض

پیا — سے

گر جگ کئے بی پیار منج، اُس پیار میں نیں کوچ حظ

اگر دنیا بھی مجھے

میں قطب عاشق ہوں کوئی پند کی نکو گفتار منج

مجھے

عاشق کوں کس کی بندگی میں...... ہیں گوچ حظ

نہیں کچھ لطف

ردیف ع

(۱۵۳)

عشق پھولاں توں گوندے ہے مرصع — نوی چو نیاں سوں کینے لے مرصع

بہوت چھند بند سوں مجنوں رجھانے — کینی ہے آپ دو لیلے مرصع

سکی پینی سرا سر چھند ابھرن — لگے لنہڑ ال پے در پے مرصع

پرت کے نورتن کا لائے طرا — سکی پیتے نقل سوں مے مرصع

عشق تیلی کوں اتہ چھند سوں سنوارو — او سے کسوت پناؤ و لے مرصع

لیاوو اتہ چاؤ سوں مجلس کے میانے — ۱۱۴۰ طنبورا ہور کماج و نے مرصع

نبی صدقے سو تر جگ دیکھ کہتے

قطب شہ کا سو مجلس ہے مرصع

(۱۵۴)

پیشانی پر سعادت کی لکھیا کیرا ازل طالع
پیشانی
رقم میرا سکل طالع کی کیتا ہے اول طالع
سب کرتا

کیتک کہتے ہیں طالع کوں ہمیں کیوں آزماں دیکھیں
کتنے ایک کو ہم آزماکر
دنیا جوں آرسی تس میں اپے دستا نجھل طالع
مثل آئینہ ہے جس میں خود ہی نظر آتا

دنیا کوں ہیچ کر جے کوئی خدا کی باٹ پکڑے ہیں
کو سمجھکر جو راہ
او نو افضل ہیں سارے بیاں میں ان کا ہے بدل طالع
وہ سب اُن کا

دیا کی مہر سوں دیکھیا ہوں طالع کی انچائی میں
کرم سے بلندی
سکل طالع ہیں ٹینکاں ہور سو میرا اچھل طالع
سب ٹیک ٹیلا اور یہ

مجے جو ہے میسر ہے سو تس طالع کی خدمت کوں
اس کے لئے
دیا کے حکم سوں خدمت کوں دیتے ہیں سکل طالع
کرم سے کو سب

نبی کے ہور علی کے گھر کا سو توں بندا اہے قطبا
اور تو بندہ ہے
نکو کچ فکر کی غم کر کہ تیرا ہے نول طالع
نہ کچھ نیا

(۱۵۵)

نجھا تجہ بن دیکھیا حسن تو ہوتے ہیں پلک مانع
تیری آنکھ دیکھا ہے تو
کہ جب تج گال دیکھن کے تو واں ہے تج الک مانع
تیرے دیکھنے کچھ وہاں زلف

سکی تج کیس نس ہور بات سارو مانگ موتیاں کی
تیرے بال رات اور
اجالا مکہ کا دیکھ آپی سو ہوتا ہی تلک مانع
آپ ہی

سو دھن کے دیکھنے مکھ کوں پھرے چند سور دن راتا ۱۱۵۰
حسین چہرہ کو چاند سورج رات
سکی نا دیکھنے چند سور مکھ ہوتا جھلک مانع
نہ دیکھ سکیں چاند سورج رخ کو

کہ جب عاشق اپے لے واٹ کر دھن آوے لو سب کوں
سو تو توں پن گھڑے کوں آس کنے تامیں رکت مانع
پہن رکھ

گلے لگنے کوں منگتا ہوں ورلے دھن کیا کہے گی کر
چاہتا عورت سمجھ کر
جتا دھستا ہوا اتنے کوں لیے سو ہوتا ہے شک مانع
جتنا بہت

چنچل کے پگ کا عاشق ہوں منگے بھوں میں پاوں پڑنے کو
قدم چاہے زمین پانو
سو تس کے پاؤں کے پنیجن کا ہوتا ہے جھنک مانع

قطب جوبن پہ سٹنے ہات آکتے ہیں اوس تے
خواہش سے ڈالنے
سو تولے ہات کوں ہوتا ہے چنچل تج پدک مانع
بہت کو تجھے

(۱۵۶)

ازل تھے کئے مکھ دھن کوں مرصع
سے رخ عورت کو
کہے جائے تس کے بدن کوں مرصع
کہا جا سکتا ہے اس

سکی یام کیساں میں پھولاں سے بول
کے سیاہ بالوں نظر آئیں
کہ تاریاں سوں کیتے گگن کوں مرصع
جس طرح تاروں سے کرتے ہیں آسماں کو

بہوت پی سکی مد اسی تھے ہوا ہے
نے شراب اسی لئے
سرنگ لعل کا سب نین کوں مرصع
خوش رنگ آنکھ کو

سکی دانت چھلنا لگا پان کھاوے
کندن کر کنے جوں دن کوں مرصع
سنار کرتا جس طرح دانت

نخچل موتی ہور پاچ یاقوت لا کر — کئے دو علیفاں جوبن کوں مرصع

صاف — اور

دسے یوں زر ہناں نخچل و حسن بندپر ۱۱۶۰ — کئے پھول سوں جوں چمن کوں مرصع

نظر آئے — صاف عورت — سے جسطرح

قطب شہ نبی صدقے آپی کیا ہے

آپ ہی

نوا طرح جگ میں بچن کوں مرصع

نئی طرح سے دنیا میں شعر کو

(۱۵۷)

ترے درس کا و حسن نین ہے متابع — کہ جیوں نین سوں مل انجن ہے متابع

دیدار — اے عورت ہاتھ — جسطرح آنکھ سے مل کر سرمہ

سکی سنگ ترے مکھ کے دو زلف یوں ہے — کہ جیوں دیس سوں دو رین ہے متابع

اے سکی قریب — چہرہ — جسطرح دن کے ساتھ راتیں

ادھر لعل یاقوت تجھ ہے نخچل تج — ترے لب کا دل تجھ ین ہے متابع

ہونٹ — سے زیادہ صاف ہیں تیرے — سے

کہ گل لعل کے پھانک پر ریکھ جوں ہے — سوتیوں تج ادھر میں شکن ہے متابع

پنکھڑی — لکیریں جسطرح ہیں — اسطرح تیرے ہونٹوں

تری بات نا بات سنکر وھلیا ہے — سو نا بات کا نو رسن ہے متابع

زبان

مرا ہاتھ کرتا سلگ جوبناں سوں — کہ جوں جوبناں کا کسن ہے متابع

کھینچنے کی قوت

نہ جانوں کہ کیا ہی سحر تج کنے دھن　　میٹھے تج بچن کا یو من ہے متابع
تیرے پاس آ عورت　　تیرے شیریں یہ دل

تجھے ڈر نہیں کچ سکی ہور سکیاں سوں　　اپے آپ تیرا بچن ہے متابع
تجھے کچھ اور　　خود ہی

سو بارہ[12] اماماں مدد ہی قطب کوں
اوسی تھے یو سارا دکن ہے متابع
اسی لئے یہ

۱۱۰۰

(۱۵۸)

سکی لکھ صفحے پر تیرے لکھیا راقم ملک مصرع　　خفی خط سوں لکھیا نازک ترے دو لب پو لک مصرع
کے　　ہے لکھا

قلم لیکر جلی لکھیا جو کوئی بھی نا سکیں لکھنے　　لکھیا ہے دو کد حسن لکھ تیرے صفحے پر الک مصرع
لکھا　　لکھا

نزاں کر خوشنویساں ملک کے کینے رس سیم ہوتن　　بہت چھپ چھپ کے لکھتے ہیں نظر تک دیکھ کر ک مصرع
ملکر کرتے ہیں مقابل ہونے　　زلف

سو لکھ لکھ کر پریشاں ہو قلم لٹ آپ کہتی ہیں　　مقابل اوسکے ہو نہ لکھیں گے گرد و لک مصرع
زلفیں　　نہ لکھ سکیں　ورلا کھ

نزاں کر دیکھ لکھ دھن کا دوانی ہو بہانے سوں　　کئے سب خوشنویساں سٹ قلم لکھ نین بنک مصرع
ڈال　　لکھ سکنے کی وجہ سے

قلم کھڑے سوں ناک لے لیکھے ہی لب کو سرخی سوں　　جو کوئی بھی لکھ کہتے ہیں لکھیا ہے کیا خوب بک مصرع
چہرہ سے ناک سے

سکی کر کچ پہ نازک خط نہ بوجھے کوئی کنے لکھیا
کس نے لکھا
پستاں
قطب کوں پوچھے تو یوں کہے لکھیا ہے ایک معمع
کو کہے لکھا ہے ناخن

(۱۵۹)

لکھیا ہوں وصف مکھ تیرے کا اے دھن خوب اول مطلع
لکھا رخ عورت
ویسا مطلع بی ہوسے نا کہ او ہے بے بدل مطلع
اس طرح کا پھر نہ ہو سکے وہ

جتا اپسے سنواریں گے انچل بن کچھ سہاسے نا
جتنا اپنے سے کے بغیر زیب نہ دے
ترے سنگار میں اے دھن اول ہے سو انچل مطلع

کیتاں کوں خوبصورت ہور نیں چھندوں کی آتوں کامن
کتنا کہوں دوسرا نہیں
اُنو کیا کام آویں جو اونوں کوں نیں اصل مطلع
۱۱۸۰
وہ ان کے پاس نہیں ہے

جو کوئی ہے چھند بھری اے دھن سکیاں میں جنچل کہنے
سہاتا ٹک چھنداں کا ہے گر تج کوں نچل مطلع
زیب دیتا کہکر تجھے

ترا مکھ دیکھ کر اپسے غلاماں میں چندر لکھیا

رخ　خود ہی　چاند　لکھا

جتے ہیں عاشقاں لکھ لے کے پڑتے ہیں پچھل مطلع

جتنے　پڑھتے　صاف

چنچل تج ناؤں کے بیتاں کوں دل میرا کیا ازبر

تیرے نام

سو تیرے ناؤں کا دل میرا پڑتا ہر محل مطلع

نام

تری چھاتی پہ دھن قطبا لکھیا ہی ہو قلم سیتے

اے عورت　ہوکے　سے

او سی تھے ڈھانک رکھتے ہیں سو موتیاں کے اوجھل مطلع

اسی لئے　چھپا

(۱۶۰)

چنچل مکھ ترا دیکھ ڈھلتا شمع　　سو عاشق ترا ہو کے ڈلتا شمع

ترے حسن کوں دیکھ شرموں سیتے　　عشق کے بہانے تھے گلتا شمع

شرم سے

ترے زلف کی دیکھ پریشانی کوں　　پون جیوں پریشاں ہو جلتا شمع

دیکھ کر　　ہوا کی طرح

ترے نین کا کاجلا دیکھ دھن　　اپے کاجلا ہونے جلتا شمع

آنکھ کا کاجل دیکھ کر اے عورت　　خود کاجل بننے کے لئے

گھرے گھر ڈھونڈتے تج چنچل رات کوں
ترے تیں عکس ہو نکلتا شمع

ڈھونڈتا ہر یک
لئے

پگلنے جوں ہوئے سورج سامنے ۱۱۹۰
تجے دیکھ دھن ووں پگلتا شمع

اوے کے تجھے کر اسطرح

قطب آئے جب صبح اپس کے مندر
تو تسلیم کرنے کوں چلتا شمع

(۱۶۱)

مروت میٹھے زبانی ہے یار کا متاع
خوش شکل خوبصورت دیدار کا متاع

بے دل ہوے سو دل کوں دیدار بن نہ رکھے
بھی ہونا دل کوں رکھنے دلدار کا متاع

کے

منگتا جو کوئی سنوارے مجلس کوں شوق سیتے
مے جام ہور سکیاں ہیں سنگار کا متاع

چاہتا ہے کو سے اور

میرا پیار دھن لے دل میں پیار تیرا
دونوں کے دل میں ہوتا ایک سار کا متاع

ایک طرح

میرے گلے میں پھولاں کے ہار کیا کروں میں
دھن نار ہونا میرے گلہار کا متاع

پایل پینجن جو گھنگرو دھن پین کر جو نکلے
آگن بھی خوب ہو نار فتار کا متاع

پہن
آنگن ؟

باتاں کی لے نزاکت ین شاعراں نہ بوجھیں

بہت سی　بغیر　نے دو شعر نہ پہچانیں

دیتا خدا قطب کوں گفتار کا متاع

(۱۶۲)

تیرے مکھ پر سہاتا ہے لعل انچل کا دھن برقع　　کہ جوں رنگ رنگ پھولاں کا لیا ہے پرچمن برقع

اے عورت

نکو منج تھے چھپا اے دھن کہاں میں پی کہاں جاگی　۱۲۰۰　پچھانیا ہوں جو پہنیا ہے خمار کی نین برقع

نہ مجھ سے　عورت　پہچانا　پہنا　آنکھ

چنچل توں پہنی مکر کوں سو جانیا ہوں سبب کا ہے　　سو تل تل ہات مکرے پہ کرتی ہے ہن برقع

تو پہنتی　کو　جانا　ہر لحظہ　ہاتھ　ڈال

توں ہے میرے جیو بن دائم ہیں تیرے جیو سوں یک ہوں　　میلی سو جیو حاضر ہے و لے پہنے بدن برقع

تو　دل سے　دل　دل　پہنے

سکی ہو نیا کی جالی میں دیکھیچ تیری یو منجکوں　　کتیاں کے من تپانے میں کیا تیرا جوبن برقع

نظر آنے پیتاں　مجھے　کتنوں　دل　جلانے کیلئے

بجر کا جو انگن تیرا بھولاوے نا کتیاں کے دل　　ترے پگ کی نشانیاں کا جو پہنیا ہے اگن برقع

نے کتنوں　قدم　پہنا

قطب شہ تیرے انچل کا ڈور دیکھنا زلف منگتے

کہ جوں حاجی مکہ کا آکے منگتا ہے دیکھن برقع

چاہتا　دیکھنے

(۱۶۳)

دھن مکھ پہ تیری لٹ ہے نس شاب کا طلوع — نس لٹ میں مکھ دسے جو مہتاب کا طلوع
اے عورت چہرہ پر زلف رات — شب زلف چہرہ نظر آئے

مد دھن جو پی لئے ہیں پلکاں ہیں پل پل — جاگے چنچل نین میں ہے خواب کا طلوع
شراب

دھن مکھ نخچل ہے دن جو ہور صبح تجہ پشانی — تس پر سو رنگ جوں ہے آفتاب کا طلوع
عورت کے رخ صاف اور تیری — اس

عاشق شفا کے تائیں تج لب کا پانی پیوے — یاں تجھے مگر ہے زم زم کے آب کا طلوع
لئے تیرے — ہے

دل منگتا ہے جو دھن لب ترا جو من کا — ۱۲۱۰ — مکہ تیرا خُم سو تس میں شراب کا طلوع
چاہتا اے عورت (چومن)

چنچل انچل جو مکہ پر کھس کرن تو تجھے آوے — چند پر بدل کا جوں ہے حجاب کا طلوع
چاند بادل جس طرح

صدقے نبی قطب شہ یوں شعر بولے ہر دن
دریا کو روز جوں ہے موجاب کا طلوع

(۱۶۴)

تج کیس رین اندکار کا کرتا ہے مشک تر طمع — تج لب کے امرت نیر کا دھرتا ہے سکندر طمع
تیرے بال رات اندھیر — تیرے آب حیات

دل کوئی وو دھریں طمع اس چھند بھری ناز کا
تس نا زہور گھونگٹ کے میں دھرتا اپے چادر طمع

(اور)
جھلکار پر جھلکار کر لیو مکھ دکھاتے چھند سوں
عاشق اپے ہو دیپ کر دھر کر کھڑا چیندر طمع

(سے، ڈے) (چھک، خوش)
باتاں مٹھی دھن لیو کرے جم گڑ و میٹھے ہوز
باتاں کے تس کے دھرتا نبات ہور شکر طمع

(جو)
جب کھول مکھ باتاں کرے انبریت تو تا نیر جو
تس پانی کے یک بوند کا دھرتا اپے کوثر طمع

(پسینہ)
شاعر کے پگ ڈونگر پریں جوبن سوں تشبیہ دیو کر
دھن کے جوبن تا میں کھڑے دھر کر سدا ڈونگر طمع
(قدم، پہاڑ) (کے لئے)

(محبت)
بندا نبی کا قطب شہ دھرتا طمع حد کوں لیو
(کیلئے، بندہ)
جوں کرنے خدمت شاہ کا دھرتا اتھا قنبر طمع
(جس طرح، تھا)

ردیف غ

(۱۶۵)

دھڑی ہونٹاں کی مکھ میرے دل ہنی دیا ہے داغ ۱۲۲۰
خوشیاں تھی پھول کھلے ہیں مرے جیو کے چراغ

(میں) (سے، دل)
تمہاری بندگی کا حلقہ کن میں بایا ہوں
تمہارا عشق جسے نیں ہے دیو داغ پہ داغ
(کان ڈالا) (جکو نہیں)

تمہارا حسن سو قدرت تھے روشنی پایا — حوراں کا حسن ترے حسن اَگے جیسے چراغ

شراب پھول کھلے تیرے باغ نو خطا میں — پلا توں ساقی سرمست منجکوں یک دو ایاغ

برہ کا باؤ منجے باورا کیا ہے اب — صبا کا باؤ معطر کریں توں میرا دماغ

تمہاری یاد تھی بھانیا ہوں کہ اپس دل تھے — خوشیاں کا وقت ہے شادی کریں ہمن بفراغ

ہمارے پھول کے جھاڑاں کوں پھول پھل لاگے — ثواب ہے تجھے مالی اوڑا مو جھاڑ تھی زاغ

خمار پکڑیا ہے منج نین کوں ترا سر تھے — پیالہ نا دے ہمن سیتی کرتے کیتا لاغ

معانی شکر خدا کر نہ کر توں غم ہرگز

نبی کے ناؤں تھی آتا تجھے خوشی کا سراغ

(۱۶۶)

سرج چاند تج مکھ تھے پاتے فروغ — اپے دیپ جگ میں دیاتے فروغ

ن؎ قطب شہ ن؎ آیا ۔

۱۲۳

دپن ہار جیتے ہیں اس جگ منے ــ نہ دپ لاج تھے سب چھپاتے فروغ
چمکنے والے جتنے میں ــ نہیں چمکتے شرم سے روشنی

اگر تو بھنچتی نہ اس جگ منے ــ سورج چاندیوں کاں تھے لیاتے فروغ
پیدا ہوتی میں ــ بطرح کہاں سے لاتے

ترے بال نمنے ترے گال پر ــ ابھالاں ہوکر چھند سوں چھاتے فروغ
کی طرح ــ بادل سے

جو شہ کوں بھلانے کوں جاتی ہے یوں ــ تو قدرت تھے تج مکھ پر آتے فروغ
سے تیرے چہرہ

اگر دل پکڑتا نہ تج زلف کوں ــ تو مکھ نیر میں اس ڈباتے فروغ
تیری ــ چہرہ پانی اسکو

نبی صدقے قطبا کوں تل تل سکی
ہر گھڑی
جھلک مکھ تھے تیرے بھلاتے فروغ
سے

(۱۶۷)

تج مکھ کوں دیکھت سورج چندر تھی ہوا فارغ ــ لے لب میں ترے دو لب شکر تھے ہوا فارغ
تیرے چہرہ کو دیکھ کر چاند سے ــ سے

توں پاوے جھونا باندے ہور پہنے رتن تن پر ــ تاریاں تھی ہوا ہے دل انبر تھے ہوا فارغ
تو پاوں میں اور پہنے ــ سے آسمان سے

بادل ہو تری نیہہ میں پھرتا ہو گلستاں میں ــ الحمد للہ بارے ہیں گھر تھے ہوا فارغ
عشق ــ سے

تج خوبی سوں یک آیت سکیا تو ہوا اب مطلق ــ افسون سحر ٹونے منتر تھے ہوا فارغ
تیری سیکھا ــ سے

لاگیا ہے لذت جب تھی تج لب کا سکی تب تھی ۱۲۷۔ امرت نہیں بھاتا کوثر تھے ہوا فارغ

تج جوڑ کے بلک نیکا دیکھ تھاٹ سکی چنچل طنبورے لبر کے سب جنت تھے ہوا فارغ

(۱۶۸)

اے نار ہے اس جگ منے تج مکھ عجب روشن چراغ

دیکھے نہیں اجنوں کہیں اس دھات کا نو کھن چراغ

حاجت نہیں جو سور چند دن رات یوں نکلیا کریں

بس ہے دیاں دو جگت تج مکھ کا درپن چراغ

ملا ہے خدمت گار تل دھن مکھ کی مسجد میں

پلکاں بتیاں کاجل دھواں دیتا ہے لوبن چراغ

دھن دیکھنے کوں آئے کی یک دیس تو لئے ان سبب

پھولاں کرے شعلیاں سیتے روشن ہوا گلشن چراغ

عشاق پروانے ہو کر چوندھیر تھے پڑنا لگر
چاروں طرف سے گھر کر
اپ تن اُپر ہر یک رتن جھمکائے ہے سودمن چراغ
اپنے پر موتی حسین عورت

کیا رسم ہے تج فام نیں اس عشق کے مندھیر میں
تجھے فہم نہیں مندر
جو عاشقاں ستمیں اپے آجالتے اپ من چراغ
ستم کرکے خود آکر جلاتے اپنے دل کا چراغ

صدقے نبی کے جو تلک روشن ہے یو گھن تو تلک
جب تک آسمان تب تک
روشن اچھو جم قطب شہ جگ سایں کا روشن چراغ
رہے ہمیشہ دنیا کے مالک

(۱۶۹)

مدنیر تھے پھولیا ہے سکی تج نین باغ بوسے کے پھولاں بار لے آیا ہے دہن باغ
آب شراب سے تیری آنکھ کا

ردیف ل

(۱۷۰)

اچپل پیارے کے مندھر منگتی جو توں جانے چنچل
مکان چاہتی تو
تو یوں چھپے چوری سوں جاجی کوں جانے چنچل
سے اطلاع

۱۲۵۰

دو تیاں گے پر چو طرف تاریاں نمن بھرے چندا
اغیار مانند چاند
تس پر برستا چندنا سو تجکوں دکھلائے چنچل
چاندنی تجھے

توں کیس کے نس بھیس او جھل جھپ جا چھپے دیکر تمن
رات بال
جو چھانوں تج دیکھیں گے تو منگتی ہے سنپڑائے چنچل
تجھے

بل کیک تیا کر چھانو کوں ناوے خبر چک پا کے تو
نہ
دنبال لگ گر پانو پر آوے گی پھسلائے چنچل
پیچھے

سن سرگ بن تھے حوراں کھن بن تھے تٹ تارے نمن
جنت حور آسمان سے ٹوٹ کی طرح
سو لک فریباں کھائے کے جو آئے سکلائے چنچل
سو لاکھ سکھلانے

چت کر دو چت یک چت ہو چت لا چلی ہی پیو سوں
پیا سے یکدل
سو نس چکا پیو مکھ اُپر یوں نور برسائے چنچل
رات

پیو اج سورج آیا ہے دیکھ نس میں سورج دن نور لیا
رات
چندا پنم کے چھانے نے یگ دھوتے تیں.... چنچل
چاند پونم جھانواں قدم

تس پیاری کوں گل لائیا شو قوں سوں لے بوسے دیا
گلے لگایا — سے بہت

ہنس مانگوں لیانے سیج چک تو لاج لے آئے چنچل
(مانگ) لانے بستر — شرم سے

حضرت نبیؐ صدقے پیا قطبا رکھیں ہو خیال اُس

لک بھاؤ سوں سمجا تجے آتی ہے ریجھانے چنچل
لاکھ — سے سمجھا کر تجھے — دل لبھانے

(۱۷۱)

ترے دو نین ہیں مد مست متوال — ترے دو گال ہیں خوبی کے گلال
آنکھ شراب کے متوالے

ترے مکھ کی لٹاں نیں ہیں کہ دو ناگ — سلیماں کی انگھوٹی کے ہیں رکھوال ۱۲۶۰
چہرہ زلفیں نہیں مگر — انگوٹھی

بھواں تیریاں کوں کیوں لیکھے گا نقاش — کماں دو کھینچیا ہے سخت اشکال
تیری لکھے

سکیاں کے ہات میں دیکھ پیالی مد کی — نہیں دیکھیا اگن کے تیں جو بیال
ہاتھ دیکھے شراب — دیکھا آگ کو

توں موتی بے بہا ہے تج بہا نیں — جگت کا مال ہے تیرا سو پامال
تو تجھے قیمت نہیں — دنیا

جہاں ہے سیمیا کا نقش اس تھے — کہے ہیں عارفاں سب اس کوں تمثال
اسی لئے

نبیؐ صدقے قطب جم عیش کر عیش
کہ تج در پر کھڑے ہیں فتح و اقبال
تیرے

ردیف م

(۱۷۲)

پیو مکھ کی آرسی میں دیسیا ہے سچ آپ نام | جے کو نجھا یقین سوں دیکھے من پائے کام
نظر آیا اپنا — جو سے اُسکا

متاں کوں جاے پوچھو تمیں راستی کی بات | نیں ہی غلط یہ بات انو کن ہے راست جام
جاکر — نہیں ان کے یہاں

او مرغ وحشی رام نہوئے آپ دانہ سوں | ہر چند پچھاویں دام نپنڑ کسی کے دام
سے — نہ پنپڑ

تج سیس اوپر ہے چھانوں ہما کا نہیں ہے وُدے | مرغان خوش کلام تب آویں سو تج سلام
وہ تیرے سر — تیرے تجھ سلام کو

روزی ہوا وصال تجے یک دو جام پی | ۱۲۰۰ | اس تھے بہوت طمع کرے ہے درد سر مدام
تجھے — سے زیادہ

انجانی میں جوانی گیا پند نا سنیا | قران ہور حدیث سوں ترکیب کر کلام
نہ سُنا — اور

ثابت رہ آپ کام میں دنیا کوں نیں وفا | آدم کیا ہے کوہ سراندیپ پر مقام
نہیں

ن اچ

باندیا ہوں عشق میں کمر آساں اساں سوں — نن پن تھے میں ہوا ہوں ترے نیہہ کا غلام

مکہ کعبہ کوں طواف قطب شہ کرے سدا

سب حاجیاں میں میں حج اکبر کیا تمام

(۱۷۳)

مجے اُس گلے کا حمائل ہے دام — او یک جوت جوہر سورج پایا نام

تو مکھ صافی میں نور کا ہے نشاں — او سی تھے گیا چھپ کہ جمشید جام

نین تیری کوں باو انپڑکاں سکے — قبولیا ہے تو چاکری جیوں غلام

سرا وے کن اُس نار کی نازکی — کہ عاجز زباں ہور قلم ہے تمام

طلسماں تھے مشکل ہے نیہہ کا طلسم — جتے راکھے قدم یو جھے افلاک کام

دو تن گوند کرڈاولی کے نکھو ۱۲۸۰ — نین کس چٹک لاگے کیا جانے عام

لہ معانی لکھ بکوئی بسیجے بوجھے او اسان نام -

معانی[1] عشق جنیا ہوں کرنہ کہے

جنے عشق جنیا کہے او ہے خام
جو وہ

(۱۷۴)

تج شہر کا سو کیا ہے پری بول منجکوں نام — احرام اس کا باندھوں گا ہور پکڑوں گا صیام
تیرے مجھے اور

جن نام و نیہہ تا بوجھے[2] وو گن وگیان کیا — کن[3] نا بوجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام
ان

تج یاد تھے ہوئے ہیں سبھی طالیاں کباب — ساقی پلا انوں لطف سیتی اب یک دو جام
تیری سے پہنچانے

ایسا پلا شراب کہ سب دل تھی جائے دھوئے — وو نقش کار قوم کریں میرے دل مدام
سے

انگار تھا ک یاد کیا تج تو جیو دیا — جب[4] تھے دیکھیا ہوں تو تھے کیا ہوں تجھے سلام
وہ سے تب سے

عالم میجھے سکھاویں گے کیا آپنا سو علم — وو نانوں کے حروف ہمن دل میں ہیں کلام
وہ نام ہمارے

کرتے غروری اپنے بغل میں رکھ کتاب — وو نیہہ کا سو باس نکلتا ہے ہم مشام
اس محبت خوشبو

۱؎ قطب شہ ۲؎ وکان وکیان ۳؎ تجے ۴؎ نگار ۵؎ جیو دیکھ اس پہ بھیجیا ہوں توں اپنا سلام ۔

دوڑایا ہے عقل جتا اتنا دوڑیا — دوڑائے نا تو بھی دیوے دشنام میرا کام
جتنا

اے پند گو معانی کوں کیا پند کہتیا — ۱۲۹۰ اس کام باج آپ پہ کیا ہے سبھی حرام
اپنے

(۱۷۵)

کرے ناز میں ناز سوں منج کرم — عشق بات سوں تو اُچایا علم
مجھ پر — بغیر

ازل کے قلم سے پیشانی لکھے — سدا اُس کا ہورہ اچھے تج بھرم
سے — رہے تیرا

تیرے ہندسی دل پر گنت چو کوں کیوں — حایاں میں آیا ہوں میں تج قسم
گنتی بھولوں

میٹھے لب سیتی ناؤں میرا لئے — ہزاراں شکر ہے کرے منج دھرم
سے نام

ترے مکھ کا مکرا کرے لب سوں بات — وو محرم نہ کیوں آ بیسا در حرم
سے — وہ

انجو جو ہو دوڑیں تری بزم میں — توں مکھ دھووے تو ہو کا شرف منجکوں جم
آنسو — تو

ہمن سیتی آڑے ہوے جان بوج — سنگھاتیاں سوں پیالے پیتے دمبدم
ہم ناراض — ساتھی سے

بچھایا ہوں میں سفرہ امید کا — بھر و صحنکاں نعمتاں محترم

بہوت دن تھے ساقی مو ہمسایہ ہے — پیالہ نہ دیتا منجے یک دم
میرا — ایک

ن۔ قطب شہ ن۔ منج۔

اچھو عیش و عشرت سدا بزم میں ۱۴۰۰ معانی گدا کوں دلاوو درم

(۱۷۶)

ترے قد تھے سرو تازہ ہے جم اوچایا ہے یا نو چمن میں علم

توں ہے چند تارے ہیں لشکر ترے توں ہی شاہ خوباں میں تیرا حشم

ورق صنع پر نیں لکھیا تج سا ہور ازل کے مصور کا ہر گز قلم

سکندر کوں تھی آرسی جم کوں جام ترے ہت ہی درپن ہور جام جم

ترے مکھ کے پھل بن کوں دیکھ لاج تھے چھپایا ہے مکھ آپنے کول ارم

سدا تج اپر دھیان تارے رکھوں سدا تج سوں کھیلوں نویلا پرم

نبی کے میا فیض تھے قطب شہ
محبت کے پھلبن کا پایا ہے سم

(۱۷۷)

کیوں لکھے بینگی تری لٹ کا صفت سیدا قلم ہے نوا چاند بہوت تیرے بھواں چاند تھے کم

نازکی مین نہیں ہے پھول تیرے مکھ کے مَن — چند سورج مشتری تیرکیں کیوں تج سیتے ہم
چہرہ کے مانند — تیرے ساتھ برابری

مکھ دکھایا ہے رنگ روپ عجب لالی تھے خوب — فدا وہیا ہے ہریا سرو تھے بھی اُچایا علم
سے — اٹھایا ہرا سے

کیوں نہ جیویں سد عشاق نیرا مرت تمنے — تیرے گالاں کے سو خوی تھے چوتا ہی جیو کا نم
آب حیات کے مانند — پسینہ سے ٹپکتا حیات کا پانی

غمزے تیرے جو پلک مارنے میں زخم کریں — اُس کوں کر میٹھے بوسیاں کے شہد سیتے ملم
بوسوں — سے مرہم

ایک چھن انپڑیں پیا سو نین میں رکھیں پگ — باندکر پلکاں کے پردے کیا ہوں تیرا حرم
محبت سے میری آنکھ قدم

نبی کے صدقے کہے قطب زماں خوباں میں

تجھا دیکھیا نہیں ہے کوئی تیرے حسن کے سم
مقابل

(۱۷۸)

سو دھن کے لب تھے منگیا تو میں تو پوچھی نام — جو کہیا نام اُسے بولی نام دے دشنام
نازنیں سے

ہنسی میں سٹ کہ اپس مستی کے بہانے سوں — دکھا کہ چھند چلی ہت میں لے صراحی جام
ڈال کے اپنی سے — غمزہ ہاتھ

شراب پیکہ سورج کر دکھائی آپ توں سج — اول تو نین تاریاں سوں مکھ بھایا بدر تمام
پی کے — تیری آنکھ تاروں سے

جو پھول پن کھڑی دھن سو جو نہال کھلیا　　سرگ میں سرو نہ تج مالے سرو گل اندام

پھنگ کر　عورت جیسے　کھلا　　جنت　تجھ

سمن پہ وال سنبل یا دیکھا کہ تل راکھے　　جیواں کے پنکھی پکڑنے الک کی مکہ پر دام

دلوں کے　پرند　کے لئے زلف

بین پہ لبد کرا و لب خنداں ازل تمی کہے ۔۱۴۲۰　ابد لگوں منجے تج سوں ہے تج کوں مج سوں کام

سے　تک　مجھے　تیرے　سے　تجھے　مجھ سے

نبی کے صدقے قطب شہ لگیا ہے دھن کے گلے

لگا　عورت

جوں لام لیف نمن مل رہی الف ہور لام

الف کی طرح　اور

(۱۷۹)

ترے ہونٹ خرما، نین تج بدام　　ترے تل اہیں دانے ہور زلف دام

آنکھ تیری بادام　　اور

عجب ناو شیشے کے قلقل میں ہے　　کہ اس ناو پر رقص کرتا ہے جام

ترے لب نقل سوں ہے مے منج حلال　　تیرے نین نرگس بناں ہے حرام

سے　مجھے　　آنکھ　کے بغیر

نین مرگ تیرے ہیں ہور سو کے شاخ　　پھندا انکھ ترا ہے سو ہور لٹ غمام

آنکھ　ہرن　اور خط سرمہ　　اور　زلف

اپس زلف تاراں کے تیں نا ہلا　　ہوے ہیں جگت جیو پنکھی اس سوں رام

اپنی　　دنیا کے دلوں کے پرند

توں خسرو ہے شیریں بچن ہیں ترے شیریا نیں بت فرہاد ایسا کلام

نبیؐ صدقے قطبا کوں جم عیش سہے

مدد ہیں اُسے آٹھ ہور چار امام

(۱۸۰)

رین چندنی میں سائیں سوں پیو و جام سجن من ہات لینے میں ہے آرام

کرو روشن انداں شمع چھب کوں ۱۳۳۰ کہ راکھے ہیں پیا منج بزم میں (جام)

پیا بن کیوں گے نِس منجکوں ساری موہن مکھ تھے یہ لیوں سکھ جب وام

پیا گل باہنہ دے کنٹھ لا رہوں گی بلا کر میں کھلاووں نُقل بادام

سو اُس نس نین نا کھولوں کے ہوی صبح پیا کے ناؤں بن نا لیو کوئی نام

موہن مکھ چند ہور سکیاں ہیں تارے ہمن دل مرغ ہور پیو زلف اُس دام

نبیؐ صدقے محمدؐ قطب شہ جم

پرم پیالے پیوے نت صبح ہور شام

ردیف ن

(۱۸۱)

ساقیا آ شرابِ ناب کہاں — چند کے پیالے میں آفتاب کہاں

عاشقاں منگتے ہیں سماع کرن — چند گانے کہاں رباب کہاں

مد کے پیالیاں کا دور پھرتا ہے — نقل مد کا کہاں کباب کہاں

او کنول مکھ میں نیر ہے سنپور — اُس کے انگے تنک سراب کہاں

سو کہ دیکھو کنتے ہیں ساجن کوں — ولے میرے نین کوں خواب کہاں

نیند کی ہے خماری نیناں میں — او کنول مکھ دھوویں گلاب کہاں

صبح کے بن لے پھول کھلئے ہیں — شرب کا وقت ہے شراب کہاں

پردے میں کیوں چھپے گا اوجھل کاں — سور کے نور اوپر نقاب کہاں

سکی مجلس شہاں سنوارے ہیں — مجلس قطب کامیاب کہاں

(۱۸۲)

منگیا جو توبہ کے تیں صبح استخارہ کروں
ہنگام توبہ توڑن آیا کیا میں چارہ کروں
چاہا ‌ لئے ‌ (میں) ‌ توڑنے کا

درست بات کتا ہوں نہ جاسے منجہ تے دیکھیا
شراب پیوں حریفاں و میں نظارہ کروں
کہتا ‌ مجھ سے نہ دیکھا جاسکے ‌ اور

سجن کے مکھ تھے کھلے ہیں امید پھول مرے
دندے کے سر کوں ہنر پر پچھاڑ پارہ کروں
دشمن

شراب خانے کا مسکیں ہوں دیکھ مستی میں
کہ لاڑ انبر پہ کروں حکم تل سو تارہ کروں
سے ‌ آسان ‌ کے ماتحت (کو)

جو منج میں نیں اہیں پرہیز گاری کے کاماں
شراب خور کوں اہانت سوں کیوں اشارہ کروں
مجھ میں نہیں ہیں

پھولاں کے تخت پہ بیلاؤ میرے سلطاں کوں
بٹھاؤ ‌ ۱۲۵۰
سنبل سمن کوں گلے ہانس کر سنگارہ کروں
کی ہنسلی بناکر

(۱۸۳)

پیا تج آشنا ہوں میں توں بیگانا نکر منج کوں
تیرا ‌ نہ کر مجھے
رتی نیں یک رتی تج یاد بن توں نابسر منج کوں
رہتی نہیں ‌ گھڑی یا لمحہ ‌ تیری کے بغیر ‌ نہ بھول مجھے

ترے پگ تل رکھی ہوں سیں ازل وں تھی ابد لگ بھی

پانوں تلے سے تک سر

عجب کیا ہے جو نت سر عیں دھریں ساتوں انبر منجکوں

زمین پر رکھیں ساتوں آسمان پیر سامنے

جہاں توں واں ہوں میں پیارے منجے کیا کام ہے کس سوں

وہاں مجھے کسی سے

نہ بت خانہ کا منج پروا، نہ مسجد کا خبر منج کوں

مجھے

جنت ہور دوزخ ہور اعراف کچ نیں ہے مرے لیکھے

اور اور کچھ نہیں قسمت میں

جدھر توں واں مرا جنت جدھر نیں واں سقر منج کوں

تو تو نہیں میرے لئے

جنت کوں ہور دوزخ کوں سو مسجد بت خانہ کیا

اور

کسے نا جانوں میں معلوم نیں کوئی تج بغیر منج کوں

نہیں تیرے بغیر مجھے

ترے نینہ مد کا میں سرمست ہو متوال ہوں پیاری

شراب عشق

کہ اس مد باج نا چڑسیں بھی ہور مد کا اثر منج کوں

شراب کے بغیر نہ چڑھ سکے پھر دوسری شراب

نبی صدقے قطب شہ کوں نہیں آدھار کا حاجت

کہ دو نو جگ منے آدھار ہے خیر البشر منج کوں

مجھے عالم میں سہارا

(۱۸۴)

پھول — اور ڈالیں شراب عشق — رکھیں ہی — آسمان

سکی آ پھول اُچھالیں ہور شیں مدہ پیالہ غر میں — سورج کی کھول کر کھڑکی شبیں نو طرح انبر میں

ساتھ بمقابل — ہم — اور — ڈالیں

اگر لشکر لیے آوے غم جھگڑنے عاشقاں کے سم — ہمیں ہور ساقی ہو ہمدم شیں گے شور اس گھر میں

شراب میں محبت عرق — خوشبودار — اسلئے ڈالیں

شیں گے لال مدمیانے پرت کے خوے کا گلاب — ۱۳۶۰ — پون خوش باس ہووے تیوں شیں سکر کوں مجمر میں

تیرے — سے — اور

جو ہے تج بات میں تاناں بجا مطرب خوشی تاناں — خوشیاں سیتے لوں لاگاں انند ہور عیش ہے ہر تر میں

راہ — ذرا — وہ

صبا توں باٹ دکھلا ٹک ہمارے یار کے گھر کی — کہ شاید آوے وو لالن یکایک میرے منظر میں

کتنے ہی — کتنے ہی

کتک کرنے بڑی باتاں کتک کرتے خرافاتاں — چل آ ہوا ان کو ادلے جاویں کہ ہے سب حکم داور میں

چاہتا — تیرے ساتھ — سے

اگر جنت توں منگتا ہی تو آ میخانے میں منج سوں — کہ خم نزدیک تجھے میلیں اوڑیاں خوش حوض کوثر میں

بے قیمت

رتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں مول اس

لیکر آووں جو بکھرا ہووے اس کا شہر حیدر میں

(بکری۔ خریدی) حیدرآباد

(۱۸۵)

باغ میں آکہ بھنور پھول سوں کہیا یو بچن　　ناز کم کر کے کھلے پھول بہت تیرے نمن

پھول ہنس کر کھیا سچ نار ٹھسوں ولے　　عاشقاں نا کہیں معشوق کوں یوں سخت بچن

گر ہوس ہے تجے اُس لعل پیالے تھی شراب　　پلک کے انیاں سیتے بیند توں مانیک رتن

حشر لگ باس محبت کی نہ آسے اُس کوں　　جن پشانی سیتیں جھاڑیا نہیں میخانے انگن

بہشت کے باغ میں گل باد کے لات لطف سیتے　　۱۳۷۰　　لٹ سنبل کا سو بکھریا ہے سحر کا پون

یوں کہیا جم کے تخت کوں کہ ترا جام کہاں　　جواب دینا کہ توں چپ ہو گئے لے ایسے قرن

عشق کی بات نہیں او جو زباں میں اُس کی　　ساقیا آکہ پیالا دے کہ بس کر یو مین

قطب کے صبر سو انجواں دئے دریا کوں اُبھک

کیا کروں عشق نہیں دیتا ہے یو بات چھپن

(۱۸۶)

کہاں ہے چھانو شاہی ہر یک پنکھی کرے پنکھ میں

ہما کے پر میں ہے اے مرتبا سارے طیوراں میں

یہ

ہمن شوقاں کے آہاں کے جوباں میں بھریا ہے دھن

عورت

نہیں کس بان میں او تازگی ہور رس طنبوراں میں

تیر وہ اور

پلک پر میں پلک مارے نلک سو دل چورانے میں

نے چرانے

نہیں دیکھیا ہوں اے پنکی کسی نیناں کے چوراں میں

یہ آنکھوں

نبی صدقے قطب کے شعر کی بحراں میں سب بازی

اگرچہ شاعراں باندے ہیں شعراں لے بحوراں میں

کئی

(۱۸۷)

سکیاں جیواں چرانے اب نوی ترزاں نپایاں ہیں

دل نئی طرز

چرا کر عاشقاں کے جیو لٹاں میں لے چھپایاں ہیں

دل زلفوں

جو کہتے آج لگ جگ میں نہیں کوئی جیو کوں دیکھے کر

شک روح

سو مج انکھیاں دکھ ادھراں دو تھے جیو آں پایا ہیں

میری ہونٹ اس سے

جو جگ عشاق عاشق اس لباں کے ہو دیئے جیواں

دل ۱۳۸۰

سو جانا نازاں ہر عاشق کر اچھوں پیار پا نپایا ہیں

اب تک

جو توں کھا اپ نمک لب کے بدل بوسے لیں جیو عاشق

اپنے

بدل بوسے جیواں لیکر نہ دے بوسے تپایاں ہیں

دل

عجب غدے دروغاں ہو دغا دیں عشق بازاں کوں

یکس ہیں ٹیک لا دعوی جو پچ رنس ون چپائیاں ہیں

رات

سہیلیاں پی سرنگ پیالے دھڑیاں دنت جھلنے کیاں لا کر

شراب کے دانت کی

تو دے چاندل ..... رنس میں سو دن سوراں دیپایاں ہیں

چمکا سورج رات

نبی صدقے قوادیاں، ناریاں نوے شیویاں کے نو قصے

نئے شیووں نئے

نول قطبا سو کہنے وو نپایاں سو نپایاں ہیں

نئے سے وہ

(۱۸۸)

ترے گل گال تھے اے دھن ہوے میرے نین گلشن

سے عورت آنکھ گلشن

سو پتلیاں بھونرے ہو پھرتیاں دیکھت او من گگن تن

وہ دل کو گم کر دیا

سکل گلزار کے پھولاں کوں مانند تیرے مکھ کے کر

سب

لگے مرغولتے بلبل مرے جیو کے بھرن گلشن

دل

کھلیا پھل غنچہ دھن تیرا دہن ہی کر خوش ہو کیئے

سرانے تھے دہن میرا ہوا تیرا دہن گلشن

سراہنے سے

جو لے ہت آرسی پیاری دیکھن تیں آپنا مکھ تو

دیکھنے کے لیے

ہوا ہے سر بسر زل ترے درپن کا تن گلشن

دسے یوں پاچ رنگی پاپ میں ترناں سوں تن دھن کا

نظر آئے

سمن پاتا ہیں سہتا توں سہے وو تن رتن گلشن

اس طرح

مرگ بن کا نہال ہے کر کہے ناری کوں دیکھ نیناں
باغ جنت
لٹکتی جب جو ہنس ہنس کر تو ہوے منج گھر انگن گلشن
ناز سے چلتی
نبیؐ صدقے قطب شہ آج یو بھیداں عجب دیکھیا
میرا
جو کھلیا دھن کے نیناں تھے طرف چار گگن گلشن
یہ
چاروں
۳۹۰

(۱۸۹)

پیارے گرچہ میں تج بن نہیں تل رہنے سکتی ہوں
تیرے بغیر
ولے لوگاں کے ڈر تھے بھی اپس تیں کوں نڈر کھتی ہوں
لمحہ
خود کو مقید
سے
چھپی چوری کدہیں تدمیں بکیٹ پاتی جو تو کہیں تج
کبھی اکیلا کہیں تجھ
تو دیکھ تج مست ہو جیوں مور اپس ہیں اپ ٹھمکتی ہوں
دیکھ کر تجھکو مور خود ہی آپ
لگی تھی میں اناچینی گلے تج پھول سوں یک دن
تدہاں تھے سر تھے پاواں لگ اجھوں خوشبو مہکتی ہوں
تب سے پیرسے پاوں تک اب تک
تیرے
سے

مرا بس ہوئے تو آلٹ پٹ ہو تج تیں جیو دیئے ہیں

تیرے ہاتھ دل

کہ فرصت نیں کروں کیا فکر اس غصہ تے پکتی ہوں

نہیں

سے

تسوں میں بات کرتی تو نمی وو تن پیٹ ہول اس تے

تجھ سے

غیر رقیب قریب سے

نہ تیا چھانوں کوں پنے کھڑی جب گا وچکتی ہوں

پھر وہ نہ کیا جائے

دو تن کے جھوٹ کوں سچ ماننا توں یو تو واجب میں

رقیب

اس طرح نہیں

وو کیوں کے جھوٹ آتج کوں بری جا اُس ہٹکتی ہوں

وہ کہیے

تجھ

قطب شہ مست ہوں اس وقت پر تو دل بخش ہو منجکوں

نہ جانوں کیا کتی ہوں میں نہ جانوں کیا بھڑکتی ہوں

کہتی

(۱۹۰)

کو پیوں آئے ہیں شہ میرا نگن | چندمن جھمکتا او مکھ سمن

غصہ سے | چاند کی طرح وہ

کیا ہوا ہے سہو سائیں منج تجے کو ...۱۴۰۰ | ناز چھند سوں کی لگی لالن ہسن

مجھ سے کہو | سے کیوں زبان

سب سہیلیاں میرے ستر ناٹاویاں — ناہوسے منج تھے کدیں آبال پن
طعنہ — نہ ہوسکے مجھ سے کبھی یہ بچپن

ایک چت سوں پیو کوں بوجھی ہوں میں — لائی ہوں پیو پنتھ میں دیوے نین
دل سے کو — پیا کی راہ چراغ

مصطفےٰ اصدقے علی قطبا سینتی
سے

او پری ہوڑاری شہ پر نور تن
وہ اور

(۱۹۱)

پرت دعوے دوتن کرتی سہیلیاں — ولے ہرگز نہ بوجھے عشق باناں
محبت کے غیر

جسے روں روں میں بھریا عشق مستی — تو اس کوں نیہ کی پنتھ میں سراناں
روئیں روئیں بھرتا ہے (کی) — عشق راہ سراہنا

بہو چنچل چپل گن گیان گائیں — کہ تا پیو کے ادھر تج دیو جاماں
ہونٹ سے تجھے جام

جو بن دے کر پیا چت سوں ملا چت — کہ دیوے تج سجن اپ حسن رنگاں
پیا کو دل سے دل — تجھے اپنے (کے)

نبیؐ صدقے قطب من پھول کھلیا
(کے) دل کا کھلا

تو چوندھر سب مہکتا جیو باساں
چاروں طرف دل کی خوشبوئیں

(۱۹۲)

نھنا جیو باندی ہو تیرے پیا سوں — کہ پیچا کیا دل مرا تج ادا سوں
چھوٹا دل باندھی — پیچا (لگیا)

بہوت دھات سیتی بھلائی سجن کوں — کہ پیوں اُدھر کا پیالا صفا سوں
بھلائی — ہونٹ

سکل سُد بدکھوی ساجن پرت میں — او مکھ شمع پر پھولی ہوں ت جیا سوں
سب — اس

عشق کا بچھوڈا نکہ یاریا ہے منجکوں — آتارو اپ دھراں کے دارو میا سوں

نبیؐ صدقے قطبا کی ہو نہہ کی ماتی
تو پائی ان وصل نس دن عا سوں
اُنکا رات

(۱۹۳)

پیا روپ میں نین ماتے اہیں — سجن کے نین میں بھلاتے اہیں
کچہرہ آنکھیں متوالی

سرج تمنے جب ..... نیکلے — چند تارے اس سوں دپاتے اہیں
سورج کی طرح — چاند — سے چمکاتے

او نازوک قد سرو جب ڈولتا — تو چمناں کے پھولاں سہاتے اہیں
ڈُلنا — چمن — زیب دیتے ہیں

اجت کے کرن سے رومالاں کیتیں چندر مکھ کے خوباں اُڑاتے اہیں

چاند جیسے چہرہ

پرم کی رنبھا اَر بسے ہنس ہنس کلیاں نیہہ کی سب کھلاتے اہیں

عشق

محبت

پیاری سو مُہنتر پرم دیکھ کر سکی من سوں اپ من ملاتے اہیں

کے دل سے اپنا دل

محبت

قطب شاہ کی سیج سنگرام پر

بستر وصل

۱۴۲۰

نول ل کہ دوتن کھجاتے اہیں

نئی رقیب شرماتے ہیں

(۱۹۴)

یک چھن خبر کر اے صبا موہن ہندستان کوں

میرے ہندوئے

اپ زلف کے جنگل منے الجھائے منج نادان کوں

اپنے میں پھانسے مجھ کو

مو درد مند عشق کوں ہرگز دوا کد نا کیا

مجھ کبھی

گر پوچھے منج کیا کام ہے مُوئے تج حسن کے ریحان کوں

تج شکر ایسے بول تھے نرخ شکر سب کم ہوا

تیرے جیسے

شہر بدخشاں میں نواروں لعل ادھر کے دان کوں

جب نغمہ داؤد نوں گاوے سو نہہ کے بن منے

عشق بھی

سن کو ملاں الحان نج سجدا کریں قرمان کوں

تیرا

اغیار سیتی بولیئے نیوں بات منج جیو انس کا

میرے دل کی محبت

یک تل کی صحبت میں پیا پسرے ہمن پیمان کوں

لمحہ

رنگِ محبت نا دیکھیا پیہو مکھ میں تعنا میں چھپا

دیکھیا

کیسے دعا و سحر سوں اپنا کروں جانان کوں

سے

شعرِ معانی پر سدا کرتے ہیں اعدا سب سماع

اُس یاد سوں یک دو قدح ساقی پلا خاقان کوں

سے

(۱۹۵)

بھلیا نخنواد منے جیو مبر اشکر نشان سوں
بھولا بچہ کی طرح دل سے

کہ جیوں بلجے نگس کے پر محبت شہد اساں سوں
جس طرح پھنسے ڈھیر سے

کتا پر مار یا ان تے کہ مت پاووں خلاصی میں
کتنا

مگر دیوے خلاصی منجکوں اپنے نہہ کے ہاتاں سوں
مجھے محبت ہاتھ

خیالاں کے سو پھانسیاں سوں دیکھیا ہوں دل میں نہہ کا ۔۔۔۔ سعادت کا سو خال اس کہہ او پڑیئے پھاواں سوں

محبت

نہیں ہے کچ اے جیو گرنا بوجھی اس کچ کوں دو جگمیں ۔۔۔۔ اگر بوجھے تو پوچھ ہور سوچے علم جاناں سوں

شگافین کی جو میرے مو موکوں پیو بن کچ نہیں ۔۔۔۔ ازل تھے خاک میری کوں گھڑے ہیں عشق فرماں سوں

سے

ترنگ نیہہ چڑکر آج جولاں دیو میداں میں ۔۔۔۔ کہ کھیلو ڈاو یک تم داو سینی اپنے متاں سوں

لیے جب ناوں ڈاواں کا گئے ہم بھاگ گرداں تھے ۔۔۔۔ کہ دل کو ہوک لگیا ہے تمارے ہات چوگاں سوں

تمہارے

بہوت دن تھی تمن سوں آرزو تھا ڈاو بولوں کر ۔۔۔۔ ہوا جیت دیدہ پرنج دید بسر یا تا میں جاں سوں

بہت سے

معانی کہتے ہیں لوگاں پریشاں حال ہے میرا

کہ لبد یا جیو میرا باز اس زلف پریشاں سوں

(۱۹۶)

کنجل آنکہ کا علم پکڑیا ہے رو رُوں ۔۔۔۔ دوروں رُوں کا تُرّا لایا ہے گردوں

جے کوئی یک رُوں تُرّا رکھے آپ سر ۔۔۔۔ کہ ہووے سب شہاں میں جیوں فریدوں

جو طرہ اپنے مثل

فلک پر کا دیا نی شعلہ جاوے — کہ اس شعلہ کے انگے کیا ہے جیچوں
مقابل

بھنی کی پھوکنیاں پھوکیا ہوں دل سوں ۱۴۴۰ اُسی تے ہیں تیرے نیناں پُر افسوں
سے

منتر پر را کھ پر چو ندھ مر سٹے ہیں — عجب ہے یہ نہ بوجھے راکھ مضموں

تمن نوراں تھے ہے یہ نور حوراں — تمارے نور تھے جنت ہے موزوں
سے سے

تراوے آس کے پانی میں منجکوں — کہ غم دا ٹیا مگر میٹی لے میچوں
تجھے

دنیا کا باٹ منجکوں دور دِستا — خوشی سوں پی تو یک دو پیالے گلگوں
نظر آتا سے

ہمارا عشق ہنتا عاشقاں پر — نہ بوجھے عشق مو لیلےٰ و مجنوں
میرا

تری سبزی تے دمنے سبزورقاں — گلالی رنگ مے چوتا ہے اجنوں
سے ٹپکتا اب تک

معانی کے بچن تے پیچ نا بات
سے

دِسے سب شعر میں میٹھائی افزوں
نظر آئے

(۱۹۷)

وو نازک نازکی جھمکا رتیں کرتی ہے بے ویں

وہ

کہ اس جوتاں کی جھلکاراں سوں باندے دل تنے آئیں

سے

ہیں

تمن مکھ روشنی شاباں سورج چند دیتے ہیں ناواں

بچارے تارے دیسے کاں تمن نور انگے اے سائیں

نظر آئے کہاں   آگے

ہمارا قصہ ہے شیریں کرو تم قصہ پر تحسین

۱۴۵۰

کہ کہنے خسرو شیریں ہمن آنگے نہیں شیریں

ہمارے آگے

لکھیا تج ناؤں دل میں جب ہوا مقصود جیو کا تب

تیرا نام

ندھاں تھے شعر میرا سب ہوا ہے گوہر رنگیں

تب   سے

محبت پنتھ کوں جو کر نوار یا آپ کوں تو پر

تجھ

لیجاؤ تم خضر ہو کر مجے اس کعبہ کے تائیں

نبی کی بندگی لوڑیا صفاں سب کفر کیاں توڑیا
عشق کے صدر اُپر جوڑیا تکیا بھو عزت و تمکیں

رقیباں بیری باتاں کے کریں کو توال کوں آکہہ
مو دل بیٹھا ہے شاہنشہ دسوں تو جوت لو پرویں

نین اُس کے ہیں دو نرگس بھویں کانٹے اسے چوندس
وو کانٹے کا چوبے نا بس کلیاں و ستیاں ہیں جوں نسریں

معانی ہے گنہ گارا رکھیں یارب آپ آدھارا
رکھیا سر تیرے دربار آکریں اُس کا دعا آمیں

(۱۹۸)

نین کی بنداں نھے جو تا ہے شراب ارغواں
لعل تیرے لکھاں تھے یاقوت کا پیالا ایلا

غم کے کپڑے پھاڑ مست کریں ہوا سر تھے جواں
نقل اُدھر کا سکہ ہے منج جیو پر اے دلستاں

سام سیس اِن بھنواں کا چک اُچانے نا سکے — منج اُپر کیوں کھینچتے ہیں غصے سوں زوریں کماں
زور سے

میں نجانوں بہشت جنت میں توں کس جنت کی حور — ۱۲۶۰ — کافر و مومن کریں تج دیکھ کر جیوں فغاں
دل سے

تیری میٹھی بات تھے پیچی شکر دو جگ منے — تو جہاں میں ارل جو چادوں سوں بکا تا ہی رواں
سے پیدا ہو — میں

تاب دوری کا بہت ہو میرے اوپر کرتا ہے زور — شربت اس قند کا چکا واُدھر تھے منج دہاں
اپنے ہونٹ سے

تیرے کہتے بن جے کوئی ہنگامہ میں کہتے بڑے — بہو عجب ہے اے کہ نیں ہوتا ہی گنگ اُس کا زباں
یہ نہیں

کرتے ہیں باتاں خیالاں سوں ہمیں تمنا سنگات — ہیں کہاں ہور تم کہاں جھوٹے کریں لوگاں گماں
ہم تمہارے — اور

اے معانی تیرے رازاں تھے ہوتے ہیں آگاہ سب
سے
تاج توں رکھ سر او پر ہے اماماں کا نشاں
وہ

(۱۹۹)

عشق بازاں میں او نین جو خمار اچھیں — ساقیا پھاڑ دو ورق غم کا کہ سرشار اچھیں
وہ آنکھیں ہیں — رہیں

بول آن بول کے چلتے ہیں ہمن سیتی پیا — پھر ہم پرہیز کریں پیوے ہم یار اچھیں
ہم سے

چند سورج گال اوپر دیسے جن کا چھاوں | ابر سوں اس کوں برابر نہ کریں عار اچھیں
چاند (جیسے) نظر آئے | سے سمجھیں

تمہارے نین سیاہی منے ہے نیر جیون | اس تھے اس چشمے میں الیاس و خضر یار اچھیں
آنکھ کی میں آب حیات | سلیے

تن جنم ناں بند و تیخانہ کے لوگاں منجکو ۱۴۷۰ | میری گزن میں کرن کے زنار اچھیں
جنیو نہ باندھو

برہ تیزاب کا تروار بہوت تیز اہے | ڈر نہیں منجکوں سپر منے جو وولدار اچھیں
فراق کے

کیوں کروں چاند سورج تار یاسوں تشبیہ تن | دم بدم جس رخ تمن حسن پہ ایثار اچھیں
سے تشبیہ | تمہارے

میرے درداں کا دوا ہے تمہاری دشت سیتی | سو حکیم آویں تو اس کام میں بیکار اچھیں
نظر سے | (۱۰۰)

نجانوں کس گھڑی کیتے بن معانی پہ نظر
کرتے

اس کے دل بیانے علیؑ مہر کا گلزار اچھیں
میں رہے

(۲۰۰)

پیرت کے ڈاواں کھیلنے تج سوں کدیں ناہار سوں
محبت تجھ سے کبھی نہ ہار سکوں

تن میں رکھوں کیا کام جیو جو عشق پر ناوار سوں
کس کام کے لئے دل نہ وار سکوں

جوں منج بسرتے ہیں تمیں تم نا بسرتے ہیں
جس طرح مجھے بھولتے ہمکو نہ بھول ہم

ہمنا تمن بن نا گمیں جیا نا بہوت دشوار سوں
ہمکو تمہارے بغیر گذارا نہیں جانا بہت دشواری سے

جوں جیو سینتے مل ہے تن ووں جیو منگے تج سوں ملن
جسطرح روح سے ملا ہوا ہے جسم اسیطرح دل چاہتا ہے تجھ سے ملنا

دو نین پیا تج دیکھن بچھڑا نہ اپ دیدار سوں
آنکھوں کو تیری دید اپنے سے

کیوں رہ سکوں تج سوں یکیٹ جاتا مجے ہر تل بکٹ
تجھ سے تنہا جدا مجھے لمحہ دشوار

لائے ہیں چور لے اجوٹ تم آپ سنے پڑار سوں
مارنے کیلئے

وانٹے مدن صاوے منجے پانی نہ آن بھاوے منجے
مجھے کھانا مجھے

یک تل برس جاوے مجے کیا پوچھتے تکرار سوں
ایک لمحہ برس کی طرح گذرے مجھ پر پوچھتے ہو بار بار

جب تھے جگت میں آئیا جو جیو منگیا سو پائیا
سے دنیا آیا دل چاہتا پایا

۱۴۸۰

ڈوریا ذکر کا لائیا ہیں حیدر کرار سوں
ڈوری تسبیح لایا

جب لگ ہے تن میانے جیا تب لگ رل ہو تج سوں پیا
تک میں روح تک تیرے ساتھ

قطبا جیا دل باندیا حضرت نبی دربار سوں
جی سے باندھا

(۲۰۱)

پیا جوں ملے تیوں تیوں دوتن دل داغ جالی میں
رقیب کے دل پر جلائی

مراسر دوتنی کے تیں کری جوں زاغ کالی میں
رقیب کو مثل

پیا رے آج کل آویں گے کر لے آس لاد کر

ہر یک تل کوں قرن کر کر گسائیں باج ٹالی میں
لمحہ کے بغیر

جیوں میں جاگنے میں تج، سیوں سپنے منے بھی تج
یاد کروں تجھے دیکھوں خواب میں تجھے ہی

جنم تج دھیان میں گھٹیا نہیں مجھ تج تھے خالی میں
تیرے مجھ سے

تمن بن دیس منج رینس ہے تمن سوں رین منج دن ہے
تمہارے بغیر دن میرے لئے رات تمہارے ساتھ رات مجھے

کھڑی اک پانو پر جوں سرو ملنے کی اوتالی میں
مثل

نبی صدقے قطب کن میں بچن کہہ جاتی کے منکر
کے پاس

سکیاں سب گواہی ہیں تو بات کرتی دیکھی حالی میں

(۲۰۲)

کسائیں پاس ہیرے ہے کہ دیکھی آج سپنے میں
اُٹھی جب ہڑبڑا کر میں ڈ دیکھی سیج اپنے میں

پیا کی چھاتی لگ کر میں ہی تھی چھپ کے چھاتی میں
تہاں تھے ج دو تن کاڑے جو مت دیکھی تجے چھپنے میں
جہاں سے یہ رقیب نکالی

نہ بوجھو سچ تج پر میرا میرا چھینت کیوں آوے گا
نہ تج میں صبر تا تج مرجاویں قرن جینے میں
تیری محبت میں

تماری سوں تمن کوں میں کہیں بھی یاد آئی تھی ۱۴۹۰
تمن جپنے نہی نس دن میں ہم چند جوں کے کھپنے میں
تمہاری قسم تم کو کبھی
تم کو یاد کرنے سے رات

نبیؐ کے صدقے رے قطبا بھریا ہے عشق کا بازار
چلے منگتا ہے سوداگر نفا کچ نیں ہے تپنے میں
نفع کچھ نہیں ہے بھاؤ کرنے میں

(۲۰۳)

پیا تج عشق کوں دیتی ہوں سُد بُد ہور جیو دل میں
تیرے اور
ہنوز یک ہوک نیں ملتا کسے بولوں تو مشکل میں
ایک نہیں

خوشی کے انجھواں سیتی بھرائی سمدراں ساتو
آنسوؤں سے سمندر ساتوں
کرشمہ کے وصل کی دولت کرے دُرگنج حاصل میں

بھونرکالا کیا ہے بھیس تیرے مکھ کمل کے تیں
ولے اس بھنورے تھے تیر پرت میں ہوی ہو کال میں
سے محبت

ازل تھے سائیں کا دل ہور میرا دل کئے ہیں یک
سے اور
بچھڑ کر کیوں ہوں ایسے جیون پیارے تھی یک تل میں
سے

نبی صدقے رین ساری دو تن جوں شمع جلتی تھی
رات دلی
رقیب مثل
جو تارے کے نمن رہی تھی قطب شہ چاند سول میں
سے مانند رہتا

(۲۰۴)

اپ نیہہ کی کسوٹی پر شہ منج کسیا نہیں
اپنی محبت مجھے کس کر نہیں دیکھا
دل بات کھول کہہ کہہ کدھی تک ہنسیا نہیں
(کی) کبھی ذرا ہنسا

منج جیو منے ازل تھے ترا نیہہ یوں بسیا
میرے دل میں سے عشق
س وہات بھی کسی کی جیا میں بسیا نہیں
کے دل

پلکاں کے تیر مارے جہاں سائیں ناز سوں
سے
منج باج سینہ کرنے ہدف کوئی دھیا نہیں
میرے بغیر

مُنہ باز زلف سنپولا کھیا گاڑ رے عجب
اس وہات کا سنپولا بھی کس پڑیا نہیں ۱۵۰۰

تا سک کے ناک کر سو دھن بھون کا بھونک
بے سند ہو کہ تمھارا اُپر تے کھیا نہیں

دو تن جدائی پاڑنے تدبیر کی و لے
سائیں ہمارا ہم تے کدھیں بھی ریا نہیں

صدقے نبی کے دیپے مرا بھاگ سور تھے
پنجتن کے چرن باج قطب سر کھیا نہیں

(۲۰۵)

پیا کس سات جیو لائے کہ سمجے کس کوں جاتا نہیں
جو آسوں پوچھنے جاوں اُساساں بات آتا نیں

پیا تو شرط بولے ہیں کہ میں تج سیج آوں گا
ولے منج سیج آئے باج میرا دل پتیاتا نیں

کہتے ہیں باغ میں گئے تو گنوایا جائے دکھ دل کا
ولے مکھ باغ پیو کا دیکھے بن منج دکھ جاتا نیں

پھولاں سب باس کے بن میں کھلے ہیں من بھلانے تیں
دل کے بہلانے کیلئے
ولے پیو باس عرق بن باس بن ہر باس بھاتا نیں

محمدؐ ناؤں دل میں رکھ محبت سوں محمد توں
کا نام سے اے محمد قلی
علیؑ کے عشق بن کچ کام بھی تجکوں سہاتا نیں
کے بغیر کچھ پھر تجھے زیب دیتا

۲۰۶

سکی نیہہ کا نین مندر کیا ہیں — جیا جیو جیو کا جیو کر راکھیا ہیں
کی محبت آنکھوں کو — رکھا

جیسے روں روں مرا تج نانوں لین دن — ۱۵۱۰ تجے جپنے تھے دو جگ میں جیا ہیں
یاد کرے رواں تیرے لئے رات — تجھے یاد کرنے سے زندہ رہا

نین سپنے میں باندی تیری صورت — تو تیرے نور اوپر نیناں سیا ہیں
آنکھ خواب باندھی — آنکھیں

خدا جو راکھیا منج ہور تج کوں — جدائی جانتی نیں ہوں پیا ہیں
رکھا مجھے اور تجھے — نہیں

دیا ہوں دکھ کی باتاں دکھ کے تیں — جے کچ شک کے بچن تھے سولیا ہیں
جو کچھ

نبیؐ صدقے قطبا نا جانے — محبت ہیں تھا پیالا پیا ہیں
(کا)

(۲۰۷)

اُجالا جگ منے جھمکیا جو باندے بال بھولی جوں
میں باندھے
ہوا پھر رین اندھارا بندے سو کیس کھولی جوں
رات کی تاریکی باندھے ہوئے بال

لٹکتے جب چلے سو دھن سکے ہیں چال ہنس کی کال
نازنیں سیکھے
بنے بن پھول سب بھرئے جو ہنس کر بات بولی جوں
ہر بن میں کہا

منجے جب دیکھ کر سو دھن دسن تل لیائے لب ویسے
مجھے دانت کے نیچے نظر آئے
دسن نابات آدھر امریت کے پانی سوں گھولی جوں
دانت مصری ہونٹ آب حیات

کرو اب عاشقاں دل گھٹ بچن معشوق کا ایک نیں
وفا کے اچھراں جو تھے سو اپنے دل تے دھولی جوں
حروف سے

محمد کا محبت آ کیا ہے ٹھار منج دل میں
جگہ میرے
علی گھر بھیک منگنے تھے بھری منج دل کی جھولی جوں
سے میرے

(۲۰۸)

تج بن پیارے نیند نکہ نیناں میں منج آتی نہیں
تیرے بغیر ذرا آنکھوں میری

رینی اندھاری ہے کٹھن تج بن کٹی جاتی نہیں ۱۵۲۰
رات تیرے بغیر

تیرا خبرا اے موہنی منج کوں کیا ہے بے خبر
مجھے

دل تجے خبر کی یادسوں اپنے کے جلاتی نہیں
سے کیوں

ہاوے پہ پاوے روم روم بجتے ہیں تج یاد نت
تیری

او ناد پاویاں کا منجے کے یاد دلاتی نہیں
مجھے کیوں

کیتا صبوری میں کروں جوں من پانی تے بچھڑ
کتنا (مچھلی) سے

توں گل سناتی ہے ولے کے منج گلے لاتی نہیں
گالی کیوں مجھے

کیتا اپس کوں ناز ہور چھند میں پوانگی اے سکی
کتنا اور

آسیج پر ل ل گمیں تج بن منجے راتی نہیں
گذاریں تیرے بغیر مجھے عیش سے گزرتی

اے دھن گھونگٹ میں ناز کے کیتا چھپا کے آپ سے
عورت کتنا

کی منج نین تاریاں میں تج مکھ چند جھمکاتی نہیں
کیوں میری آنکھ کے تاروں تیرے چہرے کے چاند کو

خانا نبیؐ صدقے قطب عاشق کہاتا ہے ترا
خاندان کہلاتا

اس بن یقین پہچان توں بھی کوئی تج ساتی نہیں
کے بغیر پھر تیرا ساتھی

(۲۰۹)

او لالے عشق کے دل میں ہلا او جاں سوں کرتے ہیں
سے

نجانوں اے او لالے ہم سوں کس فرماں سوں کرتے ہیں
یہ سے سے

ہمیں بیٹھے ہیں غم کشتی منے بادِ موافق کاں
میں کہاں

صبا توں باد طالب لیا کہ جنگ طوفاں سوں کرتے ہیں
تو لا سے

سکندر کا ہے درپن ہات تج سب راز دِستا ہے
نظر آتا تیرا

ہمارا راز جان انجان ہو باتاں سوں کرتے ہیں

بساط دنیوی ہے بڑ بڑا توں جان اے غافل

۱۵۴۰

وفا اس میں نہیں گر عشق سوں کامان سوں کرتے ہیں

پرت گلزار میں سب بلبلاں الحاں سیں کہتے ہیں

ہوا خوش دیکھو باتاں رات دن پھولاں سوں کرتے ہیں

مرا صاحب سلیماں تخت ستیارہ حشم جگ میں

غروری اپنی شاہی کی ہمن موراں سوں کرتے ہیں

ہمارے شاہ کی شاہی عجب حکمت ہے لقماں کن

پیاتے دوستاں کوں دوستی وندیاں سوں کرتے ہیں

شراب تلخ دے ساقی کہ رنگ اس تھے شفق پاوے

او تلخی کا اثر میٹھا ہمن مستاں سوں کرتے ہیں

اس

جوانی کا عجب ہنگام ہے پھر کر نہ آوے او

کہ اس ہنگام کی خاطر بہوت درماں سوں کرتے ہیں

منجے تج عاشقاں کی بزم میں ٹھارا نہ تھا لیکن
مجھے تیرے جگہ
پرت بازی ہماری سب پرت بازاں سوں کرتے ہیں
عشق عشق

حرارت عشق کا تیرا کیا منج پے عیادت کر
جراحت پر سلا بہ نازکی مژگاں سوں کرتے ہیں
سے

نکو جانی سلیمانی ہمن ہر سم پری رویاں
دو اسب عاشقاں ہیں منج اپس ہاتاں سوں کرتے ہیں
میری اپنے

معانی نا بوجے خوبی برائی یسم دارو کی
ہزاراں شکر مو دار و اپس ہاتاں سوں کرتے ہیں
میرا علاج اپنے ہاتھوں سے

(۲۱۰)

خدا کا لے ناتوں پیت پھل کھلائیں ۱۰۴۰ تو تارے اپر تارے بھی بار لیائیں
لیکر نام محبت کے پھول پھر پھل لائیں
یک یک بھاؤ ہور یک یک رت سو لکھ شہر میا نے یک یک کو جلائیں
اور ایک

سو مَن آسمانی انچل اوڑی ہے
سورج چاند رخساراں جگ گائیں

منجے ایک کر جا توں ناچار کر
منجے ڈھونڈ نہ جیو جوتی سو پاب

دراجی ہی ناسک دھر تجیر یاں
نین سوگی نرگس سوں نپیتہ بھر ہیں

صری سُنبلا جگ منور کرے
پیالے سوہت سوہ ہو کر دیائیں

قطب نیہہ کے دھو سگی کرتی تھی
نبیؐ صدقے اکوں اپتال آزمائیں

(۲۱۱)

پتلیاں مصلیٰ طاق بھوں ان بے نیاز کوں
احرام باند کر سو کھڑیاں ہیں نماز کوں

پلکاں طواف کرتے اہیں کعبے نین کوں
تا مدعا بر آوے اپس دل کے راز کوں

ہاتاں کو دیکھ پھکتے سو جوبن کوں جیو ہے
بھٹین نین سوں دیکھتے ہیں ہات باز کوں

باندے ہی کھیچ جوڑے میں بیامی اُبھال وصن
بُند خوی بر میں ہیا نت نمن سرو ناز کوں ۱۰۵۰

کرتار ہر یکس کوں دیا ہے ہر یک کام
خالق ہر ایک کو ایک
لاگیا ہے کام عشق کا منج عشق بازکوں
لگا مجھ

بھو منتراں سوں پالے سپارا سو ایک ناگ
بہت سے سپیرا
رُوں رُوں سنپو لے لبدے ہیں اس غمزہ بازکوں
ہر روئیں میں

حضرت علی کی لیے کہ درازی اہے تمام
(چاہئے) (ہی)
صدقے نبیؐ کے قطب کی عمر درازکوں

(۲۱۲)

کنگی چھٹ ہات تے وحن کے رہی یوں سیام بالاں میں
چھوٹ کر ہاتھ سے نازنین بطرح سیاہ بالوں
کہ جوں چند ابر دکراں سوں مل دستا ابھالاں میں
بطرح چاند سے ملکر نظر آتا ہے بادلوں

نین تپلی سیہ جوں مشک، جو ہر جام بھیتر پا
آنکھ کی اس کے اندر
جڑے ہیں جوہری نیلم بچھل لیا موتی ڈھالاں میں
لا

کریں جوں سیہ پانی میں بھونگ سیاہی اپس میں آپ
دیسیں تیوں عکس بالاں کے سودرپن صاف گالاں میں
آپ
نظر آتیں اسیطرح بالوں آئینہ کی طرح گالوں

گلالی لال پھانکاں دو آدھر پروال ہیں دھن کے
ہونٹ
ترتن جھلکار جوں دامن چمک ہیں پھول مالاں میں

پتنگ دل عاشقاں کے بل رہے جلبل کجل ہوکر
جل بل　کا جل
سو تس پھیں نپوچھو کوئی جو ین نوری ہلالاں میں

پون جوں بیچ کھاونڈ لاے صبحی ات تنک پن تھے
ہوا　ڈھونڈے　سے
دیسے نازک کمر تج وو ں خماری ڈول چالاں میں
نظر آئے　تیری اسطرح　ڈلتی　چالوں

عجب کچ کھان مخفی تھے سو پرگٹ پر قطب شہ دل
سے　ظاہر
کچھ
جواہر سمندراں ابلیں ہر یک تانے خیالاں میں　۱۵۰۰
کے سمندر

(۲۱۳)

تیری دوری تھے مج دل کوں نہیں یک دم قرار
فراق　سے
مچھلی نمنے تلملوں ہوتا جو لد ید دور توں
مچھلی کی طرح

تیری مجلس کا سو باقی پیک پریاں مست ہوئے
تلچھٹ　پیکر
بھی
ہشت جنت میں تھے کس جنت کی چنچل حور توں
سے

سب بہاریاں کے تین تجہ پردہ تھا جہ نین پر — تیری دستی نخے اڑیا پڑا عجب دستور توں
تج نین بجلیاں تھے بجلی سب سہیلیاں کی چھپی — سچلی دستی ہے سندر جیوں طور پر کا نور توں
سب فقیہاں ال الف ناپڑک کہتے ہے پڑو — میرے دل کے شہر کوں دایم رکھے معمور توں
پند گوباں تجہ ہوا ہوں عاجز و بیہوش میں — میں سو عاشق با نوا و علم میں مشہور توں

کوئی بوجے رمز تجہ بن قطب کا
لب شکر ساقی پیالا بھر کہ ہے فغفور توں

(۲۱۴)

بھواں کی کوشکی جب تجہ تیں چڑے کماں — سو ارخش ہوئے جیوں کہ رستم دستاں
تماری نازکی جب اوس جیو کے باغ پڑی — چوے وو اوس تجہ ہر دم شراب لعل رواں
وو باس اپنی پری ال سوں چھیدتا دم دم — ہر یک پھول اپس وضع سوں دکھائے کتاں
بڑائی کرتے ہیں سب پھول اپنی باساں کی — یکایک آئی تمن پھول باس اونوں کا میاں

تمارے چھن کے کرشمے سوں علم ہے سب عالم — بغیر سحر سوں کھینچے ہیں طالباں کوں دواں
(تمہارے)
تمارے نین کوں نرگس سوں کرتے لوگ تشبیہ — کہاں تو جھیں اُنوں جھڑتا ہے اس تھے دو تہماں
(تمہارے) (تجھیں وہ)
نماز و روزہ سوں اچھا کہ دل میں ہے تیرے — وکھاتے شیوے عجائب منج ان زباں کے بتاں
(سے / رہنا) (مجھے)
شراب صاف میں دھو کپڑے ہور غسل کیا — رقیب کے مکھ اوپر توڑتا ہوں تال تتاں
(اور)
کہ سات سمند من تمسکرت علم ہے — تو توڑے جیر وہ کاری دکھاوے اسکے کتاں
(سمندر کی طرح)
بھولیا ہے جیو مرا اس کے تل کے خال اوپر — کہ پڑے ہیں منجے چوندھر تھے اسکے کتو خطاں
(فریفتہ دل) (چاروں طرف سے)

ہزار شکر الٰہی کا کرتا ہوں ہردم
دمامے فتح کے بجتے معانی شاہ نشاں

۲۱۵

بلبلاں کرتے ہیں باتاں خوشی تھے پھولاں سوں — منج دسے تج دسے سم نا آویں گے جاناں سوں
(سے پھولوں کیساتھ)
کر سونا رسو میں راستی کی بات کھیا ... ۱۵ — نہ نہ تراز و نہ جو کھ کر کھیا ہوں تمناں سوں
(عشق کی میں کہا)

مے ادھر لعل تھے منگتا ہوں پیا پیوں دن تھے — کون او دن اچھیگا پیالہ پیویں ہمنا سوں

(ہونٹ سے چاہتا بہت سے — وہ ہوگا ساتھ)

تجم پیت کا ازل تھی پیڑ ہیں دل ہیں مرے — تو تمن بات کوں جا و ب کروں پلکا سوں

(محبت سے بوئے — تمہاری)

عشق کے باغ میں گل پایا محبت کا ہلیا — کروں اس پینڈ لے ڈھنتا ہوں اس پاتا سوں

(ہوا)

آپنی آرسی کا لاف سکندر نہ کرے — تیرے ہت آرسی دکھ گم ہوا اپ ناما سوں

(ہاتھ میں دیکھ کر)

عشق کا بات نہ آوے کہنے ہور لکھنے ہیا — ساقی پیالا پلا ہور رقص کرو ہمنا سوں

(کیسے اور — ہمارے ساتھ)

تمارے شہر میں بیٹھے ہیں فتنہ ہو کہ ہیں — کی نہیں کرتے تیر اندازی اپس نیناں سوں

(تمہارے — اور کیوں اپنی آنکھوں)

صبر گزریا ہے صبوری تھے معانی تیرا

(سے)

برہا تند ہوا لطف کرو نازا سوں

(فراق سخت)

۲۱۶

جدہر دیکھوں تو دسے حسن تیرا مرے نین — کہ دل چمن میں تمارا ہی باس جیسے چمن

(نظر آئے آنکھیں — تمہارا خوشبو کے)

پیالہ بھر تھے پیونگا رقیب کے ہت تھی — کہ مستی کوں سرل چڑہا کر پھروں نوں کے انگن

(پھر سے ہاتھ سے — ان)

نمنتدی کچ زرنگ تیرے تھے جھڑ ہیں باغ تے بیب ۱۵۹۰ تو زیب دیکھ کے یوسف چھوڑیلا ہے اپنے وطن

تو نار جھاڑ تھے پھل چننے ہات ناں اٹھے پرت میں دال ہوا قد عصا دے چننے رتن

خبر ہو بھاگ کا بھیجو نین کے حاجب لوں تماری یاد تھے جیتا ہوں سب خطا و ختن

او بت کا ناز سے کچ مربک کے نیناں تل نظر ہمارا سو کچ دیکھ کر لیا ہے چمن

کرے سوال معانی تمن تھے سال بسال

کہ سوال دیویں تو کیا کم ہوئیگا حسن ٹپن

۲۱۷

دیس آنند کا تو یاراں طرح عشرت کیتے ہیں خوش مکھاں جا کر تو تج پھل زر صحبت کیتے ہیں

گوشہ پھل جھاڑ خوب ہے اب میں ہم ساراں مست یک بکے پھل جھاڑ تل او جھلک خلوت کیتے ہیں

کام پڑیا اب تو عاشق کوں کہ اس جنگل و باغ چندریاں ہر روز مجلس کوں سو نوبت کیتے ہیں

آہ ایسے مناں کہ جو اپجے جگت آئے بھر سو ہمارے تائیں سو رنگاں سوں فرقت کیتے ہیں

وقت او آیا کہ اس عالم میں ہت آوے پھٹ — پی شراباں کیوں کہ کانٹے سوں ملامت کیتے ہیں

دوست رالکھو وضع مے پیناں کا کب دشمن نزیک — ۱۶۰۰ — اس زماں میں مست اس جام محبت کیتے ہیں

مندر با قوتاں کا توں جانے نہال گل کلال — اس کے ناں میں مجلس صاحب مروت کیتے ہیں

تب کہ مست ہوا تکھ اس لطف ازل را کیا امید — واں کہ حاضر تھا ہوں میں جیو قت جنت کیتے ہیں

رکھا

پیالہ ڈھان کیا کر معانی تا نہ لیوی نام کو

ڈھانکا

کیمیائی آن سو کر ان سوں حیلت کیتے ہیں

(۲۱۸)

میں عاشق بیباک کھیلوں عشق تن آدھا سوں — پیت کے لاکا پراپن دل جیو کنوں نا وار سوں

وار سکوں

مستی سوں تم گالی دئے ہیں بھی تو کچھ کہتی ولے — یک حرف کہتی مست رسیں گر چپ رہے دشوار سوں

آگھر مکر میں نت لکھی مج جیو میں تج صورت بسی — لوچن میں روشن توں دسی تیلیا جیو میں بیدار سوں

پچھ

طعام و پانی باج میں کیوں رہ سکوں تج پیار بن — مج جیو کا آہار ہے تج یاد کی آدھار سوں

میرے دل تری

مج اس ازل تھے لکھ رہے نا داسکیا کیا پوچھتی　　میری زباں عاجز ہے تم سنگ بولنے تکرار سوں
سے
پنکھی ہزاراں جگ منے بن جو اڑتے ہیں ولے　　توجوت مج پر چھائی تو جگنا ہوی چو سار سوں
پرند　میں

ذرے سکل جگ بھر رہیں تج عشق کیرے گرد میں
سب دنیا میں
۱۶۱۰
تو نور تھے ذرہ معانی ظاہر ہے انوار سوں
تیرے　سے

(۲۱۹)

جداں تھی عشق بن بوجے تداں دیکھے تج اپنے میں　　سگل سُدبُد گنواں پوجے رہے تج ناو جپنے میں
تیرا نام

(اسکے بعد دیوان میں صفحات چھوٹ گئے ہیں)

ردیف و

(۲۲۰)

پیاری کے چکر بال کوں پیری عجائب سو　　بنا مالی گنا پالی رہیا تیری عجائب سو
غباری کا خطاں پڑ ہنے سو چشمک سوں ارکھی　　قلم بال سوں ہت صنع رقم کیری عجائب سو
معلم سو سرن آئے دکھا حرف نوا خط سوں　　جگا جگ میں ہوا بجت عنبر پھیری عجائب سو

ہنی کیس اپجنے کا معمّا ہو یو جو شیخ — کہ ہر کیس تجے لکھ وضع شہر ائیری عجائب سو

ہے

سُہن بال چمن مکھ پہ لٹک تیری سنبل جھیلے — اُو تولان لب سو کھیلے پھول سرنگ تیری عجائب سو

چیر ہیا تیری پکار اٹھیا سو چوندھر جیو برق — یون منی کجل انکھ میں چمک تیری عجائب سو

سکل کیس بلا کھوپ بندی کوپ معانی پہ

سب بال

بچن کوپ دلا کوپ خبر دے ری عجائب سو

(۲۲۱)

کہیا کہ بوسہ سیتی ہمن تم جواں کرو — کہیے پرت کی بات تمن جیو کا جاں کرو

سے — تم

کہیا کہ آفتاب کرن آئی تول کول ۱۶۲۰ — کہیے کہ قول جوت سوں لکھ کرزاں کرو

کہیا ادھر تمارے جیون کوں جلاوتے — ہنس کر کہی یہ بات نکو تم بیاں کرو

ہونٹ تمہارے

کہیا کہ حق پرستی کرو بت پوجن سُٹو — کہیا کہ دونو بات میں ایک امتحاں کرو

کا پوجا چھوڑو

کہیا کہ آدمی کا مروّت نہیں تمن — کہیے کہ بس ہے عشق تمارا نہاں کرو

تم کو

کہیا کہ عاشقاں کوں دکھانے کا بھید کیا — کہیے کہ عاشقی مینے گونگی زباں کرو
میں

کہیا کہ مد گلالی جلا دیوے جیو کوں — کہیے ازل تھے مست ہوں تم ناسماں کرو

کہیا کہ مرحمت کی نظر سوں نواز و مجھ — کہیے ہماری پنتھ منے جاں نشاں کرو
راہ میں

کہیا تماری سیوا معانی کا دولت ہے
کہیے کہ تم بھی سیوا برابر شہاں کرو

(۲۲۲)

حسن بعضے دکھو ہور حسن اے محبوب دکھو — زمین اسماں نمن فرق اہے خوب دکھو
اور — کے مانند

سبحۂ دین دکھو ہور حسن جینم کفر دکھو — خرقۂ زہد دکھو جامۂ مشروب دکھو
اور

قصہ یوسف دکھو ہور حسن یاراں دکھو — ۱۶۳۰ پیرہن باس دکھو دیدۂ یعقوب دکھو

دوری دیکھو سو تماری وہمن صبر دکھو — خندۂ ناز دکھو گریۂ ایوب دکھو
تمہاری ہمارا

درد میرا دکھو درماں سو اس کر دکھو — اس غروری دکھو ہور منج قرہ جاروب دکھو
اور میری — اسکی

آب زمزم دِکھو ہور اُس ٹھڈی کا نیر دکھو ‏ صافی چشمہ دکھو ناب منتوب دکھو

سرو کا قد دکھو ہور اُس لٹکن چال دکھو ‏ عشق کا آہ دکھو منج دل مجذوب دکھو

ناز کا ناز دکھو ہور انچل اُس سیس دکھو ‏ سو کے کے بھالے دکھو سینہ مطلوب دکھو

نینہ کا ڑی دکھو ہور مو دل مجنوں دکھو

کوہکن دیکھو معانی دلِ مکتوب دکھو

(۲۲۳)

آ ہواں پائے خطا کی زلف مشکیں باس بُو ‏ کچ عجب ہے راز اُس کی باس پر تھے وارو مُو

منج کرے مجنوں و دیوانہ پیا اب نینہ سوں ‏ بھی کیئے زنجیر زلفاں سینی زلکوں بند اُو

دو دو کے غنوا دہیں مونین تیلیاں چلبلیاں ‏ تو لبد کیتی ہیں تیرے بیٹھے چو میاں سینی خو

مستی ہیچ تج ناؤں کی ہیبر سو سیس اوپر سدا ‏ ۱۶۴۰ ‏ تاج و افسر میں کیا اس مستی کوں کیا گینگے کو

طوفِ طاق کعبہ کرنے دے منجے فرصت خدا ‏ خاک سرمہ کر دماغ اپنے کو دیووں عود بُو

منج محبت اُس ترک کا میل ہے اسکا شکار — میں شکاری ہوں کھیا ابرو کماناں ناندے دو

باز جنگل باگ کا سیمرغ کوں کرتا شکار

اس کے جنگل میں معانی ہے بچار مور و مور

(۲۲۴)

مرے مذہب کی باتاں کھولکر اب کیا پوچھینگے کو — ہمن جانے و مذہب ہے ارقیباں کیا غرض تمکو

پھولاں کی شاخ پر بیٹھا ہے بھنورا نینہ سوں جلتا — بھیریگا شہد کل اب تو ہمن اللہ جیو کا جو

ابروں روں کا چھایا ہے ترے مکھ سور کے اوپر — او ابراں تھے چووے مہ بند اس تھے دل کیا ہے جو

کئے بنیاد مستی کا تمن دکھ زاہد و جاہل — کروں کعبہ میں سجدہ ہر کد ہر کوئی کینگے مو

ازل تھے ہم تمن میں یاری ہی اپے ہر میخانہ — عجب کیا ہے چھپا کر دیو مئے منجکوں پیالی دو

موں میں یک بات و دل میں بات ایک میری نہیں عادت — نہیں سنگ دیکھو انگ میرا کہ پکڑتا ہے کیے مدھ تھے تو

ہمارا عشق کا مجمر سو سر تھے روشنی پایا ۔۱۵۰ — اگر ہو رعو و عنبر سونگھ کر دماغاں کوں کروں خوشبو

کروں تعریف میں کس دھات سوں میویاں کے رنگا رنگ کا   یوں جوبن کے ملکیاں کوں لگیا ہے میوہ رنگیں تو

کے   جوانی کے   مو لکھوں کو

بہشتی میوے ارزانی ہوے ہیں اب معانی کوں

رقیباں اپے برائی دیکھکر جاتے ہیں جگ تھے ہو

سے تو

ردیف ہ

(۲۲۵)

شب میں تی روں کا نوش تج مکھ پہ ہوا چردہ   باندھے ہیں خماری کا اس نین اُپر پردہ

تھا حکم سلیماںؑ کا خاتم ستیں جن اوپر   مکھ حکم ستیں حکماں دو جگ میں سدا کردہ

نور نبویؐ مکھ پر تیرے سوا دیتا ہے   دانش کی نظر میں ہے اس نور تھے پروردہ

سے

بے دانہ و پانی تھے آدم اچھے کیوں زندہ   مکھ دانہ ازل تھے سیخ مینج جیو میں آوردہ

سے رہے   سے سو بچکر میرے دل کے لئے

دانے او پر آنچل کا دو جھل کرے ہے نہ کا   کیوں جاؤں چرا چرنے دو دام ہے گستردہ

وہ   چارا

اس دانہ کے تیں میرا دل دانہ ہو پھنسنے   دے خمس و دانہ کا مو نیر خضر خوردہ

وہ   میرا

تج عشق کے پنہاں میں مکیں معانی ہے

با جوت نین منج پر تا دبسوں کرو یہ

(۲۲۶)

تمن روشنی بن ہمن روشنی ناہ ۱۶۶۰ تو دیدار بن سبھی دیدار ہیں کاہ

سبھی جھاڑ کوں پت جھڑی باد چکر کھانس پر ہی نظر تو دسوں شاہ

تمن خیال سیتی ہمیں خیال باندے رقیباں نو جھیں بے با آہ ہے آہ

نمازاں کروں راتدن ملنے کیا میں ہوا منجکوں روزی ذوالحمد اللہ

اندہارے کے باول منجے پڑی جو پہر خدایا تو بھیجیں ہمن باد دلخواہ

کتا صبر فریاد کر چپ نہ رہ توں کروں آہ آہاں تو ہن نہیں ہوتا آگاہ

ہوا بیقرار آہ آہاں تے میں اب نظر با منج اوپر سو نگا کہ جیون ماہ

کریگا اگر یاد وو منج دکھی کوں کروں یاد اگر کس کوں استغفراللہ

معانی ہے عاجز تری خدمتا میں
ہیں
نہیں مُدبُدا سکوں تو کر سب تجے آگاہ
سے

(۲۲۷)

نیناں کے بند میں الجھیا ہوں کن نہیں ہے آگاہ
نا بوجھ سک کہتے منجکوں دیوانہ گمراہ

نیہہ کھڑگ دھار او پر چلنا بہوت ہے مشکل ۱۶۷۰
چل ناسک اس کے او پر کھوئی ہیں سب اپنی راہ

پیارا عشق کا ہو کر نیہہ صف میں ڈٹا ہوں
ہے مدعا میرا سجدا کروں وو درگاہ

کلہ پھول آسماں میں دستے ہیں تارے جوہر
نظر آتے
اپ کام میں میں پھرتے نہیں کس تجے کوئی آگاہ
اس

ہیں مات تیرے جسم انگے کیقباد و رستم
چرے بندے ہیں تیرے ہکوں لکھ اپنے دلخواہ

کن لکھ سکے حساب تیری صنعت کے یارب
منشی نبو جھیں انشا قلماں ہوے ہیں حیون کاہ

کافر کہو منجے کوئی یا زاہد و مسلماں
احرام باندیا اس کا نا سوجے ہور درگاہ
سوجے اور

تج نیہہ صور کوں جھارن کوئی جگت میں (؟)
یک رنگ ہوے سو جھاڑے تو دیسے سب میں جیو

ترکیب ہے ہماری ترکیب لے ترا کیب　　نمک نوش اروبھیو ترکیب ہو ویگا دشاہ

بہت

میں طفل ہو تمہارے مکتب تھے علم بوجھیا　　تو دیویں علماں سب شاباشی منجکوں گہ گاہ

سے

یے سرفرازی بس ہے دو جگ منے معانی

میں

منج سیس پر لکھیا ہے اسم محمد اللہ

میرے سر

(۲۲۸)

رکھے ہے منجے گوشہ میں اپنے دلخواہ　۱۶۸۰　ہزاراں شکر کرتا ہوں تا سحر گاہ

ہمن بزم میں نہیں ہے شیشہ کا حاجت　　کہ دل شیشہ کرتا ہے قلقل شہنشاہ

ہماری

کیا ابتدا ظلم تم حسن کا اب　　منج اس ظلم تھے پینہ میں رکھا اللہ

سے اپنی پناہ

اٹھیا باد چوندھر تھے تج عشق کا یوں　　گئے ذرہ اوڑ میں رہیا ذرہ درگاہ

سے

ہمن کوں ہے بتخانہ او خال ہندو　　کروں سجدہ اسکوں دکھاوے منجے راہ

وہ

نھنے پن تھے رکھیا ہوں تج در پر سر　　کہ پایا ہوں دولت اسی تھے کمیں گاہ

بچپن　سے　　سے

معانی گنہگار ہے بخش یا رب
بندیا دل ترے مہر سوں توں ہوا آگاہ
(باندھا)

(۲۲۹)

عشق گھر میں کرے اپ آشیانہ — سچیں تجکو سہاتا ہے اسے خانہ
(اپنا — سچا — یہ)

ہنسی میٹھائی سیتی دل بہلائی — نو جے کن کجل انکھ رکھے دانہ
(سے)

تن باساں سیتی پنکھی ہوا ہیا — نہ لے گی بوج بلبل منج فانہ
(سے)

چیڑ یار ہونٹاں کی مسی کا اثر منج ۱۶۹- — اسے مستی میں ہے کس خمار خانہ
(چڑھا — مجھ پر — نہیں — یہ)

دیکھوں جب آس سوں ہوئے آہ پردہ — ہوا ہوں اس تھی میں سرتھی دِوانہ
(سے — پھر سے)

سُنا روپے کی چوری میں نجانوں — چُراتا ہوں او یاقوتِ خزانہ
(سونا روپیہ — وہ)

ترنگ تج ناز رستم نا سکے چڑ — نین تیر آب سوں کرتے نشانہ

کشش پیڑی ابر کن چل سکیگا — ہزاراں لرزہ ہے اس کارخانہ

فلک قلاب سوں باندھیا ہے سیڑی

معانیؔ تو دِسے شاہِ یگانہ

(۲۳۰)

میں دعا باں پڑوں کیتا نکرے منجکوں نگاہ ٹیلا پیشانی پہ لاجاؤوں گا اس کی درگاہ

مے ہے مجلس منے کِن لاف صبوری مارے اسے عاقل نہ گنو تم وو اہے سب ہیں تباہ

نور ہو قد کے بچن بولتے صحبت میں تی جل نکلتا ہی دھنواں تج تھے سحرگاہ پگاہ

عرضہ کرنے کوں پھولاں کن تھے صبا آوے باد کیمیا دشٹ کرو تا دھریں سر پر سب شاہ

پگ ہیں نازک ترے ہو رناز کا رفتار اہے ... سرو یک پا یہ کھڑا ہے کہ ہمن بخشو گناہ

مستی سوں جب ... بگڑی بھنواں اور پر کج میں دعا کرتا ہوں یارب کہ رکھ اس اپنی پناہ

پکڑے اغیار نپٹ اب تو معانیؔ دنبال

صبر گزریگا تو ہشیار ہیں مارینگے آہ

ردیف ی

(۲۳۱)

سہیلی کہی یوں کہ تج نیہہ تھی بالی — سو مدمست ہو ملنے کی ہوی اوتالی

تیری محبت — ہوکر ملنے کیلئے جلدباز، مشتاق

مدن بان ساندے ہے پالکاں تھے چھند سوں — کہ جیوں ہرن پر سرک زلف کھالی

تیر مارے، سے عشوہ سے — دلوں کے

پیا بن برہ دکھ ستاوے سدا مجھ — پیا سوں ملاوے سو دھن منج جو آلی

کے بغیر فراق، ستاوے، مجھکو — ناز نیں مجھے

سجن کے درس تیں ہمن تیں پیاسے — دکھا کر پیا کوں مکھڑا منج سنبھالی

درشن کیلئے، ہم — دکھا، مجھے

مرے دل میں نس دن تھی ہے پند بستا — کہ شہ کے چرن تھے نہ ہوؤں نرالی

رات، سے — قدم سے، جدا

سہیلی توں خاطر پیا کا پکڑ کر — سجن کے خیالاں ہے سب لاوبالی

نبی صدقے قطبا کی پیاری ہو سرسوں

شروع سے

جوبن ناد تاریخ چولی میں کھالی

(۲۳۲)

نہ بچھڑوں سائیں تھی یک تل سہیلی ۔۔۱۰۱ پیا کی رنگ سوں میں ہوں بکیلی

سے مجھ ۔ سے

سدا پیو جوت سوں مِن جگمگاتی پیا نیہہ کی چھب سوں موں ہو چھبیلی

پیا کی جھلک سے ۔ انیلی ۔ کی محبت سے

سکیاں پیاریاں متے میں پیو کی پیاری ہوئی پیو نیہہ سوں پھل جوں نویلی

میں ۔ پیا کے عشق سے پھول

سجن قد سرو سوں منج دل بندھانا پلیٹی روکہ کوں جوں کونلی بیلی

کہ سرو جیسے قد سے میرا ۔ درخت کو جیسے

پیا مطلق منجے دل تھے نہ بسارے پیا بن کیوں جیوون کہہ ری سہیلی

مجھے سے بھلائے ۔ کے بغیر زندہ رہوں

سینے تھے منج پیاری نیں اُتاری کئے رنگ رس سینتی منج تن نویلی

سینہ سے مجھ نہیں ۔ سے مجھے

نبیؐ صدقے قطب شہ سینتے

سے

نچھوڑے سیج پر منج کد یکیلی

مجھے کبھی اکیلی

(۲۳۳)

پیاری سُہاتی ہے ابھرن سوں بھاری توجا گا کرے من تیں چھند سوں پیاری

جگہ ۔ عشوہ سے

او پنچل کوں دیکھیا ہوں ہو گن میں ماہر
وہ دیکھا
بھلائی ہے تو عاشقاں کوں او تاری

محباں کے من لبدے ہیں تج سوں دوایم
دل مائل ہوے تیری طرف
کھلی ان نین میں برہ کی خماری
آنکھوں فراق

مدن بان ساندے ہی چھنداں سوں موہن
عشق کے تیر مارے عشووں سے
۱۷۲۰ ہوئے عاشقاں دل کے اس تھے شکاری
سے

نین سوں نین لا کھ موہی ہوں پیو پر
آنکھ سے آنکھ ملا کر فریفتہ ہوئی ہوں پیا پر
کہ تن من اپس اس کے انگ پر تھے واری
اپنا جسم سے

سجن کے چرن پر رکھی سیس اپنا
قدم سر
جگت کوں پیا دھیان میں من بساری
دنیا کو پیا کے خیال بھول گئی

نبیؐ صدقے قطبا پچھانیا ہے تجکوں
پہچانا تجھے
کہ سب میں ہے توں اسکی من کی پیاری

(۲۳۴)

پیا کا عشق ہے میرا اپار جانی
بن اس نہہ کوں جیو کر من نجانی
بغیر اسکی محبت کے کس طرح جیوں مجھکو معلوم نہیں

محبت ہے منج جیو چمن کا سو میرا
میرے دل میں
پرت پھول رنگ رنگ کے اسکی نشانی
محبت کے

ہوے عاشقاں روپ لیلی نہ مجنوں
ولے ہوی ہمارے وقت او کہانی
وہ

عشق پنتھ میں جن تج بے تاب ہووے | اُسے عاشقاں کبن نہیں او سیانی

محبت کی سلطانی ہے سب جگت میں | کہ اُس سم نہیں کوئی گیانی وانی

سمج سے نا ہر کوئی معنے پرت کے | نہیں فہم ہر کس کوں یں اے پچانی

نبی صدقے قطبا کوں بن سامیں مکھ بن
نہیں دیستا ہور مکھ یوں نورانی

(۲۳۵)

چھبیلی ہے مورت ہمارے سجن کی | کیا پوتلی اس کہوں اپ نین کی

نہ دیکھیا پھل کوئی اس سار صورت | سراؤوں کتے زیب اپنے موہن کی

چندا سا دیکھیا مکھ اس سرو قد پر | تو ہوتی ہے شرمندہ تپلی گگن کی

ترا حسن پھل بن تجھ نازک دیسے تو | نہ دیسے ترے انگے چھب کوئی بن کی

نین تیرے دو پھول نرگس تجھ زیبا | نزاکت ہے تج مکھ میں رنگیں چمن کی

ترے زلف پھنداں میں دل عاشقاں کے
رہے ہیں سو عاشق ہو پیو کی نین کی

نبیؐ صدقے قطبا سوں او پیو ملیا ہے
تو کیا کہہ سکوں بات اس مکھ سمن کی

(۲۳۶)

چندر کوں سائیں کے مکھ تھے سہائی
بخت اس کے جن اس چندر کوں منائی

او خوش تن جو چندنی کوں لا دوں گلے
کہ منجکوں مرے رو ٹھے پیو سوں ملائی

انگن کانچ پر موتی چوتی بچھاووں
کہ سائیں کے پھل پگ اس او پر بنائی

چندن ہور عنبر کدم کر لگاووں
کہ موہن کوں خوش باس تیں من بجھائی

گلاب آچھے انگن میں چھنکاو کے
پیاری ہو مندر کوں چھنداسوں آئی

بچھاووں صدرت جو ہیرے کا جوں
سہے میرے لالن کوں اے اجب کہ جائی

نبیؐ صدقے قطبا پیا مکھ کنول کل
بھونر نمنے منج دلکوں تل تل ہلائی

(۲۲۷)

مرے چاند کوں چندنی کی نس سہاوے — کہ جوں نور کسوت سوں سورج پناوے
چاندنی رات زیب دیتی ہے — پہناتے

موہن چھند بھرے کوں منالیا و ہم گھر — کہ تا اپنے چھند بند سوں مومن ریجھاوے
ہمارے — میرا دل

پیا سوں کھیلی نیہہ ات بال پن سوں — تو رنگ رنگ سوں او گڑ بھر یا مج بھلاوے
پیا کے ساتھ محبت بچپن سے — سے وہ مجھے

سجن بول تھے پھول جھڑتے ہیں جیو کے — عجب کیا جو اس باس سوں مج بھلاوے
سے دل — سے مجھے

جکوئی اس دو نرگس کے سرمست ہیں — او نوکوں نین رنگ کا مد پلاوے
جو کوئی — ان کو آنکھ کے کی شراب

توں سورج ہے چند تارے تج تھے سہاوے ۱۷۵ کہ جوں ..... اپس نور سیتی سہاوے
تو — تجھ سے چاند — اپنے — سے

نبیؐ صدقے قطبا کے تیں نت نویلی
انند راگ نیہہ مطرباں ہت گواوے
کے عشق کے مطربوں کے ہاتھ سے

(۲۲۸)

گوری سر پناری ہو چھند سوں اپ نواری — تو سائیں کے سو من میں ہوی ہے وو ناری پیاری
بہت عشوہ سے خود کو — اسلئے — وہ

سُہنتا ہے رنگ بن اُس یا نین یا یہ اِس ــــ پھل پگ ہے یا چرن اُس یا زلف یا نسکاری
پھول جیسے قدم

یاقوت دو ادھر ہیں دو گال پھل نظر ہیں ــــ یا نس ہیں جوں قمر ہیں کیوں لکھ سکے چتاری
ہونٹ پھول رات مثل کس طرح مصور

خوباں کا من ریجھاوے پیاری کا دل بھلاوے ــــ مد رنگ میں پلاوے جس نا اچھے خماری
سے نہ رہے

رخسار گل گلالی دو پھول سہیں ہلالی ــــ بہو رنگ سوں بن کہ بالی مد بزم کوں سنواری
بہت سے

شیشے رکھے بھرا کر نقلاں بچے بنا کر ــــ نا پیوے اپ پیا کر پی ہے مست ناری
پیا سے مست ہے

صدقے نبی قطب شہ تج سوں ملی ہے بالی
تجھ سے یہ

جس حسن کا ہے جگ میں چوکھنڈ شور بھاری
چاروں طرف

(۲۳۹)

ہمارا سجن خوش نظر باز ہے ــــ تو اُس دل میں سب عشق کا راز ہے

گلے باہتہ دے کھیلے نار پیا سوں کھیل ــــ ۱۷۶۰ ــــ جیوں کھیلے پیوا و سرافراز ہے
میں ہاتھ ڈالکر عورتوں کیا تھ جس کے ساتھ پیا وہ

ادھر رنگ بھرے سُہتے مانک نمن ــــ کہ یاقوت رنگ اُن تھے ورباز ہے
ہونٹ رنگین زیب دیتے موتیوں کی طرح سے

سکیاں سائیں چھند سوں ہتوا آواپ | تمن حسن کے تیں سو او ناز ہے
تمہارے
سنوارے ہیں مجلس پیارو پ سوں | مدن مطرب اس میں خوش آواز ہے
اپنے چہرہ سے
سنوا نریا ہے من موہنیا اپنے تیں | پیا کوں اینو سوں ترکتاز ہے
سنوارا اپنے لئے ان سے

نبیؐ صدقے قطبا پہ آنند دار
عیش کا دروازہ
علیؑ کی میا تھے سدا باز ہے
محبت سے

(۲۴۰)

سجن کے نین پھانسے مستی کے ڈھالے | اس او پر سُہے نقش چھند بند چالے
پھندے زیب دے
پیاری سوں ملنے کا پھانسا پڑیا ہے | سکیاں من تو ہیں او سی تھے او تالے
سے پڑا سکھیوں کے دل اسی لئے
لٹک چال سوں جب چلے سرو قد سوں | او چھب دیکھ کر سرو اپ نا سنبھالے
سے (جیسا) لیکر وہ خود کو
پرم رنگ رسیلے کوں گرلس سو ریجھا کر | لگاووں گی چھاتی پلاو ونگی پیالے
محبت کے کو سے
چکا و نگی اُس حسن ماتی نین کوں ... پرت ہیں سوں سائیں کا من بھلالے
حسن کی دیوانی آنکھ کو سے دل

سہیں دو او دھر رنگ بھر اچھی بیو کے — دسیں دو تو او گال جوں پھول ڈالے
زیب دیں ہونٹ — نظر آئیں وہ

نبیؐ صدقے قطبا کہ اس پاس سہتے
پرم مد کی مجلس میں مے دیتے بالے
محبت کی شراب — کم عمر

(۲۴۱)

پیا کے نین میں بہوت چھند ہے — او دو زلف میں جیو کا آنند ہے
بہت عشوہ — وہ آرام

سجن یوں مٹھائی سوں بولے بچن — کہ اس خوش بچن میں لذت قند ہے
سے

موہن کے او دو گال تشبیہ میں — سورج ایک دوجا سو پونم چند ہے
وہ — دوسرا چاند

نول مکھ سہے حسن کا پھول بن — نین مرگ ہور زلف اس پھند ہے
آنکھ ہرن اور پھندا

او کسوت تھے جیو باس مہکے سدا — تو او باس ناریاں کا دلبند ہے
اُسکی سے زندگی کی خوشبو — وہ خوشبو

پیا کوں بلا لیائے ہوا اپ مندر — دو تن من میں اس تھے ہمن وند ہے
اپنے مکان میں — رقیب کے دل میں اسوجہ سے ہماری مخالفت

نبیؐ صدقے قطبا کوں اپ سیج لیدی
اپنے
تو چوندھر خوشیاں ہور آنند ہے
چاروں طرف سے اور

(۲۴۲)

میں اپ پیو سوں آج رین جاگی ساری ۱۰۸۰ پلک پر پلک شوق سینی نہ ماری
اپنے پیا کے ساتھ رات سے

پیا بن گمے ناں منجے ایک تل خوش پیارے کوں یوں جیناں سن ہیری پیاری
کے بغیر گنہے نہ مجھے لمحہ یاد کرنا

او مکھ سم چند انیں ہے جھلکا رجب میں او نیناں کے انگے چھپے زرج تاری
اس چہرہ کے مقابل چاند نہیں تو ان آنکھوں کے مقابل

پیارے کے کنٹھ لاگ آنند سوں رہنا زمانے کے کاماں کوں نیں کچ پتیاری
گلے لگ کر عیش سے کو نہیں ہے کچھ بھروسہ

نہ رہ سک سوں یک چھن پیا تھے جدا کب کہ ہرگز کدہیں پیو تھے نیں ہوں تیاری
نہ رہ سکوں لمحہ سے کبھی پیا سے نہیں

پرت کا تیر آہا و جس کوں لگیا ہے جیا اُس کا تج سوں بندایا ہے بھاری
محبت ہوا کو لگا ہے دل تجھ سے بندھایا

نبیؐ صدقے قطبا سوں مل کر رہوں گی
کے ساتھ

او شہ کے چرن سیتے ناں ہو سوں نیاری
وہ قدم سے نہ ہو سکوں جدا

(۲۴۳)

پیاری کے نیناں ہیں جیسے کٹارے نہ سم اُس کے انگے کوئی ہیں دو دھارے
برابر آگے

اثر تج محبت کا جس کوں چڑے گا — ترے لعل بن اسکوں کوئی نا اتارے

پڑھے — ہونٹ کے بغیر

تیری

دو لو چن ہیں تیرے لنگ چور راتو — او نو سوں لیری نکر سب ہی ہارے

نہ کرے

ان سے

سہاتا ہے تجکوں گماں ہور غروری ۔ ۱۷۹۰ کہ ماتے اہیں تج حسن کے پیارے

اور — تیرے

سکیاں میں ہی توں مرگ نینی چھبیلی — سجن تو نہیں ہوتی تج تھی کنارے

آہو چشم — تجھ سے جدا

عجب چنچلائی ہے تیری نین میں — کہ کھنجن نمن ایک تل کیں نٹھارے

شوخی — آنکھ — کی طرح — لمحہ — نہ ٹھہرے

نبیؐ صدقے قطبا سوں مل پیو جم جم

کے ساتھ

وو چند مکھ کہ جس مکھ تھی جوتی سنگارے

وہ چاند جیسے چہرہ والی کے چہرہ سے روشنی کو آرائش ہے

(۲۴۴)

نین ہیں دو پیاری کے جیسے مولے — بھنواں کی تراز و سوں بھو چھند تولے

سے بہت عشوہ

کندن کی ہے پتلی جیون کی ہے مورت — تو سہتی ہے امرت بچن اس امولے

چمن پھول سب باس خوشبو کا پائے — سگھڑ سندری جب اپس کیس کھولے

اپنے بال

دسن جوت ہیریاں تھے آلے دیپے تب
دانتوں کی چمک سے اعلیٰ چمکے
سکی جب ادھر لال تھے موتی رولے
ہونٹ سے

نین کوں کیاں ہیں دو کھنجن پیا کے
نین کوی کیاں چلبلاتے سنپولے

نظر جوت پایا ہے اُس مکھ صفا تھے
چہرہ کی سے
کھولے دل کواڑاں پیو بات بولے
دروازے

نبیؐ صدقے قطبا کی دشٹی پرم تھے
نظر محبت سے
سکی مکھ تھے چوتی اہیں نور سولے
سے چمکتی ہے ۱۸۰۰

(۲۴۵)

ہمن سوں یاری لو لائے پیارے
ہم سے استطرح
کہ یک تل ہم سوں مل سکوں بسارے
لمحہ سے ملکر بھول گئے

پیا گل کنٹھ مالاں تھے نسوہی
سے
کہ اپ جوتاں تھے کنٹھ مالاں سنوارے
اپنی جھلکوں سے

کون پرمل چنڈل پیو رنگ مہکے
کہ اُس باسوں ہوئے سرمست سارے
خوشبوؤں سے

کجل نینی تجے مستی سہاوے
تجھے
کہ تج نیناں تھے ٹٹتے لعل تارے
تیری آنکھوں سے ٹوٹتے

سو رنگ تنبول تج ہونٹاں نیاں تو
خوش رنگ تیرے
کہ قدرت ہت سوں پھل پھنکڑی نگارے
ہاتھ سے پھول کی

ترے مکھ تھے دیپے اپس اوجالا — اوجلکاراں کوں دیکھ چند سور ہارے

چہرہ سے چمکے — ان — چاند سورج

نبی صدقے قطب سائیں سوں ملکر

سے

کرے خوشیاں اسی تھے ٹک نہ ٹھارے

اسی وجہ سے ذرا نہ ٹہرے

(۲۴۶)

دوتن ہمن سیتے برائی دیکھاتی — جکچ دھرتی اپ من میں بھاباتی

رقیب ہم سے — جو کچھ اپنے دل باہر ڈالتی

پھتر ہات ناہو سنے نا بنے کے کامال — کنسڈ کوں سنے نا دکا ہے بناتی

پتھر کے ہاتھ سے سکے — سونے کی طرح کیوں

برے کوں لنگسے سو کوئی خوب کرنے ۱۸۱۰ — کھتیل اپنا زرگر کوں کاہے کھاتی

تر سکے — کنتھل کیوں

دیکھانا فلک انکے تیں جو برے ہیں — پلک پر پلک مار لگ ہاتی ہاتی

جو

گنوائی ہے دوتی جنم سب برائی — بھری ہیں سکیاں دشمنائی سوں چھاتی

رقیب — سے

جو کوئی دھیان ہور گیان میں دل رکھے ہیں — خدا تھے سدا انکوں خوبی سہاتی

اور — سے

نبی صدقے قطبا کی دوتی کا مکھ ہے

رقیب

سدا نیلا پیلا کہ او ہے کہاتی

وہ بدذات

(۲۴۷)

مرا من کُندن ہے مُنجے کی کساتے — بنی کم سنائی ہے تِس آزماتے

محبت مِنے بِن یوں جیوں پاک سُنا — کہ سنگار سکیاں کے منج تھے سُہاتے

برہ موس میں دوتی کوں پاک گالو — کہ گن اُسکے پیو پیاری کے تیں سُناتے

دو کھاں کے ہتوڑیاں سیتے خوش سنوارے — کہ دوتی کے چھند بند نیں پیو کوں بھاتے

جہاں لگ ہے من موہنیاں کی سنگار — پیا اُکھ کُہن جوت تھے رنگ پاتے

بُرے سُنّے کے نمنے دوتی کوں جالو — ۱۸۲۰ برہ آگ میں کرتی ہے اپنی بھاتے

نبیؐ صدقے دوتی کے ہت سوں قطب شہ

پیاری سوں ملکر ہوے راتی ماتے

(۲۴۸)

آج کل نیں تھا ازل تھے عشق کا مکتب منجے — تو ابد لگ یوں پھبیا ہے عشق کا مذہب منجے

عاشقی کے علم کا دیکھ عشق سب عشاق مل — معشوقی استاد کن بسلائے روز و شب مجے

کے — کے پاس بٹھلائے — مجھے

تو ہوا عالم ہیں پھر عالم میں نیہہ سوں کر عمل — علم سارے میں علم ہو کر کتے جگ تب مجے

اگرچہ — عشق سے — عالم — کہتے — مجھے

پڑ کتیاں کے تعشقی عشق یک بحث سوں — تس پہ لکھ مثلے سکھائے چھند بند و لب مجے

پڑھ کر کتابیں — تعشق — عشق — سے — لاکھ مسائل — وہ — مجھے

نیہہ کی نگری میں چڑ دل تخت جیوڑا جا کہیا — لامکاں میں کا مکاں بی آج دستا سب مجے

عشق — شہر — چڑھ کر — کے — بھی — نظر آتا ہے — مجھے

عشق پیچا پیچ لے کر یار پیچاں پیچ لا کہ — دھن سوں ملنے تیں سکھایا روز و شب یارب مجے

معشوق — سے — کے لئے — مجھے

عشق سوں بولیا غزل حضرت نبی صدقے قطب

کے متعلق بولا

صافی کے اوصاف میں کے صوفی کی مشرب مجے

(دیکھیے؟)

(۲۴۹)

پھلئے رین یا تارے گھن یا بھوترے مکھ لے موگری

رات کو — آسمان پر

یا نیلمی تاراں سوں بھر موتی پروے سو کری

سے

سرون ہے او یا سینوتی پھل یا سینپیاں جوہر یاں کے

وہ — کا پھول

۱۸۳۰

یا چند نو دو کان دیکھ پائے جگ جوہری سنتو کری

چاند نیا

بھواں ہے او یا دو نواں یا مد ہے دام کے
وہ

یا چند نوی یا بھونرے پر نا سمج لئیں جگ جو کری
چاند نیا

یا مکھ ہے او یا چند پنم یا سور شعلہ نور پا
چہرہ وہ چاند پونم کا سورج کا

یا درپن او یا جام جگ یا پھل سرک کی لوگ ری
آئینہ وہ پھول

دھن کا دہن ہیرہ باں کا کھن لب لعل کن ذقن
عورت ہیروں کی کان

شتے سینے پر کچ رتن نیں ایسی کیں کس یو کری
سونے جیسے سفید سر پستان کے موتی نہیں کہیں

جو لے طنبورا ہات میں گانے لگے سہیلیاں سو مل
ہاتھ کے ساتھ مل کر

کنٹ زیل اپنا تن کے جوں گھوڑاں گلے میں کھو کری

حضرت نبی کے صدقے سن باتاں قطب شہ مست ہو

کہیا کہ کرتا رات دن ایسی کی سوں بھوگری

(۲۵۰)

میرے صاحب نہ لوڑوں تیرے باج (چاہوں) بغیراز بھی منجے ہور کچ (اور کچھ) نہ بھاوے

تیری دوری سوا ایسا کام کرتی و بولاں منج تھے (سے) بولیا نجاوے

منجے (مجھے) امیدواری وصل کی ہے جتا دوری (جتنا فراق) سجن کی باوے لاوے

کلی من میا باوبن ناکھیلی منج (دل کی محبت کی ہوا کے بغیر نہ کھلے میری) جو بن پھول بن ساجنا کملاوے

کدہیں (کبھی) بھی ہمیں اوت دکھین بلاوا ہمن آس (ہماری امید) پروی پیا مند آوے

اے ساتوں (یہ ساتوں) ستارے انداں سوں (خوشی سے) ناچیں ہمن (ہماری) بزم میں آکے زہرہ سوگاوے

نبی صدقے قطبا مینگے یو خماری
کہ تن من محبت کی مدسوں (شراب سے) کھلاوے

(۲۵۱)

پیا مِن پچھانی (پہچانی) کہو کن سوں (کس سے) مانی (معنی) رکھی ہے تماری (تمہارا) سو مکھ (چہرہ) پریشانی

گلالی نین راتی ماتی ہیں بھاری — تمن مکھ تھے ہیں بھیدنس کا بچھانی

آنکھ — تمہارے چہرے سے — رات

لٹاں مکھ کی جوتاں اوپر توں سہاوے — کہ چندر پہ سنبل سہاتا کہ جانی

زلفیں چہرہ جھلکوں پڑ اعلیٰ زیب دیں — چاند سنبل

پیاری کوں لیاؤ سکیاں تم مناکر — کہ منج پر رین آج بھاری بہانی

لاؤ — مجھ رات

سجن کے بچن تھے جھڑیں موتی رنگ رنگ — ولے نا بجھے اے بچن کوں ابانی

سے — نہ بوجھے اس بات

سچی باتاں سائیں کنے ہیں ہمن سوں — او باتاں سوں منج کوں کنے ہیں سہانی

ہم سے — ان باتوں سے مجھے

نبی صدقے قطبا سوں سجنی ملی ہے

کہو عاشقاں دھر اے رنگی کہانی

عاشقوں سے یہ رنگین

(۲۵۲)

جیسا دیوانہ گا پنڈا ہے تیری کھتنیائی — ۱۰۵۰ — عاشق جنے چاکے سو بوجے اسکی مٹھائی

بوجھے

معشوق وہی جن جو بوجھے عاشقاں کا قدر — عاشق بھی وہی آکے بجے بیم دِصائی

پہچانے — بوجھے

عاشق کوں سدا وصل سوں اچھنا نہیں لذت — پیرت کی مٹھائی سو دو نو میانے رٹھائی

رہنا

نیں بوجتی تھی دو تنی کچ پیم کے کام
پیترم کا لذت دوتی کوں یں آپی چکائی

تاج نو میرا کام پرت کا سو ہو وے کیا
سائیں کوں بلانے سہیلی یں سو پٹھائی

اول تھے نوجی میں پیا پھر پچتا کر
میں پیو اپن ہاتاں تھی گر بوں سوں گنوائی

صدقے نبی کے قطب پیاری کیتے نس و
پیاری ہو چھنداں سوں پیا آپ رجھائی

(۲۵۳)

جگ موہنی وو اتم سوناری
شہ پیم سنتی جھگڑتی ہی بھاری

امرت بچنی میٹھی زباں سوں
چھند بند بھرن سو آپ سواری

وو چھند بند بھری ہی پیار رجھاتی
کی سوجتی اُن سوں توں گنواری

گر یوں کرتی ہے چھند چھالے
۱۸۶۰ ہے پیم کی پنت میں وو پیاری

ہے مرگ نین کیسند گونی
نیناں سوں کرے کماں نداری

دو تن توں نکھا ہوشیار بازی پیاری، پیا میں ہے سوناری
رقیب اور

صدقے نبی ہے قطب کے مانی
سکیاں میں توں ہو تہ کی پیاری

(۲۵۴)

مری پیاری سہاتی ہے تجے اپ حسن زیبائی
زیب دیتی تجھے اپنے

بہت روپ نت ناریاں میں دیا اللہ تج شاہی
تجھے

سرو قد ناری جب آوے لٹک مکھ نور جوتوں سوں

دیکھت سورج میں رشکوں کلی چند مکھ دکھ جھائی
کی چمک سے
چاند رخ

اپن قد سرو دکھلا کر کئے شرمندہ سرواں کوں
اپنا

توں اپنی چال دکھلا کر ہنساں کے چال سرائی
کی بھلادی

بہو گنونت ناریاں میں اہے گنونت ناری توں
بہت

پیاری ایسی بچناسوں سنوار اپ سیج میری آئی
باتوں سے خود

قطبؔ پیارے کوں چھاتی لگیا چھاتی محبت سوں
لگا
جو سارا اُس کی دل کا دُکھ یک تل ما نہ گنوائی
لمحہ میں

(۲۵۵)

پیاریاں اے کہو مُنج دِھراول تج مندر آتیاں کی
یہ مجھ پہلے چھوڑکر آتی ہیں کیوں
جو آرنجانی جا بوسیاں سوں پھیر مُنج پوک لاتیاں کی
مجھے ذرا لاتی ہیں کیوں

اول تھے اپنے اُدھراں کوں دَسن سوں وستی لائے
سے ہونٹوں کو دانت سے
۱۸۷۰
نشانیاں نیہہ کی لالی سو پاناں کی چھپاتیاں کی
عشق کیوں

نِچھل جو بُند کے موتیاں سٹ نکھاں چاند کے ہار تج
صاف عرق کے بوند ڈالکر ناخنوں (چاند جیسے) چھوڑکر
پرو کر پیو نیائی یو خوشی سوں گل میں باتیاں کی
سے گلے ڈالتی ہیں کیوں

سکیاں کی نین عیسیٰ کا اثر دھرتیاں کھیا میں تو
چشم مسیحا دھرتی ہیں کہا
پھرادے نین جیو اُس کا کرشمیاں سوں چراتیاں کی
آنکھ دل کرشموں سے چراتی ہیں کیوں

عجب بے رحم معشوقاں ہے یاراں اس زمانے کے

جو عاشق کچھ کہے سن کچھ اَپ بچن اس کی پھراتیاں کی

کچھ کہتا ہے تو خود کچھ اور سنکر بات اسکی کیوں پلٹ دیتی ہیں

جو اعراضی ہو، عاشق کہ سن یو سارے معشوقاں

یہ

دیئے تو آس کا وصل اُس اگر نیں تو بلاتیاں کی

نہیں

نبی کے صدقے خوش قطبا سکیاں کوں عشق کی یاری

اگر ایسی نہ دیتا تو او نوں بگ پڑ مناتیاں کی

وہ تیرے پاؤں پڑکر

(۲۵۶)

سکیاں او بھی ہوں میں سن خوش خبر پیو مند آنے کی

پیا کے مکان میں

نجانو سپنے میں مل میں کئے چالے سو جانے کی

خواب چالیں کیوں

جو دن دل میں جتا تھا منج وتا اُس رین کیتی ہیں

جتنا تھا مجھے اتنا رات کرتی

مگر پیاری ٹھکانے تیں سبجے آتی دو رانے کی

صبا کینا اشارت منج پیا ماتی ہو آتی کر
کرتا مجھے
پیاریاں کیا کروں اب میں مرے شبوے پچھانے کی

سو اپنے میں پیا مست ہو ہنستے آ گل لالہ
کہے کیوں پیاری کر بوجھتی سو منج جیو کوں لجانے کی
میرے دل

کدھیں بھوں سوں نین سوں کدکدھیں لب سوں نین سوں کد
کبھی سے آنکھ سے کبھی کبھی سے آنکھ سے کبھی
۱۸۹۰
بشارت دیتی ہیں چھند بندوں مایا من کا بانے کی
دل ڈالنے

سہج تجھے جاب کچ دی نیں پیا سوں سکتی ہو ہاں
سمجھ سے جواب کچھ نہیں
کہے انتیا کی یو سہج یا پیا تم کرتے بھانے کی
اتنا یہ بہانے کیوں

نبیؐ صدقے سکی قطبا کوں ..... کنائی سوں
کیی ایسے زمانہ میں بہوت بات ہی سانے کی

(۲۵۰)

نین تج کھنبر و تو منتر بھسر کے سٹانی کی

وے سو کے ٹکرے بجلیاں کے ان سٹ کھاباتی کی

نکھنڈ نس گنٹھ جوڑی کوں جو کھوں یک سوز تارے توں

خزینے جیو دلا مخزن ہیئے گھر تے چراتی کی

نین عاشق کھوجی ہو کہ پا کر کھوج یو کھیلیں

جو پتلیاں نیں چراتیاں تو نین پر باگ جاتی کی

ادک ہا کاں کھکاٹی ہور زلف سنگ لے بچاوے تل

بجنتر یک پینجن گھنگرو کیتاں کشتاں پھراتی کی

نین عشویاں کے شہراں ہیں کرشمے تیرے کتوالاں

دے بنیاں ناز کے غمزیاں کوں سو نوبت کراتی کی

بیتا وصیاگی کیا پیاری جو انکھ مج انکھ کھولے لک
جو اُن بے کنت لینے کوں نہیں تج عار آتی کی

اگر تج مد جوانی کا نہیں توں مست کیتا تو
قطب شہ کوں بیاں لک لک منا کر سیج لاتی کی

(۲۵۸)

سُورج مکھ پھول پر پُھلئے ہیں عنبر پھول کنتل کے
نپائے یو عجب پھولاں سو شکیں کیس اچپل کے ۱۸۹۰

گھنگروالیاں جب الکاں جب نین پر فننے کرتیاں لگ
سو جو نکے مست ہر نیاں گل زنجیر پائے ہیں..... کے

چکوراں ہور راوین ہنس سو رنگ سرخابی پھل و بھت
چندر مکھ لب شکر تے سر سو خوبی..... ندوانی چنچل کے

جو نرمل موتیاں چوٹی سوں جوبن دیکھ پوچھیا ہیں
پوچھا
سو کیہ چھند سوں چھپا لیکر کہ آئے دن آج آنچل کے

پدک حسن پین چھند بند سوں پھرے دمن جواں ہوا حیراں
ہیں
مگر لیائے پکڑ سورج کوں موتیاں ہار تج گل کے
موتیوں کے ہار تیرے گلے میں

ترے جوں بام آجل میں دسے رو ما دلی یوں اس
تیرے جس طرح مچھلی پانی نظر آئے اس کی
نجانے نے رکھے لہراں سوں کندن زیر نرل کے

چھبیلی سن غزل قطبا کی خوش ہو آبچن کن میں
کان
کہونگی ایک گر ہو سے ڈو دے ہے او چھل انچل کے
آرزہیں

(۲۵۹)

نچھل کندن ترے لب کا کسن سو تل کسوٹی ہے
صاف
کہ یا او اہرمن کے ہت سلیماں کی انگوٹی ہے
وہ ہاتھ میں انگوٹھی

اُتم منگ سیس مکھ میں یوں دیسے جوں شاہ پیساں کیے
نظر آئے شکل
پہن تس کا سو سنبل رنگ بھوں کا رنگ چوٹی ہے

زرینا سر تھے پگ پینیں کوں ناداں سو دسندراں کر
سر سے پاؤں تک پہننے کے لئے
لک زرگر کے ہت گھڑنے سو نو چند کی ہتوڑی ہے
ہاتھ سے نئے چاند ہتوڑی

جے توں ہت پگ نکھاں ہندی زعفر رنگ سو رنگی سو
ہاتھ سے پاؤں کے ناخن مہندی خوشرنگی سے
۱۹۰۰
ہر یک نکھ رنگ ہیریاں پر لعل رنگ بر بھوٹی ہے
ناخن

گلالی نا فتا بند پہن چولی لعل رنگ تس میں
پہن کر
جوبن بالا چھپا کے منج ہر یک ہیرے کی کوٹی ہے

سن اے بالی اپن بالے کے سینے پر توں ہو بالا
پہنچے
نہ سن ہیری دو تن تھے کچ کہ دو تن بھوت کھوٹی ہے
رقیب سے کچھ رقیب بہت
چنچل نادان ہو دانا نہ کرنا دان کے چالے
تو سن قطبا سو ملنیں نس پھولاں سوں تخت اوٹی ہے
ملنے کے لئے

(۲۶۰)

چھبیلی کیس کب کب دیکھ مرے نیناں تیا لاں کے
کہیں کجلی بجل مو جاں کہ ہند و سیام ڈھالاں کے
(بالوں)

کھباں سوں کج بجل ہے کر، نین پیالے ہو دو ڑے سو
(آنکھ پیالے بن کر)
سو جل سم رنگ سراباں ہی جوانی دھوپ چھالاں کے
(پانی کی طرح) (ہا) (سراب)

چھٹ آچھب سوں گھنگھروالیاں لٹاں نیناں پہ چلبلتیاں
(چھوٹ کر) (سے) (گھونگر والی) (زلفیں آنکھوں پر چلبلاتی ہیں)
سو جوں دیں نیر کوں لہراں کنور نرپ چالاں کے

مری نیناں کی پتلیاں کے نین پتلیاں میں سامی سو
اہیں اوصاف جل درپن نین میں عکس خسالاں کے
(آئینہ چشم)

جو موتی ڈھال تہ زن کے نچاوے پھول گالاں پر
تو زلفاں کے سو حلقیاں کوں نمو لے کر لے بالاں کے

کرن پھل چاند چو پھر تارے موتی سو سنبل تارے
کرن پھل ڈکھاں کا زیور
جو چاند آسمانی رنگ چُنریاں سوگ گندان برن والاں کے

اچنبا بھید دکھلائی سندر منج آج آپ کن پر
اپنے کان
1910
ستارے سُنبلا ہور چاند او جھل اپنی بالاں کے

اور
سو نوں مکھ سور راجے پر رو مالاں زلفِ مشکیں کے
او ڈٹتا ہو محلدار آپ دیکھو چھندا اس رومالاں کے

جوبن جیسے کمل او پر بھونر بیٹھیں اہیں با دو
سرِپستاں
پہنے بیٹھے ہیں کُنڈل کر جو دیکھیا راس مالاں کے

بھرے مے لعل پیالے لعل میں اپ لعل سوں پینے
اپنے ہونٹ سے
سو تس بند لعل مے تھے ہوئیں ادکھ رنگ لالے لالاں کے

اچنبے بھید تشبیہاں نویاں قطبا تھے سن کر سب
لگے کرنے صنعت میری چمن میں پھول ڈالاں کے

(۲۶۱)

پیاری پیاری سوں پیار کیئے — سو لباں تجھے لب پہ عیار کیئے
(لباں سنجھے)

نقش ادھر پہ دسن سوں کر چھندوں — چوم نوم گال اُپر نگار کیئے
ہونٹ پر دانت سے کر چھند تیہا — بوسہ اٹھے لے اکر رخسار پر نقش

نکہ سوں تصویر کرے جوبن پر — کنچکی پھاڑ پھاڑ تار کیئے
ناخن سے

لیکھ کچ ہات کے ارم میں پلے — لے کہے کچ دیکھت انار کیئے
لکیر

خوش ہو پنوا کہ نور تباں سوں — سر تھے پگ لگ سے سنگار کیئے
پہنوا کر — سر سے پا تک

کنٹھ مالاں پدک حمیلیاں لیا — کئی بو چھند سور کے تنار کیئے ۱۹۲۰
حمائلاں لاکر

سو نبیؐ صدقے قطب دھن گل با
گلے میں ڈالکر
رات دن اُس گلے کا ہار کیئے
اسکو

(۲۶۲)

آئی ناری سلکھن چھند پشانی — ہنڈولے چت میں لالن کوں ہنگانے

بچن امرت کر نک نینی سو ود ماں — پرم کے ناؤ سوں گھنگرو بجانے

سو ناری پدمنی ات چنچلی ہے — سندر مدگل سدھا کر مد جو آنے

فرشتا دیکھ مکھ سد بھول جاوے — سرگ آچھر ہوئی ہے اُس دیوانے
(جنت کی پری — اسکی)

پنکھی دیکھت سو مکھ پر واہوئے — مرگ نینی مرگ تن میں ریجھانے
(چہرہ — پرند — غزال چشم)

سکی سندر نہیں اُس سم جگت میں — چمک چمکاوے لے جگ من لبھانے
(اسکے مقابل — عالم کا دل)

اس غزل کے بعد دیوان میں سے کئی اوراق غائب ہیں جسکی وجہ سے یہ غزل بھی نامکمل رہ گئی ہے (مرتب)

(۲۶۳)

مے پیک مو سنگات سو ناشاد کرتا ہے — او ترکِ مست دیکھو کہ بیداد کرتا ہے
(پیکر میرے ساتھ — وہ)

رکھیا وہاں امید کہ جانیا ہوں آزمائے — لیتا ہے ہات جام مجھے یاد کرتا ہے
(رکھا — یہ — ہات میں — مجھے)

عاشق تو جیو تنے یک تل اُسکے دوا و دہیں — ۱۹۰۳ — گلگشت سو بتاں پریزاد کرتا ہے
(جی سے قدم تلے نیچے ؟)

شوخی کہ سر منے ہوس ترک لے و مد — کیں کان میں نصیحت آستا کرتا ہے
(میں — اور شراب)

داغی ہو جیو سو خستہ کوں تازہ بھی ہوا — او بزم جگ ترانہ کا بنیاد کرتا ہے
(میرے دل — پھر — وہ)

آگ فراق زور کری بجلی نمن آچھوں وو داغ کہنہ سو آباد کرتا ہے

بجلی کی طرح اب تک

سب دھر نکہہ نوں قطب عاشق ہوں میں سگر

جگہ نہ کہہ کھنگر

لے حال تیرا طور سو فسریاد کرتا ہے

(۲۶۴)

کب لگ منگنا آچھے منگاؤں جو نا اچھے نورو نوں تو اس پاس لگاؤں جو نا اچھے

تک نہ ہوئے

ہیرے ترے میا لے بہوی کی کاغذاں دیدا؟ دل در و میرا تاب پراون جو نا اچھے

جس جاگہ چرا کر دیکھیں دل ماہ پرستاں یکجا نہیں پائے کہ سراون جو نا اچھے

وو..... برہ وو دل پاکہ رکھیا آچھے تو اچھے نرل ہوہے دشت دیکھیاون جو نا اچھے

صاف بہت نظر دکھانا نہیں ہے

لیلیٰ مجنوں کے سو گنا یاں کی کہانیاں قصا تیرا نازک ہے سناؤن جو نا اچھے

یک جھلک جھمک نا جو غم عشق نپایا ۱۹۴۰ اودل سو کیا ہے صبر سماون جو نا اچھے

دل بد نکرا و یار آدم لکہ کا قطب شہ

یاری کہ تپا دے نہ سہاون جو نا اچھے

(۲۶۵)

پھل بن رخ یار خوش ندیسے | بن مدپھلی جھاڑ خوش ندیسے
پھول کے بغیر — نظر آئے

گشت چمن و ہوائے کلیاں | بن پیالہ کنار خوش ندیسے

نا جیے دِنا سُراب سو حالت | بن نار ہزار خوش ندیسے
بغیر معشوق کے

مو یار سکر بنب و چنپا انگ | بن چمن یار خوش ندیسے
میرا شکر لب (؟) جسم

(اسکے بعد صفحات غائب ہیں)

(۲۶۶)

دو تن کے کد پرت کے گن نہ پائی | دیوانی گانڈی میں نیں ہے مٹھائی
رقیب کبھی محبت — گنا نہیں

سکی نیہہ کے نہالاں پھل پھلے ہیں | کہ پاس آنند کی جمناں تھے آئی
عشق پھول — خوشی

پیا مورت رکھی ہوں یوں نین میں | کہ اب تپلیاں کوں رشک سوں نیں دکھائی
اس طرح آنکھ — کہ خود اپنی پتلیوں کو بھی رشک سے نہیں

اہو اک لعل رنگیں دو ادھر ہیں | کہ جیو کے مد کا رنگ رس اُن تھے پائی
بے بہا ہونٹ — زندگی شراب سے

سجن کنٹھ لاؤ پیاری کوں میا سوں | پون نمنے تمن نیہہ پنتھ میں دھائی
گلے وہ محبت سے ۱۹۵۰ ہوا کی طرح تمہارے عشق کی راہ

پرت مجلس کے تیں بے زیب تم تھے
محبت کی لئے
تو نیناں کے دیوے تم پنتھ لائی
آنکھوں چراغ تمہاری راہ میں
نبیؐ صدقے قطب شہ کوں چھنداں سوں
رنگیلی موہنی سندر ریجھائی

(۲۶۷)

جکچ سنگار سوں تج کوں سہاوے
جو کچھ تجھے زیب دے
عشق شبریں سوں تیرا دل لگاوے
جو چولی نازکی توں چینت پہنی
چینت ، پہنی
عجب نیں جو گگن تج گن کوں گاوے
نہیں تیرے
چندر تج مکھ انگے کاں دسے گا
چاند تیرے چہرے کے مقابل کہاں نظر آئیگا
سورج بی تیری جوت انگے نہ آوے
بھی روشنی کے سامنے
بجائے ہیں بہت راگاں سوں سازاں
کہ ساجن اپنی پیاریاں کو مناوے
پلانے ہیں مدن پیالے میا سوں
محبت سے
سکیاں پیاری کوں تا پیو من بھاوے
پیا کے دل کو
منتر او پر منتر کرتی ہے دوتن
رقیب
سجن کے تیں اپس گن سوں ریجھاوے
اپنے
نبیؐ صدقے قطب شہ جن مدد تھے
جنکی سے
جکچ مانگے سو او اپس من میں پاوے
جو کچھ وہ اپنے دل

(۲۶۸)

ترے درسن کی ہیں ہوں سائیں ماتی ۱۹۶۰ مجے لاوو پیا چھاتی سوں چپاتی
دیدار دیوانی مجھے لگاؤ

پیارے ہات دھر سنبھالو منج کوں کہ تل تل دوتی تج ماتی ڈراتی
ہات بڑھا کر ہر لمحہ رقیب تیری دیوانی کو

پرم پیالا پلاوو منج کوں دم دم کہ توں ہے دو جگت میں منج سنگاتی
محبت کا مجھ کو تو میرا

نہ راکھوں تج نین میں راکھوں دل میں کہ توں میرا پیارا جیو کا ساتی
رکھوں تجھکو آنکھ میں بلکہ رکھوں ساتھی

پیا کے دھیان میں مست ہوں مت منجے برہے کے بیناں کی سناتی
مجھے فراق کیوں

اگر یک تل پڑے انتر پیا سوں نین جل سوں سپت سمدر بھراتی
آنکھ آنسوؤں سے سات سمندر

نبی صدقے کہے قطبا کی پیاری
یو بچھا دم دم ادھر پیالا پلاتی
ہونٹ کا

(۲۶۹)

سکی اپ حسن کا مندر بنائی عرق اپ مکھ تھے پیالا مد پلائی
اپنے اپنے رخ سے شراب کا

دکھائی درس اپنا چھند بند سوں — میا دھر سا میں کوں اپ بھیج لائی

دیدار — محبت دکھا کر — اپنے

چندر سورج دپن دو گال دھن کے — کہ اس تھے پائی مجلس روشنائی

چاند — کیطرح چمکیں — معشوق — سے

جو تا لال مشتری پکڑے سدا سات — ۱۹۷۰ — انند سوں زہرہ پر مالال نائی

پرم کی بھید بن میں کو کی کویل — سو ناواں سوں پنکھی ہور سب بجائی

محبت

سبز رنگ کنچکی ناری کوں سہتی — کچا چکوا او چکوی کوں نچائی

زیب دیتی

نبی صدقے قطب پایا او ناری

وہ عورت

کہ سب ناریاں میں اوشہ من کوں بھائی

وہ — کے دل کو

(۲۷۰)

موہن لال تل تل سوں نیہہ لاوے — کرے توں جیکچ او مرے من کوں بھاوے

جو کچھ — وہ

کہیا اے دل سدا منج سوں پرم کہانی — کہ تج وصل کا نید منج نین آوے

مجھ سے محبت کی — تیرے — نیند مری آنکھ میں

عشق کیا کلیا چمن تہ ہوا نیہہ بن میں — کہ منج کوں پیا باس ہور رنگ دیکھاوے

کی — محبت — عشق کے — مجھ — اور

پیا کا مورت آپ دل میں لکھیا ہوں — کہ مومن میں بن پیو ہور نا سماوے
(اپنے — میرے دل — بغیر پیا کے اور کوئی نہ)

بہوت چھندسوں لائوں آن سوں اپ من — کہ او چھند بھر بانچک موسوں نیہہ لاوے
(اپنے دل میں — وہ — ذرا مجھ سے محبت)

موہن سات کھن کھن کرن نیہہ او کا — کہ او نیہہ تل تل انند سوں بجھاوے
(اس کا عشق)

نبی صدقے قطبا او من موہنی کوں
(اُس)

اپس کنٹھ لا کر پیا سوں مناوے
(اپنے گلے لگا محبت سے)

۱۹۸۰

(۲۷۱)

بالی سندر آلی اہے گلاں کی ڈالی اہے — بالاں کی مہکاری نہیں جس مکھ گلالی اہے
(بالوں خوشبو)

ڈلتی مون ڈالی نمن آلی سجن نیہہ باد تھے — او چال دیکھ ہنس موہیا چنچل لگھر بالی اہے
(کی طرح — سے — وہ — فریفتہ ہوگیا)

بھری صراحی عشق کی کیتے او دھر اپ نقل — ساجن رنگیلے نین کی رنگ رس کی متوالی اہے
(ہونٹ اپنے)

جگمگ ستارے سوہتے ناری کے جوبن پھل اوپر — یا عاشقاں کے پھند میں موتیاں کی رے جالی اہے
(زیب دیتے — کے پھول)

صدقے نبی قطب زماں پیاری سوں مل عیشاں کرے
(پھانسنے کے لئے)

کیوں نا کرے نیہہ ملک میں تج عشق تھے والی اہے
(عشق کے — تیرے — سے)

(۲۷۲)

کونلی بالی نیہہ میں او تالی کھڑی　　　عشق او تالی سوں پیا میں جوڑی

عشق

ایک تل نا ٹھیرے پیاری باج کد　　　چیت سجن کے عشق لائی نشہ بڑی

لمحہ　نہ　کے بغیر کبھی　　　دل میں

پیو بن تل بیلی لاگی ناری کوں　　　من ٹھیرے باج [illegible]

پیا کے بغیر　لگی　عورت　　　نہ ٹھیرے

ساقی سچ مانو یقیں یکچت سوں　　　میں ہوئی یوانی [illegible]

تیرے [illegible]

صدقے حضرت مصطفےٰ کے قطب شاہ

1550.

نیہہ میں پایا ہے تج ایسی چھند بھری

عشق　　تجھ جیسی

(۲۷۳)

میں اپ تن اوپر چولا نیہہ کا چڑائی　　　بہوت انگ انگ کوتاں کوں سجائی

عشق

اپنے

بندیا ہے سجن خیال یوں میرے من میں　　　کہ اپ چولے میں اس خوشی تھے نپائی

بندھا　　　سے

اپنے

برہ کے او بالاں تھے نیں ٹھیر من کوں　　　کہ میں اپ جنم سب پیا سوں گمائی

فراق　سے نہیں قرار دل　　　اپنی زندگی　کے ساتھ گذاری

پرا و پیا نجے چرُت زرنگاری — سبھی شہ پریاں میں اد کی موک پائی

نبیؐ صدقے قطبا سوں مل اپ مُکھ تھے
گلالی سو رنگ مدانند سوں پلائی

(۲۷۴)

پیاری پرم نازینتی سُہاتی — اپس حسن سوں عاشقاں دل بہلاتی

چندرنا دُبلا پیشانی کوں لاکر — سونس کیس تھے تارے جھلک دیاتی

گگن تارے اُس جوت تھے جھڑ پڑینگے — جو یوں لال کسوت مکلل بناتی

کدن کا طرا کان اوپرو ہرے ہے — کہ یا چند تو اسورج اَنگے دیکھاتی

ترے نین آچھے میں رنگ ہی مدن کا ... نجے چاک مستی میں ہنس کی سہاتی

مرے تن تھے سنتاپ سب دور کرتوں — کہ میں ہوں ترے وصل کے مدکی ماتی

نبیؐ صدقے قطبا کوں اپنی میا سوں
دیکھا کر چھبیلے چھنداں سوں ریجھاتی

(۲۷۵)

چھوڑو بہنے قطبا تمن پر تھے واری — کرو منج میا میں ہوں چیری تماری
بہانے تم سے — میری محبت باندی تمہاری

جلکیچ حسن تج ہے سو کن کوں نہیں ہے — تو پیو کی نظر میں ہے توں سب تھے پیاری
جو کچھ تیرا — سی لئے پیا سے

پیا ہور پیاریاں کی رنگ سنگ دیکھت — دو تن رشک سوں آپ سد بد بساری
اور — رقیب سے اپنا ہوش ہواس بھول گئی

سہیلی اشارت کرے نین چھند سوں — منجے یوں کہ سائیں کوں تل تل بچھاری
کہہ

پیاری کے طالع قوی ہیں پیرت میں — کہ ساجن اوپر آپ تن من کوں واری
محبت

نکر بہانہ پیو مد دیو اپے لعل ادھر تھے — کہ اس مد کی منج کوں لگی ہے خماری
بہانہ اپنے ہونٹ سے

نبی صدقے قطبا توں اے رتبہ پایا
یہ

کہ تج دور میں دین کوں ہے اتواری
تیرے

(۲۷۶)

پیارے سنو منج پیرم کی کہانی ۲۰۱۰ کہ میں بھید تج حسن کے سب پچھانی
میری محبت — تیرے

عشق کے بدہاوے کروں یوں سجن گس — کہ نا بوجھے تس دوتی ہور کو آ بانی

سجن کوں رکھیا لکھی ہیں اپنے من تیا — ادجیوکوں نظر نا لگے تیوں برائی

[illegible] تج من میں ٹھارا — سجن ذکر تسبیح کر اپنی مانی

گلے میں سو بیچ پوتوں موتیاں کے ہارا — سنچل ڈہال دھرتی سوا صاف پانی

دو تن توں پریت میں اپس کی نوائی — سکیاں چنچلیاں میں نہیں توں سیانی

نبی صدقے قطبا کی ماتی ہوں میں نت

نہیں میرے من میں محبت برائی

(۲۷۷)

سرو قد پتلی ہے ساریاں میں ناری — توں سب چھند بھریاں میں ہے لالن پیاری

محبت کی ڈوری سوں باندی ہے اپ دل — تو ساجن پہ رتناں کی طبقاں نواری

زلف پیکھ ہیں پیو کے دل کے ہنڈولے — نین جگ اَمولے ہیں کھنجن تھے بھاری

بلقیس زمانی

عشق پادشاہی سو ہے تج آج
حسن ملک میں نا ہے تج باج

تو چمنے مٹھائی شیریں کو نہ آئے
دیکھ اس مکھ تجلی سورج کپڑیا لاج

تیچی اِس زمانے کی بلقیس توں
انچل سیں سہانا ہے تج جوں تاج

تو خدمت میں حوراں کھڑیاں ہات جوڑ
اُن قول بیڑا دے کرو تم ساج

کھنجن تیر کھنجن پہ کرتی بڑائی
تیری چوٹی گندے ہوے مشاطہ آج

جوبن پیالا دے ہت میں پیالا پلا ۲۲۷۰
ادھر نقل سوں توں دے کر کال ساج

عرضداشت عاشق کوں معشوق پا
عشق ناراں سوں تم بجاوو کماج

ہے سر پانوں لگ توں کندن کی بنی
دو تن کوں توں نا دیکھ کر مکھ مانج

نبی صدقے پایا ہے جنت کی حور
محبت قطب کر خوشیاں سوں توں راج

(ج)

ناری سبھے تجہ آتا لے چالا — جھلکار سہی ——
زیب دے تجھے — چال

سپیولی اُپر جھونگ سٹیا چیام — چھوٹے الکاں میں پھول بالا
لٹوں

رتن تجھے اِدک دمین ہوٹاں پر — ادھراں کے اُپر چڑے سو لالا
سے زیادہ چمکیں — ہونٹوں — لال

دیکھ چندنی میں چند مکھی کوں — سورج کوں پلائے چھند سوں پیالا
چاندنی — سے

دن رات ہوا جو کھولے دھن کیس — نس میں جو ہنسے پڑیا اوجالا
عورت نے بال — رات

ناریاں میں جو ناز بھاگ اچپل — انگ سنگ سوں کرے پیا نہالا

نت ہیوے علیؑ کے صدقے حاتم

۲۲۸۰

قطبا کے ادھر تجھے مے پیالا
سے

(ع)

۳

بہمنی ہندو

اس بہمنی ہندو کا کس دھر کروں تسکا (بیت) — نین لیکھے ہیں موسخ تاریخ اس حکا (بیت)

(نہیں)

بے دام اس کا خدمت کرتا ہوا اپنے دل سوں لیا — دینے ہیں دام انو کوں نو کرنے میں عنا (بیت)

(ان ۔ اور)

آساں اُساں تھے سب بتاں سو کھے ہیں تج نین — نین ہے صواب پانی دیتا تمن ولایت

(امید کرتا ہوں سے)

اس شہر کی سوریتاں کن نا دیکھیا یتیا — ناکو تو ال قاضی ناکس کا ہے حمایت

(کوئی ۔ دیکھا ۔ سا)

غمزے کے سمند میانے تیر آتر ہت دے کر — ڈوبن ہوئے ہیں اب تو تم تک کرو ہدایت

آہاں اُساس دل کا راہ خیال باندھیا — اب ناز روشنی پاتا منجکوں ہوئے ترایت

(ڈال ۔ تاز)

تو انت میں جیو کا دوری کد ھیں نہ پڑنہ سکتا — تج حسن کے جھجی کا کوئی نہ پوچھی ہدایت

ن اُن ۔

یک چھن اگر نہ دیکھو تج یاد کا جو شہلا — تج باج گلنا منج کوں مشکل ہے بغا بت

تیرے بغیر گذرنا مجھے

نیناں کے لال تجھے دل پکڑیا ہے جو تن میلا — سٹ چھانوں عشق کا منج توں آپی لوا بت

سے

تم یاد تجھے ہوا ہے مومور نمنے مو تن ۲۳۹۰ — اب نا کریں تو ہم پر ہور کبھی زعا بت

تمہاری سے — اور

کوئی نا سکے معانی اپ کی پرت بیاں کر

پڑتا ہے اپنے دل میں سب دن علی روا بت

(ق-ج)

۴

ہندی چھوری

رنگیلی سائیں تمھے نور رنگ بھری ہے — سُگھڑ سندر سہیلی گُن بھری ہے
کی وجہ سے

لٹکنا بجلی نمنے اُسے سہاوے — وہ ہندی چھوری بہوت چھند شہ پری ہے
کی طرح　اس کو زیب دے　وہ　لڑکی　بہت

چندر مکھ موہنیاں جب ناچنیاں ہے — وُنن میں توں سورنگی جوں پری ہے
چاند جیسی صورت والی　انوں　خوش رنگ

سبھی حوراں نہ آسیں آج تج سم — کہ توں بالاں میں سب عنبر بھری ہے
آسکیں　تیرے مقابل　بالوں

اُپجتا ہے ترے مکھ تھے سجے شابی — او شابی تھے سدا تج سروری ہے
پیدا ہوتا　سے　جو　جوانی　اس　کی وجہ سے　تجھے

گگن منڈپ ستاریاں سوں سنوارے — اوہاں گاوں سو زہرہ مشتری ہے
آسماں　وہاں؟

نبی صدقے ریجھائے قطب شہ کوں
تو سکیاں میں توں جیسی شہ پری ہے
اس لیے

(ج ا)

۵

پدمنی

(۱)

تج ناک موتی مکھ اوپر دیتا ہے آب سوں
یا خضر کے چشمے منیں نرتا بڑبڑا شاب سوں

وہ بڑبڑے کا عکس تیرے مکھ اوپر یوں چھائیا
اس

۲۴۰۰

جیوں چاند کی جوتی منے مشکیں کلنگ ہے داب سوں
میں

تجھ نین کی راوت چڑھائی بھنوں کماناں روس کر
سب عاشقاں میں منجہ اپر راکھے چاپ ناب سوں

جب ناک میں کر اسہاگن پین آئی جلوہ میں
وہ قفل دے منجہ گیان پر سکہ کرے شب تاب سوں

(۲۸۷)

جو دیکھی رنگ میں پیو کوں سو پیو کا چت بہاری ہے
کپٹ پھل گند دے جیو کوں سو مالن دندساری ہے

چھپے چند سور اجیالا نہ چھپئے نور پیو گا لا
دو تن کے من حسد بھالا کہ شہ مج سات باری ہے
میرے ساتھ

بچھڑتے لاکھ دشواری بچھڑ شہ مج مرن کاری
ولے پیو یاد کی یاری ہمن جیو میں ادھاری ہے

دو تن لے گر ٹراتی توں تپر دکھ بھوں چڑاتی توں
بہت ڈاواں میں ناٹی توں ولے یہ ڈاو کاری ہے

اماماں کی دعا اور دھے دعا کا کوٹ چو گرد ھے
معانی قطب تج بر دھے علی کا حب حصاری ہے

ق

(۲۸۸)

سوں
گرد گھر میں گرہ کیاں کئے او تر نے دوداں بھرائی

چاند سورج کے پیالے آپنے گھر میں بھرائی

عشق کے سو صدر او پر لے کھڑی ہت میں یر جب

ہاتھ
بیڑی بیڑی میں دکھاتی آب ہونٹاں کی چورائی

صدر او پر آ جھمکتی ہور ٹھمکتی ہے کھڑی ہو

اور
نین کشیدے کے تاراں سوں مرے دل کوں برائی

ہے نھنی سب میں و لے دستی بڑیاں میں سب بڑی اون

انچل او جھل میں دکھاتی ہے پریاں کی سب بڑائی

پریاں اوڑنے کی ولے پرنا ملے اوڑنے کے تائیں

۲۰۹۰
دیکھ اے رشکوں پرت تا تاں ہتوں سینتی چوائی

یہ

سب سکیاں تا تناں چھلاں سیتی چڑھایاں ہیں دُھوم
آب پیاراں سیتی مے بھر مجلس اپنے میں پلائی
قطب شہ سیتی جھگڑتیاں نا جھگڑ سک اس سکی سوں
اُس کے سیس اوپر لیکھے ہیں دِن ازل تھے خوشن ٹرائی ق

(۲۸۹)

میں متوالا و توں متوالی کھلائی ۔۔۔ نین پچھانیاں سیتیں اب نین ہنڈ لا چھلائی
تری لچھن بری لچھن کہ نا کر منج سیتیں بات ۔۔۔ ہٹوں سیتیں ہٹوں سیتیں پیالا منج پلائی
وو چندنی چند نے مکھ پر چندا کا ٹیلا اتھے ۔۔۔ نوے غمزے نوے چھندسوں میریاں روروں لکھائی
لگے ناچا کتیوں راکھے ہیں اپنے کان پر طرا ۔۔۔ سپند کے پاتراں کوں تتہ تھے سیتی بجائی
چچنچل ناوان کھاتی ہی ہر یک یک آپنے دل میں ۔۔۔ چوہیاں چومنے کی ٹومیاں سیتیں منج لذت چکھائی
پیارے گال میں تیرے مٹھے نابات تھے اکلے ۔۔۔ کہ چھاتی سیتیں چھاتی لا اپیوں منج ملائی

گرو گروہے سہیلیاں کی سو چترائی منے نس دن
محمد قطب شہ کوں دے ہے اپ نیناں کی دوائی

ق

(۲۹۰)

پرت پیاری پیرت مہتر سیتیں ملی ... ۲۱۰۰ ٹکڑے کے پھول نمنے دل باغ میں کھلی

کونلی کلی میں جھمکی جھمکار چو نپے سوں
تج لال ادھر کے پھل پر بیٹھا بھنور تلی

طرا رکھے ہے سر پر سر تھے نشان کا
صاحبقران سکیاں میں دستی ہے چنچلی

گر جیا ملہار ہر یا جھینا اوڑی سکی
اس انگ سو رجوتی جھینے میں جھلملی

نا سک کے پھل پہ پھلڑی مہ بند جیوں رکھے
ٹیلا جیوں پر پھوپی جوڑے ہے سانولی

دو سیا ملاوے سیتی جتیاں ہوں میں آسے
اجھوں نہیں سمجھتی تن پن کی جا ملی

صدقے نبی تو ملی ناری سوں عیش کر
قطب زماں محمد دھن تجکوں آملی

ق

(۲۹۱)

نوی پیاری نوی نیہہ میں نوے چھندسوں پلاتی ہے

جوبن چیچیاں اوپر پیلم بھنور مستی سوں آلکی رے

کہوں اس قد کہ یا صنوبر کہ یا اس چونپ میٹھائی

گلالی گال تھے چوتی عرق کی بُند پے در پے

کری کسوت نوی چند نی سوماوے اوپر جھینے کا

جے کچ منگے خدا تجکوں دیا ہے توں دعا کرلے

جھلکتا رات کوں جگنا پیاری رات دن جھلکے

۲۱۱۰

پشانی پر رکھے جگنی کا ٹیلا کدنہ دیکھیا کے

کرے جے دامنی سوں عشق او بے عشق بازاں میں

اگر میں باورا ہوؤں تو کیا اس ہت میں وارو ہے

کیتے ہیں شاہ کو سلطاں ولے ہے ان مدن سلطاں

کیتے دھاتاں بجاوں کد نپوچھے کن بجایانے

جَدَھاں دیکھیا پیاری مکھ مصحف میں مبارک فال

تدھاں تھے قطب شہ جینتیا ہے نرطاسوں سو ملک رے

(۲۹۲)

گمت راگاں پیاری اب رگے رگ راگ گاتی ہے

تمہاری راگ گاتی مکھ اَہاراں سوں سُہاتی ہے

صَباحی راگ گا کر مُنج صبا کے تخت بسلاوو

وَحَنا سِریکا کہہ دَھن منجکوں سو رنگ پیالا پلاتی ہے

خوش رنگ

مرے سنگ مل سجاتی نگہ گاتی سنگھرا بھرنا

سری راگاں جو گاتی اَستری تو منجکوں بھاتی ہے

الاپے گرڑ اگر راکماس ہوں کا چرائی ہے
عشق کی آگ میں ابرو کماں کوں شی سکاتی ہے

کہ گوری راگ جو گاوے تو گوریاں کا ملک جیتوں
سو سارنگ نینی سب نگ میں سے رنگ کا سو اہاتی ہے

سبھی راگاں کے گل پھل ہار رہا یا ہے سو ملہارا
جو گاوے رام گیری رام کر راواں رجھاتی ہے

میٹھے راگاں محمد قطب شہ کوں جم سہاتے ہیں
نبی دولت غزل میرا شکر نمنے چکھاتی ہے
۲۱۲۰

(۲۹۳)

ہمن پیاری پری صورت گری تھے
پریاں حیران اس صورت گری تھے

اپس ہاراں میں تیاں عشق گوندے
حمایل جو سرہ جنجم گری تھے

بخت اس کے کہ پیاری لب سو پیوے مد   صراحی کر بھنواں میں مد بھری تھے

ہمن ہور اس میں میں نن پن کے بھید لب   سہیلیاں بھید پایاں بلگری تھے

خماری پاس تجہ نو تاں سٹے تھکی   چمک مینا منے خوش دلبری تھے

لجے مینا کی قلقل سیتی بلبل   پریاں حوراں میں لجیں ہم شہ پری تھے

خدا پیاری دیا ہے قطب شہ کوں
دعا ہور بندگی ہور چاکری سے

(۲۹۴)

میری ہیری بھریاں میں نے ہے سو ہیری   لٹکتی ہے تاج ہور گاتی ہے گوری

مستی حملے کا سو کن پکڑے عنان   جیو جگنا جھمکتا ہے جیوں جگا جی

عشق سپنے میں میں دیکھیا ایک سپنا   ۲۱۳۰   سا تو کہنیاں کہتے سنتا میری کہنی

خسرو و شیریں کا ہے سو ایک دفتر   زلف پینگاں میں پینگا تا ہو مراجی

باس باساں سوں محبت گیند میلی — بہار چھل نالیوے میری نئی بالی

نبی صدقے رنگ رنگاں بھر کھی رنگ

قطب شہ سوں مل رہی ہے اے نویلی — ق

(۲۹۵)

نزا حسن حساں میں بھایا دسے — مدن پیالہ رنگ انگ سہایا دسے

جیو پیاری چھنداں سوں چند نا چتی (نظر آئے) — پلک تال سیتی رجھایا دسے

ہندو زلف کے میانے الجھیا ہوں میں — نین پینک میانے پنکایا دسے

عشق تیند تج نین میانے سہے — صراحی پیالہ بھرایا دسے

انند ناد گر جیا ہے تج گج سیتیں — عشق تانت کا راگ گایا دسے

عشق بیج پیریا ہوں دل باغ میں — انند پھول اس تھے کھلایا دسے

نبی صدقے قطبا کے سر پر سدا ۲۱۴۰ — گگن رنگ کا چتر چھایا دسے

ق

(۲۹۶)

پیرم پیالا پیکہ نون نہ لائی ہی کو کنکھڑی ۔۔۔ دریا عشق میں تیر کر باندے ہی اگل پگلری

باندھے ہے عشق کے کو پیو ان کھنٹو میں دعویکا نیت ۔۔۔ پر چھم پرم چاواں ہلے سہتے سکیا نمیں مہتری

پیرم کی باتاں سب سنیا اب کی پھراتی ہی نین ۔۔۔ اپنی مَن اُس نپتھ لا اوڑیا عشق کا چادری

ہم تم منے یک قول تھا او قول نا بسرو تمیں ۔۔۔ پیت برن شرطاں ہمیں تج منج منے آباوری

دیوا عشق روشن ہوا تج نین کے رشنا سوں ۔۔۔ ساتو سُراں گا کر سکے آلا پتی آساوری

اس بیچناں کی ناوسوں منج نیند جاوے نین تھے ۔۔۔ کن دعا کس سحر سوں باطل کروں اے ساحری

قطب زماں سب شاعراں کا شعر میں شاگرد ہے

صدقے نبیؐ باندیا کمر جیوں لشکریاں میں لشکری

(۲۹۷)

توں ہے لاڈلی لاڈ سوں آتی اہے ری ۔۔۔ عشق چو نپے سوں من میں بھاتی اہے ری

عشق کی کنکی شیریں نا کر سکے کد | جوبن پیالہ سوں توں سہانی اہے ری
کفر باغ میں پکڑیا تیری سوی کوں | چنچل نادیں ناد گاتی اہے ری ۲۱۵۰
عشق بھاو سوں تن سنگاری ہے سب توں | عشق چونپے ستیں سُہاتی اہے ری
ہنوں نہ کے تج لگ کہ پیچے ہیں تن میں | بُجھاری جوبن سوں بلاتی اہے ری
اپس غمزے کی چادر اوڑی پیاری | نین سینتی صاحب بلاتی اہے ری

نبیؐ صدقے تج ہے خدا ترس خانے
گلے لگ پیالے پلاتی اہے ری

(۲۹۸)

چھنداں ستیں آتی ہے بھاواں دکھاتی | نین سوں ہمن رات ساری جگاتی
عشق پیم سوں انچل اوڑ کر کھڑی ہے | اے ناداں بالی ہے بھاواں سُہاتی
توں جب روٹہ کر بول انکت بولتی | کہ سورا یسے گالاں اُپر چھند بناتی

نین بھاؤ سیتیں پکھاوج بجاوے　　پرم چوری پر بتد بھاواں دکھاتی

نبیؐ صدقے توں ہے پرم ......

قطب چھاتی لگ نیہہ کا دان ولاتی

(۲۹۹)

توں پھر نیم کر چیر بناتی اہے　۲۱۶۰　سو مسکاتی اور رنگ لکھاتی اہے

کر یوں نھاوے ہو پیو نینہ دیکھتے　　چوری چوری سایں بجھاتی اہے

گناں پرکھتی اور بول چوکھتی　　بھوری بھور چین جناتی اہے

کھسے کیس سونکھتی ساجتی　　نیکی کنٹھ کنٹھ مال سہاتی اہے

قطب پیاری کس تھے نہیں ڈرتی ہے

نبیؐ صدقے منج دان دلاتی اہے

(۳۰۰)

سہیلی مدن لال موہت بھاوے　　کہ تل تل و اس چھند پر واری جاوے

کسے چت بلاوے کسی رین جگاوے   کسے دل تپاوے کسی من رجھاوے

کسے نیہہ لگاوے کسے مد پلاوے   کسے روپ دکھاوے کسے پیم بلاوے

کسے اب چکھاوے کسے چھپ رجھاوے   کسے سیج مناوے کسے گزک دلاوے

کسے اب دکھاوے کسے تخت سراوے   کسے پک تباوے کسے چھب دکھاوے

کسے پرم لگاوے کسے چت بھلاوے   ۲۱۷۰ کسے بہہ دلاوے کسے پان دلاوے

نبی واس کرآب کے تیں پواوے

قطب شہ سدا بیر مالاں گواوے

(۳۰۱)

تجے کو کہ ہتا میں جام لی یئے   سلطانی جسم مدام کی یئے

پانی کہ خضر حیات پایا   مدگھر تھے تنک سو جام پی یئے

ا؎ دیوان قدیم میں یہ غزل دو جگہ لکھی ہے یعنی یہ غزل ردیف الف میں بھی ہے، مگر اس میں صرف قافیہ و ردیف کا فرق ہے یعنی ردیف میں قافیہ جام مدام ہے اور یہاں لئے پیئے گئے وغیرہ اسی لئے درج کردیگئی و ترا شعار دو ہی ہیں۔

سر دھا کہ جی مو کام راکھو | اے دھا کہ کا سو ں نظام دی ئیے
مین و مد و عاقلاں ُتس پے | مو یار نین کون سوں سی ئیے
با ہر نوا و ھر تے ساقیا نا | اس دور منے کو کام جھی ئیے
لوچن ترے شیو ہائے مستی | او دشت چنچل تھے وام لی ئیے
ذکرِ مکھ و زلف تج ہمن دل | یو حسن تھے صبح و شام جی ئیے
مو سینۂ داغ درد دو کھوں | تج مکھ نمکی تمام دی ئیے

او چاہ تھڈی معانی کی جان
۲۱۸۰
تو حسن دو سو غلام کی سئیے

(۳۰۲)

مے بیک مو سگات سو نا شاد کرتہ ہے | وو ترک مست دیکھو کہ بیداد کرتہ ہے
راکھیا و ہاں آمید کہ جا نیا ہوا ے زماں
(پیکر میرے)
| لیتا ہے ہات جام مجھے یاد کرتہ ہے

عاشق تو جیو تی پگ تل اس کے وو دونیں — گل گشت سو بتان پری زاد کرتے ہے

شوخی کے بہر منے ہوس ترل لی مد — کب کان میں نصیحت استاد کرتے ہے

داغ مو جیو سوختہ کوں تازہ بھی ہوا — او بزم جب ترانہ کا بنیاد کرتے ہے

آگ فراق زور کرے بیجلی نمن — اچھوں وو داغ کہنہ سو آباد کرتے ہے

سب دھر نکہ توں قطب معانی کہ عاشقوں
اے حال تیرا طور سوں فریاد کرتے ہے

۳۰۳

کب لگ منگنا آچھے منگاون جو نا آچھے — لورونوں تو اس پاس انگاون جو نا آچھے

میرے تیرے میانی بھومیں کے کا غذاں ورد ہے — دل درد میرا تاب پڑھاون جو نا آچھے

جس جاگہ چرا کر دکھیں دل ماہ پریتاں — ۲۱۹۰ یکجا نہیں پاتے کہ سراون جو نا آچھے

دو دیدہ و دل پاک رکھیا آچھے تو آچھے — نرل ہو ہے وشت دکھاون جو نا آچھے

لیلے مجنوں کی سو کتاباں ہے کہانیاں — قصا تیرا نازک ہے سناون جو نا اچھے

یک جھلک جھلک نا جو غم عشق نپایا — او دل سو کیا ہے صبر سماون جو نا اچھے

دل بدنکرا و یار آدم دکھ کا معانی

یاری کہ نپاوے نہ سُہاون جو نا اچھے

(۳۰۴)

پُھل بن رخِ یار خوش ندیسے — بن مد پھلی جھاڑ خوش ندیسے

گشت چمن و ہوائے کلیاں — بن پیالہ کنار خوش ندیسے

ناچے د نا سرواب سو حالت — بن نا و ہزار خوش ندیسے

مو یار شکر بنب و چنپا رنگ — بن چُمن پیار خوش ندیسے

باغ و پھل و جل سہے تو اما — بن صحبت یار خوش ندیسے

ہر چیست کہ جگ کی عقل بندے — بن چتر نگار خوش ندیسے ۲۲۰۰

چست نقد چکارہ ہے معانی

اس تائیں نوا خوش ندیسے

(۳۰۵)

سکی کے مکھ پانی میں چندا سورج سدا جھلتے

اڑن چکوے سو دن مل اچھہ رین چولی میں تھے کھلتے

جوبن کھل سائیں ہت دی ہر ہلاوے عشق کے کی ہے

سجن سنگ رات جاگی ہے سو لہراں نیند لے کھلتے

مدن مکھ گال پر لاتی، سو صورت یاد جو آتی،

جیا کے باغ میں بھاتی، پھلاں مکھ مکھ پہر کھلتے

گھلی مار و اپن جیو سنگ، برہ صحرا میں دیوا مکھ،

سو دیکھت نور جھلکا چکہ، پنکھیرو مرگ سب جلتے

معانی تج عجب کیا ہی کہ وحشی سد بھلے گا ہے
فلک سارے برس ما ہے پری کے نیہہ میں ڈُلتے

(۳۰۶)

وسے جیوں پُر پڑے پانی نگاری خط اُپر تیرے
ارسطورا ہوا مج مَن دیا از یک رُخن ویرے

لٹاں کھل مکھ اُپر کھیسے علم جھیلے سو ہُن دیسے
شرف جمشید کی جیسے ہوئے اُن عاشقاں جیرے

دو رخسارے ہے خوں والے نغرانے تا نوا گھٹالے
ہے پلکاں تیرا بنالے سو نانڈے دل اُپر میرے

دو پتلیاں راوتاں تیری بندی اپ اپس کوں سری
سو چوگاں کھیلتے پھیرے ہمن دل گیند کر گھیرے

۲۲۱۰

معانی نیہہ کے گھوڑے چڑہتوں لے جو بنا کے گڑ
مرصع جیغہ لا کر پڑ ہنسی آئی ہے تج نیڑے

(۳۰۷)

مکھ رنگ تھو موتی جوتی نگاری لگی دسے
چندنی جیون چند پو تھے سنگاری لگی دسے

بیلاٹ کے چمن میں ٹلاچپت دپو ترا
موتیاں کے جل گون میں دو دھاری لگی دسے

سندر کے مست گال گلابی برن تہیں
یاقوت نین لال خماری لگی دسے

منج عاشقی کے نیہہ میں سو ثابت نہ پا چھل
سب عاشقاں کے دمہ میں ستاری لگی دسے

زاہد نماز کیسی کریں سو نپٹ ریا
منج یاد تیری تسبی سو ساری لگی دسے

دو تن عجب کپٹ جو منج اوپر گندی سدا
سب جگ منے نپٹ سو گنواری لگی دسے

معشوق ہنس کہے کہ معانی کی عاشقی میں
منج جیو میں حب سے سو پیاری لگی دسے
میرے

تو حسن قدرت سوں لکھیا بنیکا دسے
جگ حسن پر تج نور جیوں تیکا دسے

مکھ نور تھے چندا سورج جھمکیں سدا (اچھا)
تج کیس بادل تھے فلک پھیکا دسے ۲۲۳۰

سب جوہراں کا کھان مکھ یک ہی عجب
پھلری کا موتی ناک پر سیکا دسے

فتنا ہے موتی ناک کا فتنہ نکر
دیکھ آرسی فتنا ترا جیکا دسے

توں ہے پری یا حور یا ہے پدمنی
قطبا معمّا یو عجب ہیکا دسے

(۳۰۹)

نہ دیکھوں پیو چھن آدم نمن مج لاگ دوری ہے
رھیا پانسو برس آدم جدا اچرج صبوری ہے

بہت دن جب رھیا تھا سائیں کا مکھ دیکتے یک تل
لگیا ڈھلکا دیکھیا سہنا کہ جھلکا کوہ طوری ہے

پیا سوں عرض دکھ کہنے نہیں مارگ مگر خیالوں
کہ جیوں پھل پاس مل کھوال ہیں مج یاد دوری ہے

تمارے ڈاو کے پیچاں کون بوجے کہ مشکل ہیں
معمّا بوجہیں عاشق نہ سمجیں صیغہ پوری ہے

کہ جب من میں کی جب سکھ میں کہ جب دکھ میں کروں یاد اس
تو تب دو تن سمج جاوے عجب مکار پوری ہے

رقیباں جان توں ساجن ہمارا راز پایا ہے
پیو اوے توں کتا تج مج بہوت انتر کی دوری ہے

نبوجے تو سے گل ملکھ کتیاں کے سنگ ہو بیدیں
معانیؔ کہہ محمدؐ ہور علیؑ کا دین نوری ہے

۲۲۳۰

(۳۱۰)

یں مست تج نین تھے پتلیاں کتا کھلاتی
اس کھیل میں کھلیا ہو بھی کیا نہرا پلاتی

تجھ مد اثر کی مستی دایم ہمن میں اچھتی
کیا گن بدل حکیماں کے ہت دو دا ولاتی

جوبن کے طور اوپر مکھ نور تجھ دکھا کر
موسیٰ نمن بھلا کر عیسیٰ نمن جلاتی

کنٹھ ناگ سر بجا کر ناگاں کتش کھلا کر
شکر ادھر چکا کر مجھ جیو را بہاتی

کنتاں کنٹھ پا کر انچل جھمک دکھا کر
معانی کا دل بہلا کر ہت ہیں ہت لاتی

(۳۱۱)

مے لعلی تھے مکھ زردی ہمارا دور کر ساقی
مجالس زہرہ رقاصی سوں توں پر نور کر ساقی

پیا رخسار کرتا جلوہ موں شیشے خیالاں میں
رقیباں عکس کہتے ہیں توں یک چمن دور کر ساقی

لطافت میں ہے مَن دن سوں اس تر ہی قدسوں
پیالا آس کا میرا سو بھر سمدر کر ساقی

جکوئی ہے عشق میں ثابت سدا ہی جیونا اسکا — سو اس کے ناؤں سوں میخانہ سب معمور کر ساقی

نجانوں روز محشر کیوں اچھیگا خابِ سرشار منج — کہ میخواراں منے اب تو ہمن مشہور کر ساقی ۲۲۴۰

بہشتی باغ میں کھلتے ہیں پھولاں منج مراد کے — ہمن مجلس کوں مست نغمۂ طنبور کر ساقی

نظر کی مرحمت سوں دیکھ منج مسکین کوں یک پل — پیا کی کیمیائی دشٹ سوں مغفور کر ساقی

پیا کی سور کی کرناں سے منج دل کوں قلاّبے — ہوا ہے مدعا حاصل مے انگور کر ساقی

پلک کانٹے زمیں باندیا نجاوے خیال تیرے کن — رقم اس خیال مو پیشانی کوں سیندور کر ساقی

محبت پیو کا منجکوں بڑ دریا میں کشتی ہے — اس اوپر عشق بازاں میں منجے دستور کر ساقی

معانی شوق کے انجھو ڈھلیں مکھ پر کہ جیوں موتی
کہ یک تل جیو منج ہنس کوں نظر منظور کر ساقی

(۳۱۲)

ترے مکھ لعل تھے رنگ گوہراں کا بھانے جائے — جوہر صاف تھے ہر کس کا گناں جانے جائے

پھولاں کا باس نہ ہر پنکھی سکی گا بوجھنے　　بلبل او باس بوجھے گر خوشی سوں گانے جائے

تل کی آیت رکھے ہیں لکھ اوپر ب علم سیتیں　　عالماں کوں کدھیں تفسیر تو نا جانے جائے

داکھ کے باغ میں پھولاں کھلے کر ساقی ہمن　　۲۲۵۰　　خوشی خرمی سوں پیالی مو پیلانے جائے

ملک دل میں وکھیا ہو ڈھونڈکہ کاماں سو تمام　　کام اختیار گیا دل تھے تو ی دانے جائے

پکڑے جب گھانس ہریا ہوئے تمن ہات سیتیں　　قدرت اس ہات کا دکھ جیو سو قربانے جائے

تنھ کے شہراں منے انگشت نما ہو پیر تھے　　چپ دو تن ڈر نہیں تیر انکو ترسانے جائے

منجے پیو یاد تھے آسائش و سکھ دل میں بھریا

عیش کا وقت رہے غم کا جنس رانے جائے

کلیّات محمد قلی قطب شاہ

تیسرا حصّہ

دیگر اصناف سخن

قصیدہ - رباعی - مرثیہ - ریختی - مثنوی
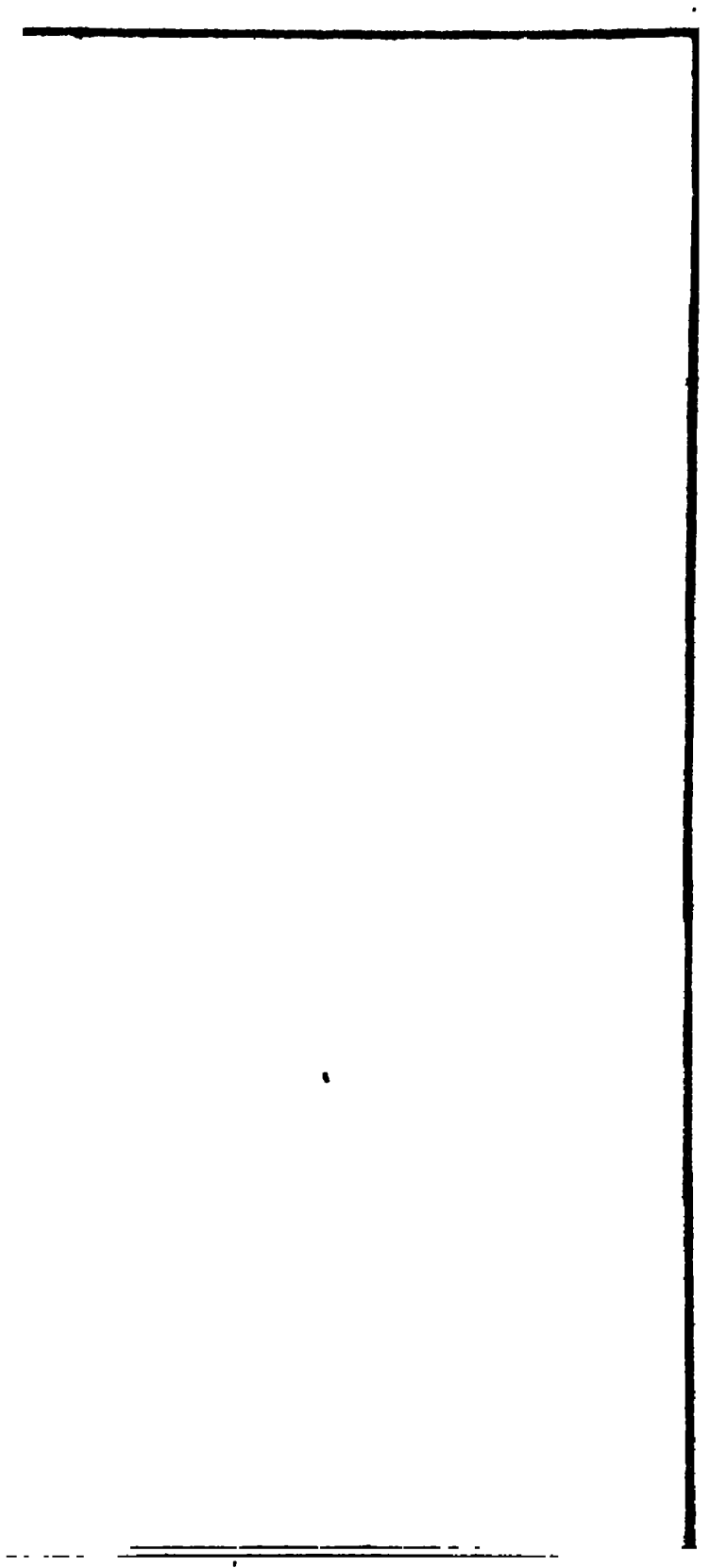
دیگر اصناف سخن کی تفصیلی فہرست

(جملہ ۶۳ نظمیں ۳۸۹ اشعار)

۱۔ قصائد (۱۲ قصیدے۔ ۲۱۶ اشعار)

۲- رباعیات (۴۱ رباعیاں - ۱۸۲ اشعار)

دیوان - صفحہ

۴۔ انپڑ [illegible] نام تجھے — ت ۔ ۴۳

۵۔ اپ [illegible] ت سوا [illegible] پیتہ کہ میں جام منگوں — ″ ۔ ″

۶۔ کہتی کہ تری ہوں گی نوار اندیشہ — ″ ۔ ″

۷۔ نا بات او محبوب سندر کا کہے جائے۔ — ″ ۔ ″

۸۔ کہیا ترے لب کیا ہیں کہی آب حیات۔ — ″ ۔ ″

۹۔ اس لٹ کوں لٹا پٹ سوں پکڑ کیتیا نیاز۔ — ″ ۔ ۴۵

۱۰۔ خوبی و بدی سب کے بوجھنہار سو توں۔ — ″ ۔ ″

۱۱۔ احمد علی کے رتیے تھے نج ہے جو خبر۔ — ″ ۔ ″

۱۲۔ نیر اشرف اور اک بن نبں ٹاک آیا۔ — ″ ۔ ″

۱۳۔ جیتا توں دل وجیوں سوں قرآں دیکھے۔ — ″ ۔ ۴۶

۱۴۔ جس ٹھار [illegible] تل پھرے دور پہ دور۔ — ″ ۔ ″

۱۵۔ ہے پھول کا ہنگام مدسوں یاراں حاضر۔ — ″ ۔ ″

۱۶۔ کہئے کہ یکٹ ہو جو اچھے گا گھر میں۔ — ″ ۔ ″

۱۷۔ کب لگ اچھے لب پہ زہد ہور دل میں جام۔ — ″ ۔ ۴۷

۱۸۔ مستی کے ملک میں ہے جہانبانی منجے — ″ ۔ ″

۳ ۔ مرثیہ ۔ (پانچ ۔ ۶۱ اشعار)

۴ ۔ ریختی (۴ نظمیں ۲۴ اشعار)

۵ ۔ مثنوی ۔ (ایک ۔ ۶ ۔ اشعار)

قَصَائِدُ

عیدِ نوروز
و
روزِ عید

نوروز لیایا ہے خبر روز عید سلطاں عید کا
سُکھ کا رُواں سر تھے لیکر آیا ہی ساماں عید کا

روزِ عید لایا پھر سے

روز عید کا خوش عید ہے سب عید کے روزاں منے
باندھے کمر جیوں لشکر ہور لیایا ہے تاواں عید کا

دنوں میں عید لشکر اور لائے

وہ کیا برستا نور شرعی اِس ہمینے میں پچھل
خورشید ناداں چھپ گئے جب دیکھتی تاباں عید کا

صاف واہ کی طرح

اِس عید اچھنے تھے سگل عیداں حباباں میں رہن
حلقہ غلامیں کان پا پکڑے ہیں گلداں عید کا

ہونے سے تمام کان میں ڈالکر

شیراں و خرمے سوں کیسے مہماں نبی کے تیں خدا
عیداں کے بھاراں میں نبے ڈھالا اور افشاں عید کا

شیر خرمہ سے کو

روز عید کے روزی پکڑتے ہیں ملک ہور آدمی
شیرہ شہد سوں سب فلک کھولے ہیں دُکاں عید کا

عید اور سے

تج عشق کا انت کوئی نا پایا ہے دنیا دیں منے
پایا سو اُن لیکر گیا ہاتاں بہ ھاتاں عید کا

حد میں وہ

روز عید کے پھولاں منے نوروز کے پھولاں کھلے
پھولاں کے باساں تھے ہوا ہے جیو خواہاں عید کا

میں پھولوں خوشبو دل

دُکھ پھول کھند لے گئے انکے رہے بھاراں بھار تھی
آلاتی ہیں کوئلاں مستی سوں الحاں عید کا

باہر سے سے

روز عید میں امید کے پھولاں کھلے مانگو دعا ۱۰ سب ہی دناں میں دیتا ہے وَن نمایاں عید کا

دنوں دکھائی دیتا

برسا و مہ آنند کا تا ہوئیں منج رو کھاں ہرے — دل کے چمن میں طرح سٹ بس لاویں ریحاں عید کا

مینہ میرے درخت — ڈال بھلاؤں

نوروز ہور روز عید صیغہ بھائی پن کا ئل کہے — دونوں ہوئے ہیں ایک ہور لیائی ہیں خوشیاں عید کا

اور — اور لائے

لاکھاں سلام و سجدہ ہے دایم ہمارے قبلہ کوں — منج تیں دیئے امن و اماں سالاں بسالاں عید کا

لاکھوں — مجھے

انعام تیرے سوں اگھائے گئے زمیں ہور آسماں — انبر کیا روشن سورج چند رہلا لال عید کا

آسمان چاند

حاتم کی بخشش چھپ گیا ہی تیری بخشش کے انگے — گنجاں بھرے گھر بھر دیا ہے آج دوراں عید کا

مقابل — خزانے

تج حسن جنت حور تھی منشور نامہ لیا ئیا — منج دور میں بھر دیو تم جوہر و مرجاں عید کا

تیرا سے دلایا — میرے

بے منت اپنڑیا ہے تمن نعمت بہشتی آدم کے تیں — دایم اچھو اپی شکر منج عیداں پہ عیداں عید کا

ہے

ظاہر ہوا ہے شرع کا احکام تیرے خط منے — ترکاں کا ترکی ناچلے آیا ہے ترکاں عید کا

امرت کا پانی پیو کر ہیں جیوتے جگ جیو سب — برکت نبیؐ اس نبر کوں کرتا ہوں مہماں عید کا

ترنگیں جیتے — پانی کو

تج عدل تھی یوں کانپتا عالم پونتھے پات جیوں ۲۰ آنند خوشی سوں راج کر ہور جنت ڈاواں عید کا

تیرے سے ہوا سے پتہ جس طرح — سے

آنند کے منہ تھی گھرے گھر موتیاں راساں بھرے
حوراں پڑیا بانے گلے میں کنٹھ مالاں عید کا

تج وشٹ کی تاثیر تھے مرد سو میر تھی جی اٹھے
کانٹے سو کیا پر مھر نظر تا ہوئے گلستاں عید کا

نہہ کا ترنگ کوئی نا سکے چڑنے کوں میر شاہ ہم
پیربت کئے میداں چڑے جوبن سو بالاں عید کا

چابک سواراں لے دکھیاے چابکی کس میں نہیں
کھیلے بھوت ڈاواں الکہ سوں لیکہ چوگاں عید کا

جیکو چڑے گھوڑے اوپر سکوں سواراں میں گگن
تل ہور میسے کی گیند کر کرنے ہیں جولاں عید کا

دیا دنے میں گنج کے چھند انسوں کو وفا پر
موتی کے جالے سایہ بان جوڑیا ہے خاقاں عید کا

تج دولت و اقبال شاہاں میں نہ دیکھیا کوئی کد
انس و ملک منگنے سدا تج پاس داماں عید کا

میخانہ کوں دھو دھار کھیا چندا بدراں دگھیت گلال
گلال سے گلالاں ستیں مد دیو منج داں عید کا

دھن دیکھ نالیوں کد صبن میں میں کلالاں پاس تھے
لوچن سو رنگ کے رنگ تھے مد دیو احساں عید کا

میخانہ میرا ہور ہے پیمانہ مستی ہور ہے ۲۰
جوبن کے مدخانیاں ستیں باندیا ہوں سلطاں عید کا

ن ۔ مسی ۔

پکڑیا گریباں شیشہ کا کتوال تھے ناڈرکے میں
بہو دیس کوں سنپڑیا ہی اناب چھوڑوں داماں عید کا

پیرت مِنے سنپڑیا سو دھن خرچیا ہو میں اس وطن
باندیا ازل کے دیس تھے پیارے سو پیماں عید کا

حیدرؑ نبی کے داس پن تھے قطب شہ کر عیش نت
موتیاں کی سہریا چڑ کہ کر توں دشت یواں عید کا

جکوئی محمد دین کا دشمن ہے آیا ہجر اُس
دندیا کے دل ہور جیوں لاگیا ہے حرماں عید کا

احمد مدد تھے ہور علیؑ صفدر کے زوراں تھے سدا
دشمن کلیجے میں کھڑک سو مار گھیاواں عید کا

نوروز ہور روز عید کے خوشیاں ملے یک چاند میں
مارو رقیباں کے دلاں میں زہر پیکاں عید کا

دندیاں کا دکھ کا لا کیا اسماں ہمارے دندتیں
جے پیوتا ہوں شوق تھے نت آبِ جیواں عید کا

(قا-ج)

۲
عید قرباں

نج ترنگ کے نعل تھے روشن ہوا لجاں عید کا
اس کی باباں تھے معطر ہے گلستاں عید کا

عید قرباں کوں بڑائی شاہ کی مجلس تھی ہے
تو بڑائی بول کر آیا ہے سلطاں عید کا

رُت بسنت تھے پھول کھلیئے ہیں سراسر نور کے
تو کیا کسوت امولک شاہ ترکاں عید کا ۴۰

دلربا مجلس دیا ہے عید قرباں کوں شرف
طفل تمنے آرزو تیرا ہے خواہاں عید کا

جلدپن تیرے ترنگ کا ہور کھرگ جھلکار تج
عشق کے میداں منے جھمکائے جولاں عید کا

کلہ مصحف میں جو دیکھوں فال تلتل صبح گاہ
ہر طرف منج نین میں دستا ہے احساں عید کا

اس زمانے میں بڑائی عید اب کیوں نا کرے
کد نہیں دیکھے ہیں جم جمشید ایسے شاں عید کا

جب مورخ نا کرے تاریخ منج مجلس کیے تائیں
قصہ خواں کیوں پڑسکیں سو قصہ پایاں عید کا

رشک کرتے ہیں ملک ہور حور حیرت بزم تھے
اب پلو تج کن پیاریں ہور منگیں پان عید کا

کر علیؑ ہور آلؑ کی برکت تھے نت شادی خوشی
تیری شادی تھے سو شادی ہے نمایاں عید کا

شادی ہور خوشیاں تجے دایم سوا زانی اچھو
تج بلا دو تا ئیں آپ آیا ہے قرباں عید کا

عید کا ہے ناوں جگ میں عید تجہ مکھ تھے اہے
اس خوشی تھے گا وتے دا ؤ دالحاں عید کا

سب خوشیاں عشرت تمن مجلس میں باندھے ہیں کمر ۵۰
اے سلیماں کیے تمن تم دیو قرباں عید کا

عید اگر عیدی کا دیکھو ان سکوں کیا عجب
تیری مجلس تھے اکھایا ہے سو دکاں عید کا

تیری بخشش ہور کرم تھے عید شرمندہ ہوا
کاں دسیگا تیری ہمت انگے ساماں عید کا

تج محمد ناوں تھے سہنا ہے تاج احمدی
وو بزرگی دیکھ پگ پڑتا ہے خاقاں عید کا

بخت و دولت تخت چو پھیر چوک جوڑے ہیں سدا
اس خوشی تھے رات دن گرجے سو لیواں عید کا

روشنی پایا ہوں میں یعقوب تمنے وصل تھے
تج دیا کی باس تھے بستا ہے کنعاں عید کا

اس قصیدہ پر معانی عید جم قرباں ہے
نیں کیا ہے آج لگ یوں کوئی در افشاں عید کا ق

۳

عیدِ قرباں

تیرے مکھ پھولاں تھے تازہ ہے سدا بن عید کا
مکھ کی پھونی تھے پھول کھلیا او پھول آہے دھن عید کا

قطب تارا کھینچتا آہن ربا کوں آپ دھر
سب ہی تاریاں ہیں او سے دستا ہے برن عید کا

عید خوشیاں سیتی قرباں ہونے دہرتا ہے ہوس
او انندان سے جگت میں شمع روشن عید کا

نین ونبالے علم جھیلے کے نمنے جھولتے
۶۰ تازہ تازہ رنگ نقاں ظاہر کیا فن عید کا

جن دیکھے یک چھن تجے سو عید قربانی کرے
حور جنت کا ہے حیراں دیکھ جوبن عید کا

عید کی خوشیاں تھے نیں معلوم منجکوں راتدن
ساقیا پیالی منے دکھلاؤ درپن عید کا

چاند سورج لاج کر یا دل منے پنہاں ہوئے
جب نین جھلکاریں دکھلائے جھمکن عید کا

عید کی خوشحالی او ہے جو پڑے پگ شاہ کے
اس خوشی تھے ہے ہوس کوں سب لا پن عید کا

خوش گھڑی او ہے کہ انکھیں منج او ششہ پک نظر
آئیا منج عیش کے ہاتاں میں دامن عید کا

جیوں ہما منے رکھیں ہیں چھانوں ہما پر ہمیں
اس تھے پایا ہوں ٹک ائی ہور نشیمن عید کا

عید کی عید ہو لاو شاہ منجکوں پیار سوں
جیوں چوپن طفلاں کوں دیو منجکوں جوپن عید کا

عید نھن پن کا دیکھو ہور عید ٹرپن کا دیکھو
ہے خوشی تن پن منے سو لک رچھاون عید کا

عید مجلس میں کریں آور رقیباں کوں پسند
او سپند جالے او پر بہتا ہے ابر ہن عید کا

وقت آیا ہے کہ غم کا جڑاو پاریں پڑ سوں
صد ہزاراں شکر پایا ہوں ہیں ودھن عید کا

ج اکبر دیندار اں کے اوپر واجب اہی
میراج او ہے کہ دیکھوں تج سو درشن عید کا

عید مجلس میں کرے جب یاد مسکیناں اوپر
کاج عشرت کا گھرے گھر ہوئے گلشن عید کا

ہے محمد ناؤں نھے جگ میں محمد قطب شہ
تو طبل اس وار پر گرجیں سو گرجن عید کا (ق)

۴
عیدِ میلادِ نبیؐ

نبیؐ مولود لیایا ہے خبر سر تھے خوشی کا	سدا صلوٰۃ بھیجو سب محمدؐ ہور علیؑ کا

بڑائی ہو بہوت اس دیس ہمکوں عید مبارک	سعادت میں سعادت ہے سعادت اس گھڑی کا

سو ساعت کی سعادت میں دعا منگے جو کوئی	لکھیں بخشش کا خط اس کی پیشانی پہ جلی کا

سنی کافر کے بتخانے ٹوٹے ہیں اس گھڑی سب	سو معجز تھے خوارج کوں ہے ہیبت گڑبڑی کا

نبیؐ مولود ہے دیباچہ سب مولود میانے	سو ہے نوروز عیداں میں انندیے سروری کا

ازل تھی عید کیا خوشیاں جگت میں تھیاں ولیکن	ہمارے دور میں دایم خوشی ہے ہاشمی کا

خدا کہیا پیمبر کوں حبیب اپنا دو جگ میں	محبت سوں کیا داماد حیدرؑ کوں نبیؐ کا

کیا قرآں خدا نازل محمدؐ ہور علیؑ ہیں	سدا جبرئیل لیایا تا وحی ہور رحمت ربی کا

پیمبر ہے ہمارا سروراں میانے سو سرور	کہ صیغہ بولے ہیں جبرئیل سوں ملکراجی کا

اشامت کر چندا کوں پھاڑے جیوں کپڑے کے نمنے — تو بوسا پانوں کوں دے نور پایا روشنی کا

خوشیاں کے فوج ڈاٹے ہیں ہمن دل پر انند سوں — کہ چھن چھن جگ میں معجز دیتا پیغمبری کا

انوں تھے دین قایم ہے ہزاراں شکر کر توں — کہ ہے بارا اماماں نانوں سدا سکندری کا

(ان سے)

منگے پیغمبراں اپ تیں شفاعت نت خدا تھے — ہمارے مصطفٰے منگیں شفاعت امتی کا

(مانگے) (اپنے لئے)

مسلماناں محمدؐ مرتضٰیؑ پر بھیجو صلوٰۃ — کہ تو ہوگا تمن روزی شراب کوثری کا

دیا ہاتف ندا ہیچ رات دن جم جم خوشیاں کر — کہ بجتا ہے و ماما دو جہاں میں حیدری کا

نبیؐ کے نور تھے روشن ہوئے ہیں عرش و کرسی — علیؑ صدقے کئے ہیں شیعہ کسوت زرزری کا

(سے)

پریاں حوراں سید چند ناچتیاں ہیں عرش اوپر — ۹۰ اُلکھٹے تال و ھارے تال لیکر مشتری کا

بدل نمنے گرجتا ہے منڈل تل تل خوشیاں سوں — الاپیں مشتری ہور زہرہ سُر لے پنچمی کا

(بادل) (اور)

فلک سات تو بندھے آئیں ستارے چاند سورج — وو آئین طرح دیکھ حیراں ہوا عقل آدمی کا

(ساتوں) (وہ)

خوشیاں شادیاں اسی مولود تھے ہوتیاں ہیں ظاہر — زباں قاصر ہے حضرت وصف کہتے انوری کا

(سے)

صفت کرنے پیمبر کا منجھے اندازہ کہاں ہے — ہوا مولود وصفاں تے ہوس منج خادمی کا

ہوا ہوں شرمسار اپنے گناہاں تھے سدا میں — کرو تم حاتمی تانانوں جاوے حاتمی کا

نبی کے صدقے بخشے گا خدا میرے گناہاں — علی کا ناوں منج سرتاج ہے جم خسروی کا

پیمبر کی سو بخشش تھے نہیں کن ذرہ نومید — کہ منج ذرے کوں دیو چاشنی تم لنگری کا

پیمبر ناوں منج تن پر سلح سنجود دایم — . . . .

خوارج مصطفےٰ کے غصے تھے ڈر جیو سیتیں — . . . .

نبی کا ناوں ہے تیرا محمد قطب شہ نادر — قطبی موسیٰ و فرعون شیعہ کن ہے رہبری کا

خدایا منج سدا شادی سوں رکھ حیدر کے صدقے
کرو غم تھے خلاصی و دیو فرمان منج خوشی کا

۵

باغِ محمد شاہی

محمدؐ نانوں تھے بستا محمد کا اے بن سارا
سو طوباں سوں نہاتا ہے جنت نمنے چمن سارا

(نام — سے — محمد قلی — بن)

دسے فانوس کے درمیان تھے جوں جوت دیوے کا
سو تیوں دستا دوالاں ہیں تھے میوباں کا برن سارا

(سے — زیب دیتا — مانند — نظر آئے — سے — روشنی — چراغ)

بسے دم عیسوی دایم چمن ہیں گل لگانے تیں
ہرے نہالاں کے جلوے تیں مشاطا ہو پون سارا

(سے — میووں — جسم)

سڑک تھے باغ کوں دیکھت کھلے ہنج باغ کے غنچے
سو اس غنچے کے باساں تھے لگیا جگ ملگن سارا

(سے — دیکھ کر — میٹھے — سے — لگا)

چمن کے پھول کھلتے دیکھ سکیاں کا مکھ یاد آیا

سُہاتا تھا محمد پھل نمن اُن کا نین سارا

زیب دیتا مانند آنکھ

دِسے ناسک کلی چنپا بھواں دو پات ہیں نس کے

نظر آئے ناک

بھنور تل دیکھ اُس جا کا ہوا حیران من سارا

جگہ

سو خوشے داکھ لاکھاں کے ثریا سنبلا ہے جوں

انگور سنبلہ

سُہے اُس داکھ منڈوا سو جیا انبر گہن سارا

زیب دیتا ہے آسمان

اناراں میں سُہے دانے سو جیوں یاقوت پیتیاں میں

زیب دیتے ہیں

ہر اک پھل اُس اناراں پر سُہے سکّے نمن سارا

زیب دیتے ہیں مانند

کھجوراں کے دسیں جھونکے کہ جوں مرجان کے پنجے

نظر آتے ہیں گچھے

پیاریاں لعل خوشے جوں دسیں دن ہور رین سارا

نظر آئیں اور رات

دسیں ناریل کے پھل یوں زمرد مرتباناں جوں

ہور اُس کے تاج کوں کہتا ہے پیالہ کر دکھن سارا

اور

۱۱۰

دسیں جامون کے پھل بن میں نیلم کے نمن سالم

مانند

نظر لاگے نہ تیوں میویاں کوں راکھیا ہی جتن سارا

لگے رکھا

صنعت کرنے کوں سوسن بی کھلیا ہے دس زباں اپنی

بھی کھولا

دکھن سب سندریاں کے تیں کھلیا نرگس نمن سارا

حسینوں مانند

چمن آواز سن بلبل اپس میں آپ الاپے ہیں

اپنے

سو تس آواز سن حوراں کریں رقصاں اپن سارا

سُنکر

دکھت مکھ مست ہو دستک بجاویں پات ہاتاں سوں

دیکھ کر درخت ہوتا پتے

سو ڈالیاں ڈلتے ہو متوال پی پھول ابرہن سارا

مگر شبنم کا مے ہے یا ادھر جلاب کا پیالا

ہونٹ لعاب

یو بی خوب ہور او بی خوب تج سوں مل پون سارا

یہ بھی اور وہ بھی تجھ سے

امنگاں آپ امنگاں سوں اپس میں آپ مل ناچیں

سے

منتا کا تنن ناچیں، ہوے تن تن تنن سارا

(ناقص الآخر)

۶

عیدِ نوروز

کہ جس دن عید ہور نوروز منج کوں نت خدا دیتا

رات اور

مرے دل مرغ کی خاطر پھولاں عشرت نوا دیتا

پھولاں کا عید ہے یک دہر خوشی نوروز کی یک دہر

انداں طرح کر ساقی طرب مو دل پیا دیتا

میرے کو

جو اپنے برج اوپر مشتری ہور زہرہ آئے کر

اور

۱۲۰ بڑائی اُن سنے پا نوروزِ نوروزی صفا دیتا

سے

اے دل پنکھ مار ذوقاں سوں کہ نوروزی برات آیا

براتاں بیگ غم کی پھاڑ سٹا او سب جفا دیتا

جلد وہ

خوشی شب رات کی ہور عید رمضاں کا خوشی نت نت

شب برات اور

اے دونوں عید کیاں خوشیاں خدا تج کوں سدا دیتا

کی تجھے

ہوئے ہیں جھاڑ سب ہرئے خوشی سب جگ منے بھرئے

ہرے میں

عجائب عید ہے شہ ہور گدا کوں کیمیا دیتا

اور

خوشیاں سیتی غماں کوں بھا فکر خوشیاں کرو دایم

غم کو

اے نوروزی کے دیساں سب غماں کے تیں دوا دیتا

دن

دعایاں تھے کھلے ہیں سب ہی اسماناں کے دروازے

سے

کہ حاجت اب منگو یاراں کہ سب حاجت روا دیتا

نہ آوے گنج قاروں کام کچ تج حسن کا گنج ہے

خوشی سوں تو گدایاں کوں پیا بخشش نوا دیتا

نئی

تمہارے چھند بھرے چالے پورو کے جیو کی ڈوری میں

چالیں پرو کر

دوتن کے نین ہور دل میں ای باتاں سب ریا دیتا

رقیب آنکھ اور

محمد کی غلامی تھے محمد قطب شہ شاہ ہے

سے

اسی برکت تھے دایم سب خوارج کوں بلا دیتا

سے

(ق)

۷

قصیدۂ منقبت

(تشبیب کے چند شعر)

آج شب چیں چلیا شرق نگر تھے شتاب
سے
ڈھال فلک کی آچا او شہ عالی جناب

اُٹھا دو
باند خنجر کرن کی زریں فرنگ ہات لے
باندھکر تلوار ہات میں لیکر
صبح کے وقت آئیا پیک دو پیالی شراب
آیا پی کے

۱۳۰

چیڑک فلک فیل مست مستی سوں مکھ لال کر
چیڑھکر
گرم ہو چلنے لگیا دن لے کٹک بے حساب

فوج
سو ہے غلط یوں نہیں ہے یو قضیا توں سن
یہ قضیہ تو
فتح و ظفر چند کا چرخ دیا اُس جواب
چاند

شاہ ختن سن چلیا غرب نگر سےتھے لے فوج

سنکر چلا سے

تن کے تناں رین رنگ جیسے اہے مشکناب

جن جسم رات کے ہے

اتنے میں دیتا اہے صلح خدا تن منیں

ان کے آپس میں

ہے تمیں نس دن کے شہ نا لڑو تم اتنے یاب

تم رات بادشاہ

میں کیا تم دو کو شاہ، یک سورج ہور یک ماہ

دونوں اور

دھرتی تمیں دونوں جا دونوں کوں سرپر حجاب

زمیں

دن کوں سورج، نس کوں چند، تد بھی کیا ہے ناب

سورج رات کو چاند

چاند کو کیتا بجی، سور کوں کیتا ذہاب

کرتا سورج

۸

نوروز

پیا مکھ نور تھے ہے جاوداں ہم عید و ہم نوروز
سے
سورج آ و و حمل یا نہ عیاں ہم عید و ہم نوروز

مبارک پن ترے مکھ نور سورج تھے ہوا پیدا
سے
خراجاں لیکہ آئے من شہاں ہم عید و ہم نوروز

لیکر
مبارک باد دینے آئیا نوروز تج دو بار
تجھے
اد کھ سکھ تھے کریں تارے قران ہم عید و ہم نوروز
سے

شہاں آئے ہیں زینت دیکھنے تم بزم و عشرت کا
تمہاری
شہاں کا شاہ دیوے دولتاں ہم عید و ہم نوروز

۴۰

اتم طرحاں سوں باندے ہیں ملک آئیں سورج چندکوں

طرح سے

کرن رنگاں کے تحریر و نشاں ہم عیدو ہم نوروز

پریاں حوراں مجالس دیکھنے آیاں ہیں چھنداں سوں

دلاؤو پان پٹیاں باندے سواں ہم عیدو ہم نوروز

فلک نو تھے سو آئے پیشکش اقبال ہور دولت

سے اور

خوشی شادی سیتی غم بھنجیاں ہم عیدو ہم نوروز

دے دم مشتری ہور زہرہ لیائے ہیں خبر نصرت

اور

جو نکلے داب سوں صاحبقراں ہم عیدو ہم نوروز

پرم موتی سمندر دل تھے ابلیں ذوق سوں بھر بھر

سے

تو آیا سجدہ کرنے آستاں ہم عیدو ہم نوروز

لجیں شب رات آتشبازی تیرے نورا وجالے تھے
شرمائے
سے
او سے تعریف کرنے کہاں زباں ہم عید وہم نوروز

تمہاری بزم عشرت تھے اکھائے ہیں خوشیاں شادیاں
سے
سکے نا کوئی کہنے او بیاں ہم عید وہم نوروز

وہ
تمن مجلس خوشیاں کے سم کروں کیوں عید کی خوشیاں
تھکت ہو کر رہے ہیں سب جہاں ہم عید وہم نوروز

خوشیاں عیداں برس کوں کرتے اپنی چونب کا پکڑا
دسے ہنج نت ہے سکھ پکڑا خوشیاں ہم عید وہم نوروز
نظر آئے مجھے ہمیشہ
کیا کسوت زمیں نوروز پھولاں کو نپلیاں سیتی

۱۵۰
او کسوت طرح دیکھ ہوتے لجاں ہم عید وہم نوروز
شرمندہ وہ

محمدؐ ہور علیؑ کا ہے محمد قطب شہ دا سا
(اور) (غلام)

کریں سیوا اوسے چوپھر پریاں ہم عید و ہم نوروز

سٹیا ہے حسن تیرا طرح نوروزی کا عالم میں

نزاکت تھے کنکتیاں گوریاں ہم عید و ہم نوروز

ہما کا چھاؤں نا آوے تمہاری جیغہ چھاواں سم

سو چھاواں تل کھلیں مکھ چندنیاں ہم عید و ہم نوروز

سہیلی چیت پینے ہے سورج کی جوت کی چولی
(پہنی)

سہاتا ہے ہریا اس پر چھنیاں ہم عید و ہم نوروز

کیا ہے حسن سبزہ سبز سے بن کے روکھاں کوں
(درختوں)

جھلاں کھاویں بہشتی بوستاں ہم عید و ہم نوروز

گندائے پھول ہاراں ہیں خطائی ہور اسلیمی
اور
پھولارے سب خطاکے ہیں نہاں ہم عید و ہم نوروز

خطا دفتر او پر کھینچے الف لوچن کے کاجل تھے
سے
پری چین باۓ حلقہ آپ کان ہم عید و ہم نوروز

اپنے
نویلی دھن رنگیلی اب ہتیلی میں نگاراں کئی
نگار اس کا نگارستان حباں ہم عید و ہم نوروز

صفت اس قد کروں یا اس جمال یا اس لٹکتی کا
پڑوں او قصہ سب جیوں قصہ خواں ہم عید و ہم نوروز

جگت کے نین پائے نور تیرے حسن پانی تھے
سے
۱۶۰
او سی تھے کھیلتے ہیں پوتلیاں ہم عید و ہم نوروز
اسی وجہ سے پتلیاں

یون کا نتھے نکلتا ہے میٹھائی جیوں رتن کاں تھے
جوانی کی کان سے سے
میٹھائی مصر بھری مصریاں ہم عید و ہم نوروز

نوا نوروز نو ساقی نوا عشرت نویلی سوں
نوی خبراں سن آئے ہیں دواں ہم عید و ہم نوروز

اچھوا رزانی تم تے عید ہور ای مجلس آرائی
سے اور یہ
سپند یا وو دو تن کے کھنجناں ہم عید و ہم نوروز
ڈالو

محمد کا غلامی منج خطاب سربلندی ہے
میرا
سورج کرتا سوں باندے سایہ باں ہم عید و ہم نوروز

تہجد کی نمازاں میں کرو منج تیں دعا دم دم
دعا دم کے اثر تھے ہوں رہاں ہم عید و ہم نوروز
سے

ہوا ہے سب کشف تمنا کتاباں یو جتے تھی تھے

سے

سبق لینیں کو آویں عالماں ہم عید و ہم نوروز

لینے

خوشیاں آئے محمد دور تھے منج گھر انداں سول

سے

یہوں کر شکر دایم ہیں سکھاں ہم عید و ہم نوروز

ازل کے دیس تھے آنند گھوڑے پر چڑ آئے منج

سے

خدایا او ور نگ رکھ میری راں ہم عید و ہم نوروز

وہ

جشن نت نت جشن عید ہور جشن نوروز کا کاجے

اور

سو ہے ماہی مراتب پاتراں ہم عید و ہم نوروز

جشن خاطر لگر آئی ہیں زہرہ مشتری تالا

بھر آویں بزم میں پیالے سکیاں ہم عید و ہم نو

اچھوں دن مبارک عید ہور نوروز منج جم جم
رہے اور
بجاؤ گا و سب دن گاؤ نا ں ہم عید و ہم نوروز
گا
سہیلا دوستاں گاوو کہ غم کا سب اثر بھاگیا
خبر لیایا خوشیاں کا یوز ماں ہم عید و ہم نوروز
یہ
خدا منج بخت دولت کا دیا ہے سب شہاں اوپر
تو منج دربار پر گرجیں گجب ں ہم عید و ہم نوروز
مجھے باتھی
پیا تج مدح بولیا ہوں امید ہور آرزو سیتی
سے اور تیری
دیو تشریف گنج لامکاں، ہم عید و ہم نوروز
تمارے وصف کہنے تجھے ہوا منج شعر نورانی
سے
او شعراں کوں پڑیں سب شاعراں ہم عید و ہم نوروز
ان

ہوا اس سر تھے غزل کہنے ہوس اس پوتلی خاطر
پھر سے
پتلی
رتن ہے شعر بوجھو جوہریاں ہم عید وہم نوروز

(غزل) کرے نوروز کسوت پر نبیاں ہم عید وہم نوروز

دکھت کسوت سہیلیاں وادیاں ہم عید وہم نوروز

سنگاری یوں سکھی پیاری سکے تا اُون قلم لکھنے

سجی ہے چبر زر پھل متاریاں ہم عید وہم نوروز

پیشانی چاند اوپر ٹیلا لگائی سور جوتی کا

دیوے دل بار کے تیں باولیاں ہم عید وہم نوروز

چھبیلی سرو قد ناری کوں لاگے نار پھل جوڑا

سورنگ وانے اوپر بھند حسن لٹاں ہم عید وہم نوروز
خوش رنگ

مسکتی، ہنستی، ہنلی سچلی ہنس کی چال چلتی او
چمن پھل وارین اس پر مالیاں ہم عید وہم نوروز

ترے رنگ نور تھے گوہر کے رنگ یں جوت چڑیا ہے
تمن وصپ بن پھکے یں جوہراں ہم عید وہم نوروز

تہاری
پھیکے
تمارا فیض بخشش کا بہوت ہے عام و خاصاں پر
ہمن بخشو عشق کے لاریاں ہم عید وہم نوروز

خماری کے برس کا دور کر ساقی پیالیاں سوں
چڑوں گا تو مدن کی سیڑیاں ہم عید وہم نوروز

تیرے
خدایا عید ہور نوروز شادی راکھ بہو برساں
اور
کروں تا خدمتِ صاحب ترماں ہم عید وہم نوروز

قصیدہ ہور غزل لیا یا تمارے پیشکش تائیں
کے لئے
اور
بھر و منج دور میانے موتیاں ہم عید و ہم نوروز

میرے
دعا سوں ختم کر رنگیں غزل قطب زماں اب توں

کریں آمیں ملک ہور قدسیاں ہم عید و ہم نوروز
اور

(ق)

۹

بعثتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت نبیؐ پیغمبری حق تھے سو اِس دن پائے ہیں

جبریل کھن تھے مصطفےٰ کن وحی لے کر آئے ہیں
سے   آسمان سے   کے پاس

سارے نبیاں پر سروری دیتا خدا حضرت کوں تو

قدرت تھے چتر ہوئے کر سر پر ابھالاں چھائے ہیں
سے   بادل

(صفحات غائب ہیں)

(ج)

۱۰

بسنت

بسنت کا پھول کھلیا ہے سو جیوں یاقوت رُمّانی

کھلا

کرو مل کر سہیلیاں سب بسنت کے تائیں مہمانی

بسنت کا رُت بُجھایا ہے برہ اگ کوں خوشیاں سیتی

سے

نویلیاں مل کرو مجلس نویلا آج شاہانی

نئی

سکل جھاڑاں کوں لاگے ہیں جواہر کے نمن پھولاں

سب لگے مانند

سو پھولاں سوں کرے تل تل پیا پر گوہر افشانی

بسنت پھولاں کا شبنم مے سو بھر ساقی صراحی میں

جو اُس مدتھے مدن چڑکر ہمن رنگ ہوئے نورانی

سے

جو گرچہ مست ہو بادل صراحی نت کرے غلغل

پیو وپیالا او غلغل نا دسوں سے ہے میگھ نیسانی

وہ آواز کے ساتھ

پلا ساقی سرا سر مے کہ تا ہوئے کشف ہمنا کوں
ہم
کہ اس مے تھے دیسے منج کوں سدا سب راز پنہانی
سے نظر آئے مجھے
عنبر، ہور عود و مشک و زعفراں کا روت آیا ہے
اور
اُسی تھے باس انو کا جگ میں کرتا ہے گلستانی
لئے اُن
پنچھل پھل کے عرق بہانے کلاؤ تم کدم چھند سوں
میں
ولے فتنہ عرق سب باس میں کرتا ہے سلطانی

بندھاؤ حوض خانے چاند و سورج کے سہیلیاں مل
بھراؤ نیر امرت کا کہ کھیلیں رنگ افشانی
بسنت پھل کا حمایل پہن کر آئی انگن میں دھن
عورت
سو پھل سنگار کے نقشاں منے حیران ہے مانی
پھولوں کے میں

بندی چنری پرت نقشے کری اس پر تگٹ تارے

نوے قد پر سہاتا ہے پھولاں چولا عروسانی

نئے

پھولوں کا

سورج کرنا کی چرکیاں ہات میں لے چھڑ لے یک چت سوں

سہیلیاں سو اچھو منج کوں سدا اے کھیل ارزانی

یہ

نظر ہے مصطفیٰ ہور مرتضیٰ کا قطب شہ اوپر

اور

کہ دشمن کی پیشانی پر لکھے حرف پشیمانی

انوں کے دشمناں اوپر ازل تھے لعن واجب ہے

اُن سے

اگر ہوئے سمرقندی، بخارائی و ملتانی

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے توں تج کوں

معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

(ق)

یا علیؑ

سب انبیا پرور تمیں ہے اولیا رہبر تمیں
حیدر تمیں صفدر تمیں امت کو ہدا یا علیؑ

دانش تمن تھے آ بیا جگ پنت تمارا دھا یا
بینش تمن تھے پا بیا جگ میں سو پیدا یا علیؑ

کرتے ہیں جیواں پیار تھے تم پر تھے رضواں آرتی
زہرا سوں نس دن وارتے چند سور تریا یا علیؑ

بندا تمارا تر کماں تج داس ہے دونوں جہاں
منگتا سدا امن و اماں تمنا تے قطبا یا علیؑ (۷)

۱۲
ایک قصیدۂ منقبت کی تشبیب کے
چند اشعار

نس کے سمند سیام میں سشنے کی زورق ڈبیا
ڈوبی
سونے
ڈبنے میں ترے لگے بڑبڑے کے لکھ ہزار
گئی
غرب کے چہ میں پڑیا یوسف انبر کا سور
چاہ آسمان سورج
جگ سبھیں یعقوب کے نین نمن اندکار
مانند
آگ براہیم کا بجک ہوا پھول بن
بجھ کر
رین سو تس آگ کا ہے دھنوے کا دھندکار
دہویں
چند ہو سکندر چلیا رین کے ظلمات میں
چاند
شمع دیپک مشعلاں روشن ہوے اپار

چرخ کے خم خانے ہیں سورپیا جیا نوید

آفتاب

مست ہو جا کر پڑیا غرب کے چشمے منجھار

کھن کے لگن، شمع چاند تارے پتنگ کے نمن

اُڑتے ہیں اُس آس پاس عشق تجھے بے اختیار

سے

کھن کے سو حوض خانے میں رین بھرا نیر جوں

چاند بھو یارا ممن تارے بُند ال نیر سار

فوارہ بوند پانی کی طرح

کھن کے مدر سے کتنے چاند مدرس کنے

بحث کرن تارے آئے طالبِ علماں کے نار

رباعیات

مردی جو پوچھے گا تو علیؑ تھے جا پوچھ
سے
اسرار چھپے پینجلی تھے جا پوچھ
سے

گر پیاسا محبت کا ہے توں قطبا
او چشمہ کوں توں علیؑ ولی تھے جا پوچھ
اُس سے

۲

جنت و سقر قسم کرنہار علیؑ
تقسیم کرنیوالا
مشکل کے سو گانٹھاں کو کھولنہار علیؑ

کولک کریں اے بھرٹ نمنے چوری
کب تک یہ کی طرح
بھرٹاں کے سو بھرٹیاں کوں تورنہار علیؑ
توڑنیوالا

۳

میرے سو گنہ گانٹھ کھولنہار علیؑ
کی گرہ
ہر مشکلاں میں ہے مرے آدھار علیؑ

ہر ٹھار مددگار رہو اپ پیار سیتے
جگہ اپنے سے
دیتے ہیں منجے فتح کا تروار علیؑ
مجھے

۴

انپڑیا ہے علیؑ ہت تھے لن مد جام منجے
کے ہاتھ سے مجھے
متوال کہ اُس تھے رکھے جگ نام منجے
متوالا کہکر اسی لئے

حاصل ہوا
دو جگ میں نہیں کام کسی دھیان سوں منج
مجھکو
ہے دھیان سوں حیدرؑ کے سدا کام منجے

۵

اپ دوست سوں مل پنچھ کہ میں جام منگوں　　اُس ہونٹ شکر ایسے تھے میں کام منگوں

مانگوں　اپنے　　　　　　سے

آرام دل آرام تھے ہے دل کوں سدا　　۱۰　　میں اپنے دل آرام تھے آرام منگوں

سے　　　　　　سے

۶

کہتی کہ تری ہوں گی فوار اندیشہ　　دل اپنا خوش کر و بسار اندیشہ

دل کوں کہاں ہی دل ہی کہاں صبر اوسے　　یک بند لہو ہور اس کوں ہزار اندیشہ

بوند　اور

۷

نایات او محبوب سندر کا کہے جائے　　ناراز اپس دل کے بھتر کا کہے جائے

ش　اس　　　　　　اپنے

جے کوئی اچھے جیو کے نمنے دل کے بھتر　　اس سات سجن عشق اچھر کا کہے جائے

جو

۸

کہیا ترے لب کیا ہیں، کہی آب حیات　　کہیا کہ تیری لب دا، کہی حبِ نبات

کہا　　　　　　کہا

کہیا کہ سجن تیری، کہی قطب کی بات　　اس میٹھی لطافت پہ سدا ہے صلوات

۹

اُس لٹ کوں لٹا پٹ سوں پکڑ کیتا نیاز — کہیا کہ مرا چارہ کریں اے ور ساز
زلف — کہا
منج کی کہ مرا ہونٹ پکڑ لٹ کوں تو چھوڑ — ہے تج کوں انند ہور سدا عمر دراز
کہی — زلف — اور

۱۰

خوبی و بدی سب کے بوجھنہار سو توں — انصاف ہر ایکس کا دیونہار سو توں
منج گرچہ چھوٹک نیں ہے گنہ تھے سب تے — ۲۰ — میں سو ہوں چھوٹنہار چھوڑنہار سو توں
چھوٹنے والا چھوڑنے والا

۱۱

احمد علیؑ کے رتبے تھے تج ہے جو خبر — کر فہم سینی صرف شہادت پہ نظر
سے — اسے
اللہ محمدؐ علیؑ برحق اہیں — نہیں ہے ایو تینو منے چوتھے کا سنچر
ان — میں

۱۲

تیرا شرف اور اک میں تیں ٹاک آیا — جم تیرا سبق نعبد ایاک آیا
تیرا سو نشان مصحفِ پاک آیا — لولاک لما خلقت الافلاک آیا

۱۳

جیتا توں دل و جیو سوں قرآں دیکھے — احمد کے سو حق پر توں سب احیاں دیکھے

دیکھ حلقۂ خاتم النبیئین میں توں — دل نین سوں تا اضیع رحماں دیکھے

کی آنکھ سے

۱۴

جس ٹھارے لعل پھرے دور پہ دور — اس ٹھار مے من کوں نبھاوے کچ اور

جگہ

جے کوئی جو مستاں ہیں مد پیالے کے — ہور طور میں آیا ہے دیکھت مد کا طور

جو — اور

۱۵

ہے پھول کا ہنگام مدسوں یاراں حاضر — پھولاں کے من سارے ہیں یاراں حاضر

مانند

اس وقت پہ کیوں توبہ کیا جائے منجے — ۳۰ — توبہ شکناں ہور نگاراں حاضر

اور

۱۶

کہنے کہ یکٹ ہو جا اچھے گا گھر میں — افسانہ کہن آوں گی تب تج بر میں

رہے — کہنے

گھر خلوت ہوا ہور نہیں کوئی گھر میں — او بات توں بسر کے ہے یا ہے سر میں

اور — وہ

۱۷

کب لگ اچھے لب پہ نہ ہو زل میں جام — اس پاپ سوں بھریا سو زہد منج کا کام

مد کے مدرسے لیا و جو صفاتیں میں تمام — یک پختہ برابر نہیں ہے سو لک خام

اور

۱۸

مستی کے ملک میں ہے جہانبانی منجے — خوباں کوں دیکھن میں ہے سلمانی منجے

خمار کا خمخانہ اہے ٹھانوں مرا — ہر مد کا سو بند نگین سلیمانی منجے

جگہ — بوند

۱۹

منج یار کے مکھ سار نیں آتا اے پھول — کی کبرے کوں کا رنگ دیکھاتا اے پھول

جو لگ اچھے مل کانٹیاں سوں نیں فائدہ کچ — دھن یک تلیں آ باس توں پاتا اے پھول

جب — رہے — نہیں

۲۰

تج مکھ انگے عاقبت افسانہ رہیا — تج نین انگے عقل سو دیوانہ رہیا

تج فتنے تھے روزگار کنج میں بیٹھا — ہور سور تے چھانو تھے تج خانہ رہیا

۴۰

تیرے — سے — اور — سے

۲۱

جس یار میں ہے سب ہی ہنر ہور منی
(ہور: اور)
اس غمزے بازی ہے سو لشکر شکنی
ایسے کے خیالاں میں نہ پڑیا جاوے
اپ خیال منے آ توں اگر ہے جوگنی
(اپ: اپنے، منے: میں)

۲۲

کھل جائے کنچک کانٹہ جو دھن سینے اوپر
مانند سو اُس کا نہ دیسے ساج کدھر
سینے میں نکھے یو دستا ہے دل اُس کا
(نکھے: سے)
جوں موتی پِھل دستا ہے پانی بھتر
(دستا ہے: نظر آئے)

۲۳

اے بار خدا اپنے درویش کوں بخش
مجکوں سو محمدؐ علیؑ کے کنیش سوں بخش
دشمن کوں توں توڑ دوستاں کوں توں نواز
دشمن کو نکر رحم سبھی خویش کوں بخش

۲۴

عین علیؑ تھے عقیق کلیاں ہوے لال
ہور لام علیؑ تھے لعل رتناں ہوے لال
(ہور: اور)
دشمن علیؑ کے کہربا جوں پیلے ہوے
(جوں: کی طرح)
حبِ علیؑ تھے مکھ محباں ہوئے لال
(تھے: سے)

۲۵

اے باد مری بات اوسے چوری سوں کہہ
میری کو گپت بات توں اُس چھپوری سوں کہہ
پھل جائے نمن وو بات اُس گوری سوں کہہ
سمجا کہہ توں نکو سرزوری سوں کہہ

۲۶

بابل کے سحر تیسری نین بیناں میں
استاداں سحر کا تج نیناں ہیں
تیری آنکھیں
گوش پارے جو کانا متے بینی ہے توں
کانوں میں پہنی
قطبا کی نچھل موتی رتن بیناں ہیں

۲۷

تج روپ بنا میری نظر میں سو نہ آئے
تج کوچے میں بن مُنج کوں گذر کرنے نہ بھائے
تیرے چہرہ بغیر
تج دور میں نیند سب کوں خوش آئے ولے
منج نین منے نیند سو یک پل نہ سمائے
میری آنکھ میں

۲۸

جے کوئی جو عقل بات منے آتے ہیں
ہور جہل کی بات میں جکوئی جاتے ہیں
اور
جنیا جو خلاف ہے ان دونوں میں
ڈھونڈ کر جو دیکھوں تو سب تجے پاتے ہیں

۲۹

شہ ہات منے جام سو جیسا ماہ دیکھو پکڑے ہیں سورج کوں بیچ ماہ دیکھو
(میں)
(سورج)
میر یخ اسد پنجے ہیں دیکھن منگے کوئی شہ ہات ہیں خنجر سو دندے کا ہ دیکھو
(دیکھنا چاہے)

۳۰

تج سار سو دھن دھن سو جیون بر ہیں اچھو منج ہونٹ ہیں تج ہونٹ جو دھن گھر ہیں اچھو
دھن دھن سو دن جو میلے تو انند ہوئے انت تج عشق ہو من میں جو ل سکا زر ہیں اچھو
(میرے دل سکے)

۳۱

تج سات وصال منج سوں دیتا ہے زر زر تمنے نہیں ہے اس جہاں میں خوشتر
(تیرے) (کی طرح)
زر دور کرے ہجر ملاوے دلبر رحمت ہے خدا کی سو سدا زر کے اوپر

۳۲

تج زلف سدا لالن کے اوپر ڈھلتی کد پھول اوپر کدھیں شکر پر ڈھلتی
منج نین کی مچھلیاں تیری مکھ جل میں تریں یک تل جو نہ دیکھن تج جو بھر بھر ڈھلتی

۳۳

تج ہونٹہ کرا ذوق ہیپا پایا ہے — اور رمز کرا شوق پیپا پایا ہے
کا دل — اُس
تیرِی سو کمر میانے ہے معنی باریک — جو جانتا ہے سو او جیا پایا ہے
وہ زندگی

۳۴

انند منگے تو کدھیں توں جاناں کوں نچھوڑ — پینکن منگے تو زلف کے پینکاں کوں نچھوڑ
جب عیش جو توں کرنے منگے دھن سنگات — جیو تن میں اچھے لگوں توں مونٹاں کوں نچھوڑ

۳۵

تج زلف کا چپ مال کروں ساری رات — نیناں کی دیوی لاکھ دیکھو باٹ کے دھات
بوبیاں دیو وکر کہہ کے یہے آس کرے ہے — لب پر دے حوالہ توں میں جانوں وو نبات
اسکو

۳۶

اللہ کا لے ناؤں تو یکجت سوں اول — ظاہر ہوا ہے جس تھے ابد ہور ازل
اور
اس تھے سو محمدؐ علیؑ کوں ایک جان — ان دو نوکوں نیں ہے دو جہاں میانے بدل
میں

۳۷

تج حسن تھے [سے] تازہ ہے سدا حسن و جمال
تج یاد کی مستی اہے عشق کوں حال
توں ایک ہے تجسا [سے] نہیں وو جا کہیں
کیوں پاوے جگت صفحے میں کوئی تیرا مثال

۳۸

پائے ہیں لطافت ترے مکھ تھے [سے] ارواح
جے تھے اہیں تج جیو جیون تھو اباح
متا مست ہو کر رقص کروں پیالے نمن
اپ [اپنے] لب تھے [سے] چکھا [جیسے] منج کوں جگ آنند کا راح

۳۹

لال ادھر لال لا آدھار کرو
وو ادھر لا ادھر آدھار کرو
مکھ گلال ..... ادھر کمل لال کرو
ادھر او دھر ملا آہار کرو

۴۰

خدایا دے	مدد منج جم	محمد سوں	ملا پنج تن
مدد منج جم	دے جیو کو منج	دو جگ میانے	کھلا گلشن
محمد سوں	دو جگ میانے	رتن تن پر	دلا ابھرن
ملا پنج تن	کھلا گلشن	دکھا ابرن	جلا رتن

۴۱

نہیں کیں	نج ایسی	سہیلی	چھبیلی
نج ایسی	نہ اچھے	جگت میں	رنگیلی
سہیلی	جگت میں	ندیکھیا	گہیلی
چھبیلی	رنگیلی	گہیلی	نویلی

دیگر اصناف

مراثی

محرم مہینے میں آیا اماماں کا سو غم بھر کر

زمیں ہور آسماں میا نے بھریا سر تھے الم بھر کر

اور   میں   پھر سے

زمیں پر کیا بلا کیا شور کیا غوغا ہوا پیدا

یتا کچ دل میں دکھ داتیا نہ نکلے غم تھے دم بھر کر

اسے   اتنا کچھ

اماماں تیں سورج جلجل ہوا ہے آگ کا شعلہ

کے لئے

جلایا ہے اپس کوں کوئلے نمنے پنم بھر کر

خود   مانند

تھے

مسلماناں ندیاں سارے بھراؤ اپنے انجھوں تھے

آنسوں سے

کہ آیا ہے اماماں کا بلا سر تھے ستم بھر کر

محرم کا نہ لیوو ناؤں کہ تم اے مسلماناں

نام   بھی

قیامت ہو قیامت کا اُچایا ہے علم بھر کر

نہ تھا دکھ درد حوراں کوں کہ ہیں جنت منے یکسل

میں

حسیناں کے دکھوں ماتم پکڑتے ہیں جنم بھر کر

(ناقص الآخر)

مرثیہ

(ناقص الاول)

لہو روتیں ہیں بی بی فاطمہ اپنے حسیناں تیں
تجھ سے

او لہو لالی کا رنگ سا تو گگن اپر ال چھایا ہے
اوپر

اماماں پر ہوا سو دکھ نکو پوچھو مسلماناں

ہر یک ایمام پر یک دکھ بہت گھاتاں بسایا ہے
امام

ظلم کیسا ہوا ہے آہ دنیا میں اون اوپر
ان

یتا ظلم و بلا سب فاطمہ خاطر ملایا ہے
اتنا

اگارہ مہینے کے نمنے محرم کیوں نہیں ہے توں
مانند

سبھی مہینے میں خوشیاں کرتے توں اب دکھ بسایا ہے

کیا ہے میہمانی یوں اماماں کا محرم توں

جنگل میں کربلا کے سب بلایاں کو بلایا ہے

مسلماں کوں نہیں ہے اس برابر کوئی بلا جگ میں
کہ انجھواں کے لہو ستیں پیالے بھر پلایا ہے
(سے)

اماماں تھے منگے تو لاں سو شامی شومی کافر
(سے)
ہوئے بے قول تو ان تیں خدا دوزخ بنایا ہے
(کے لئے)

کئے ہیں موناں کسوت حسن کے زہر تھے ہریا
(سے)
سو اس کے چھاوں تھے اسمان اپنا رنگ بھرایا ہے
(سے)

خدایا قطب شہ کو بخش توں حرمت اماماں کی
کہ ان کی مدح کا حلقہ مرے کن میں نہایا ہے
(کان)

مدد کرنے ملک آئے قبولے نیں امام ان کو
کہ حیدر ہات تھے جبار وندیاں سر گرایا ہے
(سے) (دشمن)
(جدہر)

سورج جلتا ہے سارے مانیاں کے آہ تھے سب دن
چندا اس شرم تھے گل کر سو اپنا سر لوایا ہے

عمر عثمان تھے دیں میں ہوا ہے سب خلل پیدا

جنکی باتاں تھے مذہب میں بڑا حیلا اٹھایا ہے

یزید و سب یزیدیاں مرگ بن ہوشیار نہ ہوسیں
سکیں

دنیا کے مال تھے اُن کا سو مکھ کہہ یہی پھرایا ہے

یزیدیاں کا سو وقت آیا کرو لعنت یزید اوپر

سور کے گوہ میں داڑی موچھیاں سر بھیں ڈبایا ہے
زمین

یزیدیاں کا سو قصہ ظلم کا کوئی نا سکے کہنے

کہ جانن پن تھے شیطاں ان کنے تعلیم پایا ہے
بچپن

یزید و شمر کے کاماں نہ کرسیں کوئی شیطاں بھی
سکے

ہزاراں لعن ہے اس پر جن ایسا پوت جایا ہے

مرثیہ

(ناقص الاول)

یتیماں آہ ہور درد اتے ہے ہور کچا جلتا
اور اور

اوسی تھے دو جہاں تیں نیل کا کسوت پنایا ہے
سے

اماماں بارہ کوں آکر ظلم سوں دکھ دئے کافر
سے

اسی تھے فاطمہ کا مکھ لہو سیتیں دھلایا ہے
سے سے

یتیماں واہ پیاسے واہ پیاسے کر روئیں ل کر

اسی دکھ درد تھے انجھو گلاں کا ٹسکایا ہے
سے آنسو

اسے جیو نا جانئوں دیوے نمن اس دکھ تھے جلناکر
نے

پریاں حوراں اپس انکھیاں تھے لہو انجھو چوایا ہے
ٹپکایا

اماماں کا قصہ کہنے نہیں ہے جیب کوں طاقت

شہیداں کے غماں تھے درد بادل جگ پہ چھایا ہے
سے سے

خدا یا داد لے ہور داد لے اس ظالماں کن تھے
اور

کہ جدنہیں سو یتیماں پر جفا ہور ظلم دھایا ہے
اور

اگر دعوے دھریں ایمان کے تم سب مسلماناں

روؤ دم دم کہ دوزخ اگ تھے تمنا کو چھڑایا ہے
سے تم

اماماں کی دعا تھے قطب شہ کو دے شفا یارب
سے

شہیداں دوستی تھے سب شہاں میانے سرایا ہے
سے

مرثیہ

آؤ مل کر ماتمیاں سب اس غماں تھے لہو رو دیں
سے

وا اماماں یا اماماں یاد کر کر دل کھویں !

آہ ہمارے درد تھے دریا کوں سب جوش آوتا
سے آتا

ماتمیاں کے لہو بُنداں تھے آگ سب بج جاوتا
بوند سے

سب دُکھاں کوں انت ہے اس دکھ کے تائیں انت نہیں

فاطمہ کے پوت بن اس جگ منیں نیں نور کیں
میں کہیں

فاطمہ دکھ تھے عرش کرسی تیے غم انجھو سٹے

ساتوں اسماں ہور زمیں میں آگ کی بھڑکی اٹھے

مصطفےٰ کے باغ کے پھولاں کوں بن پانی سکائے
سکھائے

مصطفےٰ ہور مرتضےٰ ہور فاطمہ کا دل دکھائے
اور اور

نیل کپڑے پہنیں ہیں پیغمبراں اس غم ستیں
سے

دشمنی پکڑے یزیداں مال و ہور خاتم ستیں
سے اور

جیوں نبیاں میں مصطفےٰ ہیں تیوں اماماں میں حسین
جس طرح

کفر کے تئیں بھان کر اسلام کیتے ہیں حسین

دوستاں رو رو لہو غم تھے امیر ہے ہم امیر
اگر

باپ نیں ماں نیں حسین ہے کربلا بن میں اسیر

اپنے پوتاں کوں کہے پند بند پیو تم چپ رہو
بوند
میرے بعد از پیا لس میرا میرے لوگاں کوں کہو

ظلم بے حد کیتے بابا ظالماں کن داد یو
کرتے
یہ
تم غضب کا تیغ سب یزیدیاں کے سر پر دیو دیو

دین دنیا کے شاہ رکھ قطب زماں کو اپ پناہ
اپنی
تہیں بخشاؤ خدا کن لطف سوں میرے گناہ
کے پاس　　　سے

دو جگ اماماں دکھ تھے سب جیو کرتے زاری وا وا

کے کے سے دل

تن روں کی لکڑیاں جالکر کرتے ہیں خواری وائے وائے

کے رویں جلا

سا تو گگن آٹھو جنت ساتو دریا سانو دھرت

آسمان آٹھوں اقلیمیں

ایکس تھے ایک آپس میں اپ دکھ کرتے کاری وائے وائے

ایک سے

کالا کیا کسوت مکا دیکھو اماماں دوک تھے

مکہ (خانہ کعبہ) دکھ

ظلمات بی کالا ہوا اس دکھ تھے بھاری وائے وائے

سے بھی

لوح، ہور قلم، کرسی، عرش، قدسیاں، ملک، غلماں سب

اور

بجلیاں بدل اڑاوتے ہیں رات ساری وائے وائے

بادل جلاتے ہیں

اسمان چھج جیا لا ہوا سورج اگن والا ہوا

چمجا جل گیا

چندر سو جل کالا ہوا ہے دکھ اپاری وائے وائے

پنکھی سٹے ہیں سب پراں رو رو بھرائے سمدر لے

پرند گرادئے سمندر

چھوٹے ہیں سب اپنے گھراں دیکھو توزاری وائے وائے

کالے ہوئے دکھ تھے منگل سر پر سٹیں ماٹی سگل

سے ڈالیں مٹی سب

تو پکڑے اس دکھ تھے جنگل ہے بیقراری وائے وائے

سے

پھولاں سکے سب دکھ ستی مکھ موندے بلبل جھکھ ستی

سوکھے سے خاموش ہوگئے

کوئل جینا دکھ ستی بن بن پکاری وائے وائے

سے

دیکھو تمیں اے مانساں دانے چریں نا پنکھیاں

تم

دھرتی ہے ماتم کی دکھاں دھرتی بچاری وائے وائے

دو جگ خراباں ہورہے جیواں کباباں ہورہے

سمدر سراباں ہورہے نا ہوے جاری وائے وائے

سمندر

دکھ آگ سوں جگ بن جلے آکاس تا دھرتی جلے

کی

کھن پر فرشتے کھلبلے ست اختیاری وائے وائے

حضرتِ نبیؐ کے گیسواں دونو اماماں کے پگاں

قدم

جبرئیل جھلاوے اپ ہتاں آرات ساری وائے وائے

اپنے ہاتھ سے

حضرت علیؑ کے دو پوتاں کاندھے نبیؐ کر اٹنیاں

پوت اونٹ (موہٹ)

تس پر چڑھے دو شہ جواں اس دھات ساری وائے وائے

شہزادے کئے سب کے اوٹاں ہمنے پکارے اس زماں

کہے مانند

عفعف نبیؐ ہم کوں سناں کے دوی باری وائے وائے

جبرئیل آکر کہے تسری براں جو عف کئے

تیسری بار

اس عفو تھے جگ پائے گا سب رستگاری وائے وائے

دو نور دیدے بی بی کے آخر دیکھو کیوں دکھ دکھے

لہو میں لڑے پیاسے بھکے دیکھو یو خواری وائے وائے

بھوکے

یک پوت کو دیتے زہر یک پوت پر کھینچے خنجر

کافر کئے کیسے قہر یو زخم کاری وائے وائے

دکھ بات کو توجیب جلے لکھنے قلم بی نا چلے
کیا کبھوں

دل جیوں شمے جل تلملے سُد کی ہماری وائے وائے
شمع

قطبا کہے دل کے بچن ہر دم مدد منج پنج تن

راکھے خدا منجکو جتن دشمن کو خواری وائے وائے

قطبا کو ہے اللہ مدد بستا ہے اس دل میں احد

تو منج مدد حیدر ولد بیریاں کو زاری وائے وائے
مجھے

ریختی

سنو ایک دو بات صاحب ہماری
سہیلیاں چتر میں ہوں بندی تماری

کہو رات کن سات کیتے من میں باتاں
کہ جوتا ہے تم منت تھے رنگ خماری
نس کے   جھپکتا   سے

نین چت سوں لکھی ہوں میں پنچھو تمارا | تمن بن منجے کیوں گے رات ساری
کہو صاحب یے نوں ہے کس کی نشانی | لکھنے لکھن تمن پر تھے جاوں گی واری
انن سات تل ہل کے منج کوں پیارے | تمن قول ہیسرے کئے تھی میں پیاری
تمیں صاحب ہیں کس مت او بھداو | مو اندازہ کیا تم کہوں میں بچاری

نبی صدقے بچاری کوں یوں تہ مارو
اللہ کی نظر تھے قطب کی سنواری (ق)

(۲)

پیا میں ہوں سیوے کی بندی تماری | رکھو دشٹ منج پر کہ میں تم پہ واری
کہ میں ہوں بنی بالی تیری پرت کی | اسی تھے لگی ہے تماری خماری
میں الجی ہوں تج نیہہ کے بن میانے | اسی تھے وو تن تم لگاتی ہے چاڑی
عشق بھاگ کھیلتی ہیلیاں سبتی میں | امنگ رنگ کھیلاں سو اس میں کوں سنواری

سہیلیاں میں شرطاں سوں آکر کھڑی ہوں — منجے دیکھ کر نہوں میں ناگا نٹھ یاری

ڈال ہے

مرے نازیں مہندی ہت میں نگارے — سہیلیاں منے میں ہوں پیو کی پیاری

ہاتھ میں

نبی صدقے قطبا کے ڈاواں کھیلی ہوں

تمن بولنا کیا ہے میں شہ پہ واری (ق)

تم سے

(۳)

پیارے نکر کھیچ ہوں تو پہ واری — تو آساں سیتیں پچھوں میں نپتھ ہٹھاری

میں — تیری امید میں

تمے پیرم کی سیج کما بھور آئی — مو تم یاد کی لاگی نیتاں خماری

مجھے تمہاری

سو ڈھل پاک کھنجناں او چتی — اے چھند بند دیکھ تو پہ واری ہزاری

یہ

چوڑی چین اب ہوی میں تو تھے پرگٹ — تمن کوں کون روک راکھی کنواری

تجھ سے

نبی صدقے قطبا کی پیاری ہے توں

ہ

نکو جی کی چین چھند بند سوں ستواری (ق)

(۴)

ہوں تل تل تن پر تھے واری پیاری	کہ تن من جوبن آپ ہوں تو پہ واری
عشق بول اپ چھاتی میانے لکھائی	کہ لکھ جین جن جین باندھی ہے ساری
پرم پیار سوں آنی ہوں تو کے در پر	کہو صاحبا کن ملے تم سوں ناری
موسر بھیر نہ رکھ سارو و تی کا ہست	کہ چوری چوری تم سوں بولی ہے چاری

پینے بوج سوں قطب کوں پیاری میلی

کہ تم ہم کوں کیا بوجھتی او گنواری (ق)

مثنوی

(نا مکمل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — کیلی ہے سب کچ کا جو کیتا حکیم

حمد نجات ہے کرو اُس پر تمام — نامِ خدا لے کرو ختم کلام

کیلی ہے اللہ کُلُف کُھل کی تیں — نامِ خدا فرح ہے دل پھول کی تیں

(کے پھول)

حکم اُسی کا ہے سبھی حکم پر — ہے الف اللہ نہ زیر و زبر

نورِ خدا کا ہے جہاں نور ہی — ایک اپے سب منیں بھرپور ہی

اونچا نیچا جب نہ تھا تب آپ تھا

ہے سو نہ اچھسے وو اچھیگا سدا

(رہے وہ رہیگا)